دجال 2
علیم الحق حقی
kitaabghar.com

دجّال...... یہودیوں کی آنکھ کا تارہ جسے عیسائیوں اور مسلمانوں کو تباہ و برباد اور نیست و نابود کرنے کا مشن سونپا جائے گا

انگریزی ادب سے درآمد ایک خوفناک ناول۔ علیم الحق حقی کا شاندار اندازِ بیاں

علیم الحق حقّی

(جوزف ہاورڈ)

علم و عرفان پبلشرز

34-اردو بازار لاہور

فون042-7352332-7232336

نوٹ:

انتساب!

اپنے بے حد محبت کرنے والے بھائی احمد انصاری کے
نام ان کا پیہم اصرار ہوتا تو میں نے یہ کہانی نہ لکھی ہوتی

ملنے کے پتے

مشتاق بک کارنر
الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور فون: 7230350

خزینہ علم و ادب
اردو بازار لاہور فون 7314169

اشرف بک ایجنسی
کمیٹی چوک، راولپنڈی فون 5531610

کتاب گھر
کمیٹی چوک، راولپنڈی فون 5552929

رحمٰن بک ہاؤس
اردو بازار، کراچی

ویلکم بک پورٹ
اردو بازار، کراچی

پیش لفظ

ھذا من فضل ربی

الحمد اللہ

عشق کا شین کی پسندیدگی کا شکریہ اور تشنگی پر معذرت۔ حالانکہ یہ معذرت میں نے پہلے حصے کے پیش لفظ میں ہی کر لی تھی۔ میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ انشااللہ آخری حصے کے لیے آپ کو بہت طویل انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ لیکن اللہ کو کچھ اور منظور تھا۔ 27 دسمبر کی صبح مجھے ہارٹ اٹیک ہوا۔ جبکہ پہلا حصہ جنوری کے پہلے ہفتے میں مارکیٹ میں آیا۔ اللہ کی رحمت اور آپ سب کی دعاؤں سے میں دو ہفتے گھر بعد واپس آ گیا۔ لیکن لکھنا ممکن نہیں رہا۔ تین ماہ ضائع ہو گئے۔ میں آپ سے شرمندہ ہوں۔ مگر اب کام شروع کر دیا ہے۔

ڈاکٹر کی ہدایت پر جس دوران میں لکھنے سے گریزاں رہا، اس عرصے میں بھی الحمد اللہ بے کار نہیں رہا۔ اسی عرصے میں عشق کا قاف، کے خدوخال ذہن میں ابھرنے لگے۔ ایک خاکہ سا تیار ہو گیا۔ لکھنا میرا شوق، میری محبت ہے۔ اس کے بغیر میں ادھورا اور نامکمل ہوں۔ اب عشق کا شین کو تکمیل کی طرف بڑھاتے ہوئے زندگی کا بھرپور احساس ہو رہا ہے۔ اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے درازی عمر بالخیر سے نوازے اور اپنی رحمت اور فضل وکرم سے مجھ سے عشق کی یہ Trilogy مکمل کرائے جو عشق کا عین سے شروع ہوئی تھی اور انشااللہ عشق کا قاف پر ختم ہو گی۔

میں اپنے ان قارئین کا بہت شکر گزار ہوں، جنھوں نے بیت اللہ شریف میں میرے لیے دعائیں کیں۔ جنھوں نے علالت کے دوران فون پر اور خطوط کے ذریعے مجھے حوصلہ عطا کیا۔ اور میں آپ سب سے التجا کرتا ہوں کہ میرے لیے شفائے کاملہ اور درازی عمر کی دعا کرتے رہیں۔ تاکہ میں آپ کے لیے بہتر سے بہتر لکھتا رہوں۔

عشق کا شین کی خوب صورتی کو سراہنے والے خطوط بھی کثرت سے ملے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ کاغذ اور پرنٹنگ سے لے کر بائنڈنگ تک یہ کتاب بہت اعلیٰ معیار کی حامل ہے۔ اس سلسلے میں داد کے حق دار علم وعرفان پبلشرز کے گل فراز احمد ہیں۔ عشق کا شین انہوں نے بڑے کھلے دل سے، بے حد محبت کے ساتھ شائع کی ہے۔ انہیں جتنا بھی سراہا جائے کم ہے۔

میں اب اجازت چاہتا ہوں۔ آپ دجال کا دوسرا حصہ پڑھیے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ اس کتاب کا بھی بہت بے چینی سے انتظار کرتے رہے ہیں۔ اب یہ تو آپ ہی بتا سکیں گے کہ یہ آپ کی توقعات پر پوری اتری یا نہیں۔ مجھے تو اب آپ کے تبصروں اور آرا کا انتظار رہے گا۔ ایک معذرت اور کر لوں۔ اب ای میل پر آپ مجھ سے رابطہ نہیں کر سکیں گے۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

والسلام

آپ کا اپنا

علیم الحق حقی

ماہر فلکیات کوئی مذہبی آدمی نہیں تھا۔ اپنی دوربین سے وہ آسمان کو دیکھ رہا تھا۔ لیکن اسے جنت کی تلاش ہرگز نہیں تھی۔ اپنے لڑکپن تک وہ خدا پر ایمان رکھتا تھا۔ اپنے والدین کے خدا پر...... ! لیکن جب وہ بڑا ہوا تو اس نے بچکانہ عقائد کو چھوڑ دیا۔

جان فیول جانتا تھا کہ کائنات کے راز براہِ راست ریاضی اور طبعیات کے عجوبوں سے منسلک ہیں۔ لیکن جو نظارہ اس نے فرن بینک کی آبزرویٹری سے دیکھا، وہ خدا کے وجود کو بیچ میں لائے بغیر بھی بہت مسحور کن، بہت پیچیدہ تھا۔

اس رات آسمان پر ابر بھی نہیں تھا۔ معمول کا کام بہت جلدی مکمل ہو گیا تھا۔ اب اس کے پاس آسمان کا جائزہ لینے کے لیے فرصت ہی فرصت تھی۔ وہ اس اسکیننگ کے خیال سے ہر روز اپنی لائبریری کے لیے فوٹوگرافی کرتا تھا۔

اس نے کافی کا ایک گھونٹ لیا اور اپنی تیاریوں کا جائزہ لیا۔ آبزرویٹری میں خاموشی تھی۔ اس کا ٹیکنیشین اس کے برابر ہی کنٹرولز پر ہاتھ رکھے بیٹھا، اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ اس کے اشارے کا منتظر تھا۔

فیول آگے کی طرف جھکا اور ٹی وی مانیٹر کو دیکھنے لگا۔ ''آج ہم کہاں جا رہے ہیں؟'' اس نے پوچھا۔

''بسیو پیا جناب۔'' ٹیکنیشین نے جواب دیا۔

''بسیو پیا'' جان فیول نے دہرایا۔ ''رائٹ اسینشن، ایک گھنٹا 16 منٹ...... بارہ...... بائیس ڈگری اتار...... آٹھ اور چار کی نسبت......''

دوربین اس کی ہدایت کے مطابق حرکت میں آئی۔ مجوزہ علاقہ نظر آیا تو اس نے طمانیت سے سر ہلایا۔ اس نے مزید ہدایات جاری کیں۔ گزشتہ چار سال سے وہ آسمان کا جائزہ لے کر نوٹس بنا رہا تھا۔

''ہولڈ...... او کے...... ہارڈ کاپی۔'' اس نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا۔

چند لمحے وہ اسٹار فیلڈ کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر اس کی آنکھیں سکڑ گئیں۔ ''عجیب...... بہت عجیب۔'' اس نے سرگوشی میں کہا۔

ٹیکنیشین نے چونک کر پہلو بدلا اور سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

''یہی اسکیننگ ہم نے کل بھی کی تھی؟ ہے نا؟''

''جی ہاں۔ پیر کے دن کی تھی۔'' ٹیکنیشین نے کہا۔ پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر کیبنٹ سے ایک ٹرانسپیرنسی نکالی اور اس کی طرف بڑھائی۔

جان فیول نے تازہ اسکین اور پچھلے اسکین کا موازنہ کیا۔ وہ پلکیں جھپکا کر رہ گیا۔ ''تحرک بالکل واضح ہے۔'' اس نے بے تاثر لہجے میں کہا۔

''تین سورج۔''

اب ٹیکنیشین کے چہرے پر زلزلے کا سا تاثر تھا۔

جان فیول نے سر اٹھا کر دیکھا۔ ''اس اسٹار فیلڈ کے پچھلے تمام ریکارڈز نکالو...... ابھی...... جلدی سے۔''

وہ دیکھتا رہا۔ اس کا اسسٹنٹ کیبنٹ کی طرف چلا گیا تھا۔ ریکارڈز نکالنے میں اسے زیادہ دیر نہیں لگی۔ وہ مرتب انداز میں کام کرنے کا

عادی تھا۔ وہ ٹیلسکوپ کا جائزہ لینے لگا۔ ریاضی اور طبعیات...... اس نے سوچا، یہ دو چیزیں ہی تو یقینی ہیں۔ لیکن ڈنرز کے دوران، پارٹیوں میں لوگ کیسے کیسے احمقانہ سوال کرتے ہیں...... اڑن طشتریاں، خلائی مخلوق۔ لوگ سائنس سے زیادہ ان ہونی میں، حماقتوں میں دلچسپی لیتے ہیں۔ وہ ایسے لوگوں سے چڑتا تھا۔ اور اکثر ان کے بارے میں اپنا ردعمل چھپا بھی نہیں پاتا تھا۔

ٹیکنیشین نے اس کا بازو تھپ تھپا کر اس کی طرف ٹرانسپیرنسیز کا ڈھیر بڑھایا۔ اس نے ان کا جائزہ لیا اور پھر ٹیکنیشین کی طرف مڑا۔ ''تم کیا کہتے ہو؟''

ٹیکنیشین نے کندھے جھٹکے، اس کے ہونٹوں پر معذرت خواہانہ مسکراہٹ تھی۔ ''میں تو یہی کہوں گا کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں۔''

''ٹھیک کہتے ہو، اچھا، یہ بتاؤ کہ اسراع کی شرح کیا ہے۔''

ٹیکنیشین نے مونیٹر پر چیک کیا۔ ''چند ہزار پارسیکس۔ میں تو کہوں گا کہ زبردست بینگ ہونے والا ہے۔''

جان فیول نے نفی میں سر ہلایا۔ ''یہ ٹکراؤ نہیں، انضمام ہے۔'' اس نے کہا۔ ''ہمیں پوری درستی کے ساتھ متوقع شیڈول نکالنا ہوگا۔'' تجسس اب اس کے وجود میں لہریں لے رہا تھا۔

ٹیکنیشین نے مونیٹر پر ایک بٹن دبایا۔ وہ دونوں اسکرین کو گھور رہے تھے، جہاں ان تینوں سورجوں کے راستے پروجیکٹ کیے جا رہے تھے۔ اسکرین کے ایک گوشے میں نقطوں کی صورت ڈیجیٹل ریڈ آؤٹ دکھائی دے رہا تھا۔

فیول کے ذہن میں چند لمحے پہلے کی یاد چمک اٹھی......

کیسیوپیا! پادری نے کیسوپیا کا تذکرہ کیا تھا۔ تین سال پہلے نائس میں ہونے والے بین الاقوامی کنونشن میں ایک اجلاس کے دوران زبردستی گھس آنے والے اطالوی پادری نے جو لمبا چوغہ پہنے ہوئے تھا، کیسوپیا کا حوالہ دیا تھا۔ اس نے کہا تھا، جب وہ واقعہ رونما ہو تو وہ اسے ضرور بتائیں۔

اسے وہ منظر پوری طرح یاد تھا۔ وہ پادری اعصاب زدہ لگ رہا تھا۔ اس کے باوجود اس کے انداز میں بڑا وقار تھا۔ اور مندوبین نے اسے بولنے سے نہیں روکا تھا...... بولنے دیا تھا۔ کسی کو اس کا مذاق اڑانے کی ہمت نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ انھیں اس کے خلوص اور نیت کی سچائی پر یقین تھا اور وہ اس کا احترام کرنے پر مجبور تھے۔ البتہ اس کے جانے کے بعد انھوں نے اس کا مضحکہ ضرور اڑایا تھا۔

''سر۔'' ٹیکنیشین نے اسے چونکا دیا۔ وہ اسکرین کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔

وہاں نقطے دھڑکتے دکھائی دے رہے تھے۔ ڈیجیٹل ریڈ آؤٹ رک چکا تھا۔ پس منظر میں ہندسے چمک رہے تھے ...... 002.26.00. 24.03.2000 وہ وقت تھا...... اور ایک تاریخ تھی۔ اطالوی پادری کی آواز اس کی سماعت میں گونج رہی تھی...... اس کے وہ الفاظ مسیح علیہ السلام کی دوبارہ پیدائش کے بارے میں...... کرائسٹ...... ننھے کرائسٹ کی واپسی کے بارے میں

24-3-00

یہ ایک تاریخ پیدائش تھی!

جان فیول نے بے ارادہ، بے ساختہ اپنے سینے پر انگلیوں سے صلیب کا نشان بنایا......!

پاکستان عالمی سازش کے نرغے میں

طارق اسماعیل ساگر کے چشم کشا مضامین کا مجموعہ......جن میں پاکستان کو لاحق تمام اندرونی و بیرونی خطرات و سازشوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ 4 اگست 2009 کے موقع پر، پاکستانی نوجوانوں کو باشعور کرنے کی کتاب گھر کی ایک خصوصی کاوش......درج ذیل مضامین اس کتاب میں شامل ہیں: پاکستان پر دہشت گردوں کا حملہ، 20 ستمبر پاکستان کا نائن الیون بن گیا، دھماکے، وطن کی فکر کر ناداں!، پاکستان عالمی سازش کے نرغے میں، حکمتِ عملی یا سازش، طالبان آ رہے ہیں؟ محلاتی سازشوں کے شکار، ابھی تو آغاز ہوا ہے!، بلیک واٹر آرمی، اکتوبر سرپرائز اور "کشمیری دہشت گرد"، سازشی متحرک ہو گئے ہیں!، وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے!، پاکستان کے خلاف "گریٹ گیم"، حمیت نام تھا جس کا......، آئی ایم ایف کا پھندہ اور لائن آف کا مرس، آئی ایس آئی اور ہمارے اربابِ اختیار، ڈاکٹر عافیہ صدیقی کا اغواء، کمانڈو جرنیل بالآخر عوام کے غضب کا شکار ہو گیا، انجامِ گلستاں کیا ہو گا؟، خون آشام بھیڑیے اور بے چارے پاکستانی، عالمی مالیاتی ادارے، چلیے تو کٹ ہی جائے گا سفر!APDM، سکے جمع کرنے کا شوق، اب کیا ہو گا؟، الیکشن2008ء اور تلخ زمینی حقائق، کیا ہم واقعی آزاد ہیں؟، آمریت نے پاکستان کو کیا دیا، ہم کس کا "کھیل" کھیل رہے ہیں! نئی روایات قائم کیجئے، نیا پنڈورا باکس کھل رہا ہے، قومے فروختند و چہ ارزاں فروختند!، خوراک کا قحط!، 10 جون سے پہلے کچھ بھی ممکن ہے؟، پہنا گئی درویش کو تاجِ سرِ دارا، کالا باغ ڈیم منصوبے کا خاتمہ، بے نظیر کا خون کب رنگ لائے گا؟، صدر کا مواخذہ، صدر کو اہم مسائل کا سامنا ہے، جناب صدر! پاکستانیوں پر بھی اعتماد کیجئے!، نیا صدر...... نئے چیلنج اور سازشیں، 23 مارچ کا جذبہ کہاں گیا؟، امریکہ، امریکہ کی عسکری اور بھارت کی آبی جارحیت، امریکی عزائم اور ہماری بے بسی، پاکستانی اقتدارِ اعلیٰ کا احترام کیجئے!، امریکہ کی بڑھتی جارحیت، ہماری آنکھیں کب کھلیں گی؟، وقتِ دعا ہے!، امریکی جارحیت کا تسلسل، جارحانہ امریکی یلغار اور بھارتی مداخلت، وزیراعظم کے دورے، عالمی منظرنامہ بدل رہا ہے، باراک اوباما، ممبئی لرز اٹھا، بھارت خود کو امریکہ سمجھ رہا ہے، بھارت سے ہوشیار، مقبوضہ کشمیر میں آزادی کی نئی لہر

اس کتاب کو پاکستان کی تاریخ اور حالاتِ حاضرہ سیکشن میں دیکھا جا سکتا ہے۔

برلن......جرمنی

سونجاور برگ کو بالکل اندازہ نہیں تھا کہ وہ اس کی زندگی کا آخری دن ہے۔ فٹ پاتھ پر موسم گرما کے سیاحوں کا سمندر تھا۔ وہ ان کے درمیان راستہ بناتی بڑھ رہی تھی۔ وحشت زدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ وہ خود کو تلقین کر رہی تھی۔ خود کو پرسکون رکھو۔

اس کے کمپیوٹر پر فرانز کا جو پیغام موصول ہوا تھا، وہ تھا ہی ایسا...... دہشت زدہ کرنے والا! ''بھاگو سونجا۔ سیدھی ہوٹل آرمیسیا جاؤ۔ وہاں تم محفوظ رہوگی۔ وہاں رک کر انتظار کرو۔ یہاں تک کہ......''

اور وہ پیغام اچانک ہی منقطع ہوگیا تھا۔ فرانز نے پیغام کو مکمل کیوں نہیں کیا۔ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟

مس وربرگ برینڈن اسٹریٹ کے قریب پہنچ گئی تھی۔ آرمیسیا ہوٹل اسی سڑک پر واقع تھا۔ یہ ہوٹل صرف عورتوں کے لیے تھا۔ میں یہاں فرانز کا انتظار کروں گی۔ اس نے سوچا۔ وہی مجھے بتائے گا کہ یہ چکر کیا ہے......

......☼......

سونجاور برگ اگلے کارنر پر پہنچی تو سگنل کی روشنی سرخ ہوگئی تھی۔ وہ فٹ پاتھ پر کھڑی ہوگئی کہ سگنل سبز ہو تو سڑک پار کرے۔ اس دوران کسی نے اسے دھکا دیا۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی سڑک پر آئی۔ قریب ہی ڈبل پارک کی گئی ایک لیموزین اچانک ہی حرکت میں آئی۔ گاڑی بہ مشکل اسے چھوتے ہوئے گزری تھی...... صرف اس حد تک کہ وہ سنبھل نہ سکی اور نیچے گر گئی۔ لیکن اسے کوئی چوٹ نہیں لگی تھی۔

اس کے گرد لوگ اکٹھے ہوگئے۔ وہ سب پرتشویش لہجے میں اس کے متعلق باتیں کر رہے تھے۔

اسی لمحے گزرتی ہوئی ایک ایمبولینس سونجا کے قریب آ کر رکی۔ دروازہ کھلا اور دو اٹینڈنٹ پھرتی سے اتر کر نیچے آئے۔ انھوں نے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لے لیے۔ ''ہٹ جائیں۔ ہم انھیں اسپتال لے کر جائیں گے۔'' ان میں سے ایک نے لوگوں سے کہا۔

سونجا کو اٹھا کر ایمبولینس میں ڈال دیا گیا۔ دروازہ بند ہوا اور ایمبولینس روانہ ہوگئی۔

سونجا نے اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن اسے اسٹریچر پر لٹا کر بیلٹ سے کس دیا گیا تھا۔ ''ارے میں بالکل ٹھیک ہوں۔'' اس نے کہا۔ ''مجھے کچھ نہیں ہوا ہے۔ کچھ بھی تو......''

ایک اٹینڈنٹ اس پر جھکا۔ ''پریشان نہ ہوں مس سونجاور برگ۔ پرسکون رہیں۔''

سونجا خوف زدہ ہوگئی۔ اس نے نظریں اٹھا کر اٹینڈنٹ کو دیکھا۔ ''تمھیں میرا نام کیسے معلوم......؟''

اسی لمحے اس کے بازو میں ہایپوڈرمک سرنج کی سوئی داخل ہوئی اور ایک لمحے بعد اس کا ذہن اندھیرے کے اتھاہ سمندر میں ڈوبتا چلا گیا۔

......☼......

پیرس......فرانس

مارک ہیرس ایفل ٹاور کے آبزرویشن ڈیک پر اکیلا تھا۔ اس وقت خاصی تیز بارش ہو رہی تھی۔ کبھی کبھی بجلی چمکتی تو بارش کو دیکھ کر لگتا کہ آسمان سے ہیروں کی برسات ہو رہی ہے۔

لیکن اس وقت مارک کو گردوپیش کا احساس ہی نہیں تھا۔ وہ تو اس وقت چونکا دینے والی اس خبر پر غور کر رہا تھا، جو بہت جلد پوری دنیا میں تہلکہ مچانے والی تھی۔

اچانک تیز ہوا چلنے لگی، جس کی وجہ سے بوندیں کوڑوں کی طرح لگنے لگیں۔ مارک ہیرس نے کلائی پر بندھی گھڑی کو دوسرے ہاتھ کی اوٹ میں چھپا کر اس میں وقت دیکھا۔ وہ لوگ لیٹ تھے۔ اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ انھوں نے ملنے کے لیے اس جگہ پر اصرار کیوں کیا......؟ اور وہ بھی آدھی رات کو!

اسے ٹاور لفٹ کا دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی...... پھر ان دونوں کے اپنی طرف بڑھتے ہوئے قدموں کی چاپ۔ مارک نے سر گھما کر انھیں دیکھا اور انھیں پہچان کر سکون کی سانس لی۔ ''تم لیٹ ہو۔'' اس نے کہا۔

''سوری مارک۔ اس منحوس موسم کی وجہ سے دیر ہو گئی۔''

''بہرحال اب تو تم آ گئے ہو۔ یہ بتاؤ، واشنگٹن کی میٹنگ تو طے ہے نا؟''

''اسی پر تو بات کرنی ہے مارک۔ بات یہ کہ صبح اس پر طویل بحث ہوئی کہ اس معاملے سے کیسے نمٹا جائے۔ ہم نے آخر میں فیصلہ کیا کہ......''

اسی دوران دوسرا شخص غیر محسوس طور پر مارک ہیرس کے پیچھے کی طرف کھسکتا رہا۔ پھر بیک وقت دو باتیں رونما ہوئیں۔ اندھیرے میں ایک کند اور بھاری چیز اس کے سر سے ٹکرائی۔ ساتھ ہی کسی نے اسے اٹھایا...... اور اگلے ہی لمحے وہ بے بسی سے ہاتھ چلاتا ہوا 38 منزل نیچے فٹ پاتھ کی طرف گزر رہا تھا۔

......☼......

ڈینوور......کولاریڈو

گیری رینالڈ وینکوور کے قریب کیلونا کے علاقے میں پلا بڑھا تھا اور اس نے فلائنگ کی تربیت بھی وہیں لی تھی۔ اسی لیے وہ پہاڑی علاقے میں جہاز اڑانے کا عادی تھا اور اس وقت وہ برف پوش پہاڑوں کے درمیان سیسنا سائٹیشن II اڑا رہا تھا اور اس کے انداز میں چوکنا پن تھا۔

اس جہاز میں دو افراد کے عملے کو پرواز کی اجازت دی گئی تھی۔ لیکن گیری کے ساتھ اس ٹرپ میں کو (معاون) پائلٹ نہیں تھا۔ وہ کاک پٹ میں اکیلا تھا۔ اس نے کینیڈی ایئرپورٹ کے لیے جعلی فلائٹ پلان جمع کرایا تھا۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ ڈینوور میں ہو گا۔ اس نے سوچا تھا

کہ رات اپنی بہن کے گھر گزارے گا اور صبح دوسروں سے جا ملنے کے لیے مشرق کا سفر کرے گا۔ تمام انتظامات مکمل تھے، اور......

ریڈیو پر ابھرنے والی آواز نے سے چونکا دیا۔ ''سائی ٹیشن ون ون ون لیما فوکس ٹروٹ۔ میں ڈینور انٹر نیشنل ایئر پورٹ کے کنٹرول ٹاور سے بات کر رہا ہوں۔ کم ان پلیز......''

گیری رینالڈ نے ریڈیو کا بٹن دبایا۔ ''مجھے لینڈ کرنے کے لیے کلیئرنس درکار ہے۔''

''ون لیما فوکس ٹررٹ، اپنی پوزیشن بتاؤ۔''

''میں ڈینور ایئر پورٹ سے شمال مشرق میں 15 میل کے فاصلے پر ہوں۔ بلندی 15 ہزار فٹ۔''

دائیں جانب اسے پائیکس پیک ابھرتی دکھائی دی۔ آسمان چمک دار نیلا اور مطلع صاف تھا۔ اچھا موسم، اچھا شگون! اُس نے سوچا۔ چند لمحے خاموشی رہی۔ پھر ریڈیو پر دوبارہ آواز اُبھری۔ ''ون لیما فوکس ٹروٹ، تمہارے لیے رن وے ٹو سکس کلیئر کر دیا گیا ہے۔''

''راجر۔'' گیری نے کہا۔ لیکن اسی لمحے اچانک جہاز کو زبردست جھٹکا لگا۔ اُس نے حیران ہو کر کاک پٹ کی کھڑکی سے جھانکا۔ بالکل اچانک بہت تیز ہوا چلنے لگی تھی...... طوفانی ہوا! اور جہاز اُس کی لپیٹ میں آ گیا تھا اور فضا میں لڑھکنے لگا تھا۔

اُس نے وہیل کو کھینچا اور جہاز کو بلندی پر لے جانے کی کوشش کی۔ لیکن بے سود۔ جہاز بے قابو ہو چکا تھا۔ اُس نے ریڈیو کا بٹن دبایا ''ون لیما فوکس ٹروٹ اسپیکنگ۔ مجھے ایمر جنسی درپیش ہے۔'' وہ ریڈیو پر چلایا۔ ''میں اس وقت شدید طوفانی ہوا میں گھرا ہوا ہوں۔''

''ون لیما فوکس ٹروٹ۔'' کنٹرول ٹاور سے جواب ملا۔ تم اس وقت ڈینور ایئر پورٹ سے صرف ساڑھے چار منٹ کے فاصلے پر ہو۔ اور ہماری اسکرین پر کسی طوفان کے آثار نہیں ہیں۔''

''لعنت ہو تمہاری اسکرین پر۔ میں جو کہہ رہا ہوں......'' اُس کی آواز بلند ہو گئی۔ ''مے ڈے...... مے......''

کنٹرول ٹاور میں بیٹھے لوگوں کو زبردست شاک لگا۔ ان کے رڈار اسکرین پر سے وہ بلب اچانک ہی غائب ہو گیا تھا۔

......✿......

مین ہٹن...... نیویارک

صبح کا وقت تھا۔ ایسٹ ریور پر مین ہٹن برج کے نیچے چھ سات پولیس والے جن میں کچھ وردی میں تھے اور کچھ سادہ لباس میں جمع تھے۔ دریا کے کنارے ریت پر ایک لاش پڑی تھی، جو پورے لباس میں تھی۔

ہومی سائیڈ کا ڈیٹیکٹو ارل گرین برگ وہاں انچارج تھا۔ وہ روایتی معائنہ کر چکا تھا۔ لاش کی مختلف زاویوں سے تصاویر لی جا چکی تھی۔ جائے واردات کا تفصیلی معائنہ کیا جا چکا تھا۔

میڈیکل ایگزامنر کارلی وارڈ نے ارل گرین برگ کو دیکھا۔ ''اب یہ لاش تمہاری ہے ارل۔''

''سامنے سے کیا پتا چلا؟'' ارل نے پوچھا۔

''موت کا سبب گلا کاٹا جانا ہے۔ اُس کے دونوں گھٹنے اور کئی پسلیاں بھی ٹوٹی ہوئی ہیں۔ میرا اندازہ ہے کہ اس کو کافی دیر تک تشدد کا نشانہ بنایا گیا ہے۔''

''موت کے وقت کا تعین کیا جا سکتا ہے؟''

''یقین سے کچھ کہنا مشکل ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ اسے رات بارہ بجے کے بعد دریا میں پھینکا گیا ہوگا۔ بہر حال پوسٹ مارٹم کے بعد میں تفصیلی رپورٹ دے سکوں گا۔''

گرین برگ لاش کی طرف متوجہ ہوگیا۔ مرنے والا گرے کلر کی جیکٹ، گہرے نیلے رنگ کی پینٹ میں تھا۔ وہ ہلکی نیلی ٹائی لگائے ہوئے تھا۔ اُس کی بائیں کلائی پر قیمتی گھڑی بندھی ہوئی تھی۔ گرین برگ نے گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے اُس کی جیبوں کی تلاشی لی۔ اُس کی انگلیاں کاغذ کے ایک پرزے سے ٹکرائیں۔ اُس نے اسے باہر نکالا اور اُس کا جائزہ لیا۔ ''یہ تو اطالوی میں ہے'' وہ بڑبڑایا۔ پھر ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے اس نے پکارا۔ ''جیا نیلی۔''

''ایک باوردی پولیس مین اُس کی طرف لپکا۔ ''یس سر!''

''گرین برگ نے نوٹ اس کی طرف بڑھایا۔ ''یہ پڑھ سکتے ہو؟''

''جیا نیلی بلند آواز میں پڑھنے لگا۔ آخری موقع دے رہا ہوں۔ مجھ سے مین ہٹن برج پر ملو...... منشیات کے باقی ماندہ ذخیرہ کے ساتھ۔ یا پھر مچھلیوں کے ساتھ تیرتے رہنا......''

''یہ مافیا کا شکار ہے؟'' اُس نے حیرت سے کہا۔ ''لیکن وہ یہ رقعہ اُس کی جیب میں کیسے چھوڑ سکتے تھے۔''

''اچھا سوال ہے۔'' گرین برگ نے کہا۔ وہ مقتول کی دوسری جیبوں کی تلاشی لے رہا تھا۔ اُس نے ایک پرس برآمد کیا اور اسے کھول کر دیکھا۔ اُس میں بھاری رقم موجود تھی۔ ''وہ جو بھی تھے، انہیں رقم کی ضرورت نہیں تھی۔'' اس نے کہا۔ اسی لمحے پرس میں اسے کارڈ نظر آیا۔ ''اس کا نام رچرڈ اسٹیونز ہے۔''

رابرٹ ذہن پر زور دینے لگا۔ ''اسٹیونز؟ اس کے بارے میں حال ہی میں کوئی خبر چھپی ہے۔''

گرین برگ نے کہا ''اس کی بیوی ڈیانا اسٹیونز ایک مقدمہ قتل میں عینی گواہ ہے۔''

''ہاں...... یاد آیا'' رابرٹ نے کہا ''وہ کاپوڈی کاپوز کے خلاف گواہی دے رہی ہے۔''

''وہ دونوں پلٹنے اور رچرڈ اسٹیونز کی لاش کو غور سے دیکھنے لگے۔

....

وہ بہت بڑا ڈرل دو گھنٹے سے مسلسل کام کر رہا تھا۔ شکاگو کی سڑکوں کے دس فٹ نیچے وہ ایک سرنگ کو ٹٹول رہا تھا۔ اُس کی رفتار چھ منٹ فی میٹر تھی۔ اُس سے منسلک ہاتھی کی سونڈ جیسا پائپ ملبہ نکال کر عقب میں ایک بیلٹ پر ڈھیر کر رہا تھا۔

مشین کے عقب میں چھوٹے قد کا ایک آدمی خاموشی سے اپنا کام کیے جا رہا تھا۔ وہ بیلٹ پر پڑے ملبے کو ٹٹول کر چھانٹ رہا تھا۔ سرنگ میں بہت گھٹن تھی۔ اُس کے نتیجے میں جوئے کا جسم پسینے میں نہا رہا تھا۔ اُس کے نزدیک یہ دنیا کی بدترین جاب تھی، سخت ترین کام تھا۔ وہ ہمیشہ اپنے دوستوں سے یہ شکایت کرتا تھا۔ لیکن ایک عجیب سے انداز میں وہ اس کام پر فخر بھی کرتا تھا۔ ایک بار تو بیئر کی چند بوتلیں پینے کے بعد اُس نے سرنگ کا موزانہ جہنم سے بھی کیا تھا...... جہنم جسے اُس نے ابھی نہیں دیکھا تھا۔

جوئے نے ایک لحہ پہلے محسوس کیا تھا کہ کوئی گڑبڑ ہونے والی ہے۔ ایسا لگا کہ ڈرل نے ایک ثانیے کو توقف سا کیا۔ پھر وہ اوپر کی طرف اٹھا۔ دھک دھک کی آواز کی جگہ ایک چیخ سی بلند ہوئی۔ اینٹوں اور کنکریٹ کے بڑے بڑے ٹکڑے اسی کے اوپر گرے۔ اُس نے بڑی پھرتی سے ایک طرف ہٹتے ہوئے خود کو بہ مشکل بچایا۔

اس کے منہ سے گالیاں نکلیں۔ اُس نے چیخ کر آپریٹر سے سوئچ آف کرنے کو کہا۔ مشین بند کر دی گئی تو وہ آگے بڑھا تاکہ نقصان کا جائزہ لے سکے۔ وہ سرنگ میں آگے بڑھا، جھک کر دیکھا اور بڑبڑانے لگا۔ جس رکاوٹ کی وجہ سے گڑبڑ ہوئی تھی، وہ اینٹوں کی بنی ایک دیوار تھی۔ ڈرل مٹی کے لیے تھا، اینٹوں کے لیے نہیں۔

وہ پریشان ہو گیا۔ اگر ڈرل کو نقصان پہنچا تھا تو اس کا مطلب تھا کہ کام میں تاخیر ہو گی۔ اور تاخیر اور التوا کا مطلب تھا کہ اسے مالی طور پر نقصان ہو گا۔

وہ دل ہی دل میں سروئیرز اور آرکیٹیکٹس کو کوسنے لگا۔ یہ سفید کالر والے لوگ! یہ بھی اپنا کام ٹھیک سے نہیں کرتے اور مزدور لوگوں کو مصیبت میں جھونک دیتے ہیں۔

ایک لحہ گزرا تھا کہ اس کے گرد لوگ جمع ہو گئے۔ سپروائزر بھی اُس کے برابر آ کھڑا ہوا اور حیرت سے اینٹوں اور کنکریٹ کے ان ٹکڑوں کو گھورنے لگا، جنہیں ڈرل نے توڑ کر پیچھے لا پھینکا تھا۔

جوئے اداس کھڑا تھا...... اداس اور منتظر!

''کوئی خاص بات نہیں''۔ اُس کے باس نے کہا۔ ''یہ پرانے متورم میوزیم کے بیس منٹ کی دیوار ہے۔''

جوئے میوزیم کو خوب یاد تھا۔ برسوں پہلے...... شاید پندرہ یا بیس سال پہلے میوزیم میں آگ لگی تھی۔ اخبارات میں کئی دن تک خبریں شائع ہوئی تھیں۔ وہ پراسرار آگ تھی۔ کچھ پتا نہیں چلا تھا کہ کیسے لگی۔ خود لگی یا کسی نے لگائی۔ معما آج تک حل نہیں ہو سکا تھا۔

جوئے کو پھر سپروائزرز پر غصہ آنے لگا۔ کم بختوں کو دیوار کی موجودگی کا علم تھا تو انہوں نے ڈرل تبدیل کیوں نہیں کرایا۔ اس صورت میں تو موٹا ڈرل استعمال کرنا چاہیے تھا۔ وہ بڑبڑائے جا رہا تھا۔

''کیا بک بک لگا رکھی ہے۔ چپ ہو جاؤ۔'' باس نے اُسے ڈپٹا۔

کچھ دیر بعد فیصلہ ہوا کہ دیوار کے لیے ڈائنامیٹ استعمال کیا جائے گا۔ اس وقت تک کام جاری رہے گا۔

اب جوئے پھر اکیلا تھا۔ مشین پھر اسٹارٹ ہوگئی تھی۔ لیکن اس بار جوئے دیوار سے دور ہی تھا۔ اچانک اس کیچڑ میں کوئی چمکتی ہوئی چیز دکھائی دی۔ اُس نے ہاتھ بڑھایا اور کیچڑ کی اس تھپی کو بیلٹ سے نیچے سرنگ کے فرش پر گرا دیا۔ تھپی نیچے گر کر چٹخی۔ جوئے اس کی طرف بڑھا۔ مگر فوراً ہی گھبرا کر پیچھے ہٹ گیا۔ اُس کا جسم لرز رہا تھا۔

کیچڑ کی چٹخی ہوئی تھپی کے اندر سے جلی ہوئی ایک کھوپڑی جھانک رہی تھی۔ اُس کے ساتھ ہی اسے کوئی دھاتی چیز نظر آئی۔ پھر کئی دھاتی اسٹکس سے نیچے گریں۔

جوئے نے ڈرتے ڈرتے قریب ترین دھاتی چیز کو اٹھایا اور رگڑ رگڑ کر کیچڑ کو صاف کرنے لگا۔ اگلے ہی لمحے اُس کی سمجھ میں آ گیا کہ وہ خنجر ہے۔

مزید صاف کرنے پر خنجر واضح ہو گیا۔ اس کا پھل لمبا تھا اور دستہ ہاتھی دانت کا تھا۔ اور اسے دیکھ کر اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ بہت قدیم ہے۔ ایسا قدیم کہ اُس کا شمار نوادرات میں ہو سکتا ہے۔ اُس نے اس کے پھل پر انگوٹھا پھرایا اور کراہ کے رہ گیا۔ اس کی دھار اب بھی تیز تھی۔ اُس نے نیم تاریکی میں اُس کے دستے کو غور سے دیکھا۔ خنجر کو صلیب کی شکل میں بنایا گیا تھا اور دستے پر بھی مصلوب مسیح کی شبیہ کندہ تھی۔

اُس نے پلٹ کر دیکھا۔ سرنگ میں وہ اکیلا تھا۔ اُسے دیکھنے والا کوئی نہیں تھا۔ جوئے ہوشیار آدمی تھا۔ دو اور دو چار ہوتے ہیں، یہ سمجھنا اُس کے لیے کبھی دشوار نہیں رہا تھا۔ خنجر کے ساتھ کھوپڑی بھی تھی اور ہڈیاں بھی تھیں۔ یہ بات قتل کی طرف اشارہ کرتی تھی۔ وہ سمجھ گیا کہ میوزم میں ایک شخص ایسا بھی تھا، جو جل کر نہیں مرا...... جسے قتل کیا گیا تھا۔ لیکن وہ یہ بات پولیس کو بتاتا تو اسے خنجر بھی پولیس کے حوالے کرنا پڑتا۔ اور یہ وہ نہیں چاہتا تھا۔

وہ ڈرل کے بارے میں سب کچھ بھول گیا۔ کیچڑ کی تھپیوں میں پھنسے ہوئے اسے اور خنجر بھی نظر آ رہے تھے۔ ایک...... دو...... تین...... اور کیا پتا اور بھی ہوں۔ اُس نے بیلٹ پر پڑی کیچڑ کی بڑی بڑی تھپیاں نیچے گرائیں اور ان میں سے ہڈیاں اور خنجر علیحدہ کرنے لگا۔

اُس نے خنجر نکال کر کنویئر بیلٹ کے پیچھے رکھ دیے۔ اب انہیں باہر بھی لے جانا تھا۔

۞

نوادرات کی دوکان کا مالک خنجروں کو مسحور نگاہوں سے تک رہا تھا۔ ”یہ تو کسی گینگ کے معلوم ہوتے ہیں“۔ اُس نے نتھنے پھیلا کر گویا سونگھتے ہوئے تبصرہ کیا۔

جوئے نے اپنی پیشانی پر ہاتھ مارا۔ ”تم اس فیلڈ میں ہو اور تمہاری سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی ہے کہ یہ پرانے خنجر ہیں“۔

نوادرات کے تاجر نے کندھے جھٹک دیے۔

”یہ بہت پرانے ہیں“۔ جوئے کے لہجے میں التجا تھی۔ ”اور بہت زیادہ قیمتی بھی ہیں“۔

”مجھے تو ایسا نہیں لگتا“۔ دکان دار نے بے پروائی سے کہا۔

جوئے زیادہ بحث بھی نہیں کرسکتا تھا۔ اس کا کام ایسا تھا کہ آئے دن پرانی چیزیں نکلتی رہتی تھیں اور وہ انہیں چپکے سے نکال کر بیچ دیتا تھا۔ اس کا تجربہ تھا کہ دکان دار سے بحث مباحثے میں وقت کے ضیاع کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ دکان دار کا آخری جملہ یہی ہوتا تھا...... یہ رقم لینی ہے تو لو ورنہ اپنا راستہ ناپو۔

چنانچہ جوئے نے دکان دار کے دیے ہوئے نوٹ تھامے اور دکان سے نکل آیا۔

باہر بارش ہو رہی تھی۔ اس نے نوٹ گنے۔ رقم بہت تھوڑی تھی۔ لیکن کچھ نہ ہونے سے تو بہت بہتر تھا۔ اس کا کام سخت تھا۔ مگر اس میں چھپے ہوئے خزانے بھی ملتے تھے۔ کبھی سکے ملتے تھے تو کبھی قیمتی زیورات۔ آج یہ خنجر ملے تھے۔

مگر اسے افسوس ہونے لگا۔ ان خنجروں کی اسے کہیں بہتر قیمت ملنی چاہیے تھی۔ پھر اُس نے خود کو سمجھایا۔ جو بھی مل گیا، غنیمت ہے۔ یہ تو بونس ہے ایک طرح کا...... خدا کی طرف سے انعام!''

''اُس نے کلینسیز بار اینڈ گرل کا دروازہ کھولا۔ وہ بہت توہم پرست تھا۔ یہ جس طرح کی رقم تھی، اسے وہ اپنے پاس نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ ہاں، اس سے بیئر پی جاسکتی تھی...... عیاشی کی جاسکتی تھی۔

اسٹول پر بیٹھتے ہوئے اس نے اسکاچ کا ایک جام طلب کیا۔ دوسرا جام حلق سے اتارنے کے بعد اسے چڑھنے لگی۔ اس نے بارمین کو اپنی طرف سے ایک جام پلایا۔ دو مزید جام حلق سے اترے تو اس نے بار میں موجود اپنے تمام دوستوں کو جام پیش کیے...... اگلی صبح اس کی طبیعت اتنی بگڑی ہوئی تھی کہ وہ کام پر نہیں جاسکا۔ یوں وہ ایک دن کی تنخواہ سے محروم ہوگیا۔ یہ نقصان ہوتا ہے اس طرح کی آمدنی میں۔

☸

ٹونی آٹسیری کے مقدمے کی سماعت کورٹ روم نمبر 37 میں ہو رہی تھی۔ کورٹ روم بہت وسیع تھا۔ لیکن کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ وہاں بڑی تعداد میں عام لوگ بھی تھے اور اخباری نمائندے بھی۔

ٹونی آٹسیری وہیل چیئر میں بیٹھا تھا۔ اُس کا چہرہ بے تاثر تھا۔ لیکن ہر تاثر جیسے سمٹ کر اس کی آنکھوں میں آگیا تھا۔ وہ ڈیانا اسٹیونز کو دیکھتا تو اس کی آنکھوں سے نفرت جھلکنے لگتی۔

آٹسیری کے برابر میں اس کا وکیل روبنسن بیٹھا تھا۔ روبنسن کی شہرت کی دو وجوہات تھیں ایک یہ تھی کہ اُس کے موکل ہمیشہ مجرم تنظیموں کے کارکن یا سربراہ ہوتے تھے۔ دوسرے وہ اس لیے بھی مشہور تھا کہ اُس کے تمام موکل بالآخر بری کر دیے جاتے تھے۔

روبنسن کا دماغ بہت تیز اور تخیل بہت زرخیز تھا۔ عدالت میں ہر بار اُس کا انداز منفرد ہوتا تھا۔ ڈرامائی داؤ پیچ کے معاملے میں اُس کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ اپنے حریفوں کو تولنے اور اس کی کمزوریوں کو سمجھنے کے معاملے میں اس سے کبھی چوک نہیں ہوتی تھی۔ لیکن اس کا انداز ہر بار مختلف ہوتا تھا۔ کبھی وہ چیتا ہوتا، جو دبے پاؤں اپنے بے خبر شکار کے پیچھے لگا ہوتا تھا...... اس پر جھپٹنے کو تیار! کبھی وہ مکڑی ہوتا تھا، جو چپکے چپکے اپنے شکار کے گرد جالا بن رہی ہوتی تھی۔ اور کبھی وہ شکاری تھا جو ڈور میں کانٹا چارہ لگائے بڑے صبر و تحمل سے شکار کے منہ مارنے کا منتظر رہتا تھا۔

ڈیانا اسٹیونز اسی وقت گواہوں کے کٹہرے میں تھی اور روبنسن بہت غور سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ اُس کی عمر 32 سال کے لگ بھگ ہوگی۔ وہ بے حد حسین اور خوش لباس عورت تھی۔ جیوری کے اراکین اس سے بہت زیادہ متاثر نظر آ رہے تھے۔ روبنسن سمجھ گیا تھا کہ اس عورت کو بڑی ترکیب سے ہینڈل کرنا ہوگا۔ مچھلی کے شکار کا رول اس کے لیے مناسب رہے گا۔

روبنسن آہستہ آہستہ مگر اپنے نپے تلے قدموں سے کٹہرے کی طرف بڑھا۔ پھر وہ بولا تو اس کی آواز بے حد نرم تھی۔ ''مسز اسٹیونز، کل آپ نے بتایا کہ 14 اکتوبر کو آپ ہنری ہڈسن پارک وے پر ڈرائیو کر رہی تھیں کہ آپ کا ٹائر پنکچر ہوگیا۔ آپ گاڑی کو 50 ویں اسٹریٹ پر لے آئیں، جو کہ سروس روڈ ہے۔''

''جی ہاں۔''

''آپ اس خاص جگہ پر کیسے رکیں؟''

''ٹائر پنکچر ہو جانے کی وجہ سے۔ میرے پاس اسپیئر وہیل نہیں تھا۔ اور مین روڈ پر پنکچر کی کوئی دکان نہیں تھی۔ 58 ویں اسٹریٹ پر درختوں کے درمیان سے مجھے وہ چھت جھانکتی نظر آئی۔ میں نے سوچا، ہوسکتا ہے، یہ پنکچر کی دکان ہوں۔''

''آپ کا تعلق کسی آٹو کلب سے ہے؟''

''جی ہاں۔''

''آپ کی کار میں فون ہے؟''

''جی ہاں۔''

''تو آپ نے آٹو کلب فون کیوں نہیں کیا؟''

''میں نے سوچا کہ اس میں دیر لگے گی۔''

''اور پھر آپ کو وہ کیبن بھی نظر آ گیا تھا۔'' روبنسن کے لہجے میں ہمدردی تھی۔

''جی ہاں۔''

''تو آپ مدد حاصل کرنے کے لیے کیبن کی طرف گئیں؟'' روبنسن نے کہا۔ ''کیا اس وقت باہر روشنی تھی؟''

''جی ہاں۔ شام کے پانچ بجے تھے۔''

''تو آپ سب کچھ دیکھ سکتی تھیں؟''

''جی ہاں۔''

''تو آپ نے کیا دیکھا مسز اسٹیونز؟''

''میں نے ٹونی آلٹیئری کو دیکھا.....''

''اوہ۔ تو کیا آپ پہلے کبھی ان سے ملی تھیں۔''

''نہیں۔''

''تو پھر آپ یقین سے یہ کیسے کہہ سکتی ہیں کہ جسے آپ نے دیکھا، وہ مسٹر آٹسیئر ی تھے۔''

''میں ان کی تصویریں دیکھ چکی ہوں۔ اخبارات اور......''

''یعنی اُس شخص کی صورت مسٹر آٹسیئری کی تصویروں سے مشابہت تھی؟''

''وہ......میں......''

''یہ بتائیں آپ نے کیبن میں کیا دیکھا؟''

''ڈیانا کے جسم میں واضح طور پر تھرتھری دوڑتی نظر آئی۔ اس نے ایک گہری سانس لی اور پھر دھیرے دھیرے یوں بولی، جیسے وہ منظر اُس کی نگاہوں کے سامنے موجود ہو۔ کیبن میں چار آدمی موجود تھے۔ ان میں سے ایک کرسی سے بندھا ہوا تھا اور لگتا تھا کہ مسٹر آٹسیئر ی اس سے پوچھ گچھ کر رہے ہیں دوسرے دو آدمی مسٹر آٹسیئر ی کے پاس کھڑے تھے۔'' ڈیانا کی آواز لرزنے لگی۔'' دیکھتے ہی دیکھتے مسٹر آٹسیئر ی نے گن نکالی، چیخ کر کچھ کہا اور بندھے ہوئے شخص کے سر کے پیچھے حصے میں گولی ماردی......''

جیک روبنسٹن نے کن اکھیوں سے جیوری کے اراکین کو دیکھا۔ وہ بہت غور سے ڈیانا اسٹیونز کو دیکھ رہے تھے......مبہوت ہو کر! پھر آپ نے کیا کیا مسز اسٹیونز؟''

''میں اپنی کار کی طرف لپکی اور میں نے اپنے سیل فون پر 911 ڈائل کیا۔''

''اور پھر؟''

''پھر میں اپنی گاڑی میں وہاں سے نکل لی۔''

''پنکچرڈ ٹائر کے ساتھ!''

''جی ہاں۔''

چند لمحے روبنسٹن دانستہ خاموش رہا۔ پھر اس نے پوچھا۔'' آپ نے وہاں رک کر پولیس کا انتظار کیوں نہیں کیا؟''

''ڈیانا نے اس کی طرف دیکھا۔ اس کے برابر بیٹھا آٹسیئر ی شیطنت بھری نظروں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ اُس نے جلدی سے نظریں ہٹالیں۔'' کیونکہ مجھے ڈر تھا کہ وہ لوگ باہر آئیں گے اور مجھے دیکھ لیں گے۔''

''بات سمجھ میں آنے والی ہے۔'' روبنسٹن کا لہجہ سخت ہو گیا۔'' لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ جب آپ کی کال کے جواب میں پولیس وہاں پہنچی تو کیبن سنسان تھا۔ صرف اتنا نہیں کہ وہاں کوئی نہیں تھا۔ بلکہ لگتا تھا کہ مدت سے کیبن خالی پڑا ہے۔''

''میں اس سلسلے میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ میں......''

''آپ آرٹسٹ ہیں؟ ہے نا؟''

ڈیانا کو اس سوال نے حیران کر دیا۔ ''ہاں، میں......''

''آپ کامیاب بھی ہیں؟''

''میرا خیال تو یہی ہے۔ لیکن اس کا اس کیس سے کیا تعلق......''

یہ ڈور کو جھٹکا دینے کا وقت تھا۔ ''پبلسٹی...... اضافی پبلسٹی سے فائدہ ہی ہوتا ہے۔ اب پورا ملک آپ کو ٹی وی پر دیکھتا ہے۔ تمام اخبارات آپ کو اپنے صفحہ اول پر......''

ڈیانا نے غصے سے اسے دیکھا۔ ''میں نے یہ پبلسٹی کے لیے نہیں کیا۔ میں کسی بے قصور آدمی کو سزا......''

''یہ لفظ بے قصور بہت اہم اور بڑا لفظ ہے۔ اور میں اس بات کو شک وشبے سے پاک کر کے ثابت کر دوں گا کہ میرے موکل مسٹر آلٹیری بے قصور ہیں۔ شکریہ خاتون۔ یو آر فنشڈ۔''

ڈیانا اسٹیونز نے آخری لفظ کو نظر انداز کر دیا جو کہ ذو معنی تھا۔ واپس آ کر اپنی سیٹ پر بیٹھی تو غصے سے اُس کا برا حال تھا۔ اُس نے وکیل استغاثہ سے سرگوشی میں کچھ کہا اور پھر اٹھ کر دروازے کی طرف چل دی۔ پارکنگ لاٹ کی طرف بڑھتے ہوئے بھی اس کی سماعت میں وکیل صفائی کی آواز گونج رہی تھیں...... آپ آرٹسٹ ہیں...... اضافی پبلسٹی کسے بُری لگتی ہے۔ کیسی گھٹیا بات تھی؟ اس کے باوجود وہ اپنی گواہی سے مطمئن تھی۔ اس نے جو کچھ دیکھا تھا، جیوری کو بتا دیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ ٹونی آلٹیری پر جرم ثابت ہوگا اور اسے عمر قید کی سزا ہو گی لیکن ڈیانا کو آلٹیری کی زہریلی نظریں ستا رہی تھیں۔ انہیں یاد کر کے اس وقت بھی اس کے جسم میں تھرتھری سی دوڑ گئی۔

اس نے اٹینڈنٹ کو اپنا پارکنگ ٹکٹ دیا اور وہ اس کی گاڑی لانے کے لیے چلا گیا۔ دو منٹ بعد ڈیانا اپنی گاڑی میں بیٹھی اپنے گھر کی طرف جا رہی تھی۔

آگے ایک کارنر پر 'اسٹاپ' کی سائن لگی تھی۔ اُس نے بریک لگایا۔ قریب کھڑا ایک جوان آدمی کار کی طرف بڑھا۔ ''ایکسکیوزمی میں راستہ بھول گیا ہوں۔ کیا آپ مجھے......؟''

ڈیانا نے اپنی طرف کا شیشہ نیچے کیا۔

''مجھے ہالینڈ ٹنل جانا ہے۔ جوان آدمی کا لہجہ اطالوی تھا۔

''میں بتاتی ہوں۔ یہاں سے آگے......''

اسی وقت جوان آدمی نے ہاتھ بلند کیا۔ اس کے ہاتھ میں سائیلنسر لگی گن تھی۔ ''خاتون...... پھرتی سے کار سے باہر آ جاؤ......''

ڈیانا کا چہرہ پیلا پڑ گیا۔ ''ٹھیک ہے۔ پلیز فائر نہ......وہ دروازے کھولنے لگی۔ یہ دیکھ کر جوان آدمی اسے جگہ دینے کے لیے پیچھے ہٹا۔ اسی لمحے ڈیانا نے پوری طاقت سے ایکسلیٹر دبایا۔ گاڑی تیزی سے آگے کی طرف لپکی۔ عقب سے گاڑی کا شیشہ ٹوٹنے کی آواز سنائی دی۔ ایک اور گولی

گاڑی کے عقبی حصے سے ٹکرائی۔ ڈیانا کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ لیکن اس وقت تو اسے سانس لینا بھی یاد نہیں تھا۔

ڈیانا اسٹیونز نے کاریں چھننے کے واقعات پڑھے ضرور تھے۔ مگر اسے خود ایسا کوئی تجربہ نہیں ہوا تھا۔ اور پھر یہاں تو اس شخص نے اسے قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ کار چھیننے والے ایسا تو نہیں کرتے۔ ڈیانا نے اپنا موبائل فون اٹھایا اور اس پر 911 ڈائل کیا۔

آپریٹر نے تقریباً دو منٹ بعد اسے جواب دیا۔

''911۔ آپ کو کس نوعیت کی ایمرجنسی درپیش ہے۔''

''تفصیل بیان کرنے کے دوران بھی ڈیانا کو احساس ہو رہا تھا کہ اب تک تو مجرم کہیں کا کہیں پہنچ گیا ہوگا۔

فون بند کرنے کے بعد اس نے پلٹ کر ٹوٹے ہوئے عقبی شیشے کو دیکھا تو اس پر تھرتھری چڑھ گئی۔ اس کا جی چاہا کہ رچرڈ کو فون کرے اس بارے میں بتائے۔ لیکن وہ جانتی تھی کہ رچرڈ ایک بے حد ارجنٹ پروجیکٹ پر کام کر رہا ہے۔ وہ فون کرے گی تو وہ ڈسٹرب ہوگا۔ اور کام چھوڑ کر دوڑا چلا آئے گا۔

اسی وقت اسے ایک ایسا خیال آیا کہ اسے خون اپنی رگوں میں جمتا محسوس ہونے لگا۔ کیا یہ محض اتفاق تھا؟ یا وہ شخص اُس کا انتظار کر رہا تھا؟ اس نے سوچا۔ جب یہ مقدمہ شروع ہوا تھا تو رچرڈ نے اُسے آٹیری کے خلاف گواہی دینے سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن اُس نے کہا تھا۔'' میں گواہی نہیں دوں گی تو میرے ضمیر پر عمر بھر بوجھ رہے گا۔''

یہ اتفاق ہی ہے۔ ڈیانا نے خود کو سمجھایا۔ مقدمے کے دوران آٹیری ایسی حماقت نہیں کر سکتا۔ یہ تو اپنا کیس اور خراب کرنا ہوا۔ اپنی بلڈنگ کے انڈر گراؤنڈ گیراج میں کار لے جاتے ہوئے ڈیانا نے عقب نما آئینے میں دیکھا۔ سڑک پر بہ ظاہر تو سب کچھ نارمل ہی لگ رہا تھا۔

....

اس کا گراؤنڈ فلور ڈپلیکس اپارٹمنٹ بہت ہوا دار تھا۔ نشست گاہ بہت کشادہ تھی۔ اوپری منزل پر ماسٹر بیڈروم تھا۔ وہیں وہ پینٹ بھی کرتی تھی۔ دیواروں پر اسی کی پینٹ کی ہوئی کئی تصویریں آویزاں تھیں۔ کمرے کے وسط میں ایزل پر ایک نامکمل پورٹریٹ لگا تھا۔ ڈیانا نے اسے ہٹایا اور اس کی جگہ سادہ کینوس لگا دیا۔ پھر وہ اس آدمی کا چہرہ اسکیچ کرنے لگی، جس نے ابھی کچھ دیر پہلے اس پر فائرنگ کی تھی لیکن اس کے ہاتھ اس بری طرح کانپ رہے تھے کہ اسے ہاتھ روکنا پڑا۔

....

''اس کام میں یہ حصہ مجھے سب سے برا لگتا ہے۔'' ارل گرین برگ نے شکایتی لہجے میں کہا۔ وہ دونوں اس وقت ڈیانا اسٹیونز کے گھر جا رہے تھے۔

''کیا ضروری ہے کہ ہم بتائیں۔ شام کی خبروں میں اسے خود ہی معلوم ہو جائے گا۔'' رابرٹ نے تجویز پیش کی۔ پھر اس نے ارل کو بہت غور

سے دیکھا۔ ''تم اسے بتاؤ گے نا؟''

ارل گرین برگ نے اثبات میں سر ہلایا۔ اسے وہ قصہ یاد آیا جو پولیس والوں میں بہت مشہور تھا۔ ایک گشتی پولیس افسر ایک مجرم کے ہاتھوں مارا گیا۔ افسرِ اعلیٰ نے ایک سراغ رساں سے کہا کہ اسے ایڈمز کی بیوی کو یہ اطلاع دینی ہے۔ ساتھ ہی اس نے یہ بھی کہا۔ ''ذرا احتیاط سے...... خاتون بے حد حساس ہیں۔''

''آپ فکر نہ کریں۔ میں انہیں اچھی طرح ہینڈل کرلوں گا۔'' سراغ رساں نے افسرِ اعلیٰ کو اطمینان دلایا۔

کچھ دیر بعد سراغ رساں نے مقتول پولیس والے کے دروازے پر دستک دی۔ مسز ایڈمز نے دروازہ کھولا۔ سراغ رساں نے چھوٹتے ہی اس سے پوچھا۔ ''کیا آپ ہی ایڈمز کی بیوہ ہیں؟''

......✿......

ڈیانا کو اطلاعی گھنٹی کی آواز نے چونکا دیا۔ اس وقت اسے کسی کے آنے کی امید بھی نہیں تھی۔ وہ انٹر کام تک گئی۔ ''کون ہے؟''

''سرغ رساں ارل گرین برگ۔ مجھے آپ سے بات کرنی ہے مسز اسٹیونز۔'' دوسری طرف سے جواب ملا۔

ڈیانا نے سوچا، یہ وہی کار چھیننے والا معاملہ ہے۔ پولیس کچھ زیادہ ہی مستعد ہوگئی ہے۔ اس نے بزر دبایا۔ گرین برگ ہال وے میں داخل ہوا اور دروازے کی طرف بڑھا۔

''اتنی جلدی آنے کا شکریہ۔'' ڈیانا نے اُسے دیکھتے ہی کہا۔ ''میں نے اس کا اسکیچ شروع کیا تھا۔ لیکن...... خیر اُس کی رنگت سانولی تھی۔ براؤن آنکھیں، بائیں رخسار پر تل۔ گن پر سائیلنسر لگا تھا اور......''

''ارل گرین برگ الجھن بھری نظروں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ ''سوری میڈیم، یہ آپ کیا......''

''میں نے 911 پر کال کیا تھا نا......'' ڈیانا نے غور سے سراغ رساں کو دیکھا۔ ''تو یہ میرا کار جیکنگ والا معاملہ نہیں ہے؟ تو پھر بات کیا ہے؟''

''سوری میڈیم۔ میں ایک بری خبر لایا ہوں۔ آپ کے شوہر کے بارے میں......''

''کک...... کیا ہوا؟'' ڈیانا کی آواز لرز رہی تھی۔

''حادثہ۔''

''کیسا حادثہ؟''

''ان کی لاش مین ہٹن برج کے نیچے سے ملی ہے۔''

ڈیانا اسے گھورتی رہی۔ پھر نفی میں سر ہلانے لگی۔ ''آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ میرے شوہر تو اپنی لیبارٹری میں مصروف ہیں۔

کام ارل کی توقع سے زیادہ مشکل ثابت ہو رہا تھا۔ ''مسز اسٹیونز، رات آپ کے شوہر کس وقت واپس آئے تھے؟''

''نہیں۔ وہ نہیں آئے۔ وہ سائنس داں ہیں۔'' ڈیانا نے کہا۔ ''کبھی کبھی وہ رات رات بھر مصروف رہتے ہیں۔''

''آپ کو علم ہے کہ ان کا تعلق مافیا سے تھا؟''

ڈیانا ششدر رہ گئی۔ ''مافیا؟ دماغ خراب ہے آپ کا؟''

''دراصل ہمیں ان کے پاس......''

مگر ڈیانا اب بھڑک چکی تھی۔ ''پہلے آپ اپنی شناخت کرائیں۔''

ارل گرین برگ نے اپنا شناختی بیج اُس کی طرف بڑھایا۔

ڈیانا نے بیج دیکھ کر واپس کیا اور اچانک ہی اُس کے منہ پر تھپڑ رسید کر دیا۔ ''کیا اس شہر کی انتظامیہ تمہیں تنخواہ اس کام کی دیتی ہے کہ تم معزز شہریوں کو ڈراتے پھرو۔ میرا شوہر زندہ ہے اور اپنے کام میں مصروف ہے۔'' اب وہ ہسٹیریائی انداز میں چیخ رہی تھی۔

ارل نے اس کی آنکھوں میں ہسٹیریائی کیفیت دیکھی۔ ''مسز اسٹیونز'' میں کسی کو آپ کی دیکھ بھال کے لیے......''

''دیکھ بھال کی ضرورت تمہیں ہے، مجھے نہیں۔ دفع ہو جاؤ یہاں سے۔''

''مسز اسٹیونز میں آپ کی مدد......''

''تم جاتے ہو یا......''

ارل گرین برگ نے اپنا کارڈ نکالا اور قریبی میز پر رکھ دیا۔ ''اسی پر میرا نمبر ہے۔ آپ بات کرنا چاہیں تو......'' یہ کہہ کر وہ دروازے کی طرف بڑھا۔

اس کے جانے کے بعد ڈیانا نے دوازہ لاک کیا اور گہری سانس لی۔ بے وقوف...... غلط پتے پر چلا آیا...... اور مجھے ڈرا رہا تھا۔ اُس نے سوچا۔ مجھے اس کی شکایت کرنی ہوگی۔ اُس نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ رچرڈ اب آنے ہی والا ہوگا۔ کھانا بنانے کی فکر کی جائے۔

....

رچرڈ کے کام میں رازداری کی بڑی اہمیت تھی۔ اس لیے ڈیانا اسے کبھی ڈسٹرب نہیں کرتی تھی۔ وہ اسے فون نہ کرتا تو وہ سمجھ لیتی کہ وہ بہت زیادہ مصروف ہے۔

ڈیانا نے کھانا تیار کر لیا تھا۔ دس بج گئے اور رچرڈ نہیں آیا تو اس نے کھانا فریج میں رکھ دیا۔ وہ جانتی تھی کہ رچرڈ واپس آئے گا تو اس کا بھوک سے برا حال ہوگا۔

اُس کا خود تھکن سے برا حال تھا۔ دانت صاف کر کے وہ بستر پر ڈھیر ہو گئی۔ چند ہی منٹ بعد وہ گہری نیند سو گئی۔

صبح کے تین بجے اُس کی آنکھ کھلی۔ وہ دیوانہ وار چلا رہی تھی!

اُس کے جسم میں تھرتھری دوڑ رہی تھی۔ سردی جیسے اُس کی ہڈیوں تک میں اتر گئی تھی۔ وہ پاگلوں کی طرح سوچے جا رہی تھی۔ رچرڈ مر چکا

ہے۔اب میں کبھی اسے نہیں دیکھ سکوں گی۔اس کی آواز کبھی نہیں سن سکوں گی۔کبھی اسے چھو نہیں سکوں گی۔سب میری وجہ سے ہوا ہے۔مجھے آٹسیری کے خلاف گواہی نہیں دینی چاہیے تھے۔رچرڈ مجھے معاف کر دو...... پلیز مجھے معاف کردو۔ میں تمہارے بغیر جی نہیں سکتی۔میری زندگی تو تمہیں سے تھی۔تمہی میرے جینے کا سبب تھے۔اب میں کیوں اور کیسے جیوں گی۔

وہ لیٹی یہ سب کچھ سوچتی رہی۔وہ مرجانا چاہتی تھی۔اُس کا بس چلتا تو غائب ہو جاتی۔سوچتے سوچتے اُس کی سوچوں کا رخ ماضی کی طرف ہو گیا۔رچرڈ نے کیسے اُس کی زندگی بدل ڈالی تھی......

ڈیانا ویسٹ کا باپ سرجن تھا اور ماں آرٹسٹ۔خود ڈیانا نے تین سال کی عمر میں ڈرائنگ شروع کر دی تھی۔کالج میں تعلیم کے دوران ریاضی کے پرکشش ٹیچر کے ساتھ اس کا مختصر افیئر چلا۔ٹیچر کا کہنا تھا کہ وہ اس سے شادی کرنا چاہتا ہے۔کیونکہ وہ دنیا میں واحد عورت ہے، جو اُس کے لیے بنی ہے۔بعد میں ڈیانا کو پتا چلا کہ وہ نہ صرف شادی شدہ ہے۔بلکہ تین بچوں کا باپ بھی ہے۔اُس نے وہ کالج ہی چھوڑ دیا۔

اسے مصوری سے عشق تھا۔فارغ وقت میں وہ صرف مصوری کرتی تھی۔گریجویشن کرتے کرتے اس کی فنکارانہ ساکھ بن گئی اور تصویریں فروخت بھی ہونے لگیں۔ایک آرٹ گیلری میں اُس کی تصویروں کی نمائش بھی ہوئی۔گیلری کے مالک۔پال ڈیکن نے اس کی بہت حوصلہ افزائی کی۔نمائش بہت کامیاب ثابت ہوئی۔

نمائش کے بعد پال ڈیکن نے اسے مبارک باد دیتے ہوئے کہا۔''تمہاری بیشتر تصویریں فروخت ہو چکی ہیں۔میرا خیال ہے، چند ماہ کے بعد دوسری نمائش کی تیاری کرنی چاہیے۔لیکن اصل تیاری تو تمہیں کرنی ہوگی۔''

''شکریہ پال۔دیکھیں گے۔''

ڈیانا کسی کو آٹوگراف دے رہی تھی کہ اچانک پیچھے سے کسی نے کہا۔''مجھے تمہارے خم اچھے لگے۔''

ڈیانا کا جسم غصے سے تن گیا۔اُس نے پلٹ کر دیکھا اور کوئی سخت جواب دینے کے لیے منہ کھولا۔

آنے والے نے اپنی بات جاری رکھی''تمہارے ہاں روزیٹی اور سینٹ کی نزاکت ہے۔''ڈیانا نے دیکھا کہ وہ اُس کی ایک پینٹنگ پر تبصرہ کر رہا تھا۔ڈیانا نے بروقت خود کو روک لیا۔اس نے اُس شخص کو غور سے دیکھا۔اس کی عمر 35 کے لگ بھگ تھی۔قد چھ فٹ، کسرتی جسم، شہد جیسی رنگت کے بال اور نیلی آنکھیں۔''آپ کا شکریہ۔''ڈیانا نے کہا۔

''تم نے مصوری کب شروع کیا؟''

''بچپن سے۔میری ماں بھی مصوری کرتی ہیں۔''

وہ مسکرایا''میری ماں کھانا بہت اچھا پکاتی ہیں۔مگر مجھے اب تک کھانا پکانا نہیں آیا۔خیر...... میں تمہارا نام جانتا ہوں۔البتہ تمہیں میرا نام نہیں معلوم۔اس لیے بتا رہا ہوں۔میں رچرڈ اسٹیونز ہوں!

اس لمحے پال ڈیکن تین پیکٹ لیے ان کی طرف چلا آیا۔ ''یہ رہیں آپ کی پینٹنگز مسٹر اسٹیونز۔'' اس نے وہ رچرڈ کو دیں اور چلا گیا۔

ڈیانا نے حیرت سے اسے دیکھا۔ ''آپ نے میری تین تصویریں خریدی ہیں؟''

''دو میرے گھر میں پہلے ہی سے موجود ہیں۔''

''یہ...... یہ میرے لیے اعزاز کی بات ہے۔''

''اعزاز تو دراصل میرے لیے ہے۔'' رچرڈ نے کہا۔ پھر ہچکچاتے ہوئے بولا۔ ''تم شاید مصروف ہو۔ میں چلتا......''

''نہیں۔ ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔'' ڈیانا نے جلدی سے کہا۔

''کل بلائتھ اسپرٹ کا افتتاحی شو ہو رہا ہے۔ میرے پاس اس کے دو ٹکٹ ہیں اگر تمہیں فرصت ہو تو......''

''ڈیانا نے غور سے اُسے دیکھا۔ وہ خوش اخلاق اور پرکشش تھا۔ لیکن وہ اجنبی بھی تو تھا۔ اور کسی بالکل اجنبی کے ساتھ کہیں جانا خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔ مگر اُس نے بے ساختہ کہا۔ ''کیوں نہیں۔ میں چلوں گی آپ کے ساتھ۔''

....

وہ ایک یادگار شام تھی۔ رچرڈ اسٹیونز کی کمپنی بہت خوش کن تھی۔ وہ بہت دلچسپ آدمی تھا۔ بالکل ابتداء میں ہی اندازہ ہو گیا کہ ان دونوں کے درمیان ہم آہنگی کی کمی نہیں۔ دونوں کا مصوری اور موسیقی کا ذوق ایک جیسا تھا۔ ڈیانا اُس کی طرف کھنچ رہی تھی۔

''تم کل رات مصروف تو نہیں؟'' شو کے بعد رچرڈ نے پوچھا۔

''نہیں۔''

اگلی رات انہوں نے سوہو کے ایک پرسکون ریسٹورنٹ میں کھانا کھایا۔ ''رچرڈ...... مجھے اپنے بارے میں بتاؤ'' ڈیانا نے کھانا کے بعد کہا۔

''بتانے کو کچھ زیادہ ہے بھی نہیں۔'' رچرڈ نے جواب دیا۔ ''میں شکاگو میں پیدا ہوا۔ میرے والد آرکیٹیکٹ تھے۔ وہ دنیا بھر میں عمارتیں بناتے تھے۔ میں اور ممی ان کے ساتھ سفر میں ہی رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے درجنوں شہروں میں، درجنوں اسکولوں میں داخلہ لیا۔ اور مجھے کئی زبانیں آتی ہیں۔

''تم کرتے کیا ہو؟''

''میں کنگسلے انٹرنیشنل گروپ میں کام کرتا ہوں۔ کے آئی جی ایک بڑا تھنک ٹینک ہے۔''

''ایکسائٹنگ۔''

''ہاں۔ دلچسپ کام ہے۔ ہم ٹیکنالوجی پر ریسرچ کرتے ہیں۔ ہم سوال سوچتے ہیں۔ اور پھر ان کے جواب تلاش کرتے ہیں۔''

ڈنر کے بعد رچرڈ ڈیانا کو اسکے گھر پہنچانے کے لیے گیا۔ ''تمہارے ساتھ بہت اچھا وقت گزرا ڈیانا۔ تمہارا شکریہ۔'' رچرڈ نے اُس کا ہاتھ

تھامتے ہوئے کہا۔اور پھر وہ پلٹ کر اُسے دیکھے بغیر رخصت ہو گیا۔

ڈیانا کھڑی اُسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔اُسے خوشی تھی کہ وہ اسے انسان سمجھتا ہے، کھلونا نہیں۔

اس کے بعد کوئی رات ایسی نہیں گزری کہ وہ ساتھ نہ ہوں۔لطف یہ کہ انہیں یکسانیت کا احساس بھی نہیں ہوتا تھا۔

جمعے کی رات رچرڈ نے کہا''ہفتے کی صبح لیگ کی ایک ٹیم کو میں کوچ کرتا ہوں۔چاہو تو کل تم میرے ساتھ چلو''

''میں چلوں گی۔''

''اگلی صبح ڈیانا اسے لڑکوں کو کوچ کرتے دیکھ رہی تھی۔اس روز اُس کی شخصیت کے پہلو اور اجاگر ہوئے۔وہ بہت مہربان، درگزر کرنے والا اور دوسروں کی پروا کرنے والا تھا۔اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ ٹیم کا ہر لڑکا اس پر جان چھڑکتا ہے۔

اس روز ڈیانا کو پہلی بار احساس ہوا کہ وہ محبت میں گرفتار ہو رہی ہے۔

چند روز بعد ڈیانا اپنی سہیلیوں کے ساتھ لنچ کر رہی تھی۔کھانے کے بعد وہ سب ایک نجومی بنجارن کے پاس چلی گئیں۔اس کی تجویز ڈیانا سجا نے پیش کی تھی۔

ڈیانا کے سوا سب کو جلدی تھی۔وہ اپنی اپنی قسمت کا حال پوچھ کر رخصت ہو گئیں۔آخر میں ڈیانا اندر گئی۔وہ قسمت وغیرہ پر یقین نہیں رکھتی تھی۔لیکن وہ رچرڈ کے حوالے سے اپنے مستقبل کے بارے میں جاننا چاہتی تھی۔

نجومی عورت پتے پھینٹنے لگی۔وہ اُس کی طرف دیکھ بھی نہیں رہی تھی۔''میں یہ جاننا......''

''ششش۔''نجومی عورت نے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔پھر اُس نے ایک کارڈ پلٹا اور چند لمحے اُسے غور سے دیکھنے کے بعد بولی۔''بے شمار راز ہیں، جو تمہیں جاننے ہیں۔''پھر اس نے دوسرا پتا پلٹا۔''یہ قمر ہے۔تم ایسی خواہشیں کر رہی ہو، جن کے بارے میں تمہیں بے یقینی ہے۔''

ڈیانا ایک پل کو ہچکچائی۔مگر پھر اُس نے اثبات میں سر ہلایا۔

''کوئی مرد؟''

''ڈیانا نے پھر اثبات میں سر ہلایا۔

نجومی عورت نے ایک اور پتا کھولا''یہ محبت کرنے والوں کا پتا ہے۔''

''یہ اچھا شگون ہے نا؟''ڈیانا نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''دیکھتے ہیں۔اگلے تین پتے ہمیں سب کچھ بتا دیں گے۔''نجومی عورت نے ایک اور پتا کھولا۔''پھانسی پانے والا۔''وہ بڑبڑائی۔اُس کے چہرے پر سنگینی تھی اور انداز میں ہچکچاہٹ۔اس نے ایک اور پتا کھولا۔''شیطان۔''وہ پھر بڑبڑائی۔

''برا شگون ہے یہ؟''ڈیانا کے لہجے میں بے پروائی تھی۔

نجومی عورت نے جواب نہیں دیا۔اُس نے تیسرا پتا کھولا۔پھر نفی میں سر ہلایا۔''نشانِ مرگ۔''وہ بڑبڑائی۔

ڈیانا اٹھ کھڑی ہوئی۔ ''میں اس خرافات پر یقین نہیں رکھتی۔'' اس کے لہجے میں اس بار برہمی تھی۔

نجومی عورت نے سر اٹھا اسے دیکھا اور بھنچی بھنچی آواز میں بولی۔ ''تمہارے یقین کرنے یا نہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تمہارے اطراف میں موت ہی موت ہے۔''

.......✡.......

ایک ماہ تک خنجر یونہی پڑے رہے۔ کوئی اُن کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔ پھر ایک نیلام گھر والے کو وہ شوکیس کے عقبی حصے میں پڑے نظر آئے۔ اُس نے انہیں خرید لیا۔

دو دن بعد وہ ساتوں خنجر لاٹ نمبر 7 کی حیثیت سے نیلامی کے لئے پیش کیے گئے۔ انہیں بڑی ترتیب سے مخملی کپڑے پر رکھا گیا تھا۔ ان پر پالش کی گئی تھی۔ اس کے نتیجے میں کرائسٹ کا چہرہ چمک رہا تھا اور ان کے پھل کی چمک کا یہ عالم تھا کہ اس میں پورے کمرے کا منظر منعکس ہو رہا تھا۔

نیلامی والوں کے انداز میں بے پروائی تھی۔ وجہ یہ تھی کہ سیزن بہت سست روی سے چل رہا تھا۔ خریدار بھی بس چند ایک ہی تھے۔ اُن میں سے ایک ایسا تھا جو لاٹ نمبر 7 میں دلچسپی لے رہا تھا۔ وہ ہال کے آخری حصے میں کھڑا تھا۔ لاٹ نمبر 7 خریدنے کے لیے اسے صرف دو بار بولی کی زحمت کرنی پڑی۔ بالآخر خنجر اسے مل گئے۔

اپنے اپارٹمنٹ جاتے ہوئے وہ ان خنجروں کو بار بار دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے اُس کی کار کی پسنجر سیٹ پر رکھے تھے۔ وہ خنجروں کے بارے میں بہت متجسس ہو رہا تھا۔ انہیں دیکھ کر اسے کچھ یاد آنے لگتا تھا...... اور یاد آتے آتے رہ جاتا تھا۔ وہ اپنی یادداشت کو ٹٹولنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اسے کامیابی نہیں ہو رہی تھی۔ بس اسے اتنا یاد آتا تھا کہ برسوں پہلے اس نے ان خنجروں کے بارے میں کہیں کچھ پڑھا تھا۔

اپارٹمنٹ پہنچتے ہی وہ سیدھا اپنی اسٹڈی میں گیا اور خنجروں کو اپنی میز پر رکھ دیا۔ چند لمحے وہ انہیں گھورتا رہا۔ پھر اس نے سب سے قریبی خنجر کو ہاتھ میں اٹھایا۔ انداز ایسا تھا، جیسے انہیں ہاتھوں میں تول کر اس کا وزن اور توازن جانچ رہا ہو۔ اس نے بڑی نرمی سے خنجر کے پھل کو اپنی ہتھیلی پر پھیرا۔ اس کی چیخ نکل گئی اور ہتھیلی پر باریک سی سرخ لکیر ابھر آئی۔

وہ چند لمحے خون سے بھری اس سرخ لکیر کو گھورتا رہا۔ پھر اس نے اپنے ہاتھ پر رومال لپیٹا اور خنجر کو انگوٹھے اور انگشت شہادت کی مدد سے تھام لیا۔ اُس کا انگوٹھا کرائسٹ کے ابھرے ہوئے چہرے پر تھا۔ اس نے آہستہ سے خنجر کو چھ انچ اوپر اٹھایا، میز پر رکھی ہوئی اپنی ڈائری کے عین اوپر لایا اور اسے گرا دیا۔

خنجر کے پھل نے ڈائری کو یوں کاٹ دیا، جیسے اُس کے صفحے مکھن کے بنے ہوئے ہوں۔

اُس نے خنجر کو میز سے اٹھایا اور غور سے دیکھا۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ ایک مہلک ہتھیار ہے۔ خنجر کا پھل تکونی ساخت کا تھا۔ یعنی اس سے جو زخم لگے گا، اس کا مندمل ہونا آسان نہیں ہوگا۔

نجانے کیوں اُس کے جسم میں سرد سی لہر...... اور لرزش دوڑ گئی۔ وہ ایک شیلف کی طرف بڑھا اور اس نے وہاں تین کتابیں منتخب کر کے نکالیں۔ اور پھر وہ اپنی میز کے پاس چلا آیا۔ وہاں بیٹھ کر وہ ان کی ورق گردانی کرنے لگا۔ اس دوران وہ انگشت شہادت سے خنجر کے دستے کو سہلا رہا تھا۔

کوئی ایک گھنٹے بعد اُس نے فون کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ ریسیور اٹھا کر اس نے ایک نمبر ملایا اور انتظار کرنے لگا۔

دوسری طرف سے جواب ملا تو اُس نے ماتھ پیس سے کہا۔ ’فادر ڈولان پلیز......‘‘ اس کی آواز میں سنسنی تھی۔

⁂

ال اٹالیا کے بوئنگ 747 میں اس نوجوان پادری کے قریب بیٹھے ہوئے مسافر ابتدا میں تو پادری کی قربت پر بہت خوش تھے۔ ان میں کچھ ایسے تھے جو پرواز کے دوران نروس رہتے تھے۔ وہ اس لیے خوش تھے کہ پادری دل ہی دل میں دعائیں کرے گا جو اُن کے کام بھی آئیں گی۔ کینیڈی ایرپورٹ کے رن وے پر جہاز کھڑا یا تو وہ لوگ بہت ڈرے تھے۔ لیکن پادری منہ ہی منہ میں کچھ بدبداتا رہا تھا۔ پھر جب جہاز نے رن وے چھوڑا اور فضا میں بلند ہوا تو انہوں نے سکون کی سانس لی۔

لیکن بعد میں وہ پادری کو دیکھ کر پریشان ہونے لگے۔ وجہ یہ تھی کہ پادری بے حد اعصاب زدہ لگ رہا تھا۔ اُسے دیکھ کر اس کے قریب بیٹھے مسافر یہ سوچ کر خوف زدہ ہونے لگے کہ کیا پادری کوئی ایسی بات جانتا ہے، جس سے وہ لوگ بے خبر ہیں۔ اور پادری اپنی گود میں ایک پیکٹ سا رکھے بیٹھا تھا، جسے وہ وقتاً فوقتاً اپنے ہاتھ میں سختی سے پکڑ لیتا تھا۔ مسافر سوچ رہے تھے کہ اس پیکٹ میں کیا ہے؟ اور جو کچھ ہے، اس کی کتنی اہمیت ہے کہ پادری کو گود میں رکھنے کے باوجود اُس کی اتنی فکر ہے۔

کھانا سرو ہو گیا، تب بھی پادری نے اُس پیکٹ کو خود سے دور کرنا گوارا نہیں کیا۔

بالآخر فلائٹ ختم ہوئی۔ جہاز روم ایرپورٹ پر اترا تو مسافروں نے سکون کا سانس لی۔

کسٹمز کے کاؤنٹر پر کسٹم افسر نے معذرت خواہانہ لہجے میں پادری سے استدعا کی وہ اپنے بیگ کھول کر دکھائے۔ وہ بے چارہ شرم سار تھا کہ ایک پاک باز انسان کو چیلنج کر رہا ہے۔ لیکن کیا کرتا، وہ اس کا فرض تھا۔ اور ان دنوں حالات ہی ایسے تھے۔ منشیات کے اسمگلروں نے صورت حال خراب کر دی تھی۔ کوئی حربہ ایسا نہیں تھا، جو وہ نہ آزماتے ہوں۔ وہ پادری کا روپ بھی دھار سکتے تھے۔

بیگ چیک کرنے کے بعد افسر نے پیکٹ کی طرف اشارہ کیا۔ ’’یہ بھی کھول کر دکھائیں فادر۔‘‘

فادر نے پیکٹ کھولا تو کسٹم افسر حیرت سے پلکیں جھپکا کر رہ گیا۔ ’’یہ...... یہ......‘‘

لیکن اسی لمحے فادر نے جیب سے ایک نیلام گھر کی رسید نکال کر اُس کی طرف بڑھا دی۔ رسید پر شکاگو کے ایک نیلام گھر کی مہر لگی تھی۔ وہ خنجر نیلامی میں خریدے گئے تھے۔

کسٹم افسر نے پادری کو جانے کی اجازت دے دی۔ لیکن جاتے ہوئے وہ اسے گھورتا رہا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ایک امریکن

پادری ایسے خطرناک خنجر لے کر روم کیوں آیا ہے۔

خدا پراسرار انداز میں کام کرتا ہے۔ اپنے بھید وہی جانتا ہے۔ افسر نے سوچا۔ پھر وہ اگلے مسافر کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اب فادر ڈولان اسے یاد بھی نہیں تھا۔

برلن......جرمنی

پولیس کمانڈمنٹ اوٹو شیفر، دو باوردی پولیس مین اور بلڈنگ کا سپرنٹنڈنٹ کارل گوئٹز پانی سے لبالب بھرے باتھ ٹب میں پڑی لاش کو دیکھ رہے تھے۔ لاش کی گردن کے گرد نیل کا ہلکا سا نشان تھا۔ ٹب کے پہلو میں شراب کی ایک خالی بوتل لڑھکی ہوئی تھی۔

''اس کا نام؟'' پولیس کمانڈنٹ نے کارل سے پوچھا۔

''سونجا وربرگ۔ اس کے شوہر کا نام فرانز وربرگ ہے۔ وہ سائنس داں ہے۔''

''یہ اس اپارٹمنٹ میں اپنے شوہر کے ساتھ رہتی تھی؟''

''جی ہاں، سات سال سے۔ یہ بہت اچھے کرائے دار ہیں۔ وقت پر کرایہ ادا کرتے تھے۔ کبھی کسی کو پریشان نہیں کیا۔ سب ان سے محبت......'' کارل کو احساس ہوا کہ وہ کیا کہنے والا ہے۔ وہ ایک دم خاموش ہو گیا۔

''خاتون بھی کوئی جاب کرتی تھی؟''

''جی ہاں......انٹرنیٹ کیفے میں، جہاں لوگ کمپیوٹر استعمال......''

''لاش کیسے دریافت کی تم نے؟''

''یہ ٹونٹی......'' کارل نے باتھ روم میں پانی بھرنے والے نل کی طرف اشارہ کیا۔ ''......میں کئی بار مرمت کر چکا ہوں۔ مگر یہ پوری طرح بند نہیں ہوتا۔''

''تو؟''

''صبح نچلے فلیٹ والوں نے پانی رسنے کی شکایت کی تھی۔ میں نل ٹھیک کرنے کے لیے آیا۔ دروازے پر دستک دی۔ جواب نہیں ملا تو میں نے اپنی چابی سے دروازہ کھولا۔ باتھ روم میں آیا تو یہ......''

ایک ڈیٹیکٹو باتھ روم میں داخل ہوا۔ ''کیبنٹ میں شراب کی کوئی بوتل نہیں ہے۔ صرف سوفٹ ڈرنکس ہیں۔''

اوٹو شیفر نے سر کو تفہیمی جنبش دیتے ہوئے کہا۔ ''اس بوتل سے فنگر پرنٹس اٹھانے ہیں۔'' اس نے لڑھکی ہوئی شراب کی بوتل کی طرف اشارہ کیا۔

''بہتر سر۔''

''شیفر کارل کی طرف مڑا۔''فرانز وربرگ کہاں ملے گا؟''

''وہ تو صرف صبح کے وقت نظر آتے ہیں......کام پر جاتے ہوئے۔لیکن......''اس نے بے بسی سے کندھے جھٹکے۔

''تم نے آج صبح اسے دیکھا تھا؟''

''نہیں جناب۔''

''تمہارے علم میں ایسی کوئی بات ہے کہ فرانز کسی ٹرپ پر جانے والا تھا؟''

''نہیں جناب۔''

''شیفر ایک پولیس والے کی طرف مڑا۔''دوسرے کرائے داروں سے بات کرو۔معلوم کرو کہ حال ہی میں خاتون ڈپریشن کا شکار تو نہیں تھی۔شوہر سے جھگڑا تو نہیں ہوا تھا اس کا۔اور یہ کہ وہ بلانوش تو نہیں تھی۔ہر زاویے سے پوچھ گچھ کرو۔''وہ پھر کارل سے مخاطب ہوا۔''ہم نے اُس کے شوہر کو چیک کرتے ہیں۔تمہیں کوئی خاص بات یاد آئے تو......''

کارل نے جلدی سے کہا۔''مجھے نہیں معلوم کہ اس بات کی کوئی اہمیت ہے یا نہیں۔لیکن ایک کرائے دار نے مجھے بتایا کہ گزشتہ رات بلڈنگ کے سامنے ایک ایمبولنس کھڑی رہی تھی۔اُس نے مجھ سے پوچھا۔کیا کوئی بیمار ہے۔میں پوچھ گچھ کے لیے باہر نکلا تو ایمبولنس جا چکی تھی......''

''ہم اس زاویے سے بھی تفتیش کریں گے۔''اوٹو شیفر نے کہا۔

''اور......اور لاش کا کیا ہوگا؟''کارل نروس نظر آنے لگا۔

''میڈیکل ایگزامنر آنے ہی والا ہے۔ٹب خالی کرو اور لاش پر تولیا ڈال دو۔''

......✿......

ڈیانا اسٹیونز کے لیے وقت جیسے رک گیا تھا۔اپارٹمنٹ جیسے یادوں کا قبرستان بن گیا تھا۔اب اس میں نہ زندگی کی حدت تھی نہ آرام کا کوئی پہلو۔رچرڈ کے بغیر وہ گھر نہیں تھا......بس دیواروں کا مجموعہ تھا۔

وہ چلتے چلتے تھک گئی تو کاؤچ پر ڈھے گئی اور آنکھیں موند لیں۔شادی کے دن رچرڈ نے اُس سے پوچھا تھا......کیا تحفہ چاہیے تمہیں؟ اور اُس نے جواب دیا تھا......اب مجھے مزید کچھ نہیں چاہیے۔

اب اس نے رچرڈ کو پکارا۔''مجھے اب کچھ چاہیے رچرڈ۔مجھے وہ تحفہ دو......منہ مانگا۔تم میرے پاس آجاؤ۔میں تمہیں دیکھنا......تمہیں چھونا چاہتی ہوں۔مجھے تمہارا لمس درکار ہے۔میں تمہاری آواز میں سننا چاہتی ہوں......آئی لو یو؟! آجاؤ رچرڈ......''اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

رچرڈ کی موت کی اطلاع ملنے کے بعد اُس نے خود کو اپارٹمنٹ میں بند کر لیا تھا۔اس نے نہ کوئی فون کال ریسیو کی اور نہ ہی اطلاعی گھنٹی کے جواب میں دروازہ کھولا۔وہ باہر کی دنیا سے رابطہ منقطع کر بیٹھی تھی۔اس دکھ اور اذیت میں وہ کسی کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔اب وہ پچھتا رہی تھی۔اُس نے جی چاہنے کے باوجود رچرڈ کے سامنے کبھی اظہار محبت نہیں کیا تھا۔اس کے خیال میں یہ کمزوری کا اظہار ہوتا۔مگر اب وہ اظہار کرنا

چاہتی تھی۔ رچرڈ کو بتانا چاہتی تھی کہ وہ اُس سے کتنی محبت کرتی ہے۔ لیکن اب رچرڈ موجود نہیں تھا۔

فون کی گھنٹی اور اطلاعی گھنٹی بجے جارہی تھی۔ بالآخر وہ اٹھی اور اُس نے دروازہ کھول دیا۔

دروازے پر اُس کی سب سے قریبی سہیلی کیرولین کھڑی تھی۔ اُس نے ڈیانا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''کیا حال بنا رکھا ہے تم نے۔'' اُس کا لہجہ اور نرم ہوگیا۔ ''سب تم سے رابطہ کی کوشش کررہے ہیں۔ ہم سب تمہارے لیے پریشان تھے۔''

''سوری کیرولین۔ بس میرا دل......''

''کچھ نہ کہو۔ میں سمجھتی ہوں۔ مگر سب دوست تم سے ملنا چاہتے ہیں۔''

''ڈیانا نے نفی میں سر ہلایا۔ ''نہیں کیرولین......''

''کیرولین نے اس کی بات کاٹ دی۔ ''ڈیانا...... رچرڈ کی زندگی ختم ہوگئی۔ لیکن تم ابھی زندہ ہو۔ ان لوگوں کو خود سے دور مت کرو، جو تم سے محبت کرتے ہیں۔ تم بیٹھو۔ میں خود سب سے رابطہ کروں گی۔''

......✿......

ڈیانا اور رچرڈ کے دوستوں سے فلیٹ بھر گیا تھا۔ جو نہیں آپائے، وہ فون پر تعزیت کررہے تھے۔ آنے والوں میں آرٹ گیلری کا مالک پال ڈیکن بھی تھا۔ ''میں کب سے تمہیں فون کررہا......''

''مجھے معلوم ہے پال۔ سوری۔''

''مجھے رچرڈ کی موت کا افسوس ہے ڈیانا۔ اتنے اچھے لوگ کم ہی ملتے ہیں۔ لیکن تم خود کو سنبھالو ڈیانا۔ لوگ تمہارا کام دیکھنے کو بے چین ہیں۔''

''مجھ سے کام نہیں ہوگا پال۔ کام کی میرے لیے کوئی اہمیت ہی نہیں رہی۔''

پال نے بہت کوشش کی۔ لیکن ڈیانا کو قائل نہیں کرسکا۔

اگلے روز اطلاعی گھنٹی بجی۔ ڈیانا نے پیپ ہول سے جھانکا۔ باہر اچھا خاصا مجمع تھا۔ اس کا ذہن الجھنے لگا۔ اس نے دروازہ کھولا ہال وے میں دس بارہ لڑکے کھڑے تھے۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں چھوٹا سا ایک بوکے تھا۔ ''گڈ مارننگ مسز اسٹیونز۔'' لڑکے نے پھول اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

اچانک ڈیانا کو سب کچھ یاد آگیا۔ یہ وہ ٹیم تھی، جسے رچرڈ کوچ کرتا تھا۔ ''شکریہ۔'' اُس نے کہا۔ حقیقت یہ تھی کہ اسے ان گنت بوکے اور تعزیتی کارڈ ملے تھے۔ لیکن یہ چھوٹا سا بوکے ان سب چیزوں پر بھاری تھا۔ ''آؤ...... اندر آجاؤ۔''

لڑکے اندر آگئے۔ ''ہم آپ کو بتانا چاہتے تھے کہ ہمیں کتنا دکھ ہوا ہے اور ہمیں آپ سے کیسی ہمدردی ہے۔'' ان میں سے ایک بولا۔

''آپ کے شوہر ایک عظیم انسان تھے۔'' دوسرے نے کہا۔

''اور وہ بہت شان دار کوچ تھے۔''

ڈیانا کے لیے اپنے آنسوؤں کو روکنا مشکل ہو گیا۔''رچرڈ بھی تم لوگوں پر فخر کرتا تھا۔ وہ تم لوگوں سے محبت کرتا تھا''اس نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔''سنو......تم لوگ پیپسی لو گے......؟''

''نہیں مسز اسٹیونز، شکریہ۔ ہم بس آپ کو یہ بتانا چاہتے تھے کہ ہم مسٹر اسٹیونز کو بہت مس کر رہے ہیں۔''

''میں تم لوگوں کی شکر گزار ہوں''

لڑکوں نے گڈ بائی کہا اور رخصت ہو گئے۔ اسی وقت باہر بجلی کڑکی اور بارش شروع ہو گئی۔ لگتا تھا، آسمان رچرڈ کے غم میں رو رہا ہے۔ ڈیانا کے پاس یادوں کے سوا کچھ نہیں رہا تھا۔

شادی کے فوراً بعد رچرڈ کا تمتماتا مسکراتا چہرہ دیکھ کر ایک لمحے کو اسے خانہ بدوش نجومی عورت کی پیشن گوئی یاد آئی۔ وہ مسکرا دی شادی کے ایک ہفتے بعد انہوں نے فرانس میں ہنی مون کا منصوبہ بنایا تھا۔ لیکن پھر رچرڈ نے اپنی لیبارٹری سے اسے فون کیا۔''سوری ہنی، مجھے اب نیا پروجیکٹ سونپا گیا ہے۔ میرا نکلنا فی الحال ممکن نہیں ہے۔ ہنی مون کو ہم چند ماہ کے لیے ملتوی کر سکتے ہیں؟''

''کیوں نہیں ڈارلنگ۔''اس نے خوش دلی سے جواب دیا تھا۔

''ایسا کرو۔ آج لنچ میرے ساتھ کرو۔''

''مجھے بہت خوشی ہو گی۔''

''میں آدھے گھنٹے میں تمہیں لینے آ رہا ہوں۔''

''آدھے گھنٹے کے بعد رچرڈ اسے لینے آیا تو اس نے کہا۔''ہنی......میرا ایک کلائنٹ یورپ جا رہا ہے۔ ائیر پورٹ جا کر اُسے رخصت کرنا ہے۔ وہاں سے لنچ پر چلیں گے۔''

''ٹھیک ہے۔''ڈیانا ہر حال میں خوش تھی۔

وہ کینیڈی ائیر پورٹ پہنچے تو رچرڈ نے کہا۔''وہ پرائیویٹ جہاز سے جا رہا ہے۔ اسے رخصت کرنے کے لیے ہمیں جہاز تک جانا ہو گا۔''

گارڈ کو رچرڈ نے کارڈ دکھایا۔ وہ ممنوعہ علاقہ میں داخل ہوئے۔ وہاں ایک چھوٹا جہاز موجود تھا۔''وہ ابھی نہیں آیا ہے۔''رچرڈ نے کہا۔'' کیوں نہ ہم جہاز میں اُس کا انتظار کر لیں۔''

وہ آراستہ و پیراستہ جہاز میں چلے گئے۔ جہاز کے انجن اسٹارٹ تھے۔ کاک پٹ سے ایک فضائی میزبان ان کی طرف بڑھی۔''صبح بخیر۔''

ان دونوں نے مسکراتے ہوئے جواب میں اسے صبح بخیر کہا۔

ادھر فلائٹ اٹینڈنٹ نے دروازہ بند کر دیا۔ ڈیانا نے حیرت سے رچرڈ کو دیکھا۔''وہ تمہارا کلائنٹ تو ابھی آیا نہیں!''اسی وقت جہاز حرکت میں آ گیا۔ ڈیانا نے گھبرا کر کہا۔''رچرڈ......جہاز تو ٹیک آف کر رہا ہے۔''

''ارے...... واقعی۔''

''رکواؤنا اسے۔''

''اب تو یہ ممکن نہیں۔''

ڈیانا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ ''اب کیا ہوگا؟ اور یہ جا کہاں رہا ہے؟''

''یہ ہمیں پیرس لے کر جا رہا ہے۔''

ایک لمحے کو ڈیانا کی سانسیں رکنے لگیں۔ پھر جیسے وہ سب کچھ سمجھ گئی۔ ''رچرڈ...... میں تو کچھ بھی نہیں لائی ہوں۔ نہ کپڑے، نہ سامان......''

''پیرس میں بڑی بڑی دکانیں ہیں، جہاں ضرورت کی ہر چیز ملتی ہے۔'' رچرڈ نے کہا۔

ڈیانا اسے دیکھتی رہی۔ پھر اُس سے لپٹ گئی۔ اسے خوشیوں بھری سرپرائز دینے کا ہنر آتا تھا۔ ''بے قوف آدمی، آئی لو یو۔'' اُس نے کہا۔

''تم نے ہنی مون مانگا تھا۔ تمہیں ہنی مون مل رہا ہے۔'' رچرڈ جیسے گنگنایا......

اورلی ایرپورٹ پر لیموزین ان کی منتظر تھی۔ جو انہیں ہوٹل پلازہ لے گئی۔ ہوٹل کے منیجر نے ان کا استقبال کیا۔ ''مسٹر اینڈ مسز اسٹیونز، آپ کا کمرا تیار ہے۔'' اُس نے کہا۔

انہوں نے منیجر کا شکریہ ادا کیا۔ پورٹر انہیں سوئٹ نمبر 310 میں لے گیا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی ڈیانا کو شاک لگا۔ وہاں دیواروں پر اُس کی کئی پینٹنگز آویزاں تھیں۔ ''یہ...... یہ تم نے کیسے کیا؟'' اس نے رچرڈ سے پوچھا۔

''میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔'' رچرڈ نے معصومیت سے کہا۔ ''البتہ یہ لوگ مجھے خوش ذوق لگتے ہیں۔''

مگر اب ڈیانا بے قوف بننے والی نہیں تھی۔

پیرس میں سب سے پہلے انہوں نے شاپنگ کی۔ کیونکہ وہ تو ضرورت کی کوئی چیز بھی ساتھ نہیں لائے تھے۔ انہوں نے ڈھیر سارے ملبوسات خریدے۔ اس کے بعد وہ صرف اور صرف تفریح کرتے رہے۔

بس ڈیانا کو ایک بات، بہت عجیب لگی۔ رچرڈ کے لیے فون کالز آتی تھیں...... اور وہ بھی عجیب عجیب اوقات میں۔ ایک بار صبح کے تین بجے رچرڈ نے ایسی ہی ایک کال ریسیو کی۔ بات ختم ہونے کے بعد ڈیانا نے اس سے پوچھا۔ ''یہ کس کا فون تھا؟''

''ارے...... یہ روٹین کی بزنس کال ہے'' رچرڈ نے بے پروائی سے کہا۔

روٹین...... اور آدھی رات کے اُس طرف! ڈیانا نے حیرت سے سوچا۔

''ڈیانا! ڈیانا!'' وہ پکار اسے ماضی سے کھینچ لائی۔ اُس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ کیرولین تھی۔ ''تم ٹھیک تو ہو ڈیانا۔''

''مم...... میں ٹھیک ہوں۔''

کیرولین نے اُسے خود سے قریب کر لیا۔ ''زخم بھرنے میں وقت لگتا ہے۔ ارے ہاں...... تم نے تدفین کے انتظامات بھی کیے ہیں؟''

''تدفین کا لفظ سن کر ڈیانا کو شاک لگا۔''نن.....نہیں.....میں نے تو..... مجھے خیال بھی......''

''بے فکر ہو جاؤ۔ یہ کام میں......''

اچانک ڈیانا کے اندر ایک حیران کن مضبوطی اُبھری۔''نہیں کیرولین۔''اُس نے کہا۔''دیکھو.....یہی تو رچرڈ کا آخری کام ہے جو میں کر سکتی ہوں اس کے بعد کوئی موقع نہیں ملے گا۔''یہ کہتے کہتے اُس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔''میں اس کا ہر کام خود کروں گی۔''

اب کیرولین کچھ بھی نہیں کہہ سکتی تھی۔

....

ارل گرین برگ آفس میں تھا، جب وہ کال آئی۔''ڈیانا اسٹیونز آپ سے بات کرنا چاہتی ہے۔''اُسے بتایا گیا۔

ارل کو اس کا تھپڑ یاد آ گیا۔ اب کیا وہ دوسرے گال کا تقاضہ کرنے والی ہے! اُس نے گھبرا کر سوچا۔ بہر حال اس نے ریسیور اٹھا لیا۔

''میں ڈیانا اسٹونز بول رہی ہوں۔ اس کال کے دو اسباب ہیں۔ پہلے میں معذرت کروں گی۔ میرا رویہ بہت خراب تھا۔ میں اس پر شرمندہ ہوں''

ارل خود شرمندہ ہو گیا۔''ارے نہیں مسز اسٹیونز۔ وہ صورت حال ہی ایسی تھی۔ خیر دوسری بات کہیں......''

''ہاں۔ میرے شوہر کی لاش پولیس کی تحویل میں ہے۔ میں اس کی تدفین کے انتظامات کر رہی ہوں۔ لاش مجھے کیسے ملے گی؟''

ارل گرین برگ جانتا تھا کہ دفتری کاروائیاں احمقانہ حد تک طویل ہوتی ہیں۔ اسے ڈیانا پر ترس آنے لگا۔ اب وہ اسے یہ سب کیسے بتائے۔ وہ تو ویسے ہی دکھی ہو رہی ہے۔''آپ اس کی فکر نہ کریں مسز اسٹیونز۔ میں دو دن میں یہ سب کر دوں گا......''

''شکریہ.....بہت شکریہ۔''ڈیانا کی آواز بھرا گئی۔

ارل جانتا تھا کہ اس نے جو وعدہ کیا ہے، اسے پورا کرنا آسان نہیں ہے۔

....

ڈیانا تدفین کے انتظامات کرنے والی کمپنی کے مالک رون سے فون پر بات کر چکی تھی۔ طے شدہ وقت پر وہ اس سے ملنے گئی۔

''مجھے تو اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں معلوم۔'' اس نے رون سے کہا۔

''ہماری خدمات میں تابوت، قبر، تدفین اور یادگاری سروس شامل ہیں۔'' رون نے وضاحت کی۔ ''میں نے اخبار میں آپ کے شوہر کے موت کی خبر پڑھی ہے۔ اُس کی روشنی میں میرا مشورہ ہے کہ بند تابوت مناسب رہے گا......''

''نہیں۔'' ڈیانا نے اسے ٹوک دیا۔ ''یادگاری سروس کے لیے میں کھلا تابوت چاہوں گی۔ میں چاہتی ہوں کہ رچرڈ اپنے دوستوں کو دیکھ لے اور الواع......''

''رون حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی نگاہوں میں ہم دردی تھی۔ ''ٹھیک ہے میڈم۔ ہمارے پاس کاسمیٹک کا ایک بہت اچھا کام کرنے والا موجود ہے۔ وہ سب کچھ سنبھال لے گا۔ ٹھیک ہے نا؟''

''ڈیانا نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔

''ایک بات اور۔ آپ اپنے شوہر کو کس لباس میں دفن کرانا پسند کریں گی؟''

ڈیانا سوچتی رہی۔ رون کی بات سے اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ لاش اچھی حالت میں نہیں ہے۔ ورنہ وہ خود اسے تیار کرتی۔ لیکن وہ رچرڈ کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہتی تھی......اور وہ اس یاد کو خوش گوار رکھنا چاہتی تھی۔

''مسز اسٹیونز؟'' رون نے اسے پکارا۔

''وہ...... یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔'' وہ معذرت طلب لہجے میں بولی۔ پھر وہ اٹھ کر باہر چلی گئی۔ رون نے دیکھا۔ وہ ٹیکسی روک رہی تھی۔

......❁......

گھر پہنچ کر ڈیانا نے رچرڈ کی الماری کھولی، جس میں اُس کے کپڑے ہوتے تھے۔ دو ایک ایسے تھے، جن میں اُس کے سوٹ بھرے تھے۔ اور ہر سوٹ کے ساتھ کوئی قیمتی یاد وابستہ تھی۔ یہ سیاہ سوٹ رچرڈ نے آرٹ گیلری میں ہونے والی پہلی ملاقات کے دوران پہنا تھا۔ کیا وہ اس سوٹ سے محرومی گوارا کر سکتی ہے؟ نہیں! اور یہ گرے جیکٹ اُس نے پکنک کے دوران پہنی تھی......اور جب بارش ہوئی تو یہ اسے پہنا دی تھی۔ اس سے بھی وہ دست بردار نہیں ہو سکتی۔ اور یہ دھاریوں والا سوٹ...... یہ پیرس روانگی کے موقعے پر رچرڈ نے پہنا تھا۔ وہ سوچتی اور یاد کرتی رہی۔ رچرڈ کا ہر لباس کسی نہ کسی اعتبار سے یادگار تھا۔ میں کیا کروں! وہ رونے لگی۔

اُس نے آنکھیں بند کر کے ایک سوٹ نکال لیا......

......❁......

ارل گرین برگ نے فون پر اسے اطلاع دی کہ اس نے رچرڈ کی لاش کی ریلیز کا انتظام کر دیا ہے۔ لاش ڈالٹن تدفینی کمپنی کے سپرد کر دی جائے گی۔

اگلے روز ڈیانا نے رون کو فون کیا۔ ''میرے شوہر کی لاش آپ کے پاس پہنچ گئی ہے؟''

''جی مسز اسٹیونز۔ کاسمیٹک ایکسپرٹ نے کام شروع کر دیا ہے۔ آپ کے بھیجے ہوئے کپڑے بھی مل گئے۔ شکریہ۔''

''میرے خیال میں تدفین کے لیے یہ جمعہ مناسب رہے گا۔''

''جی..... نہایت مناسب۔ اور میں صبح گیارہ بجے کا وقت تجویز کرتا ہوں۔''

''ٹھیک ہے۔''

''تین دن بعد میں اور رچرڈ ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے۔ یہاں تک کہ میں بھی اس سے جا ملوں۔ ڈیانا نے سوچا۔

....

جمعرات کی صبح ڈیانا شرکا کی فہرست لیے فون کے پاس بیٹھی تھی کہ انہیں اگلے روز تدفین کی اطلاع دے۔ مگر ریسیور اٹھانے سے پہلے ہی فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے ریسیور اٹھایا۔ ''ڈیانا اسٹیونز۔''

''میں رون جونز بول رہا ہوں۔ ہم نے آپ کی نئی ہدایت پر عمل کر لیا ہے، جو فون پر آپ کی سیکریٹری نے دی تھیں۔''

ڈیانا حیران رہ گئی۔ ''میری سکریٹری؟'' اس نے کہا ''لیکن میری تو......''

''سچ تو یہ ہے کہ ان کی نئی ہدایات پر مجھے حیرت ہوئی تھی۔'' رون نے کہا۔ ''لیکن بہر حال آپ کو حق تھا فیصلہ کرنے کا۔ میں مداخلت نہیں کر سکتا تھا۔''

''میری سمجھ میں نہیں آتا......''

''ابھی ایک گھنٹا پہلے ہم نے آپ کے شوہر کی لاش کو آپ کی نئی ہدایت کے مطابق جلا دیا ہے مسز اسٹیونز۔''

ڈیانا کو زبردست جھٹکا لگا۔ وہ کون تھا، جس نے زندگی کے سب سے بڑے دکھ میں اس سے معمولی سی وہ واحد خوشی بھی چھین لی تھی!

....

پادری نے ایرپورٹ سے ایک کار کرائے پر لی اور خود ہی ڈرائیو کرتے ہوئے جنوب کی طرف روانہ ہو گیا۔ رات کا وقت تھا۔ جب اُسے احساس ہوا کہ وہ اپنی منزل کے قریب آ پہنچا تو اس نے نقشے کا جائزہ لیا۔ پھر اس نے اپنی گھڑی میں وقت دیکھا۔ صبح ہونے ہی والی تھی۔ اُس نے انگڑائی لی اور کار کی رفتار کم کر دی۔ کار خوابیدہ مضافاتی علاقوں سے گزرتی سویا کو کی طرف بڑھ رہی تھی۔

اُس نے گاڑی روکی اور انجن بند کیا۔ اُس وقت بھی آسمان پر اندھیرا تھا۔ غیر معمولی سکوت کے احساس نے اُس کے جسم میں سرد لہری

دوڑا دی۔ وہ کار سے اترا اور اُس نے خانقاہ کا جائزہ لیا۔ سیاہ رنگ کی وہ عمارت ایک پہاڑی ٹیلے پر تعمیر کی گئی تھی۔ اُس کی چھت کافی اونچی اور اندھیرے میں آسمان کو چھوتی دکھائی دے رہی تھی۔

وہ سیڑھیاں چڑھتا خانقاہ کی طرف بڑھنے لگا۔ اسے احساس تھا کہ یہ جگہ صدیوں پرانی ہے۔ پہلی بار اسے تاریخ سے رابطے کا احساس ہو رہا تھا وہ جدوجہد کی صدیوں کا تصور کر سکتا تھا۔ خیر اور شر کے درمیان اس دھرتی پر صدیوں سے جنگ جاری تھی۔ یہ قلعہ ہیروڈ کے زمانے میں تعمیر کیا گیا تھا۔ وہ وہاں خود کو بہت چھوٹا اور اپنے وجود کو بے حد غیر اہم محسوس کر رہا تھا۔

وہ چلتے چلتے رکا اور اس بے حد قدیم دروازے کو دیکھنے لگا۔ جو اس سے چند گز دور رہ گیا تھا۔ وہ تصور کر سکتا تھا کہ یہاں صدیوں سے عابد عبادت کرتے رہے ہیں۔ اُس کے جسم میں تھرتھری سی دوڑ گئی۔ امریکا کے مشرقی شہروں میں کبھی اس پر ایسی ہیبت طاری ہوئی تھی، نہ ہی وقت کے تسلسل کا ایسا احساس ہوا تھا۔

اُس نے بھاری دروازے کو دھکیلا۔ وہ چرچراہٹ کی آواز کے ساتھ کھل گیا۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا خانقاہ میں داخل ہوا۔ اسے ایک اندرونی دروازہ نظر آیا۔ اس نے دروازے پر دستک دی۔

چھوٹا دروازہ کھل گیا۔

پہلے تو فادر ڈولان کو کچھ بھی نظر نہیں آیا۔ وہ دراز قد سیاہ ہیولیٰ تھا جو اسے اشارے سے اپنی طرف بلا رہا تھا۔ ڈولان نے سر اٹھا کر دیکھا...... اور بری طرح چونکا۔ وہ پروہت سیاہ فام تھا...... تاریک ترین رات کی طرح سیاہ۔ وہ دراز قد تھا اور اس کی داڑھی چگی تھی۔ وہ نیچے جانے والے زینے پر کھڑا اُسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کر رہا تھا۔

خنجروں کا پیکٹ سینے سے لگائے فادر ڈولان اُس زینے کی طرف بڑھ گیا۔

زینے نے اُسے زیرِ زمین ایک چھوٹے سے کمرے میں پہنچا دیا۔ وہاں وہ اکیلا تھا۔ پروہت نجانے کہاں غائب ہو گیا تھا۔

اُس کمرے میں سب سے نمایاں چیز سامنے والی دیوار پر آویزاں وہ صلیب تھی۔ وہ صلیب کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ اسی لمحے اسے احساس ہوا کہ اس کمرے میں کوئی اور داخل ہوا ہے۔ اُس نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ ایک پادری تھا۔ وہ فربہ اندام تھا۔ اس کی پیشانی کشادہ تھی اور ناک طوطے کی چونچ کی سی خمیدہ۔ عمر پچاس اور ساٹھ کے درمیان ہوگی۔

"فادر ڈی کارلو؟ فادر ڈولان نے سرگوشی میں دریافت کیا۔

آنے والے پادری نے سر کو اعترافی جنبش دی اور اسے کھڑے ہونے کا اشارہ کیا۔

ڈولان کھڑا ہوا اور اس نے خنجروں کا پیکٹ پادری کو دے دیا۔ اب وہ کسی قسم کی کسی بھی طرح کی وضاحت سننے کے لیے منتظر کھڑا تھا۔ لیکن سیاہ فام پروہت پھر نمودار ہو گیا تھا اور اسے واپس آنے کا اشارہ کر رہا تھا۔

ڈولان نے سوچا، شاید اسے بعد میں کچھ بتایا جائے گا۔ ویسے بھی اس وقت تو وہ نیند سے بے حال ہو رہا تھا اور صرف سو جانا چاہتا

تھا۔

فادر ڈی کارلو اُس کے جانے کا انتظار کرتا رہا۔ جب وہ کمرے میں اکیلا رہ گیا تو اس نے پیکٹ کھولا اور خنجر نکالے۔ پھر اُس نے انہیں ترتیب سے صلیب کے نیچے قربان گاہ پر رکھا اور چند لمحے انہیں غور سے دیکھتا رہا۔ پھر وہ گھٹنوں کے بل جھکا اور خنجروں کی واپسی پر خدا کا شکر ادا کرنے لگا۔ مگیدو کے قدیم مقدس خنجر لوٹ آئے تھے۔

خنجر کچھ دیر قربان گاہ پر رکھے رہے۔ فادر ڈی کارلو گھٹنوں کے بل جھکا رہا۔ پھر وہ سیدھا کھڑا ہوا۔ اسی نے اپنے چوغے کی اندرونی جیب سے ایک چرمی تھیلی نکال کر کھولی اور خنجروں کو قربان گاہ سے اٹھا کر ایک ایک کر کے چرمی تھیلی میں رکھ دیا۔ پھر وہ معبد کی طرف بڑھا۔ اُس نے دروازہ کھولا، چرمی تھیلی کو چوما، آنکھوں سے لگایا اور اسے معبد کی چوکھٹ پر رکھ دیا۔

ایک بار پھر اُس نے دعائے شکر کی...... انگریز ماہر فلکیات جان فیول کے لیے، جس نے مسیح کے دوسرے جنم کی تاریخ دریافت کی تھی اور سوبیا کو پیغام بھیج کر اطلاع دی تھی۔ اور ان مقدس خنجروں کی واپسی پر بھی، جو اس دنیا میں وہ واحد ہتھیار تھے، جن سے اینٹی کرائسٹ کی زندگی منقطع کی جا سکتی تھی۔

اینٹی کرائسٹ کو ختم کرنے کی پہلے دو بار کوشش کی گئی تھی۔ لیکن دونوں بار ناکامی ہوئی تھی۔ دونوں کوششوں کا نتیجہ الم ناک نکلا تھا۔ لیکن اس بار ناکامی نہیں ہوگی۔ کیونکہ اب مسیح کی ولادتِ ثانی کا وقت بھی آ پہنچا ہے۔ اور اینٹی کرائسٹ اب بھی زندہ ہے۔

آخری معرکہ شروع ہونے ہی والا ہے!

پیرس۔ فرانس

کیلی ہیرس کی فیشن کی دنیا میں آمد ایک دھماکہ تھی۔ اس کی عمر 23 سال تھی۔ وہ سیاہ فام امریکی تھی۔ اُس کی جلد شہد رنگ تھی اور چہرہ ایسا خوب صورت کہ کوئی بھی فوٹوگرافر اسے اپنا خواب قرار دے سکتا تھا۔ اس کی آنکھوں میں نرمی اور ذہانت تھی۔ اور جسمانی طور پر بھی وہ بے حد دل کش تھی۔ اسی سال ایلے اور ماموزیل نامی رسالوں کے قارئین نے اسے دنیا کی خوب صورت ترین ماڈل قرار دیا تھا۔

لباس تبدیل کرنے کے بعد کیلی نے ستائشی نظروں سے پینٹ ہاؤس کا جائزہ لیا۔ اس اپارٹمنٹ کو دیکھ کر اسے ہمیشہ حیرت آمیز خوشی ہوئی تھی۔ اپارٹمنٹ بھی خوب صورت تھا اور اس کی آرائش بھی غیر معمولی تھی۔ ٹیرس سے دریا کا نظارہ کیا جا سکتا تھا اور نوٹرے ڈیم بھی سامنے تھا۔

کیلی بے چینی سے ویک اینڈ کی منتظر رہی تھی۔ اس کے شوہر نے ویک اینڈ پر اسے ایک سرپرائز ٹریٹ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ ''تم اپنا بہترین لباس پہننا جانم۔ میں تمہیں جہاں لے جا رہا ہوں، تمہیں وہ بہت اچھا لگے گا۔'' اس کے شوہر نے کہا تھا۔

یہ یاد کر کے کیلی مسکرائی۔ مارک ہیرس بے حد شاندار آدمی تھا۔ کیلی نے اپنی گھڑی پر نظر ڈالی اور گہری سانس لی۔ اس نے سوچا، اب مجھے چل دینا چاہیے۔ شو شروع ہونے میں صرف آدھا گھنٹا رہ گیا ہے۔

چند لمحے بعد وہ اپارٹمنٹ سے نکلی اور لفٹ کی طرف بڑھی۔ اسی وقت پڑوس کے اپارٹمنٹ کا دروازہ کھلا اور میڈم جوزٹ لاپونٹ راہداری میں آئی۔ وہ چھوٹے قد کی موٹی عورت تھی۔ کیلی سے وہ ہمیشہ بہت اچھی طرح بات کرتی تھیں۔ ''گڈ آفٹرنون مسز ہیرس۔'' مادام لاپونٹ نے کہا۔

کیلی مسکرائی ''گڈ آفٹرنون میڈم لاپونٹ۔''

''بہت ہی حسین لگ رہی ہو...... ہمیشہ کی طرح۔''

''شکریہ۔'' کیلی نے لفٹ بلانے کے لیے بٹن دبایا۔

چند گز کے فاصلے پر ایک مزدور دیوار کے پاس کھڑا ایک سوئچ ٹھیک کر رہا تھا۔ اس نے دونوں عورتوں کو دیکھا اور پھر سر گھما لیا۔

''ماڈلنگ کیسی جا رہی ہے۔'' میڈم لاپونٹ نے کیلی سے پوچھا۔

''بہت اچھی۔''

''میں بھی کسی دن تمہارا فیشن شو دیکھنے آؤں گی۔''

''مجھے بتا دیجیے گا۔ میں آپ کے لیے بہت اچھی سیٹ کا بندوبست کر دوں گی۔''

لفٹ آئی تو وہ دونوں اس کی طرف بڑھیں۔ مزدور نے یہ دیکھ کر اپنے ایپرن کی جیب سے چھوٹا سا واکی ٹاکی نکالا اور جلدی جلدی اس میں کچھ کہنے لگا۔ پھر وہ تیز قدموں سے ایک طرف چل دیا۔

لفٹ کا دروازہ بند ہو ہی رہا تھا کہ کیلی کو اپنے اپارٹمنٹ میں فون کی گھنٹی کی آواز سنائی دی۔ وہ ایک لمحے کو ہچکچائی۔ اسے جلدی تو تھی۔ لیکن اسے

یقین تھا کہ یہ مارک کا فون ہے۔ ''آپ جائیں۔ میں یہ فون اٹینڈ کرلوں۔'' اس نے میڈم لاپونٹ سے کہا اور لفٹ سے نکل آئی۔

باہر آکر اس نے پرس سے چابی نکالی اور اپارٹمنٹ کی طرف لپکی۔ دروازہ کھول کر اندر جاتے ہی اس نے ریسیور اٹھایا اور ماؤتھ پیس میں بے ساختہ کہا۔ ''مارک؟''

''ہیلو میٹ۔'' دوسری طرف سے کسی اجنبی آواز نے کہا۔

کیلی کو مایوسی ہوئی۔ ''رانگ نمبر۔''

''ریسیور رکھ کر وہ باہر آئی۔ اس وقت نیچے کہیں اتنا زبردست دھماکہ ہوا کہ پوری عمارت لرز کر رہ گئی۔ ایک لمحے بعد چیخ پکار کی آواز سنائی دی۔ کیلی لفٹ کو بھول کر زینے کی طرف لپکی اور تیزی سے اترنے لگی۔

نیچے لابی میں پہنچ کر اسے اندازہ ہوا کہ آوازیں بیس منٹ سے آرہی ہیں۔

وہ سیڑھیاں اتر کر بیس منٹ میں پہنچی تو پچکی ہوئی لفٹ اور اس میں پھنسی ہوئی میڈیم لاپونٹ کی تڑی مڑی لاش دیکھ کر اسے چکر آنے لگے۔ بے چاری میڈم لاپونٹ! ابھی ایک منٹ پہلے وہ زندہ تھیں، اُس سے باتیں کر رہی تھیں اور اب...... پھر اسے خیال آیا کہ اُس رانگ کال نے اسے بچالیا۔ وہ کال سننے کے لیے نہ گئی ہوتی تو اس وقت وہ بھی...... اس سے زیادہ سوچنے کی اس میں ہمت نہیں تھی۔

لفٹ کے گرد خاصا مجمع لگ گیا تھا۔ دور سے سائرن کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ کیلی کو احساس جرم ستانے لگا۔ اُسے یہاں رکنا چاہیے تھا۔ لیکن وہ نہیں رک سکتی تھی۔ اُس نے میڈم لاپونٹ کی لاش پر الوداعی نظر ڈالی اور بڑبڑائی۔ ''آئی ایم سوری میڈیم لاپونٹ۔''

٭

وہ اسٹیج ڈور کے ذریعے فیشن سیلون میں داخل ہوئی تو پیٹر اعصاب زدگی کے عالم میں اُس کا منتظر تھا۔

''کیلی...... کیلی...... تم لیٹ ہو۔'' پیٹر اُس کی طرف جھپٹا۔ ''شو شروع ہو چکا ہے۔ اور......''

''سوری پیٹر۔ میں ایک بہت خوفناک حادثے......''

پیٹر نے گھبرا کر اُسے غور سے دیکھا۔ ''تمہیں چوٹ لگی ہے......؟''

''نہیں۔'' کیلی نے ایک لمحے کو آنکھیں بند کرلیں۔ جو کچھ وہ دیکھ کر آئی تھی، اُس کے بعد شو میں شرکت آسان نہیں تھی۔ لیکن وہ جان بھی نہیں چھڑا سکتی تھی۔ کیونکہ شو کی اسٹار وہی تھی۔

''جلدی کرو گڑیا۔''

کیلی ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گئی۔

٭

یہ سال کا سب سے اہم اور بڑی ساکھ والا شو تھا۔ اگلی قطار میں پاپارزی صحافی بیٹھے تھے۔ کوئی سیٹ خالی ہونے کا تو سوال ہی نہیں تھا۔ کمرے کے عقبی حصے میں تو لوگ کھڑے تھے۔ وہ سب آنے والے سیزن کے نئے ڈیزائنوں کی ایک جھلک دیکھنے آئے تھے۔

ماڈلز اپنے مخصوص انداز میں ٹہل رہی تھی۔ مائیک پر کوئی کمنٹری کر رہا تھا۔ رن وے پر اس وقت ایک ایشیائی لڑکی کیٹ واک کر رہی تھی۔ کمنٹری کرنے والا اس لباس کے بارے میں تشریح کر رہا تھا۔

ایک کے بعد ایک ماڈلز آتی رہیں۔ لیکن دیکھنے والوں کو ان میں زیادہ دلچسپی نہیں تھی۔ وہ تو اصل میں کیلی ہیرس کو دیکھنے کے لیے آئے تھے۔ یہ تو ان کے لیے محض وقت گزاری تھی۔

سوئیڈش ماڈل رخصت ہوگئی۔ کیٹ واک اب سنسان تھی۔ لاؤڈ اسپیکر پر اناؤنسر کی آواز ابھری۔ ''اور اب آنے والے پیرا کی کے سیزن کے لیے ساحلوں پر پہنے جانے والے ملبوسات ملاحظہ فرمائیں......''

مجمع میں بھن بھناہٹ سی ابھری۔ اور اگلے ہی لمحے کیلی نمودار ہوئی۔ وہ سفید بکنی پہنے ہوئے تھی۔ اور اسے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ چل رہی ہے۔ وہ تو جیسے ہوا میں لہرا رہی تھی۔ دیکھنے والوں کی سانسیں رکنے لگیں۔

کیلی نے رن وے کا چکر لگایا اور غائب ہوگئی۔

اسٹیج کے عقب میں دو آدمی اس کے منتظر تھے۔ ''مسز ہیرس، آپ مجھے ایک منٹ......'' ان میں سے ایک نے کہا۔

''سوری۔ مجھے بہت تیزی سے لباس تبدیل کرنا ہے۔'' یہ کہہ کر کیلی نے گزر جانا چاہا۔

''مسز ہیرس، میں چیف انسپکٹر ڈیون ہوں۔ ہمیں آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔''

''پولیس!'' کیلی ٹھٹھک گئی۔ ''مجھ سے......ضروری بات!''

''مجھے آپ کو یہ اطلاع دیتے ہوئے بہت دکھ ہو رہا ہے کہ گزشتہ رات آپ اپنے شوہر سے محروم ہوگئیں۔''

کیلی کا حلق ایک دم سے خشک ہوگیا۔ ''میرا شوہر......کیسے؟''

''بہ ظاہر تو لگتا ہے کہ انہوں نے خودکشی کی ہے۔''

کیلی کی سماعت جیسے معطل ہوگئی۔ وہ کچھ سن رہی تھی اور کچھ لفظ کہیں کھو جاتے تھے۔ چیف انسپکٹر کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ ''......ایفل ٹاور......آدھی رات......رقعہ......افسوس ناک......میری ہمدردی......''

وہ بے معنی لفظ تھے۔ اُس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ وہ تو مارک کی آواز سن رہی تھی۔ ''اس ویک اینڈ پر تم اپنا بہترین لباس پہننا۔ میں تمہیں جہاں لے کر چلوں گا، تمہیں بہت اچھا لگے گا۔'' یہ مارک کے آخری الفاظ تھے۔ ''سنیں......آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔'' اس نے کہا۔ مارک ایسا نہیں کر سکتا۔''

''آئی ایم سوری۔ آپ ٹھیک تو ہیں نا مام۔''

''ہاں...... میں ٹھیک ہوں۔'' کیلی نے کہا۔اور دل میں بولی...... بس زندگی ختم ہوگئی ہے۔

پیٹر ڈریسنگ روم سے نکلا۔اُس کے ہاتھ میں ایک دھاریوں والی بکنی تھی۔'مہنی...... جلدی سے یہ پہنو۔وقت نہیں ہے ہمارے پاس۔''

کیلی نے بکنی کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا۔بکنی فرش پر گرگئی۔''پیٹر......'' کیلی نے اُسے پکارا۔''ایسا کرو،اسے تم ہی پہن لو۔''

پیٹر پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا۔

......✿......

کیلی کو ایک لیموزین میں اُس کے گھر پہنچایا گیا۔سیلون منیجر کسی کو اُس کے ساتھ بھیجنا چاہتا تھا۔لیکن کیلی نے سختی سے منع کر دیا۔وہ تنہائی چاہتی تھی۔بلڈنگ میں داخل ہوتے ہی اسے سپرنٹنڈنٹ فلپ سینڈر نظر آیا۔وہ کئی کرائے داروں کے درمیان گھرا ہوا تھا۔

ایک کرائے دار نے کیلی سے کہا۔''بے چاری میڈم لاپونٹ۔کیسا خوف ناک حادثہ تھا۔''

اوور آل پہنے ہوئے ایک آدمی دو کیبلز کے مڑے تڑے سرے ہاتھ میں لیے کھڑا تھا۔وہ کوئی ٹیکنیشن لگتا تھا۔''یہ حادثہ نہیں تھا میڈیم۔'' اُس نے کہا۔''کسی نے لفٹ کا حفاظتی بریک منقطع کر دیا تھا۔یہ کٹا ہوا کیبل دیکھ لیں۔''

......✿......

صبح کے چار بجے تھے۔کیلی ایک کرسی پر بیٹھی کھڑکی سے باہر دیکھے جا رہی تھی۔اُس کی سماعت میں آوازیں گونج رہی تھیں...... خودکشی...... اعترافی...... رقعہ...... پھر ایک آواز رہ گئی۔مارک مر چکا ہے...... مارک مر چکا ہے...... مارک......

وہ سوچنے لگی...... کیا مارک میری وجہ سے مرا ہے؟ میرے کسی فعل، میری کسی غلطی کی وجہ سے؟ کیا میں نے ایسا کچھ کہا؟ یا یوں ہے کہ وہ کچھ سننا چاہتا تھا، اور میں وہ کہہ نہ سکی؟ وہ صبح گیا تو میں سو رہی تھی۔میں نے اسے خدا حافظ بھی نہیں کہا۔میں نے اسے یہ بھی نہیں بتایا کہ میں اُس سے کتنی محبت کرتی ہوں۔میں جی ہی نہیں سکتی اس کے بغیر......

مارک...... میری مدد کرو۔ہمیشہ تم نے مجھے سہارا دیا...... اُس نے پکارا۔تو اب زندگی کے سب سے بڑے بحران میں مجھے اکیلا چھوڑ دیا ہے تم نے؟

مارک...... میرا ہاتھ تھام لو...... ہمیشہ کی طرح!

مگر اب اس کے پاس یادوں کے سوا کچھ بھی نہیں تھا!

......✿......

کیلی فلاڈلفیا میں پیدا ہوئی تھی۔وہ گھروں میں کام کرنے والی ایک سیاہ فام خادمہ کی بیٹی تھی۔اُس کا باپ ایک بڑے اچھے سفید فام گھرانے کا فرد تھا...... اور ایک کامیاب جج۔لیکن اس کی پیدائش شادی کا نتیجہ نہیں تھی۔

کیلی کی ماں اتھل بہت حسین تھی۔وہ سترہ سال کی تھی کہ راس ٹرنر اُس پر مرمٹا۔اتھل اس کے گھر میں کام کرتی تھی۔ہوس کے نتائج

سامنے آئے تو ایتھل نے راس کو مطلع کیا۔ ''یہ تو بڑی زبردست خبر ہے۔'' راس نے کہا اور اپنے باپ کی اسٹڈی کی طرف لپکا۔ تا کہ یہ خبر اپنے باپ کو سنائے۔

اگلی صبح جج ٹرز نے ایتھل کو اپنی اسٹڈی میں طلب کیا۔ ''میرے گھر میں کوئی آبرو باختہ ملازمہ کام نہیں کر سکتی۔'' اس نے کہا ''اس لیے میں تمہیں نکال رہا ہوں۔''

ایتھل کے پاس تعلیم تھی، نہ کوئی ہنر، نہ پیسہ۔ بہر حال اسے ایک انڈسٹریل بلڈنگ میں صفائی کا کام مل گیا۔ وہ وہاں بارہ گھنٹے کام کرتی۔ اسے اپنی بچی کو پالنا تھا۔ پانچ سال میں ایتھل نے اتنا بچا لیا کہ وہ ایک اوسط درجے کا بڑا مکان خرید سکے۔ وہاں اس نے مردوں کے لیے ایک بورڈنگ ہاؤس بنا لیا۔ اس مکان میں ایک نشست گاہ، ایک طعام گاہ، چار چھوٹے بیڈ روم، دو باتھ روم، ایک کچن اور ایک اسٹور روم تھا۔ کیلی اسٹور روم میں سوتی تھی۔

کچھ لوگ ایسے تھے، جو اس بورڈنگ ہاؤس میں آتے جاتے تھے۔ ''یہ تمہارے انکل ہیں۔'' ایتھل کیلی کو سمجھاتی۔ ''انہیں کبھی تنگ نہ کرنا۔''

معصوم کیلی خوش تھی کہ اس کا اتنا بڑا خاندان ہے۔ مگر جب وہ بڑی ہوئی تو اس نے سمجھ لیا کہ وہ سب اجنبی لوگ ہیں۔

کیلی آٹھ سال کی تھی کہ اُس کے ایک نام نہاد انکل نے اسے روند ڈالا۔ وہ اُس کے لیے بہت بڑا سانحہ تھا۔ ایک طرف تو جوان ہوتے ہوتے اسے اپنے غلیظ ہونے کا احساس ستانے لگا۔ دوسری طرف اسے مردوں سے نفرت ہوگئی...... گہری نفرت! ایک تبدیلی اور آئی۔ وہ اندھیرے سے ڈرنے لگی۔

دس سال کی عمر میں ماں نے اسے بورڈنگ ہاؤس کے اوپر کے کاموں میں لگا دیا۔ وہ صبح پانچ بجے اٹھتی، ٹوائلٹ صاف کرتی، کچن کا فرش رگڑ کر صاف کرتی۔ پھر ناشتہ تیار کرنے میں ماں کا ہاتھ بٹاتی۔ اسکول سے واپس آ کر وہ کمروں کی صفائی کرتی، کپڑے دھوتی اور پھر رات کے کھانے میں ماں کی مدد کرتی۔ اُس کی زندگی تھکا دینے والے معمولات میں بری طرح الجھ گئی تھی۔

وہ بڑے شوق سے ماں کی مدد کرتی۔ اسے تمنا تھی تو صرف ستائش کے چند لفظوں کی۔ مگر وہ اسے کبھی نہیں ملے۔ اُس کی ماں بورڈنگ ہاؤس کے مکینوں میں گم رہتی۔ اسے بیٹی کی موجودگی کا احساس بھی نہیں تھا۔

ایک بار بورڈنگ ہاؤس میں ایک مہربان کرایہ دار آیا تھا۔ اُس نے کیلی کو ایلس اور ونڈر لینڈ کی کہانی پڑھ کر سنائی تھی۔ کیلی اکثر سوچتی تھی کہ ایلس کی طرح اسے بھی یہاں سے فرار ہونے کے لیے خرگوش کے ایک جادوئی بل کی ضرورت ہے۔ ورنہ اس کی زندگی یونہی ٹوائلٹ کے فرش پر پوچھا لگاتے اور اجنبیوں کی خدمت کرتے گزر جائے گی۔

اور ایک دن اسے خرگوش کا وہ جادوئی بل مل ہی گیا۔ وہ اُس کا تخیل تھا، جس کی مدد سے وہ جہاں چاہتی، چلی جاتی، جو چاہتی، کر لیتی۔ وہ اپنی زندگی کی کہانی از سر نو لکھ سکتی تھی۔

زندگی کی اس نئی کہانی میں اُس کے والدین کے درمیان رنگ و نسل کا تفاوت نہیں تھا۔ اور وہ اُس پر کبھی غصے سے چلاتے نہیں تھے۔ وہ ایک خوبصورت اور بڑے گھر میں رہتے تھے۔ اُس کے ماں باپ اس سے محبت کرتے تھے...... محبت...... بہت محبت...... بہت زیادہ......

کیلی 14 سال کی ہوئی تو اس کی ماں نے ایک کرائے دار سے شادی کر لی۔ وہ بارٹینڈر ڈان برک تھا...... ادھیڑ عمر آدمی، جس کی سوچ سے لے کر عمل تک سب کچھ منفی تھا۔ مثبت کچھ بھی نہیں تھا۔ کیلی کوشش کے باوجود کبھی اسے خوش نہیں کر پائی۔ کھانا بہت بدمزہ ہے...... اس رنگ کے کپڑے تم پر بالکل نہیں جچتے...... بیڈروم کا شیڈ تم نے ابھی تک ٹھیک نہیں کیا...... یہ باتھ روم کب صاف کرو گی، وغیرہ وغیرہ۔ اُس کی شکایات کبھی ختم نہیں ہوتی تھیں۔

کیلی کے سوتیلے باپ کے ساتھ ایک مسئلہ مے نوشی کا بھی تھا۔ کیلی اور اُس کی ماں کے کمروں کے بیچ کی دیوار زیادہ موٹی نہیں تھی۔ رات کو اسے مارپیٹ اور چیخنے کی آوازیں صاف سنائی دیتی تھیں۔ اور صبح اٹھتے ہی اس کی ماں مارپیٹ کے نشان چھپانے کے لیے بہت گہرا میک اپ کرتی۔ لیکن وہ نشان چھپنے والے نہیں تھے۔

کیلی بہت دکھی ہوگئی۔ وہ اکثر سوچتی کہ اسے اور ماں کو یہاں سے نکل بھاگنا چاہیے۔ اسے یقین تھا کہ اُس کے اور ماں کے درمیان گہری اور بے پایاں محبت موجود ہے۔

ایک رات جب کیلی سونے اور جاگنے کے درمیان کی کیفیت میں تھی تو اس نے اپنے سوتیلے باپ کی آواز سنی۔ ''تم نے اس منحوس لڑکی کو پیدا ہی کیوں ہونے دیا؟'' وہ اس کی ماں سے پوچھ رہا تھا۔

''میں نے تو بہت کوشش کی تھی ڈان۔'' اس کی ماں کے لہجے میں معذرت تھی۔ ''مگر وہ بہت ڈھیٹ ہے۔ میں ہار گئی۔''

کیلی اُس رات بہت روئی۔ دنیا میں کوئی بھی ایسا نہیں تھا، جسے اس کی ضرورت ہو، جسے اُس سے محبت ہو۔ اس کی ماں کو بھی نہیں!

پھر کیلی کو زندگی کی اکتاہٹ سے فرار کا ایک اور راستہ مل گیا۔ اور وہ تھا مطالعہ۔ کتابوں کی دنیا میں اُس کا خوب دل لگا۔ وہ کوشش کرنے لگی کہ فرصت کا ہر لمحہ پبلک لائبریری میں گزرے۔

سوتیلے باپ کی مے نوشی کی وجہ سے کیلی کو کبھی ماں سے پیسے نہیں مل پاتے تھے۔ اس لیے وہ خوش حال لوگوں کے ہاں ویک اینڈ پر بچوں کو بہلانے کی خدمات انجام دینے لگی۔ پہلی بار اسے پتا چلا کہ گھروں میں خوش حالی ہی نہیں، خوشیاں اور محبتیں بھی ہوتی ہیں۔ لیکن اسے ایسا گھر کبھی نہیں ملے گا۔

سترہ سال کی عمر میں کیلی اپنی ماں سے بھی زیادہ حسین ہوگئی۔ اسکول میں کوئی لڑکا ایسا نہیں تھا، جس کے دل میں اُس سے دوستی کی تمنا نہ ہو۔ لیکن کیلی نے کبھی کسی کو منہ نہیں لگایا۔ اتوار کے دن کیلی جلدی جلدی اپنے کام نمٹا کر لائبریری چلی جاتی اور شام تک پڑھتی رہتی۔

لائبریرین لزا ہوسٹن بہت ذہین اور ہمدرد عورت تھی۔ کیلی جیسی جوان اور خوب صورت لڑکی لائبریری میں اتنا وقت کیوں گزارتی ہے، اس بات نے اسے متجسس کر دیا۔ ایک دن اُس نے کیلی کو سراہتے ہوئے کہا۔ ''جوان لڑکی میں مطالعے کا یہ شوق مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔''

وہ ان کے درمیان دوستی کا آغاز تھا۔ اگلے چند ہفتوں میں کیلی نے اپنے خوف، اپنی امیدیں اور اپنے سب خواب لزا ہوسٹن کو سناڈالے۔

تم زندگی میں کیا کرنا چاہتی ہوں کیلی؟

''میں ٹیچر بننا چاہتی ہوں۔''

''یہ بہت اچھا اور معزز پیشہ ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ تم بہت اچھی ٹیچر ثابت ہوگی۔''

کیلی کچھ کہنے والی تھی۔ مگر رک گئی۔ اسے ایک ہفتہ پہلے ناشتے پر اپنی ماں اور ڈان سے ہونے والی گفتگو یاد آ گئی۔ کیلی نے اپنی ماں سے کہا تھا کہ وہ کالج جانا چاہتی ہے۔ کیونکہ اسے ٹیچر بننا ہے۔

''ٹیچر'' ڈان برک نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں دہرایا'' کیا احمقانہ خیال ہے۔ ارے تمہارے لیے فرش رگڑنا ہی مناسب ترین کام ہے۔ اور پھر ہمارے پاس اتنے پیسے کہاں کہ تمہیں کالج بھیج سکیں......''

''لیکن مجھے وظیفے کی پیش کش کی گئی۔ اور......''

''اس سے کیا ہوتا ہے کیا ہم تمہیں اس طرح وقت برباد کرنے دیں گے۔ ہرگز نہیں۔ البتہ تم اپنے حسن سے کچھ فائدہ اٹھاؤ تو......''

وہ اس کا جملہ پورا ہونے سے پہلے وہاں سے نکل آئی تھی۔ اب وہ سب یاد کرتے ہوئے اس نے مسز ہوسٹن سے کہا۔'' وہ مجھے کالج نہیں جانے دیں گے۔ میں زندگی بھر بس یہی کچھ کرتی رہوں گی۔''

''میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔'' مسز ہوسٹن نے بڑے اعتماد سے کہا۔'' یہ بتاؤ، عمر کتنی ہے تمہاری؟''

''تین ماہ بعد میں اٹھارہ کی ہو جاؤں گی؟''

''اور تب تم اپنے فیصلے خود کر سکو گی۔ تم ایک جوان اور خوبصورت لڑکی ہو۔ یہ بات یاد رکھا کرو۔''

''نن......نہیں تو......'' کیلی ہکلائی۔ اب وہ اسے کیسے بتاتی کہ وہ خود کو کتنا غلط اور حقیر سمجھتی ہے۔'' مجھے اپنی زندگی سے نفرت ہے مسز ہوسٹن میں......میں یہاں رہنا نہیں چاہتی۔ میں کوئی تبدیلی چاہتی ہوں۔ لیکن مجھے موقع کبھی نہیں ملے گا......نہ کچھ کرنے کا......نہ کچھ بننے کا۔''

''کیلی......''

''مجھے یہ سب کتابیں نہیں پڑھنی چاہیے تھیں۔'' کیلی کے لہجے میں تلخی تھی۔

''یہ کیوں کہہ رہی ہو تم؟''

''ان کتابوں میں جھوٹ ہی جھوٹ ہے۔ دنیا میں کہیں نہ خوب صورت لوگ ہیں، نہ شان دار جگہیں......اور نہ ہی کسی خرگوش کا جادوئی بل......''

مسز ہوسٹن چند لمحے اس حسین مگر دل شکستہ لڑکی کو محبت سے دیکھتی رہی۔'' کیلی......دنیا میں خوب صورت کچھ بھی نہیں ہوتا۔ خوبصورت بنانا پڑتا ہے۔ جادو بھی ہوتا ہے۔ لیکن تمہیں خود کو جادوگر بنانا ہوگا۔ سب کچھ کوشش سے ہوتا ہے۔''

''میں......میں کیا کرسکتی ہوں؟''

''پہلے خواب دیکھو پھر ان کی تعبیر کے لیے جدوجہد کرو۔ اگلی بار تم آؤ گی تو میں تمہیں سمجھاؤں گی کہ تمہیں کیا کرنا ہے۔''

یہ ایک اور جھوٹ ہے۔ کیلی نے دل میں سوچا۔

......✿......

اگلی بار وہ لائبریری گئی تو مسز ہوسٹن نے پوچھا۔ ''یاد ہے کیلی، میں نے پچھلی بار کیا کہا تھا؟''

''جی ہاں۔'' کیلی کا لہجہ مضحکہ اڑانے والا تھا۔

مسز ہوسٹن نے اپنی دراز سے کچھ میگزین نکالے اور کیلی کی طرف بڑھائے۔ وہ سب فیشن میگزین تھے۔

''میں ان کا کیا کروں؟''

''تم نے کبھی ماڈلنگ کرنے کا بھی سوچا؟''

''نہیں۔''

''یہ میگزین دیکھو، سوچو اور پھر مجھے بتاؤ کہ انہیں دیکھ کر کوئی جادوئی آئیڈیا تمہارے ذہن میں آتا ہے، جو تمہاری زندگی کو جادو سے بدل دے۔''

''شکریہ مسز ہوسٹن۔'' کیلی نے بے دلی سے کہا۔ وہ جانتی تھی کہ مسز ہوسٹن اُس کا بھلا چاہتی ہیں۔ لیکن اُس کے حالات کی سنگینی سے پوری طرح واقف نہیں ہے۔

......✿......

کیلی میگزین گھر لے گئی اور انہیں کہیں ٹھونس کر بھول گئی۔ پھر وہ اپنے کاموں سے لگی رہی۔ رات کو تھکن سے بے حال وہ اپنے بستر پر آ کر لیٹی تو اسے وہ میگزین یاد آئے۔ اُس نے میگزین نکالے اور ان میں سے کچھ کی ورق گردانی کی۔ اسے احساس ہوگیا کہ واقعی وہ کوئی اور ہی دنیا تھی۔ لندن پیرس، اور دوسرے خوب صورت شہر، حسین ماڈلز، خوب رو مرد۔ وہ سب کچھ دیکھتے ہوئے کیلی کے اندر ایک تڑپ پیدا ہوئی۔ وہ ڈریسنگ گاؤن پہن کر باتھ روم گئی اور آئینے میں اپنے عکس کو دیکھا۔ لوگ اسے بتاتے تھے کہ وہ بہت خوبصورت ہے۔ لیکن وہ یقین نہیں کرتی تھی۔ وہ انہیں جھوٹا سمجھتی تھی۔ لیکن اس وقت اسے احساس ہوا کہ آئینہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ وہ بلاشبہ خوب صورت اور پرکشش تھی۔

اُس نے سوچا، چلو مان لیا کہ میں خوبصورت ہوں۔ لیکن میرے پاس تجربہ تو نہیں ہے۔

جادو ہوتا ہے۔ لیکن اس کے لیے آدمی کو جادوگری آنی چاہیے۔ اس نے خود کلامی کی۔

......✿......

اگلی صبح وہ لائبریری گئی۔ مسز ہوسٹن نے حیرت سے اُسے دیکھا۔ کیلی اتنی صبح لائبریری کبھی نہیں آتی تھی۔ ''گڈ مارننگ کیلی۔'' اس نے کہا۔تم نے وہ میگزین دیکھے؟''

''جی ہاں۔اور میں ماڈل بننا چاہتی ہوں۔مگر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کہاں سے شروعات کروں۔''

مسز ہوسٹن مسکرائی۔''میں بتاتی ہوں۔تم نے کہا تھا کہ تم یہاں نہیں رہنا چاہتیں۔ چنانچہ میں نے نیویارک کی ڈائریکٹری چیک کی۔'' مسز ہوسٹن نے اپنے بیگ سے ایک کاغذ نکال کر اُس کی طرف بڑھایا۔''یہ مین ہٹن کی ٹاپ کی ماڈلنگ ایجنسیوں کی فہرست ہے۔اس میں ان کے پتے اور فون نمبر بھی موجود ہیں۔''اس نے حوصلہ افزائی کے لیے کیلی کا ہاتھ دبایا۔''میرا مشورہ ہے کہ ٹاپ سے اسٹارٹ لینا۔''

کیلی مبہوت ہو کر اُسے دیکھ رہی تھی۔''میں......میں آپ کا کیسے شکریہ ادا......''

''بہت آسان ہے میرا شکریہ ادا کرنا۔ان میں کسی میگزین میں تمہارا فوٹوگراف چھپے تو سمجھ لینا کہ تم نے میرا شکریہ ادا کر دیا۔''

....

اس رات ڈنر پر کیلی نے اعلان کیا۔''میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں ماڈل بنوں گی۔''

ڈان برک نے کہا۔''یہ تمہارا اب تک کا بدترین آئیڈیا ہے۔تم زیادہ سے زیادہ کال گرل بن سکوگی۔''

''کیلی......وہ غلطی نہ کرو، جو میں نے کی تھی۔''اُس کی ماں نے کہا۔''ہم سیاہ فام بھی ہیں اور غریب بھی۔ہم جیسے لوگوں کو خواب راس نہیں آتے۔''

....

صبح پانچ بجے کیلی نے اپنا سوٹ کیس پیک کیا اور بس اسٹینڈ کی طرف چل دی۔اس کے ہینڈ بیگ میں دو سو ڈالر تھے، جو اُس نے بے بی سٹنگ کر کے جمع کیے تھے۔

بس کا سفر دو گھنٹے کا تھا۔اس عرصے میں کیلی جاگتی آنکھوں خواب دیکھتی رہی۔وہ صف اول کی ماڈل بننے والی تھی۔مسئلہ یہ تھا کہ وہ دوسرے نام سے محروم تھی۔اس نے کئی نام سوچے۔مگر کوئی جچا نہیں۔آخر اُس نے فیصلہ کیا کہ اُس کا پہلا نام ہی کافی ہے۔دنیا کی ٹاپ ماڈل کیلی!

اُس نے ایک سستے ہوٹل میں کمرا لیا۔ٹھیک نو بجے وہ اس ایجنسی کے دفتر پہنچ گئی۔جو مسز ہوسٹن کی فہرست میں ٹاپ پر تھی۔وہ مسز ہوسٹن کے مشورے پر عمل کر رہی تھیں۔اس نے ٹاپ سے اسٹارٹ لیا تھا۔

لابی سنسان تھی۔استقبالیہ ڈیسک پر بھی کوئی نہیں تھا۔وہ ایک شخص کی طرف بڑھ گئی، جو ایک میز پر بیٹھا کچھ لکھ رہا تھا۔

''ایکسکیوزمی۔'' کیلی نے کہا۔

اُس شخص نے سر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔

''آپ لوگوں کو کسی ماڈل کی ضرورت ہے؟'' کیلی نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔''

''کیلی نے سرد آہ بھری اور شکریہ کہہ کر واپسی کے لیے پلٹی۔

اُسی وقت اُس شخص نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ ایک لمحے میں اُس کے چہرے کا تاثر تبدیل ہو گیا۔ ''ایک منٹ...... یہاں آؤ۔'' اُس نے پکارا۔ پھر وہ ایک دم اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ''او مائی گاڈ...... تم...... کہاں سے آئی ہو تم؟''

کیلی نے الجھن بھری نظروں سے اُسے دیکھا۔ ''فلاڈلفیا سے۔''

''میرا مطلب تھا...... خیر چھوڑو۔ تم نے پہلے کبھی ماڈلنگ کی ہے؟''

''نہیں۔''

''کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جاب کے دوران سیکھ بھی لوگی۔''

کیلی کو اپنا حلق خشک ہوتا محسوس ہوا۔ ''کیا آپ مجھے ماڈلنگ کا کام دے رہے ہیں؟''

وہ مسکرایا۔ ''ہاں۔ ہمارے کلائنٹس تمہیں دیکھیں گے تو پاگل ہو جائیں گے۔''

کیلی کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ مین ہٹن کی سب سے بڑی ایجنسی تھی۔ اور وہ......

''میرا نام بل لرنر ہے۔ میں ہی یہ ایجنسی چلاتا ہوں۔ تمہارا کیا نام ہے؟''

یہ وہ لمحہ تھا، جس کے کیلی خواب دیکھتی آئی تھی۔ یہ پہلا موقع تھا، جب اُسے اپنا یک لفظی نام پیشہ ورانہ سطح پر استعمال کرنا تھا۔

بل لرنر اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ ''کیا تمہیں اپنا نام بھی معلوم نہیں؟''

''کیلی تن کر کھڑی ہو گئی۔ ''کیوں نہیں مسٹر لرنر۔ میرا نام کیلی ہے۔''

☼

لوئیسا رینالڈ نے جہاز کے گزرنے کی آواز سنی تو مسکرانے لگی۔ یہ گیری ہو گا۔ اُس نے سوچا۔ وہ لیٹ ہو گیا ہے۔ اُس نے گیری سے کہا تھا کہ وہ اسے ایئرپورٹ پر ریسیو کرلے گی۔ لیکن گیری نے کہا...... اس کی ضرورت نہیں سسٹر میں ٹیکسی کر لوں گا۔

''لیکن گیری، مجھے اچھا لگے......''

''تم گھر پر میرا انتظار کرنا۔ یہ زیادہ بہتر ہے۔''

''جیسی تمہاری مرضی بھائی۔''

لوئیسا کی زندگی میں ہمیشہ سے اُس کے بھائی گیری کی بڑی اہمیت تھی۔ جب وہ لڑکی تھی تو سمجھتی تھی کہ ساری دنیا اُس کی دشمن ہے۔ فلمی اداکاراؤں اور ماڈل گرلز کو دیکھ کر وہ احساس کم تری میں مبتلا ہو جاتی۔ صرف اس لیے کہ وہ کچھ موٹی تھی۔ حالانکہ یہ کوئی قانون نہیں کہ موٹی لڑکیاں خوب صورت نہیں ہو سکتیں۔ دبلی پتلی مرگھلی لڑکیوں سے تو وہ ہزار درجہ خوب صورت ہوتی ہیں۔

لوئیسا دن بھر آئینہ دیکھتی رہتی۔ اُس کے بال شہد رنگ تھے، آنکھیں نیلی تھیں، ناک نقشہ سبک تھا۔ اور جسم بہ قول اُس کے بھرا بھرا تھا۔ اب یہ کیسی بے انصافی ہے کہ مرد توند نکالے پھرتے رہیں تو انہیں کوئی کچھ نہیں کہتا۔ اور بھرے بھرے جسم والی لڑکیوں کو بھینس اور ہتھنی جیسے القابات سے نوازا جاتا ہے۔ اسکول میں لوئیسا کو اُس کی پیٹھ پیچھے ایسے ہی پکارا جاتا تھا۔ وہ بہت دکھی ہوتی تھی۔ لیکن گیری ہمیشہ اسے دلاسہ دیتا تھا۔ اسے خوشی تھی کہ اسے ایسا محبت کرنے والا بھائی ملا۔

وہ تعلیم مکمل کر کے ٹورنٹو یونیورسٹی سے نکلی تو ان القابات سے جان چھوٹی۔ اور اس نے سوچا، اب کوئی خوش ذوق مرد میری طرف بڑھے تو بڑھے۔ میں خودکسی کی طرف نہیں بڑھوں گی۔

اور ایک دن ایک خوش ذوق مرد اُس کی زندگی میں آ ہی گیا۔ اُس کا نام ہنری لاسن تھا۔ وہ دراز قد اور دبلا پتلا تھا۔ بلکہ اسے اُس کے موٹے ہونے کی پروا بھی نہیں تھی۔ وہ اسے کھانے پر ٹوکتا نہیں تھا۔ بلکہ وہ اسے کھلا کر خوش ہوتا تھا۔

ان کے ملنے کا سلسلہ جاری رہا۔ دو ماہ بعد ہنری نے اظہار محبت کیا۔ اور اُس سے شادی کا پوچھا۔ لوئیسا ایک ہی جواب دے سکتی تھی۔ اُس کی تو لاٹری نکل آئی۔ پہلی بار وہ کھل کر کھانا کھا رہی تھی۔

ان کی شادی ہنری کے باپ نے کرائی۔ وہ چرچ کا منسٹر جو تھا۔ لوئیسا کی خوشی کی کوئی حد نہیں تھی۔

ہنی مون کے لیے وہ لونگ لیک لوئیسا گئے۔ وہ بہت خوب صورت جگہ تھی۔ وہاں لوئیسا کی خوشی انتہا کو پہنچ گئی۔ اُس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ اُسے یہ سب کچھ مل سکتا ہے۔

اچانک ہنری نے کہا۔ ’’اب کفارہ ادا کرنے کا وقت آ گیا ہے۔‘‘

’’لوئیسا نے الجھن بھری نظروں سے اُسے دیکھا۔ ’’کیا مطلب؟‘‘

’’گناہ کا کفارہ! لذت کے جواب میں اذیت!‘‘

’’کیا کہہ رہے ہو؟ مجھے کیا کرنا ہوگا؟‘‘

’’گھٹنوں کے بل بیٹھ جاؤ۔‘‘

لوئیسا گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی۔

ہنری نے اپنی پینٹ سے بیلٹ کھینچی اور اس سے پہلے کہ لوئیسا کچھ سمجھتی، اُس کے جسم کے پر گوشت حصوں پر اسے کوڑوں کی طرح برسانے لگا۔

لوئیسا چیختی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ ’’یہ کیا کر رہے......؟‘‘

ہنری نے اسے پھر جھکا دیا۔ بیلٹ پھر حرکت میں آ گئی۔ ’’میں نے کہا نا، گناہ دھونے کے لیے سزا ضروری ہے۔ لذت کے بدلے اذیت......‘‘

''بس کرو ہنری......بس کرو......'' لوئیسا نے فریاد کی۔

''بیٹھی رہو گھٹنوں کے بل......'' ہنری کا لہجہ بہت سخت تھا۔

لوئیسا نے اٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن ہنری نے اسے دھکیل دیا۔

لوئیسا رو رہی تھی۔ لیکن ہنری مشینی انداز میں اسے مار رہا تھا۔ بالآخر چند لمحے بعد اُس نے کہا ''ہاں......اب ٹھیک ہے۔''
اس وقت تک لوئیسا ہلنے کے قابل بھی نہیں رہی تھی۔ اور اسے لگ رہا تھا کہ اُس کی کھال ادھڑ گئی ہے اور خون رس رہا ہے۔ بڑی مشکل سے وہ اپنے قدموں پر کھڑی ہوئی۔ اور بولنے کی تو اُس میں ہمت بھی نہیں تھی۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اپنے شوہر کو دیکھتی رہی۔

''جنس گناہ ہے۔ اور گناہ کی ترغیب سے لڑنا ضروری ہے۔ اور ترغیب سے ہارنے کے بعد سزا بھی ضروری ہے۔'' ہنری نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

لوئیسا سر جھٹکتی رہی۔ جو کچھ ہوا تھا، اس کے لیے نا قابل یقین تھا۔

''ذرا سوچو تو، آدم اور حوا جنت سے کیوں نکالے گئے۔ وہ نہ بہکتے تو ہم سب جنت میں ہوتے۔''

لوئیسا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''اب سب ٹھیک ہے ڈارلنگ۔'' ہنری نے اسے لپٹا لیا ''میں تم سے محبت کرتا ہوں۔''

''محبت تو میں بھی تم سے کرتی ہوں۔ مگر......''

''فکر مت کرو۔ ہم نے کفارہ ادا کر دیا۔ گویا گناہ کو شکست دے دی۔''

لوئیسا نے سوچا، چلو ٹھیک ہے، جو گزری سو گزری۔ اب تو جان چھوٹ گئی نا۔ پادری کے بیٹے کو تو بہت اچھا انسان ہونا چاہیے۔

''میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں لوئیسا۔ چلو......اب تمہیں ڈنر کرا دوں۔'' ہنری کے لہجے میں محبت کی حلاوت تھی۔

☼

ریسٹورنٹ میں بیٹھنا بھی لوئیسا کے لیے بے حد اذیت ناک تھا۔ اسے بہت تکلیف ہو رہی تھی۔ لیکن شرم کی وجہ سے وہ اضافی گدی بھی نہ مانگ سکی ''آرڈر میں دوں گا۔'' ہنری نے کہا اور اُس کے لیے زبردست کھانا منگوایا۔ ''تمہیں ضرورت ہے اچھے کھانے کی۔ ورنہ طاقت کہاں سے آئے گی۔'' اُس نے وضاحت کی کھانے کے دوران لوئیسا، جو کچھ ہوا تھا اس کے بارے میں سوچتی رہی۔ ہنری جیسا شاندار آدمی اُس نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ لیکن اُس حرکت پر اسے کیا کہا جائے؟ مذہبی جنونی! مگر خیر، جو ہوا سو ہوا۔ وہ بہت خیال رکھنے والا آدمی تھا۔ اور لوئیسا نے بھی سوچ لیا تھا کہ زندگی بھر اُس کا خیال رکھے گی۔

کھانے کے بعد ہنری نے خاص طور پر اُس کے لیے میٹھا منگوایا۔ ''مجھے صحت مند، تن درست اور بھاری بھرکم عورتیں اچھی لگتی ہیں۔''

لوئیسا مسکرائی۔ ''مجھے خوشی ہے کہ میں تمہارے لیے باعث مسرت ہوں۔''

ریسٹورنٹ سے نکل کر انہوں اپنے کمرے کا رخ کیا۔ ہنری نے لوئیسا کو اپنی باہوں میں لیا تو وہ پچھلی مار کی اذیت بھول گئی۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں تھا کہ ہنری بہت محبت کرنے والا آدمی تھا۔ محبت کرنا اسے خوب آتا تھا۔

''چلو......اب کفارے کا وقت آ گیا'' تھوڑی دیر بعد ہنری نے کہا۔ ''گھٹنوں کے بل بیٹھ جاؤ۔ شاباش!''

.......✿.......

رات کے دو بجے ہنری گہری نیند سو رہا تھا۔ لوئیسا اٹھی۔ اُس نے سوٹ کیس پیک کیا اور وہاں سے نکل بھاگی۔ فلائٹ پکڑ کر وہ وینکوور پہنچی اور گیری کو فون کیا۔ لنچ کے وقت وہ دونوں ملے۔ تب لوئیسا نے اُس کو سب کچھ بتا دیا۔

''مجھے طلاق لینی ہے۔'' لوئیسا نے کہا ''لیکن مجھے شہر بھی چھوڑنا ہے۔''

''گیری چند لمحے سوچتا رہا۔ پھر بولا۔ ''سس...... میرے ایک دوست کی انشورنس ایجنسی ہے ڈینوور میں۔ یہاں سے 1500 میل دور۔''

''بہت مناسب رہے گا۔''

''میں ابھی اسے فون کرتا ہوں۔''

.......✿.......

دو ہفتے بعد لوئیسا اس انشورنس کمپنی میں کام کر رہی تھی۔ گیری مسلسل اُس سے رابطے میں تھا۔ لوئیسا نے ایک خوب صورت بنگلہ خرید لیا تھا۔ گیری کو جب بھی موقع ملتا، وہ اُس سے ملنے آ جاتا۔ ویک اینڈ پر کبھی وہ مچھلی کا شکار کھیلنے جاتے، کبھی اسکی انگ کے لیے نکل نکل جاتے۔ باہر جانے کا موڈ نہ ہوتا تو وہ بنگلے میں بیٹھے باتیں کرتے رہتے۔

''سس......تم نہیں جانتیں، تم پر میں کتنا فخر کرتا ہوں۔'' گیری اکثر کہتا۔

لوئیسا بھی اپنے بھائی پر کم فخر نہیں کرتی تھی۔ اور وہ تھا بھی اس قابل اُس نے سائنس میں پی ایچ ڈی کیا تھا اور اب ایک بین الاقوامی کارپوریشن میں کام کر رہا تھا۔ ہوا بازی اُس کا مشغلہ تھا۔

اس وقت جہاز کی آواز سننے کے بعد لوئیسا گیری کو یاد کر رہی تھی۔ دروازے پر ہونے والی دستک نے اسے چونکا دیا۔ اُس نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا وہ ٹام ہیوبز تھا۔ گیری کا ہوا باز دوست۔

لوئیسا نے دروازہ کھولا۔ ٹام اندر آ گیا۔ ''کیسے ہو ٹام؟''

''ٹھیک ہوں۔''

''گیری ابھی نہیں پہنچا۔ ابھی شاید میں نے اُس کے جہاز کی آواز سنی تھی۔ وہ آتا ہی ہوگا۔ تم اُس کا انتظار کرو گے۔ یا......''

ٹام اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ ''تم نے خبریں نہیں دیکھیں؟''

لوئیسا نے نفی میں سر ہلایا۔ ''نہیں۔ کیا ہو رہا ہے آج کل۔ کوئی جنگ چھڑنے والی ہے کیا؟''

''بہت بری خبر ہے لوئیسا...... بہت بری۔ اور وہ بھی گیری کے بارے میں......''

لوئیسا کا جسم تن گیا۔ ''کیا ہوا اُسے؟''

''تمہارے پاس آ رہا تھا وہ۔ راستے میں ختم ہو گیا۔'' ٹام نے لوئیسا کی آنکھوں میں جیسے روشنی بجھتے دیکھی اور افسردہ ہو گیا۔ ''مجھے افسوس ہے لوئیسا۔ مجھے معلوم ہے کہ تم بہن بھائی ایک دوسرے سے کتنی محبت کرتے تھے۔''

لوئیسا نے بولنے کی کوشش کی۔ لیکن اس سے بولا نہیں جا رہا تھا۔ ''کیسے...... کیسے...... کیسے......؟''

''ڈینور سے چند میل باہر اُس کا جہاز پہاڑ سے ٹکرا گیا......''

لوئیسا کو چکر آنے لگے۔ ''ٹام...... پلیز مجھے اکیلا چھوڑ دو۔''

ٹام کی نگاہوں میں اُس کے لیے فکر مندی تھی۔ ''لوئیسا...... یہ تو مناسب نہیں۔ میں تمہیں کیسے اکیلا......''

''میرا خیال رکھنے کا شکریہ ٹام۔ لیکن پلیز...... مجھے تنہائی کی ضرورت ہے۔''

ٹام چند لمحے کھڑا رہا۔ وہ ہچکچا رہا تھا۔ پھر اُس نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''تمہارے پاس میرا فون نمبر موجود ہے۔ ضرورت محسوس کرو تو بلا تکلف کال کر لینا۔''

لوئیسا نے تو جیسے سنا ہی نہیں۔ اسے ٹام کے جانے کا بھی پتا نہیں چلا۔ وہ شاک کی حالت میں بیٹھی تھی، جیسے کسی نے اسے خود اُس کی اپنی موت کی اطلاع دی ہو۔ اُس کے تصور میں بچپن کی یادیں متحرک ہو رہی تھیں۔

گیری ہمیشہ سے اُس کا محافظ رہا تھا۔ لڑکے اسے موٹی ڈبل روٹی، بھینس اور ہتھنی کہہ کر پکارتے تو گیری اُن کی مرمت کرتا۔ وہ بڑے ہوئے تو گیری ہی اسے بیس بال کے گیم دکھانے لے جاتا۔ وہ اُس کی فکر کرتا، اس کا خیال رکھتا۔ آخری بار وہ ابھی ایک ہفتے پہلے ہی یک جا ہوئے تھے۔

لوئیسا اس ملاقات کو اپنے ذہن میں تازہ کرنے لگی۔ اُس کی آنکھیں بھر آئیں۔ وہ ڈائننگ روم میں کھانے کی میز پر بیٹھے تھے۔ ''تم کھا نہیں رہے ہو گیری۔''

''کھانا بہت لذیذ ہے سس۔ بس مجھے بھوک نہیں ہے۔''

وہ اسے غور سے دیکھ رہی تھی۔ ''تم مجھے کچھ بتانا چاہتے ہو گیری؟''

''تمہیں ہمیشہ پتا چل جاتا ہے۔ ہے نا؟''

''اور اس کا تعلق تمہاری جاب سے ہے...... تمہارے کام سے ہے؟''

''ہاں۔'' گیری نے کھانے کی پلیٹ سامنے سے ہٹا دی۔ ''میرا خیال ہے، میری زندگی خطرے میں ہے۔''

لوئیسا بری طرح چونکی۔ ''کیا...... کیا کہہ رہے ہو؟''

''بس...... دنیا میں صرف چھ سات افراد ہی جانتے ہیں کہ کیا ہو رہا ہے۔ پیر کو میں یہاں آؤں گا۔...... رات کو رکنے کے لیے۔ منگل کو مجھے واشنگٹن جانا ہے۔''

''واشنگٹن کیوں؟''

''اکابرین کو پرائما کے بارے میں بتانے کے لیے۔'' گیری نے کہا...... اور پھر اسے تفصیل بتانے لگا۔

اور اب گیری مر چکا تھا۔ اُس نے کہا تھا...... اور ٹھیک کہا تھا کہ اُس کی زندگی کو خطرہ لاحق ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اس کی موت حادثاتی نہیں تھی۔ اسے قتل کیا گیا تھا۔

لوئیسا نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ رات کافی ہو گئی تھی۔ ابھی تو کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن صبح ہوتے ہی وہ فون کرے گی۔ یوں وہ قاتل سے اپنے بھائی کے قتل کا انتقام لے سکے گی۔ گیری نے جو کرنے کا فیصلہ کیا تھا، اب وہ کرے گی۔

اسے کمزوری کا شدید احساس ہو رہا تھا۔ کاؤچ سے اٹھنا بھی اُس کے لیے آسان نہیں تھا۔ اُس نے رات کا کھایا بھی نہیں کھانا تھا۔ اور اب تو کھانے کے خیال سے بھی اُس کا جی متلا رہا تھا۔

جیسے تیسے وہ اُٹھی اور بیڈ روم میں جا کر بستر پر ڈھیر ہو گئی۔ کچھ دیر وہ اونگھتی رہی۔ پھر اسے گہری نیند آ گئی۔

وہ خواب دیکھ رہی تھی۔ وہ اور گیری ایک تیز رفتار ٹرین پر سوار تھے۔ جس بوگی میں وہ دونوں تھے، اس میں موجود ہر مسافر سگریٹ پی رہا تھا۔ اُسی کے نتیجے میں گرمی کا احساس بھی ہو رہا تھا اور بوگی میں دھواں بھر جانے کی وجہ سے دم بھی گھٹ رہا تھا۔ وہ کھانس رہی تھی......

اُس کی آنکھ کھانسی ہی کی وجہ سے کھلی اور آنکھ کھلتے ہی اسے شاک لگا۔ اسکے بیڈ روم میں آگ لگی ہوئی تھی۔ آگ کے شعلے پردوں تک پہنچ گئے تھے اور کمرے میں دھواں بھر گیا تھا۔

لوئیسا لڑکھڑاتی ہوئی بیڈ سے اٹھی۔ اُس سے سانس بھی نہیں لیا جا رہا تھا۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی نشست گاہ میں آئی۔ وہ تو بری طرح آگ میں گھری ہوئی تھی اس نے دروازے کی طرف بڑھنے کی کوشش کی۔ لیکن اس کی ٹانگیں اس کا بوجھ نہ سہار سکیں اور وہ ڈھیر ہو گئی۔

اُس کی یادداشت میں آخری منظر بھڑکتے ہوئے پرشور شعلوں کا تھا، جو بھوکے درندوں کی طرح اُس کی طرف لپک رہے تھے!

چھوٹے سے پروجیکشن روم میں نیم تاریکی تھی۔ پردے کھنچے ہوئے تھے۔ وہاں موجود چند افراد بہت نروس نروس سے کسی کے منتظر تھے۔ ان میں سے ایک تو جلدی جلدی سگریٹ کے کش لے رہا تھا جیسے سگریٹ ختم ہوتے ہی اُسے سکون آ جائے گا۔ دوسرا کمرے میں ادھر ادھر پھرتے ہوئے کرسیوں کو یوں سیدھا کر رہا تھا، جیسے وہ ٹیڑھی رکھی ہوں۔ تیسرا دانتوں سے اپنی انگلیوں کے ناخن کاٹے جا رہا تھا۔ اور وہ تینوں ایک دوسرے

سے باتیں بھی کیے جا رہے تھے...... چھوٹے چھوٹے بے ربط جملوں میں۔ اور وہ بار بار ہنس بھی رہے تھے...... بے معنی ہنسی! ان کے انداز میں خوش امیدی بھی تھی اور اندیشے بھی۔

دروازہ کھلا اور روشنی راہداری سے کمرے میں در آئی۔ ایک لمحہ ڈیمین تھورن دروازے پر کھڑا رہا۔ چھ فٹ اونچا، کسرتی جسم کا مالک، خوب رو ڈیمین تھورن جو بورڈ کا چیرمین تھا۔ حال میں ہی ایک بڑے میگزین نے اسے مغربی دنیا کے تین اہم ترین کنوارے مردوں میں شامل کیا تھا۔ تھورن کارپوریشن کا سب سے بڑا اسٹاک ہولڈر ہونے کی حیثیت سے وہ دنیا کے امیر ترین افراد میں سے ایک تھا۔ جبکہ ابھی اُس کی عمر 33 سال بھی نہیں تھی۔

وہ کمرے میں چلا آیا۔ اس کے پیچھے اُس کا پرسنل اسسٹنٹ بھی تھا۔ ''جنٹلمین'' اس نے دھیرے سے کہا۔

''ڈیمین۔'' وہ سب بہ یک آواز بولے۔

ڈیمین پہلی قطار میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ ''ہاروے ڈین سے تو آپ سب واقف ہیں۔''

ڈین نے سر خم کرتے ہوئے ان کو دیکھا۔ وہ چالیس سال کا دبلا پتلا آدمی تھا۔ اُس کی نقل و حرکت سے نروس انرجی خارج ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے باری باری سب کو دیکھا۔ جواب میں وہ سب مسکرائے۔ وہ سب جانتے تھے کہ ہاروے ڈین وہ پل ہے، جو انہیں چیرمین تک پہنچا سکتا ہے۔ ایک ایگزیکٹو کا تو کہنا تھا کہ ہٹلر کے لیے بورمین کی جو حیثیت تھی، وہی ڈیمین تھورن کے لیے ہاروے ڈین کی ہے لیکن اس تبصرہ نے اس ایگزیکٹو کی فوراً ہی چھٹی کر دی تھی۔

وہ سب بیٹھ گئے۔ ڈیمین کے اشارے پر لائٹ آف کر دی گئی۔ دوسرے لوگ تو پلکیں جھپکا رہے تھے۔ لیکن مادہ گیدڑ کے پیٹ سے پیدا ہونے والے ڈیمین کی نظر فوراً ہی اندھیرے سے ہم آہنگ ہو گئی تھی۔

ایک لمحے بعد اسکرین روشن ہو گئی۔ وہ تیز طوفانی ہوا کا منظر دیکھ رہے تھے۔ چنگھارتی ہوئی ہوا کی غراہٹیں دھیمی ہوتے ہوتے دم توڑنے لگیں۔ یہاں تک کہ خاموشی چھا گئی۔ ریت بھی صحرا کے سینے پر بیٹھ گئی تھی۔ وہ بہت بڑا صحرا تھا۔

ڈیمین کے پیچھے بیٹھے ہوئے لوگوں نے اپنی سانسیں روک لی تھیں

پروجیکشن روم میں نصب چار اسپیکرز پر مبصر کی آواز ابھری۔ ''پچاس ہزار سال پہلے انسانیت کو پہلی بار اس خطرے کا سامنا کرنا پڑا تھا کہ نسل انسانی مٹ بھی سکتی ہے......''

ڈیمین اپنا کان کھجانے لگا......

''وہ ایک تباہ کن قحط تھا، جو عناصر فطرت کی وجہ سے رونما ہوا۔ تاریخ میں اُسے برف کے زمانے کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ پانچ ہزار برسوں پر محیط تھا۔ اس کے نتیجے میں 80 فیصد زمین ناقابل کاشت ہو گئی اور آبادی کے قابل نہیں رہی۔ مزید برآں اس کے نتیجے میں بیشتر مخلوقات فنا کے گھاٹ اتر گئیں...... ماسوائے ان کے جو بے حد سخت جان تھیں......''

اسکرین پر ابتدائی زمانے کے ایک غار کی ڈرائنگ نمودار ہو گئی تھی۔

''ان مخلوقات میں سے ایک انسان بھی تھا۔'' مبصر کہہ رہا تھا۔ ''لیکن ہر تخریب تعمیر کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ اس تباہی کے عقب سے ایک نیا عہد طلوع ہوا...... ایک نئی امید! سرخاب کی طرح انسان بھی اس برفانی تباہی سے ابھرا اور اس طرح کہ اُس کی آنکھوں میں نئے خواب تھے اور دل میں ان کی تعبیر کی آرزو......!''

اب اسکرین پر پالا مارے ایک اجڑے ہوئے کھیت کا منظر نظر آ رہا تھا۔

''اس وقت سے اب تک انسانیت ایسی بے شمار تباہیاں دیکھ چکی ہے۔ اُس نے ان گنت مہیب اور ہلاکت خیز خطرات کا سامنا کیا ہے۔ لیکن ان میں سے کوئی خطرہ ایسا مہیب نہیں تھا، جیسے خطرے کا وہ اس وقت سامنا کر رہی ہے۔ گزشتہ دہائی کے معاشی بحران کے نتیجے میں افراط زر کی شرح خطرناک حد تک بڑھی ہے۔ غذائی پیداوار میں خطرناک حد تک کمی ہوئی اور طوائف الملوکی عام ہوگئی۔

ڈیمین نے بے اختیار اپنے نچلے ہونٹ پر زبان پھیری۔ اُس کے پیچھے کھڑے شخص نے اپنے برابر والے کو کہنی سے ٹھوکا دیا اور آنکھ ماری۔

''کچھ لوگ اسے قحط عظیم قرار دیتے ہیں۔ دوسرے اسے ارمگیدون کہتے ہیں...... دنیا کے اس خاتمے کا آغاز، جس کے بارے میں پیغمبر خبردار کرتے رہے ہیں۔ لیکن اس بدترین صورت حال میں بھی ایک امید افزا آواز ابھرتی ہے جو مستقبل پر یقین رکھتی ہے، جو حوصلہ بڑھاتی ہے...... اور وہ آواز ہے تھورن......''

اسکرین پر تھورن بلڈنگ کا منظر ابھر آیا، اُسی بلڈنگ کا جس میں وہ اس وقت بیٹھے تھے۔ رات کے آسمان کے سینے کو چھوتی ہوئی بلڈنگ...... جس کی روشن کھڑکیاں حرف T کی شکل بنا رہی تھیں۔

''جہاں بھی کہیں قحط پڑا یا کوئی وبا پھوٹی، سب سے پہلے تھورن انڈسٹریز ہی دکھی انسانیت کی مدد کے لیے میدان میں اتری......''

اسکرین پر اب دنیا کا نقشہ دکھائی دے رہا تھا، جس پر جا بجا روشن بلب تھورن کارپوریشن کی موجودگی ظاہر کر رہے تھے۔

''...... انہوں نے ٹیکنالوجی، اپنی جدید ترین تحقیق اور تمام وسائل بروئے کار لاتے ہوئے مسائل کے خلاف موثر جنگ چھیڑی۔ تاکہ انسان کے دکھوں اور مصائب کو کم کیا جا سکے اور مستقبل کی خوش حالی کی بنیاد ڈالی جائے......''

چند لمحے کے توقف کے بعد دوسرے مبصر کی آواز ابھری۔ ''تھورن...... ایک نئے اور بہترین کل کی تعمیر کی سمت میں راہ دکھانے والی سب سے معتبر روشنی......'' اور کمرشل ختم ہوگیا۔ پروجیکشن روم میں روشنی ہوگئی۔ وہاں موجود سب لوگ پلکیں تک جھپکانے سے گریز کر رہے تھے۔ ان کی نظریں ڈیمین کے سر کے پچھلے حصے پر جمی تھیں۔

چند لمحے خاموشی رہی۔ پھر ان میں ایک نے کھنکھار کر گلا صاف کیا۔ ''کیا خیال ہے جناب؟''

''بڑی زبردست تباہی دکھائی ہے۔'' ڈیمین نے کہا۔

وہ سب زبردستی ہنسی ہنسنے لگے۔

لیکن ڈین ان میں شامل نہیں تھا۔ ''میرا خیال ہے، ناظرین ایسی چیزوں پر زیادہ توجہ نہیں دیتے۔''

ڈیمین اٹھا اور اس نے پہلی بار پلٹ کر ان لوگوں کو دیکھا۔ ''تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔'' اس نے کہا۔ ''یہ تو ایک طرح کی خودستائی ہے، جو کسی کو بھی اچھی نہیں لگتی۔''

''پیچھے بیٹھے ہوئے لوگ اپنی سیٹوں پر پہلو بدل کر رہ گئے۔

''میں نے کہا تھا، میں لفظ نہیں، ایکشن چاہتا ہوں۔'' ڈیمین نے کہا۔ ''میں تھورن کارپوریشن کو کام کرتے دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس کے کام کے بارے میں قصیدے سننے کی مجھے کوئی خواہش نہیں۔''

ان تینوں کی ٹھوڑیاں ان کے سینوں سے جا ملیں۔ اب وہ پلکیں جھپکا رہے تھے۔ ڈیمین سے آنکھیں چرا رہے تھے۔

''بھوک سے نڈھال بچے تھورن انڈسٹریز کے سویابین سے پیٹ بھرتے ہوئے...... ہزاروں بچے۔'' ڈیمین نے کہا۔ ''تھورن کی میڈیکل ٹیمیں میدان عمل میں۔ تھورن کنسٹرکشن، تھورن انجینئرنگ......'' وہ کہتے کہتے رکا اور اُس شخص کی طرف متوجہ ہو گیا، جس نے سب سے پہلے زبان کھولی تھی۔ ''لیکن تم نے کیا کہا۔ کمرشل کا آدھا وقت تم نے برف کے زمانے کی نذر کر دیا...... اور وہ بھی تیسرے درجے کی فلموں کے اسٹائل میں۔''

''اس کی گہری نگاہ اُس شخص کے وجود کو چھید رہی تھی۔ اور وہ بے چارہ سوچ رہا تھا۔ وہ وقت، وہ بھاری رقم اور وہ تخلیقی صلاحیت، وہ اجتماعی محنت جو اس کمرشل پر صرف کی گئی...... کیا حاصل ہے اُس کا...... کیا یہ کہ میں اس وقت خود کو اس مچھلی کی طرح محسوس کر رہا ہوں، جو چارے کے ساتھ کانٹا بھی نگل چکی ہے۔

ڈیمن نے ان سبھوں کو نظر انداز کر دیا اور اپنے اسسٹنٹ کی طرف مڑا۔ ''ہمارے پاس آسٹریلین خشک سالی کی امداد والی فلم ہے؟''

ہاروے ڈین نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''لیکن کوئی خاص نہیں۔ اور کئی بار ٹی وی پر دکھائی جا چکی ہے۔''

ڈیمین ایڈورٹائزنگ والوں کی طرف مڑا۔ ''ٹھیک ہے۔ ہم تمہارے لیے کچھ تلاش کریں گے۔ اُس نے کہا۔ ''اس وقت تک پرانا کمرشل ہی چلاتے رہو۔

لیکن میں یہ کمرشل......'' اس نے اسکرین کی طرف اشارہ کیا۔ ''...... دیکھنا ہرگز پسند نہیں کروں گا۔ اب تم جا سکتے ہو۔''

اس کے ساتھ ہی وہ پلٹا اور دروازے کی طرف بڑھا۔ ہاروے ڈین اُس کے پیچھے تھا۔

''گڈ بائی مسٹر تھورن۔'' وہ تینوں منمنائے۔ لیکن اس بار انہیں کوئی جواب نہیں ملا۔

ڈیمین راہداری میں اپنے آفس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ہاروے ڈین اُس کے قدم سے قدم ملانے کی کوشش کر رہا تھا۔

''آنے والے پروگراموں کے بارے میں کچھ بتاؤ۔'' ڈیمین نے کہا۔

''اگلے ہفتے بوٹس وانا اور اس کے بعد اسوان ڈیم۔'' ہاروے ڈین نے کہا۔ وہ جانتا تھا کہ بوٹس وانا ٹیڑھی کھیر ہے۔ ان کی ٹیم وہاں پہنچ چکی تھی۔ اُس کا اندازہ تھا کہ تین چار دن میں وہاں انقلاب آئے گا۔ خون ریزی ہوگی۔ ہزاروں کی تعداد میں پناہ گزیں ہوں گے اور انہیں غذا درکار

ہو گی۔ تھورن انڈسٹریز اُس کے لیے تیار تھی۔

اور جہاں تک ڈیم کا تعلق تھا، تیاریاں ابھی جاری تھیں۔ نہایت قوی امکان تھا کہ یہ آپریشن بھی کامیابی سے ہم کنار ہوگا۔

''ایکسپلوزیو والے بہترین ہونے چاہیں ڈیم کے لیے۔'' ڈیمین نے اُسے چونکا دیا۔

''اس کی کیا ضرورت ہے سر۔ میٹر کنکسلے ہے نا؟''

''تیز بارش برسا سکتا ہے، طوفان بادوباراں، سیلاب لا سکتا ہے۔ لیکن ڈیم کا ٹوٹنا اور بات ہے۔ کسی بھی وقت ایکسپلوزیوز کے استعمال کی ضرورت پکڑ سکتی ہے۔ مقررہ وقت پر بند نہ ٹوٹا تو تخریب کاری تو کرنی پڑے گی نا۔''

''جی سر۔ ایکسپلوزیو والوں کی ٹیم وہاں موجود ہے۔ ان کا مسٹر بوہر سے رابطہ ہے۔''

ڈیمین مسکرایا۔ پال بوہر کارپوریشن کا صدر، اُسکے بعد نمبر دو۔ وہ جس پروجیکٹ پر کام کرتا تھا، اُس میں ناکامی کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔

اب وہ استقبالیہ کاؤنٹر کے ساتھ سے گزر رہے تھے۔ وہاں بیٹھی دو عورتوں نے اسے بہت غور سے دیکھا۔ لیکن ڈیمین نے انہیں نظر انداز کر دیا۔ وہ اپنے آفس کی طرف بڑھتا رہا۔ ''ہم کوئی فلم یونٹ بروقت بوٹس وانا پہنچا سکیں گے؟'' اس نے پوچھا۔

''بالکل۔ لیکن امدادی ٹیم کو انقلاب سے پہلے نہیں بھیجا جا سکتا۔ اور انقلاب کے بارے میں صرف قیاس کیا جا سکتا ہے۔ یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔''

ہاروے ڈین اپنے باس کے پیچھے اُس کے آفس میں داخل ہوا اور عقب میں دروازہ بند کر لیا۔ اس آفس کی آرائش میں مردانہ پن ذرا بھی نہیں تھا۔ بلکہ اُس میں نسوانیت تھی۔ لیکن کوئی اس پر مذاق کے پیرائے میں تبصرہ نہیں کر سکتا۔ کارپوریشن کا دوسرا بڑا پال بوہر بھی نہیں۔ پال بوہر نے اس آرائش پر البتہ تبصرہ ضرور کیا تھا۔ لیکن پہلے اُس نے ڈیمین کا موڈ دیکھا تھا۔ اور پال بوہر جانتا تھا۔ کہ ڈیمین کے سامنے بات کرنا ممکن ہے۔ لیکن اُس کے پیٹھ پیچھے بات کرنا سخت مخدوش ہے۔ یہی نہیں، ڈیمین سے منظوری لیے بغیر وہ کسی منصوبے پر عمل پیرا ہونے کی جرات بھی نہیں کرتا تھا۔ یہ بات اُس نے بیس سال پہلے، رچرڈ تھورن سے اُس وقت سیکھی تھی، جب وہ نیا نیا کمپنی کا صدر بنا تھا۔

ڈیمین اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔ ''تو اسوان ڈیم کے لیے تم اپنی پبلسٹی ٹیم کو وہاں پہنچا سکتے ہو؟''

ہاروے ڈین نے اثبات میں سر ہلایا۔

''ہماری امدادی ٹیم کو بھرپور کوریج ملنی چاہیے۔ اور ہاں، خیال رہے کہ ریڈ کراس والے بھی اس معاملے میں ہم سے آگے نہ نکلنے پائیں۔''

ڈین مسکرایا۔ اسے ایک زبردست آئیڈیا سوجھا تھا۔ ''آپ خود وہاں کیوں نہیں چلے جاتے۔'' اُس نے کہا۔ ''کیسی زبردست خبر بنے گی۔ ڈیمین تھورن بہ نفس نفیس امدادی ٹیم کی رہنمائی کر رہے ہیں۔ واہ...... ہے نا شاندار؟''

''شاندار تو ہے۔ لیکن ممکن نہیں۔'' ڈیمین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ہاروے ڈین سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھتا رہا۔

''میں جا نہیں سکتا۔ میرا یہاں موجود رہنا ضروری ہے۔''

ہاروے ڈین کی سمجھ میں سوچنے پر بھی نہیں آیا لو یہاں ایسا کون سا کام ہے۔ آخر اس نے ہمت کر کے پوچھ ہی لیا۔ ''کیوں سر؟''

''میں چاہتا ہوں کہ صدر امریکا کو میری ضرورت پڑے تو میں دستیاب ہوں۔''

کسی اور نے یہ بات کہی ہوتی تو ہاروے ڈین کو نہایت مضحکہ خیز لگتی۔ اب بھی اسے ایسا لگ رہا تھا کہ ڈیمین تھورن نے مذاق میں یہ بات کہی ہے۔ لیکن وہ جانتا تھا کہ ڈیمین تھورن مذاق کبھی نہیں کرتا۔

''وہ مجھے برطانیہ میں سفیر کا عہدہ پیش کرنے والا ہے۔'' ڈیمین نے وضاحت کی۔

ہاروے ڈین نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ پھر کندھے جھٹک دیے۔ وہ گنگ ہو کر رہ گیا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہے۔

ڈیمین اٹھ کر کتابوں کے شیلف کی طرف بڑھ گیا۔ ''بک آف ہیرون کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟''

''کیا...... کیا نام لیا؟ آپ نے؟'' ہاروے ڈین چکرا گیا۔ پہلے برطانیہ کا تذکرہ اور اب یہ بک آف...... باس تو معموں میں باتیں کر رہا ہے۔ اس نے سوچا۔

ڈیمین نے شیلف سے ایک کتاب نکالی۔ ''اس کتاب پر نہ یہودی یقین رکھتے ہیں اور نہ پروٹسٹنٹ۔ میں تمہیں اس میں کچھ سناتا ہوں'' ڈیمین نے کہا اور کتاب کھول کر ورق گردانی کرنے لگا۔ مطلوبہ صفحہ کھلا تو اُس نے پڑھنا شروع کیا۔ ''عرصہ آخر میں سو بیس اور تیس دن اور راتوں میں درندے کی حکمرانی ہوگی۔ اور ایمان والے چلا چلا کر فریاد کریں گے...... خداوند، شیطان کے اس عہد میں تو کہاں ہے۔ مدد کیوں نہیں کرتا ہماری۔ اور خدا اُن کی دعائیں سن لے گا۔ فرشتوں کے جزیرے میں وہ ایک نجات دہندہ پیدا فرمائے گا...... خدا کی مقدس بھیڑ جو درندے سے جنگ کرے گی اور درندے کو پوری طرح تباہ و برباد کر دے گی......'' اُس نے کتاب بند کر کے دوبارہ شیلف پر رکھ دی۔ ''کچھ سمجھے۔ یہ سو بیس اور تیس دن رات ان سات برسوں کا حوالہ ہے ایک نرالے انداز بیان میں...... ان سات برسوں کا جو میں نے تھورن کارپوریشن کے سربراہ کی حیثیت سے گزارے ہیں......''

ہاروے ڈین کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

''اور فرشتوں کا جزیرہ انگلینڈ ہے۔'' ڈیمین نے کچھ توقف کے بعد کہا۔

ہاروے ڈین کی سمجھ میں کچھ کچھ آنے لگا۔

''مجھے یہ پیشن گوئی غلط ثابت کرنی ہے اور میں کر کے رہوں گا۔ تباہ درندہ نہیں ہوگا۔ بلکہ نزارین ہوگا۔ میں مقدس بھیڑ کو پیدا ہوتے ہی ختم کر دوں گا......''

اور اس کے لیے باس کو انگلینڈ جانا ہے۔ ہاروے ڈین نے سوچا۔ ''لیکن برطانیہ میں ہمارے سفیر کا کیا ہوگا۔ اُس کی موجودگی میں تو آپ سفیر بن کر نہیں جاسکتے۔''

ڈیمین مسکرایا۔ اس وقت وہ کچھ کہنے کے موڈ میں نہیں تھا۔ وہ مسکراہٹ ہی اُس کا جواب تھی۔

چند لمحے خاموشی رہی۔ پھر ڈیمین نے کہا۔ ''ٹیئر کنکسلے کو اچھی طرح سمجھا دیا ہے نا؟ مجھے اس کی ذاتی سرگرمیوں پر، اُس کی دولت کمانے کی خواہش پر کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن ہمارا کام وقت پر ہونا چاہیے۔''

''میں نے اسے سمجھا دیا ہے سر۔ لیکن ہم کنکسلے انٹرنیشنل گروپ کو ہتھیا کیوں نہیں دیتے؟''

''میں نیک نامی کمانا چاہتا ہوں۔ یوں میرا کام آسان...... بہت آسان ہو جائے گا۔ اور میں بدنامی کا ذرا بھی خطرہ مول نہیں لینا چاہتا۔ کے آئی جی کسی بھی وقت بدنامی کی لپیٹ میں آسکتا ہے۔ اس وقت وہ ایسی ہی صورت حال سے دوچار ہے۔''

ہاروے ڈین نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ حالانکہ اُس کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آیا تھا۔

٭٭٭

خوش قسمتی کا وہ عرصہ کیلی کے لیے بے حد بیش تاثیر بھی تھا اور تیز رفتار بھی۔ اُس نے ماڈلنگ کے اسرار و رموز بہت تیزی سے سیکھے۔ لیکن اسے اب بھی اپنی خوب صورتی کا یقین نہیں تھا۔

بہر حال وہ راتوں رات اسٹار بن گئی۔ اُس کے انداز میں مردوں کے لیے ایک فطری چیلنج تھا۔ وہ ایسا تاثر چھوڑتی تھی، جیسے اسے چھونا ممکن نہ ہو، جیسے وہ کسی کی پہنچ میں نہ ہو۔ دو سال کے اندر اس کا شمار صف اول کی ماڈلز میں ہونے لگا۔ متعدد ممالک میں وہ بے شمار مصنوعات کی تشہیر میں حصہ لے رہی تھی۔ اُس کا زیادہ وقت پیرس میں گزرتا تھا۔ کیونکہ ایجنسی کے اہم ترین کلائنٹس کا تعلق پیرس سے تھا۔

ایک بار وہ کام کے سلسلے میں نیو یارک آئی تو اپنی ماں سے ملنے گئی۔ ایتھل بہت بوڑھی لگنے لگی تھی۔ اس نے سوچا کہ ماں کو بھی یہاں سے نکالنا ہوگا۔ ایک اپارٹمنٹ لے کر ماں کو وہاں رکھا جائے اور اس کا خیال رکھا جائے۔

ایتھل اس سے مل کر بہت خوش ہوئی۔ ''مجھے تمہاری کامیابی پر خوشی ہے کیلی۔ اور ہر ماہ جو تم چیک بھیجتی ہو، میں اس پر شکر گزار ہوں۔''

''یہ تو میرا فرض ہے مما۔ مگر میں نے سوچا ہے کہ تمہیں یہاں سے نکالا جائے......''

''اسی وقت اس کا سوتیلا باپ آ گیا۔ ''اوہو...... ملکۂ عالیہ تشریف لائی ہیں۔'' اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ''اب یہاں تمہارا کیا کام؟''

''کیلی نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔ وہ ماں سے تنہائی میں بات کرنا چاہتی تھی۔ چلو، پھر کبھی سہی!

نیویارک میں اسے ایک اور ذمے داری پوری کرنی تھی۔ وہ پبلک لائبریری گئی، جہاں اُس نے بہت اچھا وقت گزارا تھا۔ وہ لائبریری میں داخل ہوئی تو اس کے ہاتھ میں چند فیشن میگزین تھے اور ذہن میں یادوں کا ہجوم۔

مسز ہوسٹن اپنی ڈیسک پر موجود نہ تھی۔ وہ ایک شیلف کے پاس کھڑی تھی۔ اس نے بہت خوب صورت لباس پہنا ہوا تھا اور وہ بہت خوب صورت اور تازہ دم لگ رہی تھی۔ اُس نے دروازہ کھلنے کی آواز سنی تو دیکھے بغیر کہا۔ ''ایک منٹ۔ میں ابھی حاضر ہوتی ہوں۔'' پھر کتابیں شیلف میں لگانے کے بعد اُس نے سر گھما کر دیکھا۔ ''ارے...... کیلی!'' اس کے لہجے میں حیرت بھی تھی اور محبت بھی۔ اور وہ اُس کی طرف لپکی۔

دونوں ایک دوسرے سے لپٹ گئیں۔ پھر مسز ہوسٹن نے اسے پیچھے ہٹا کر بہت غور سے دیکھا۔ ''مجھے یقین نہیں آ رہا کہ یہ تم ہو۔ تم یہاں کیا کر رہی ہو۔ تمہیں تو پیرس میں ہونا چاہیے تھا۔''

''میں کسی سے ملنے آئی ہوں...... مما سے...... اور تم سے۔''

''تم سوچ بھی نہیں سکتیں کہ مجھے تم پر کیسا فخر ہے۔''

''مسز ہوسٹن، مجھے یاد ہے، میں نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کا شکریہ کیسے ادا کروں۔ آج میں آپ کے پسندیدہ انداز میں آپ کا شکریہ ادا کرنے آئی ہوں۔'' یہ کہہ کر کیلی نے وہ میگزین مسز ہوسٹن کی طرف بڑھا دیے۔ ان میں کاسموپولیٹن، واگ اور وینٹی فیئر کے وہ تمام شمارے تھے، جن کے سرورق پر اُس کی تصویر چھپی تھی۔

''بہت خوب صورت۔'' مسز ہوسٹن مسکرائی۔ ''میں بھی تمہیں کچھ دکھاتی ہوں۔'' اس نے ریک سے وہی تمام میگزین اٹھائے، جو الگ رکھے تھے۔

''میں کیسے آپ کا شکریہ ادا کروں مسز ہوسٹن۔ آپ نے میری زندگی بدل دی۔''

''نہیں کیلی۔ سب کچھ تم نے خود کیا ہے۔ میں نے تو بس تمہیں ہلکا سا پش کیا تھا۔ اور کیلی......''

''جی مسز ہوسٹن۔''

''تمہاری مہربانی سے میں فیشن فوٹو گرافر بن گئی ہوں۔''

۞

کیلی کو اپنی نجی زندگی بہت عزیز تھی۔ اس لیے شہرت اُس کے لیے مسئلہ بھی بن گئی تھی۔ فوٹو گرافرز سے وہ بہت گھبراتی تھی۔ اجنبی لوگ اُس سے مل بیٹھنے کی کوشش کرتے تھے۔ اس سے بھی اسے بہت الجھن ہوتی تھی۔

اب وہ مارک سے اپنی پہلی ملاقات یاد کر رہی تھی......

وہ جارج ففتھ ہوٹل کے لی سنگ ریسٹورنٹ میں لنچ کر رہی تھی کہ بہت برے لباس میں ایک شخص رک کر اسے گھورنے لگا۔ اُس کے چہرے پر زردی بلکہ بے رنگی تھی۔ اسے دیکھ کر لگتا تھا کہ اُس کا زیادہ وقت ان ڈور سرگرمیوں میں گزرتا ہوگا۔ اُس کے ہاتھ میں ایلے میگزین کا شمارہ تھا اور کھلے صفحے پر کیلی کی تصویر نظر آ رہی تھی۔

''ایکسکیوزمی۔'' اجنبی شخص نے کہا۔

کیلی نے بدمزگی سے اُسے دیکھا اور چڑچڑے پن سے بولی۔ ''جی..... فرمائیے؟''

''میں نے یہ آرٹیکل پڑھا آپ کے بارے میں پڑھا۔ اس میں لکھا ہے کہ آپ فلاڈلفیا میں پیدا ہوئی.....'' اُس کے لہجے میں زور بڑھ گیا۔ میں بھی وہیں پیدا ہوا تھا۔ پھر میں نے آپ کی تصویریں دیکھیں۔ مجھے لگا کہ جیسے میں آپ کو پہلے سے جانتا ہوں۔ اور.....''

''لیکن آپ مجھے نہیں جانتے۔'' کیلی نے سرد لہجے میں اس کی بات کاٹ دی۔ ''اور مجھے یہ اچھا نہیں لگتا کہ اجنبی لوگ مجھے تنگ کریں.....''

وہ نروس نظر آنے لگا۔ ''آئی ایم سوری۔ میں اجنبی تو نہیں..... میرا مطلب ہے، میرا نام مارک ہیرس ہے اور میں کنگسلے انٹرنیشنل میں کام کرتا ہوں۔ ابھی میں نے آپ کو یہاں دیکھا تو..... مجھے خیال آیا کہ شاید آپ کو اکیلے لنچ کرنا اچھا نہ لگتا ہو اور میں آپ کا ساتھ.....''

کیلی نے اسے کاٹ ڈالنے والی نظروں سے دیکھا۔ ''آپ کا خیال غلط تھا۔ اب آپ میری جان چھوڑ دیں.....''

اس بار وہ بے چارہ ہکلانے لگا۔ ''میں..... میں آپ کو تنگ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ میں تو بس..... میں..... میں جا رہا ہوں.....''

کیلی اُسے جاتا دیکھتی رہی۔ شکر ہے، آسانی سے جان چھوٹ گئی۔ اُس نے سوچا۔

اگلے روز وہ چند رسالوں کے لیے لے آؤٹ کر رہی تھی۔ وہ ڈریسنگ روم میں لباس تبدیل کر رہی تھی کہ وہ تین درجن گلاب آئے۔ پھولوں کے ساتھ کارڈ تھا۔ جس پر لکھا تھا۔ مجھے معاف کر دیں کہ میں نے آپ کو پریشان کیا۔ مارک ہیرس۔

کیلی نے کارڈ کو فوراً پھاڑ کر پھینک دیا۔ ''یہ پھول بچوں کے اسپتال بھیج دو۔'' اس نے کہا۔

اگلی صبح اُس کی وارڈروب مسٹریس ڈریسنگ روم میں آئی اور ایک پیکٹ اُس کی طرف بڑھایا۔ ''یہ کوئی تمہارے لیے دے گیا تھا کیلی۔''

اس بار وہ لالہ کا محض ایک پھول تھا اور کارڈ پر لکھا تھا..... مجھے امید کہ مجھے معاف کر دیا گیا ہے۔

کیلی نے کارڈ پھاڑ کر پھینک دیا اور مسٹریس سے کہا۔ ''پھول تم رکھ لو۔''

اس کے بعد مارک ہیرس کی طرف سے تحفہ آنا روز کا معمول بن گیا۔ کیلی ہر تحفہ پھینک دیتی تھی۔ مگر چوتھا تحفہ ذرا مختلف تھا۔ وہ فرانسیسی چھوٹی نسل کا ایک خوب صورت پلا تھا۔ اس نے گلے میں گلابی ربن تھا۔ منسلک کارڈ پر لکھا تھا۔ یہ اینجلو ہے۔ مجھے امید ہے، آپ بھی اس سے اتنی ہی محبت کریں گی، جتنی میں کرتا ہوں۔ مارک ہیرس۔

کیلی نے انکوائری فون کر کے کنگسلے انٹرنیشنل کا فون نمبر معلوم کیا۔ وہاں آپریٹر نے فون ریسیور کیا تو اس نے پوچھا۔ ''تمہارے ہاں کوئی

ماک ہیرس کام کرتا ہے۔''

''جی ماموزیل۔'' آپریٹر نے جواب دیا۔

اسی سے میری بات کراؤ۔''

''ہولڈ کیجیے......''

''چند سیکنڈ بعد کیلی کو جانی پہچانی آواز سنائی دی۔''ہیلو......؟''

''میں کیلی بول رہی ہوں۔ میں نے تمہاری لنچ کی دعوت قبول کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔''

دوسری طرف چند لمحے خاموشی رہی...... بے یقینی بھری خاموشی۔ پھر مارک ہیرس نے کہا۔''واقعی......؟ یہ میرے لیے بہت بڑا اعزاز ہے۔''

''ایک بجے مجھے لارینٹ میں ملو۔''

''بہت شکریہ۔ میں...... میں......''

''میں ریزرویشن کرالوں گی۔ گڈ بائی۔''

........✿........

کیلی پلے کو گود میں اٹھائے لارینٹ ریسٹورنٹ پہنچی تو مارک ایک میز کے پاس کھڑا اس کا انتظار کر رہا تھا۔ کیلی کو دیکھ کر اُس کا چہرہ کھل اٹھا۔''مجھے یقین نہیں تھا کہ آپ آئیں گی۔''اُس نے کہا۔''اوہ...... آپ اینجلو کو بھی لائی ہیں۔''

''ہاں۔'' کیلی نے کہا اور اینجلو کو اس کی گود میں دے دیا۔ تمہیں اس کے ساتھ لنچ کرنا ہے۔''اس نے سرد لہجے میں کہا اور واپسی کے لیے پلٹی......

''میں سمجھا نہیں۔ میرا خیال تھا......''

''میں آخری بار تمہیں سمجھا رہی ہوں۔ تم میرا پیچھا چھوڑ دو۔ میری بات سمجھ میں آ رہی ہے......''

مارک کا چہرہ تمتما اٹھا۔''ج...... جی...... جی ہاں۔ آئی ایم سوری۔ میرا مقصد آپ کو...... میں آپ کو تنگ نہیں...... اچھا پلیز...... آپ صرف ایک منٹ بیٹھ جائیں...... ایک بار...... صرف ایک بار میری بات سن لیں''

کیلی انکار کرتے کرتے نجانے کیوں بیٹھ گئی۔ اس کے چہرے پر غصہ تھا۔''ہاں...... بولو''

مارک نے ایک گہری سانس لی۔''میں درحقیقت بہت شرمندہ ہوں۔ میرا مقصد آپ کو پریشان کرنا، آپ کو غصہ دلانا نہیں تھا۔ پہلی بار جو میں نے بے ساختہ غلطی کی تھی، میں اس کا مداوا کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور پہلی بار جو میں بے ساختہ آپ کی طرف بڑھا تو وجہ وہی تھی۔ میں نے آپ کی تصویر دیکھی تو مجھے ایسا لگا کہ میں آپ کو بہت پہلے سے جانتا ہوں۔ اور جب میں نے آپ کو سچ مچ دیکھا تو یہ تاثر اور بڑھ گیا۔ مم...... مم......

میں......''اس کی آواز پھر لڑکھڑانے لگی..........مجھے سمجھ لینا چاہیے تھا کہ آپ جیسی خاتون مجھ جیسے آدمی میں دلچسپی نہیں لے سکتیں۔ سچ ہے، میں نے اسکول کے نادان بچوں جیسی حماقت کی۔ میں بہت شرمندہ ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ میں آپ کو کیسے بتاؤں کہ میں کیا محسوس کر رہا تھا......'' وہ چپ ہوگیا۔ اس لمحے وہ چھوٹا سا بچہ لگ رہا تھا، جو کوئی ممنوعہ حرکت کرتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑا گیا ہو۔ ''اصل میں مجھے اپنے جذبات، اپنے محسوسات کا اظہار کرنا نہیں آتا۔ میں پوری زندگی اکیلا رہا ہوں۔ کبھی کسی نے مجھے...... میں چھ سال کا تھا تو ماں باپ میں علیحدگی ہوگئی۔ دونوں کے درمیان میرے لیے......میری خاطر قانونی جنگ ہوئی۔ میرے حصول کے لیے نہیں۔ وہ دونوں مجھ سے جان چھڑا کر مجھے ایک دوسرے پر تھوپنا چاہتے تھے......''

کیلی خاموش بیٹھی اسے بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے الفاظ اس کے ذہن کو جھنجوڑ رہے تھے......اس کے وجود میں بھولی بسری یادیں جگا رہے تھے۔ تم نے پیدا ہونے سے پہلے ہی اس سے جان کیوں نہیں چھڑا لی؟ اس کا سوتیلا باپ اُس کی ماں سے پوچھ رہا تھا۔

''میں کئی یتیم خانوں میں پلا بڑھا۔ وہاں کسی کو میری پروا نہیں......''

''یہ سب تمہارے انکل ہیں۔ انہیں پریشان نہ کرنا۔ ماں کہہ رہی تھی۔ کھانا بہت بد مزہ ہے۔ یہ رنگ تم پر نہیں جچتا......تم نے ابھی تک باتھ روم صاف نہیں کیا۔ یہ سوتیلے باپ کی آواز تھی

''وہ چاہتے تھے کہ میں اسکول چھوڑ دوں اور ایک گیراج میں کام کروں۔ لیکن میں تو سائنس داں بننا چاہتا تھا۔ وہ کہتے تھے، میں کند ذہن ہوں......''

اب کیلی اس کا کہا ہوا ہر لفظ غور سے سن رہی تھی۔ ساتھ ہی اسے ماضی کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔

''میں کالج جانے کے خواب دیکھتا تھا اور وہ کہتے تھے کہ مجھے مستقبل میں جو کچھ کرنا ہے، اس کے لیے تعلیم کی بالکل ضرورت نہیں۔ جب مجھے ایم آئی ٹی میں اسکالرشپ ملا تو انہوں نے کہا کہ اب میری پول کھل......''

کیلی کو لگ رہا تھا کہ وہ اجنبی اسے اس کی کہانی سنا رہا ہے۔ اس کے سینے اُس کا دل پگھل رہا تھا۔

''اور اب میں کنگسلے انٹرنیشنل گروپ کی برانچ میں کام کر رہا ہوں۔ لیکن میں بہت اکیلا ہوں۔ بہت پہلے میں نے کہیں پڑھا تھا......زندگی کی سب سے بڑی کامیابی اس شخص کو ڈھونڈنا ہے، جس سے آپ محبت کر سکیں اور جو آپ سے محبت کرتا ہو۔ اور میں اس پر یقین رکھتا ہوں۔ مگر طویل تلاش کے بعد اب میں ہار ماننے ہی والا تھا کہ میں نے تمہیں دیکھ لیا۔'' وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اینجلو اُس کی باہوں میں تھا۔ ''میں سچ مچ بہت شرمندہ ہوں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی تمہیں پریشان نہیں کروں گا۔ گڈ بائی۔''

وہ دو قدم آگے گیا تھا کہ کیلی نے اسے پکارا۔ ''مسٹر......میرے کتے کو تم کہاں لے جا رہے ہو؟''

مارک ہیرس پلٹا۔ اس کے چہرے پر الجھن تھی۔ ''میں......میں سمجھا نہیں۔''

''اینجلو میرا کتا ہے۔ تم نے مجھے دیا تھا۔ دیا تھا نا؟''

مارک کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ ''لیکن ابھی تم نے کہا تھا......''

''ہم معاملات طے کر لیتے ہیں مسٹر ہیرس۔ اینجلو میرے پاس رہے گا۔ اور تم جب چاہو، اس سے ملنے آ سکتے ہو۔''

مارک کی سمجھ میں بات چند لمحوں میں آ گئی۔ پھر اس کے ہونٹوں پر جگمگاتی ہوئی مسکراہٹ مچلی۔ ''تمہارا مطلب......میں تم سے ملنے......؟''

''باقی باتیں رات کے کھانے پر طے کر لیں گے۔'' کیلی نے کہا۔

اُس وقت کیلی کو خیال بھی نہیں تھا کہ درحقیقت وہ خود کو قتل کا ہدف بنا رہی ہے......اپنے قتل کا سامان کر رہی ہے!

......۞......

پیرس......فرانس

ایفل ٹاور خودکشی کیس کی تفتیشی رپورٹ

ریولی پولیس ہیڈ کوارٹرز میں خودکشی کے اس کیس کے بارے میں تفتیش ہو رہی تھی۔ سراغ رساں آندرے بیلمند و اور پیٹر مارلیس تفتیش کر رہے تھے۔ وہ 6 مئی تھی۔ پیر کا دن تھا۔ صبح کے دس بجے تھے اور تفتیش رینی پاسکل سے کی جا رہی تھی۔

بیلمند و: موسیو پاسکل، ہمارے پاس یہ سوچنے کی معقول وجوہات ہیں کہ مارک ہیرس، جس کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ وہ ایفل ٹاور کی آبزرویشن ڈیک سے گر کر ہلاک ہوا، اسے درحقیقت قتل کیا گیا تھا۔

پاسکل: قتل؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ حادثہ تھا۔ اور......

مارلیس: گرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ ڈیک کی دیوار کافی اونچی ہے۔

بیلمند و: اور یہ طے ہے کہ متوفی میں خودکشی کا رجحان بالکل نہیں تھا۔ اور اُس نے اپنی بیوی کے ساتھ ویک اینڈ پر ایک پروگرام بھی بنا رکھا تھا۔ اُس کی بیوی مشہور ماڈل کیلی ہے۔

پاسکل: آئی ایم سوری جنٹل مین۔ مجھے یہاں کیوں بلایا گیا ہے؟

مارلیس: چند باتوں کی وضاحت کے لیے۔ آپ یہ بتائیں کہ اس رات ریسٹورنٹ کس وقت بند کیا گیا؟

پاسکل: دس بجے۔ طوفانی بارش کی وجہ سے ریسٹورنٹ خالی پڑا تھا۔ اس لیے میں نے معمول سے پہلے......

مارلیس: لفٹس کس وقت بند کی گئیں۔

پاسکل: لفٹس عام طور پر بارہ بجے تک چلتی ہیں۔ لیکن اس رات لوگ ہی نہیں تھے۔ میں نے دس بجے انہیں بند کر دیا۔

بیلمند و: ان میں وہ لفٹ بھی تھی، جو آبزرویشن ڈیک تک جاتی ہے۔

پاسکل: جی ہاں

مارلیس: لفٹ کے بغیر بھی آبزرویشن ڈیک تک پہنچا جاسکتا ہے؟

پاسکل: جی نہیں۔ اُس رات سب کچھ بند کر دیا گیا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ......

ہیلمندو: میں سمجھتا ہوں آپ کو۔ موسیو ہیرس کو ہاتھوں پر اٹھا کر آبزرویشن ڈیک سے نیچے پھینکا گیا تھا۔ ہم دیوار کو چیک کر چکے ہیں۔ اُس کے اوپری کناروں پر رگڑ کے نشانات موجود ہیں۔ موسیو ہیری کے جوتوں کے تلوں پر بھی سیمنٹ کے ذرات ملے ہیں۔ اور وہ ذرات دیوار کے سمیٹ سے مطابقت رکھتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ وہ فلور اگر لاک تھا اور لفٹ بھی بند تھی تو وہ اوپر پہنچا کیسے؟

پاسکل: میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ لفٹ کے بغیر تو یہ ناممکن ہے۔

مارلیس: لفٹ تو استعمال ہوئی ہے۔ موسیو ہیرس کے اوپر لے جانے کے لیے...... ان کے قاتلوں کو اوپر لے جانے...... اور پھر نیچے لانے کے لیے۔

ہیلمندو: عام لوگ لفٹ آپریٹ کر سکتے ہیں؟

پاسکل: نہیں۔ ڈیوٹی پر آپریٹر لفٹ کو کبھی خالی نہیں چھوڑتے۔ اور رات کو ہر لفٹ ایک مخصوص چابی کی مدد سے لاک کر دی جاتی ہے۔

مارلیس: چابیاں کتنی ہیں؟

پاسکل: تین۔ ایک میرے پاس رہتی ہے اور دو نچلے کمرے میں مقفل دراز میں ہیں۔

ہیلمندو: تمہیں یقین ہے کہ آخری لفٹ دس بجے لاک کر دی گئی تھی؟

پاسکل: جی ہاں۔

مارلیس: اس کو آپریٹ کون کر رہا تھا؟

پاسکل: جیرارڈ تو تھ

مارلیس: میں اُس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔

پاسکل: بات تو اُس سے مجھے بھی کرنی تھی۔

مارلیس: کیا مطلب؟

پاسکل: اس رات کے بعد سے جیرارڈ کام پر نہیں آیا ہے۔ میں نے اُس کے اپارٹمنٹ فون کیا۔ کوئی جواب نہیں ملا۔ میں نے اُس کے لینڈ لارڈ سے بات کی ہے۔ اُس کا کہنا ہے کہ جیرارڈ اپارٹمنٹ چھوڑ گیا ہے۔

مارلیس: اور اُس کا نیا پتا؟

پاسکل: کسی کو نہیں معلوم کہ اب وہ کہاں ہے۔ وہ غائب ہو گیا ہے۔

''غائب ہوگیا؟ تم لفٹ آپریٹر کی بات کر رہے ہو یا کسی شعبدے باز جادوگر کی۔'' سیکریٹری جنرل کلاڈ رینا ڈ نے کہا۔ وہ انٹرپول ہیڈ کوارٹرز کا انچارج تھا۔ وہ ایک پستہ قامت، لیکن توانائی سے بھرا آدمی تھا۔ اس کی عمر پچاس سے اوپر تھی۔ بیس برس کی محنت کے بعد کہیں وہ اس منصب تک پہنچا تھا۔

رینا ڈ اس وقت انٹرپول ہیڈ کوارٹرز میں ہونے والے ایک اجلاس کی صدارت کر رہا تھا۔ انٹرپول کا رابطہ 78 ممالک کی 126 پولیس فورسز سے رہتا ہے۔ کانفرنس ٹیبل پر اس وقت بارہ افراد موجود تھے اور وہ پچھلے ایک گھنٹے سے ڈیٹیکو بیلمند سے پوچھ گچھ کر رہے تھے۔

سیکرٹری جنرل رینا ڈ نے تلخ لہجے میں کہا۔ ''تم اور ماریس اس قتل کا عقدہ حل نہیں کر سکے۔ تم یہی کہہ رہے ہو نا؟''

''ہم نے ہر ممکن کوشش کی۔ لیکن معلومات......''

''کوئی بات نہیں۔ تم جا سکتے ہو۔''

''شکریہ سر۔''

''بیلمند رخصت ہوگیا۔ کانفرس میں شریک ایک شخص نے کہا۔ ''اس سے تو کوئی مدد نہیں ملی۔''

رینا ڈ نے آہ بھرتے ہوئے کہا ''اس کی ہر بات سے اُس شک کی تصدیق ہو رہی تھی، جو ہمارے ذہن میں پہلے سے موجود ہے۔''

وہ سب اسے حیرت سے دیکھنے لگے۔

''جنٹل مین...... یہ ایک پراسرار معما ہے۔ 15 سال سے میں یہاں کام کر رہا ہوں۔ ہم جنونی قاتل، بین الاقوامی گینگ اور ہر طرح کے جرائم کی تفتیش کرتے رہے ہیں۔ لیکن میں نے ایسا کہیں کبھی نہیں دیکھا۔ میں نیویارک آفس نوٹس بھجوا رہا ہوں۔''

.......✿.......

مین ہٹن ...... نیویارک

چیف آف مین ہٹن ڈیٹیکٹیوز فرینک بیگلے رینا ڈ کی بھجوائی ہوئی فائل کا مطالعہ کر رہا تھا۔ اسی وقت ارل گرین برگ اور رابرٹ دفتر میں داخل ہوئے۔ ''آپ نے ہمیں یاد کیا چیف؟''

''ہاں۔ بیٹھ جاؤ۔''

وہ بیٹھ گئے۔ فرینک نے ایک کاغذ اٹھایا۔ ''یہ نوٹس انٹرپول نے بھجوایا ہے۔'' اس نے پڑھتے ہوئے کہا۔ ''چھ سال پہلے ایک جاپانی سائنس دان اکیرا نے اپنے ہوٹل کے کمرے میں خود کو پنکھے سے لٹکا کر خودکشی کی تھی۔ اکیرا صحت مند اور ہر زاویے سے مطمئن اور خوش وخرم تھا۔ مرنے سے ذرا پہلے اسے پروموشن ملا تھا......''

''جاپان...... اس کا ہم سے کیا تعلق......''

''مجھے بات تو پوری کرنے دو۔ تین سال پہلے ایک سوئس سائنس داں میڈیلین اسمتھ نے زیورچ میں اپنے اپارٹمنٹ میں گیس کھولی اور

خودکشی کر لی۔ اُس کی عمر 32 سال تھی۔ وہ ماں بننے والی تھی۔ اُس کے دوستوں کا کہنا تھا کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ بہت خوش تھی۔'' فرینک نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا اور ذرا توقف کے بعد بات جاری رکھی۔'' اور پچھلے تین دنوں کی روداد سنو۔ برلن کی سونجا ور برگ نے خود کو باتھ ٹب میں ڈبو یا۔ اسی رات ایک امریکی مارک ہیرس نے ایفل ٹاور سے چھلانگ لگا دی۔ اگلے روز گیری رینالڈ نامی کینیڈین کا سیسنا جہاز ڈینور سے ذرا دور ایک پہاڑ سے ٹکرا کر تباہ ہو گیا۔''

ارل اور رابرٹ اب بڑی توجہ سے سن رہے تھے۔ لیکن ان کے انداز میں اب بھی الجھن تھی۔

''اور کل تمہیں دریا سے رچرڈ اسٹیونز کی لاش ملی......''

''ان تمام کیسوں کا ہم سے کیا تعلق؟'' ارل نے پوچھا۔

''درحقیقت یہ ایک ہی کیس ہے۔'' فرینک بیگلے نے کہا۔

''ایک منٹ سر۔'' ارل نے پرخیال لہجے میں کہا۔'' چھ سال پہلے ایک جاپانی، تین سال پہلے ایک سوئس اور پچھلے تین دنوں میں ایک جرمن، ایک کینیڈین اور دو امریکیوں کی موت...... یہی بات ہے نا؟ یہ ایک کیس کیسے ہوا؟''

فرینک بیگلے نے انٹرپول کا نوٹس اس کی طرف بڑھایا۔ ارل نے نوٹس پڑھا۔ اُس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ اس نے سر اٹھا کر فرینک کی طرف دیکھا۔'' انٹرپول کا خیال ہے کہ ان تمام اموات میں کنگسلے انٹرنیشنل گروپ کا ہاتھ ہے۔ مجھے تو یہ تصور بھی احمقانہ لگتا ہے۔''

''چیف...... یہ دنیا کا سب سے بڑا تھنک ٹینک ہے، جس پر وہ شبہ کر رہے ہیں۔'' رابرٹ بولا۔

''یہ سب لوگ قتل کیے گئے تھے...... اور ان میں سے ہر ایک کا تعلق کے آئی جی سے ہے۔ اس کمپنی کا مالک ٹینر کنگسلے ہے۔ وہ کے آئی جی کا چیئرمین اور چیف ایگزیکٹیو ہے۔ اس کے علاوہ وہ صدارتی سائنسی کمیٹی کا سربراہ، نیشنل پلاننگ کمیشن کا چیئرمین اور پینٹاگون کے ڈیفنس پالیسی بورڈ کا صدر بھی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اُس سے ملاقات کرو۔''

ارل نروس نظر آنے لگا۔'' ٹھیک ہے سر۔''

''اور ارل...... ذرا احتیاط سے۔ تمہیں پھونک پھونک کر قدم رکھنا ہوگا۔''

⁂

پانچ منٹ بعد ارل گرین برگ ٹینر کنگسلے کی سیکریٹری سے بات کر رہا تھا۔ ریسیور رکھ کر وہ رابرٹ کی طرف مڑا۔'' تمہیں منگل کی صبح دس بجے کا وقت ملا ہے۔ فی الحال مسٹر کنگسلے واشنگٹن میں ہیں اور کانگریشنل کمیٹی کی میٹنگ میں شریک ہو رہے ہیں۔''

⁂

واشنگٹن

واشنگٹن میں ماحولیات پر سینٹ کی کمیٹی کے اجلاس میں چھ اراکین شریک تھے۔ تماشائیوں اور رپورٹرز کی تعداد چالیس کے لگ بھگ تھی،

جو بڑی توجہ سے ٹینر کنکسلے کا بیان سن رہے تھے۔

ٹینر کی عمر 42 سال تھی۔ وہ دراز قد اور خوب رو تھا۔ نیلی آنکھوں میں ذہانت کی چمک تھی۔ کمیٹی کی سربراہ سینڈ سینیٹر ہاؤلین میری وان لوئن تھی۔ وہ بے حد پر اعتماد اور جارحانہ مزاج والی عورت تھی۔ اُس نے ٹینر سے سرد لہجے میں کہا۔ ''کہتے رہتے مسٹر کنکسلے۔''

''شکریہ سینیٹر'' ٹینر نے کہا۔ پھر وہ پر جوش لہجے میں بولنے لگا۔ ''ہماری حکومت میں موجود سیاست داں اس بات سے بے خبر ہیں کہ اوزون کی سطح میں جو سوراخ ہوا تھا، وہ بڑھتا جا رہا ہے۔ اس کی وجہ سے آدھی دنیا قحط سالی کا شکار ہو رہی ہے۔ اور دوسری آدھی دنیا میں سیلاب تباہی مچا رہے ہیں۔ گرمی بڑھ جانے کی وجہ سے آئس برگ پگھل رہے ہیں۔ قطب جنوبی والا اوزون کا سوراخ جسامت میں اب ایک کروڑ مربع میل چوڑا ہو چکا ہے۔ ذرا سوچیں، ایک کروڑ مربع میل!'' اس نے ڈرامائی انداز میں ہاتھ پھیلائے۔ ''یورپ کے بعض حصے سائیکلون، ٹائی فون اور بڑے بڑے طوفان کی لپیٹ میں آئے ہوئے ہیں۔ ان میں جانیں ضائع ہو رہی ہیں۔ دوسرے طرف لاکھوں انسان بھوکے مر رہے ہیں۔ لیکن سیاست دانوں کے نزدیک یہ محض لفظ ہیں۔ آپ گہرائی میں جا کر سوچنے کی کوشش کریں۔ جیتے جاگتے انسان مر رہے ہیں، جن میں بچے بھی ہیں۔ پچھلے موسم گرما میں یورپ میں بیس ہزار افراد گرمی کی شدت سے ختم ہو گئے اور ہماری حکومت بس ماحولیات پر سیمنار منعقد کرا رہی ہے۔ ہم یہ ثابت کر رہے ہیں کہ ہمیں باقی دنیا سے کوئی غرض نہیں۔ ہم خود کو بے حس......''

سینیٹر وان لوئن نے اس کی بات کاٹ دی۔ ''مسٹر کنکسلے، اپنا لہجہ نرم رکھیے۔ یہ کوئی مذاکرہ ہے نہ مناظرہ۔''

ٹینر نے گہری سانس لی اور اثبات میں سر ہلایا۔ اب وہ بولا تو اس کے لہجے میں جوش کی کمی تھی۔ ہم سب جانتے ہیں کہ ماحولیاتی آلودگی کا سب سے بڑا سبب وہ ایندھن ہے جو بڑی بھاری مقدار میں ہم جلاتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ہم اُس میں کمی کر سکتے ہیں۔ ہم تو اس ہوا کو بھی زہریلا بنا رہے ہیں، جس میں ہمارے بچے سانس لیتے ہیں۔ ہمیں اس آلودگی کو روکنا ہوگا۔ اسے روکا جا سکتا ہے۔ لیکن ایسا ہوتا کیوں نہیں؟ اس لیے کہ اس کے لیے کتنے ہی کاروبار ختم کرنے پڑیں۔'' اس کی آواز پھر بلند ہونے لگی۔ ''دولت کمانے والے دولت سے محروم ہو جائیں گے۔ وہ سوچتے ہیں کہ ایک سانس کے لیے تازہ ہوا کتنی مہنگی ہوتی ہے۔...... دو گیلن گیس کے برابر...... تو کسی کے لیے اتنی مہنگی سانس کیوں خریدی جائے۔ وہ یہ نہیں سوچتے کہ آدمی کے لیے زمین کے سوا کوئی رہنے کی جگہ نہیں۔ ہم زمین، سمندر اور ہوا...... سب کو زہر آلود کر رہے ہیں۔ اگر ہم نہ رکے تو......''

''سینیٹر وان لوئن نے پھر مداخلت کی۔ ''مسٹر کنکسلے......''

''میں معذرت خواہ ہوں سینیٹر۔ لیکن مجھے غصہ آتا ہے اس پر۔ یہ ممکن نہیں کہ میں اپنی دنیا کو تباہ ہوتے بھی دیکھوں اور احتجاج بھی نہ کروں۔''

وہ مزید تیس منٹ تک بولتا رہا۔

وہ چپ ہوا تو سینیٹر وان لوئن نے کہا۔ ''یہ سماعت اب ختم کی جاتی ہے۔ مسٹر کنکسلے، آپ مجھ سے میرے آفس میں ملیں......''

......۞......

وہ ایک بیوروکریٹ کا آفس لگتا تھا۔ ایک بڑی ڈیسک، ایک میز، چھ کرسیاں اور قطار سے رکھی ہوئی کئی فائلنگ کیبنٹس، ٹینر وہاں پہنچا تو

سینیٹر کے علاوہ دو افراد بھی وہاں موجود تھے۔ ’’یہ میری معاونین ہیں...... کورین مرفی اور کیرولی ٹروسٹ۔‘‘

کورین مرفی جوان اور پرکشش تھی...... سرخ بالوں والی حسینہ۔ کیرولی بھی جوان تھی۔ اس کے بال شہد رنگ تھے۔ وہ دونوں ہی ٹیلر سے بہت زیادہ متاثر نظر آ رہی تھیں۔

’’تشریف رکھیے مسٹر ٹنکسلے۔‘‘ سینیٹر نے اپنی معاونین کا تعارف کرانے کے بعد کہا۔

ٹیلر بیٹھ گیا۔ سینیٹر ایک لمحہ اُسے بہ غور دیکھتی رہی۔ ’’سچی بات یہ ہے کہ تم میری سمجھ میں نہیں آتے۔‘‘ بالآخر اُس نے کہا۔

’’حیرت ہے۔ میں تو سمجھتا تھا کہ میں ہر بات صاف اور واضح......‘‘

’’ہماری حکومت کے متعدد پروجیکٹس کے کنٹریکٹ تمہاری کمپنی کو ملے ہوئے ہیں۔ اس کے باوجود تم ماحولیات کے مسئلے پر ہماری حکومت کو چیلنج کرتے رہتے ہو۔ کیا یہ کاروباری اعتبار سے نقصان دہ نہیں ہے؟‘‘

ٹیلر نے سرد لہجے میں کہا۔ ’’یہ کاروباری نہیں، انسانیت کی بات ہے سینیٹر۔ یہ سب کچھ ایک تباہ کن گلوبل عدم استحکام کا آغاز ہے۔ میں کوشش کر رہا ہوں کہ سینیٹ اس کی روک تھام اور اصلاح کے لیے فنڈز کی منظوری دے......‘‘

’’اور ان میں سے کچھ فنڈز تمہاری کمپنی کو ملیں گے۔‘‘ سینیٹر نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

’’مجھے اس کی کوئی پروا ہے نہ لالچ۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ پانی سر سے گزر جانے سے پہلے کچھ کر لیا جائے۔‘‘

کورین مرفی نے گرم جوشی سے کہا۔ ’’آپ کا جذبہ قابل ستائش ہے۔ آپ ایک غیر معمولی آدمی ہیں۔‘‘

ٹیلر اُس کی طرف مڑا۔ ’’مس مرفی، اگر اس سے آپ کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کی اکثریت دولت کو اخلاقیات اور انسانیت سے زیادہ اہم سمجھتی ہے، اس لیے میں غیر معمولی آدمی ہوں، تو شاید آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔‘‘

’’میں سمجھتی ہوں کہ آپ بہت شاندار کام کر رہے ہیں۔‘‘ کیرولی نے جلدی سے کہا۔

سینیٹر وان لوئن نے ان دونوں کو بدمزگی سے دیکھا۔ پھر ٹیلر کی طرف مڑی۔ ’’میں کوئی وعدہ تو نہیں کرتی۔ لیکن میں اپنے ساتھیوں سے اس سلسلے میں بات کروں گی۔ اور پھر میں تم سے رابطہ کروں گی۔‘‘

’’شکریہ سینیٹر۔ کبھی مین ہٹن آنا ہو تو میں آپ کو کے آئی جی کا دورہ کراؤں۔ آپ کو یقیناً خوشی ہو گی۔‘‘

سینیٹر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ’’دیکھیں گے۔‘‘

اور میٹنگ ختم ہو گئی!

⁂

وہ کبھی نہ ختم ہونے والی دوڑ تھی اور وہ بری طرح نڈھال ہو چکا تھا۔ سانس اُس کے سینے میں نہیں سما رہی تھی۔ اُس کی ٹانگیں اتنی بھاری ہو رہی تھیں کہ ان کا بوجھ اٹھانا ناممکن لگ رہا تھا۔ اُس نے کھانسنے، کھنکھارنے کی کوشش کی تو اُس کا جی متلانے لگا۔ لگتا تھا، قے ہو جائے گی۔ لیکن یہ

ممکن نہیں تھا۔ اُس کے وجود میں پانی جیسے رہا ہی نہیں تھا، حلق میں کانٹے پڑ رہے تھے۔

وہ صحرا میں پڑا ریت میں لاتیں چلا رہا تھا۔ سامنے اسے چند درخت نظر آ رہے تھے۔ درختوں کی ہلتی ہوئی شاخوں میں اسے اپنے لیے ہوا کے بلاوے محسوس ہو رہے تھے، جیسے وہ اسے اپنے پاس، اپنے تحفظ کے سائے میں چلے آنے کی تلقین کر رہے ہوں۔ لیکن وہ جانتا تھا کہ ان درختوں تک نہیں پہنچ سکے گا۔ یہ بات وہ ابتدا ہی سے جانتا تھا...... ہمیشہ سے جانتا تھا۔ اس کے باوجود وہ دوڑ تا رہا تھا۔ یہاں تک کہ اُس کے پیر زمین سے اٹھنے کے قابل ہی نہیں رہے تھے۔ اُسے لگتا تھا کہ وہ ایک ہی جگہ کھڑا ہے جا رہا ہے، دوڑ نہیں رہا ہے۔

وہ اسے اپنے پیچھے جھپٹتے صاف محسوس ہو رہا تھا۔ گو کہ دماغ سڑا دینے والی بدبو بھی بے حد واضح تھی۔ لیکن اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ جب اُس کی گرم گیلی سانسیں اُس کی گردن کو چھونے لگیں، تب بھی وہ دھندلائی ہوئی آنکھوں سے سامنے کی سمت دیکھتا رہا۔ بالآخر وہ جبڑے حرکت میں آئے اور اُس کی پشت میں اذیت کی لہر دوڑ گی۔ وہ چیخا، اُس کے دونوں ہاتھ آگے کی سمت پھیلتے ہوئے پھڑ پھڑائے اور درندہ اُس کی پیٹھ سے پھسل کر گر گیا۔ لیکن اُس کے پنجوں نے اس کی پیٹھ پر کھرونچے بنا دیے تھے۔ وہ پھر چلایا۔ لیکن اس بار اس کے حلق میں کوئی آواز نہیں نکلی تھی۔ وہ گھٹنوں کے بل گر گیا۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن درندہ پھر اُس پر چڑھ آیا تھا۔ اس نے گول مول ہو کر خود کو بچانے کی کوشش کی۔ لیکن وہ اُس کے پیٹ اور ناف کے نچلے حصے کو سونگھ رہا تھا۔ اس کی سانسوں کی بدبو بھی ناقابل برداشت تھی۔ لیکن جسم میں پانی نہ ہونے کی وجہ سے اسے قے ہو ہی نہیں سکتی تھی۔

اُس نے کوشش کی کہ اپنی آنکھیں بند رکھے۔ لیکن یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ اپنی زندگی بچانے کے لیے لڑ رہا ہو اور کچھ دیکھے بھی نہیں۔ اور وہاں نہ گوشت تھا اور نہ ہڈیوں پر کھال۔ وہ تو بس ایک ڈھانچہ تھا اور ایک کھوپڑی۔ اس نے جبڑے کو تھام کر زور لگاتے ہوئے اسے بند کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اس میں اس کی طاقت نہیں تھی۔ اسے ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے اس کے وجود سے قطرہ قطرہ زندگی گر کر ریت میں جذب ہو رہی ہے۔ وہ اُس کے پنجے اپنے جسم میں اترتے اور اپنے جسم کے نازک حصوں کی طرف اس کے جبڑے کو بڑھتے دیکھ رہا تھا......

اُس کی آنکھ کھلی تو وہ حلق کے بل چلا رہا تھا۔

''اینڈریو۔'' سفیر کی بیوی ہڑبڑا کر اٹھی۔ اُس نے سفیر کی کمر میں ہاتھ حمائل کر کے اسے دوبارہ لٹانے کی کوشش کی۔ لیکن وہ مزاحمت کرنے لگا۔ اُسے جیسے کچھ معلوم ہی نہیں تھا۔ پھر اُس کی آنکھوں میں دھند چھٹی تو اُس نے اپنے بیوی کے پریشان چہرے کو دیکھا۔ اُس کے جسم پر تھرتھری چڑھ گئی اور وہ دوبارہ تکیے پر سر رکھ کر لیٹ گیا۔ چادر اُس نے اپنے اوپر ٹھوڑی تک کھینچ لی۔

''تم ٹھیک ہو نا اینڈریو؟ اس کی بیوی نے پوچھا۔

اُس نے اثبات میں سر ہلایا اور بولنے کی کوشش کی۔ لیکن اُس کے منہ سے ایک گھٹی گھٹی ہاں کے سوا کچھ نہیں نکل سکا۔

''میرا خیال ہے، تمہیں ڈاکٹر کے پاس جانا چاہیے۔''

''نہیں۔'' وہ بڑی شدت سے نفی میں سر ہلانے لگا۔ پھر اُس نے مسکرانے کی کوشش کی۔ لیکن وہ ٹوٹی پھوٹی مسکراہٹ بے حد ڈراؤنی

تھی۔ ''سب ٹھیک ہے۔ میں ٹھیک ہوں۔'' اس نے کہا۔ ''سوری، تم اب سو جاؤ۔''

''اس کی بیوی نے بدمزگی سے اُسے دیکھا۔ لیکن کچھ کہے بغیر دوسری طرف کروٹ لے کر لیٹ گئی۔

وہ اپنی بیوی کے سونے کا انتظار کرتا رہا۔ جب اسے اُس کے سونے کا یقین ہو گیا تو وہ بہت آہستگی سے بستر سے اتر آیا۔ اُس کا جسم برہنہ تھا اور دونوں ہاتھوں سے اپنا ادھڑا ہوا پیٹ پکڑے ہوئے تھا۔ اب یہ سب کچھ وہ اپنی بیٹی کو نہیں بتا سکتا تھا۔ وہ تو اُس کی طاقت پر مرتی تھی۔ اُس کی کمزوری وہ کبھی قبول نہ کرتی۔ اور ویسے بھی وہ اسے جو کچھ بتاتا، اسے سن کر وہ اسے پاگل ہی سمجھ سکتی تھی۔

وہ باتھ روم میں گیا۔ شاور کے نیچے کھڑے ہو کر اُس نے شاور کھولا۔ پھر وہ اپنی ٹانگوں کے درمیان پانی ملا خون گرتے دیکھتا رہا۔ اس وقت بھی درندے کے پنجے اسے اپنی پیٹھ میں گڑے محسوس ہو رہے تھے۔ اس نے بڑی آہستگی سے اپنے پیٹ کے زخم کو چھوا۔ عجیب بات تھی۔ درندہ ہمیشہ پیٹ کے نیچے اس کے جسم کے نازک ترین عضو پر جھپٹتا تھا، جیسے اس گوشت میں اس کے لیے کوئی خاص لذت ہو۔

اس خیال پر اسے خود بھی ہنسی آ گئی۔ اس نے شاور بند کیا، گاؤن پہنا اور باہر نکل آیا۔

اپنے بستر پر پہنچ کر اُس نے چادر پلٹی تو اس کا منہ بن گیا۔ جہاں وہ لیٹا تھا، وہاں بہت سارا خون تھا اور گیڈر کے جسم کے بال تھے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کاش ایلن اپنی جگہ ہی لیٹی رہے۔ اگر اُس نے کروٹ لی اور یہ سب دیکھ لیا تو......؟ اُس نے چادر ڈھانپ دی۔

پھر وہ خاموشی سے کمرے سے نکل آیا۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ اپنی اسٹڈی میں جائے گا اور صوفے پر لیٹ کر سو جائے گا۔ شاید وہاں درندہ اس پر حملہ نہیں کرے گا۔ ممکن ہے، اب باقی رات میں وہ اس کی جان چھوڑ دے۔

پیرس......فرانس

مارک کی موت کی خبر پھیلتے ہی فون کالز کا تانتا بندھ گیا تھا۔ سب سے پہلے مارک کے قریبی دوست اور ساتھی سام میڈوز نے کیلی کو فون کیا۔ ''یہ کیا ہوگیا کیلی۔ مجھے یقین ہی نہیں آ رہا ہے۔'' سام نے کہا۔ ''میں سر گھما کر دیکھتا ہوں تو مجھے مارک کا خیال آتا ہے۔ میں تمہارے لیے کیا کرسکتا ہوں کیلی؟''

''کچھ بھی نہیں ہوسکتا سام۔ کوئی کچھ نہیں کرسکتا۔ شکریہ۔''

''مجھ سے رابطے میں رہنا کیلی۔ میں ہر طرح سے حاضر ہوں......''

اُس کے بعد درجنوں فون آئے۔ کچھ مارک کے دوستوں کے اور کچھ کیلی کی ساتھی ماڈلز کے۔ ماڈل ایجنسی کے سربراہ بل لرنر نے فون کیا اور تعزیت کرنے کے بعد بولا۔ ''مجھے احساس ہے کیلی کہ یہ ان باتوں کے لیے مناسب وقت نہیں۔ لیکن میرا خیال ہے، فوری طور پر کام شروع کردینا تمہارے لیے فائدہ مند ہوگا۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ کب تک......؟''

''جب مارک میرے پاس واپس آئے گا، میں کام شروع کردوں گی۔'' یہ کہہ کر کیلی نے ریسیور رکھ دیا۔

اور اب فون کی گھنٹی پھر بج رہی تھی۔ کچھ دیر کیلی نے اسے نظرانداز کیا۔ مگر پھر ریسیور اٹھانا ہی پڑا۔ ''مسز ہیرس اسپیکنگ۔'' وہ بولی۔

''میں مسٹر ٹینر کنگسلے کے آفس سے بات کر رہی ہوں۔''

ٹینر کنگسلے وہ آدمی تھا، جس کے لیے مارک کام کرتا تھا۔ ''جی......فرمایئے؟'' کیلی نے کہا۔

''اگر آپ مسٹر کنگسلے سے ملنے مین ہٹن آئیں تو انہیں بہت خوشی ہوگی۔ کیا یہ ممکن ہے؟''

کیلی نے ایجنسی سے کہہ کر اپنی ہر بکنگ کینسل کرادی تھی۔ یعنی اس کے پاس فرصت تھی۔ لیکن اسے حیرت تھی۔ کنگسلے اس سے کیوں ملنا چاہتا ہے۔ ''جی......ممکن ہے۔'' اس نے فون پر کہا۔

''آپ جمعے کو پیرس سے روانہ ہوسکتی ہیں؟''

''ٹھیک ہے۔''

''چارلس ڈیگال ایئرپورٹ پر یونائیٹڈ ایئرلائنز کے کاؤنٹر پر آپ کا ٹکٹ موجود ہوگا۔ اور نیویارک ایئرپورٹ پر ایک کار آپ کی منتظر ہوگی۔''

......✿......

مارک اس سے ٹینر کنگسلے کے بارے میں بات کرتا رہا تھا۔ وہ اُس سے مل چکا تھا۔ اُس کے خیال میں ٹینر ایک بے حد شاندار اور جینئیس آدمی تھا۔ کیلی نے سوچا، ٹینر اور وہ مارک کی یادیں تازہ کرسکیں گے۔ یہ خیال اُس کے لیے خوش آئند تھا۔

انجلو دوڑتا ہوا آیا اور چھلانگ لگا کر اس کی گود میں بیٹھ گیا۔ کیلی نے سوچا، وہ انجلو کا کیا کرے۔ وہ اسے ساتھ لے کر تو نہیں جاسکتی تھی۔ سوال یہ تھا کہ اسے کہاں چھوڑے۔ پھر اسے ایک خیال سوجھا۔

وہ گراؤنڈ فلور پر سپرنٹنڈنٹ کے آفس کی طرف چل دی۔ وہاں نئی لفٹ نصب کی جا رہی تھی۔

بلڈنگ کا سپرنٹنڈنٹ فلپ سینڈر اچھا آدمی تھا۔ اُس کی بیوی اور بیٹی بھی بہت تعاون کرنے والی تھیں۔ مارک کی موت پر یہ پوری فیملی بہت دکھی ہوئی تھی۔

کیلی نے دروازے پر دستک دی۔ فلپ نے دروازہ کھولا ''مجھے آپ کی مدد درکار ہے۔'' کیلی نے کہا۔

''اندر تو آیئے۔ فلپ نے کہا۔''ہم ہر طرح سے حاضر ہیں میڈم ہیرس۔''

''مجھے تین چار دن کے لیے نیویارک جاتا ہے۔ اس دوران آپ میرے اینجلو کو اپنے پاس رکھ لیں گے؟''

''ارے...... ہم سب کو تو بہت خوشی ہوگی۔ اینجلو تو اینا ماریہ کو بھی بہت اچھا لگتا ہے۔''

''شکریہ موسیو سینڈر۔ یہ آپ کا احسان ہوگا مجھ پر۔''

''ہم تو اینجلو کی عادتیں بگاڑنے کی پوری کوشش کریں گے۔''

کیلی مسکرادی۔''وہ تو میں پہلے ہی کر چکی ہوں۔ لاڈ پیار کر کے۔ ویسے موسیو، میں جمعے کو جا رہی ہوں۔''

''ٹھیک ہے۔ آپ اس طرف سے بے فکر ہو جائیں۔ ارے ہاں...... آپ کو پتا ہے، میری بیٹی کو لاسوربون میں داخلہ مل گیا ہے۔''

''واہ...... یہ تو بڑے فخر کی بات ہے آپ کے لیے۔''

''جی ہاں۔ یہ تو ہمارا خواب تھا۔ دو ہفتے بعد وہ جانا شروع کردے گی۔''

......۞......

جمعے کی صبح کیلی اینجلو کو لے کر فلپ سینڈر کے اپارٹمنٹ میں گئی۔ اس نے کاغذ کی چند تھیلیاں سینڈر کی طرف بڑھائیں۔''یہ اینجلو کے پسندیدہ کھانے اور کھلونے ہیں......''

فلپ دو قدم پیچھے ہٹا۔ کیلی کو پیچھے رکھے ہوئے کتے کے کھلونے نظر آئے۔ کیلی ہنسنے لگی۔''اینجلو...... میں تمہیں محبت کرنے والے لوگوں کے پاس چھوڑ کر جا رہی ہوں۔''اس نے پلے کو تھپ تھپایا۔''گڈ بائی اینجلو۔ تھینک یوں فلپ۔''

کیلی ایرپورٹ جانے کے لیے اپارٹمنٹ سے نکل رہی تھی۔ باہر اسے آپریٹر نکولا نظر آئی، جو اسے خدا حافظ کہنے آئی تھی۔ وہ دبلی پتلی اور اتنے چھوٹے قد کی تھی کہ سوئچ بورڈ پر بیٹھی ہوتی تو باہر سے بہ مشکل اس کا سر ہی نظر آتا تھا۔

نکولا کیلی کو دیکھ کر مسکرائی۔''جلدی واپس آیئے گا میڈم۔ ہم آپ کو مس کریں گے۔''

کیلی نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔''شکریہ نکولا۔ بس چند دن کی بات ہے۔''

چند منٹ بعد وہ ائرپورٹ جا رہی تھی

......۞......

چارلس ڈیگال ایر پورٹ پر زبردست ہجوم تھا۔ ایئر پورٹ منیجر اسے ایک پرائیویٹ لاؤنج میں لے گیا۔ پون گھنٹے بعد اس کی فلائٹ اناؤنس کی گئی۔ کیلی بورڈنگ گیٹ کی طرف بڑھی۔ قریب کھڑی ایک عورت اسے بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔ جیسے ہی کیلی اُس کی نظروں سے اوجھل ہوئی۔ عورت نے اپنے سیل فون پر کسی کو کال کیا۔

کیلی جہاز میں اپنی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ وہ اب بھی مارک ہی کے بارے میں سوچ جا رہی تھی۔ اسے یہ احساس بھی نہیں تھا کہ کیبن میں موجود تمام مرد اور عورتیں اسے گھور رہے ہیں۔

مارک آدھی رات کو ایفل ٹاور کے آبزرویشن ڈیک پر کیوں تھا...... اور وہاں کیا کر رہا تھا۔ کیا اُسے کسی سے ملنا تھا۔ وہاں......؟ اور کیوں؟ وہ سوچ رہی تھی۔ اور سب سے خطرناک سوال یہ تھا کہ اُس نے خودکشی کیوں کی۔ جبکہ انکی ازدواجی زندگی بے حد خوش گوار تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے بے حد محبت کرتے تھے۔ نہیں...... یہ ممکن ہی نہیں کہ مارک نے خودکشی کی ہو۔ مارک ایسا تھا ہی نہیں اور پھر خودکشی کا کوئی جواز ہی نہیں تھا۔

کیلی نے آنکھیں موند لیں اور ماضی کے خیالوں میں کھو گئی۔

⁂

ابتداء میں وہ بہت عجیب اور غیر رسمی تعلق تھا۔ کیلی پہلی بار مارک سے ملنے گئی تو وہ نروس تھی۔ اس کے ذہن میں صرف دوستی کا تصور تھا۔ اس کے خیال میں اس دوستی کا سبب مشترکہ دکھ اور محرومیاں تھیں۔ اس میں کوئی رومانوی پیچیدگی نہیں تھی۔

اطلاعی گھنٹی بجی۔ اس نے دروازہ کھولا۔ سامنے مارک تھا۔ اس کے ہاتھوں میں ایک باکس اور ایک پیپر بیگ تھا اور ہونٹوں پر مسکراہٹ۔ وہ بھدی فٹنگ والا گرے سوٹ پہنے ہوئے تھا۔ کیلی کو ہنسی آ گئی۔ عام طور پر مرد کسی عورت سے ملنے کے لیے جائیں تو بہت اچھا نظر آنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مارک ان کا الٹ تھا۔

''آجاؤ۔'' کیلی نے کہا۔

''میں لیٹ تو نہیں ہوا۔''

''نہیں۔ بالکل نہیں۔ کیلی نے مروت سے کام لیتے ہوئے کہا۔ کیونکہ مارک مقررہ وقت سے 25 منٹ پہلے نازل ہوا تھا۔

مارک نے باکس اس کی طرف بڑھایا۔ ''یہ تمہارے لیے ہے۔''

اس باکس میں پانچ پونڈ چاکلیٹ تھی۔ اس وقت تک مختلف مردوں نے کیلی کو قیمتی زیورات، ہیرے جواہرات، بیش قیمت ملبوسات اور بنگلوں کی متعدد پیش کش کی تھی۔ لیکن کسی نے چاکلیٹ کبھی نہیں دی تھی جس کی ہر ماڈل کو ضرورت ہوتی ہے۔ ''شکریہ۔'' وہ مسکرائی۔

مارک نے بیگ اس کی طرف بڑھایا۔ ''اور یہ اس میں انجلو کی دعوت کا سامان ہے۔''

اُسی وقت انجلو اچھلتا کودتا کمرے میں آیا اور مارک کی ٹانگوں سے لپٹ گیا۔ وہ پرجوش انداز میں دم ہلا رہا تھا۔ مارک نے اُسے گود میں

اٹھا کر تھپ تھپایا۔ ''ارے...... میں تمھیں یاد ہوں!''

''میں اینجلو کے لیے خاص طور پر تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں۔'' کیلی نے کہا۔ ''یہ بہت اچھا ساتھی ہے۔......اور میرا پہلا۔''

مارک نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ اُس کی آنکھیں سب کچھ کہہ رہی تھیں۔

اس شام کو کیلی کو اندازہ ہو گیا کہ مارک بہت اچھا ساتھی ہے۔ وہ ذہین تھا۔ اس سے باتیں کرنا بہت آسان تھا۔ اُس کے ساتھ وقت جیسے پر لگا کر اُڑ جاتا تھا۔ رخصت ہوتے وقت مارک نے کہا۔ ''کیا ہم پھر ملیں گے؟''

''کیوں نہیں۔''

''تمہیں کیا کرنا اچھا لگتا ہے کیلی؟''

فٹ بال دیکھنا۔ تمہیں فٹ بال سے دلچسپی ہے؟''

''اوہ......ارے......ہاں...... مجھے تو فٹ بال سے عشق ہے۔'' مارک نجانے کیوں گڑ بڑا گیا۔

کیلی نے سوچا، جھوٹ بولنا اس شخص کے بس کی بات نہیں۔ ساتھ ہی اسے ایک شرارت سوجھی۔ ''ہفتے کی رات چیمپئن شپ گیم ہے۔ چلو گے؟''

''کیوں نہیں۔ بہت لطف آئے گا۔'' مارک نے کمزور لہجے میں کہا۔

سب سے بڑی بات یہ تھی کہ ان کی قربت نفسانی تقاضوں سے دور تھی۔ مارک نے ایک بار بھی اسے چھونے کی کوشش نہیں کی تھی۔ جب وہ رخصت ہونے لگا تو اُس نے کہا۔ ''کیلی...... جانتی ہو، تمہاری کس بات نے مجھے اپنی طرف متوجہ کیا تھا؟''

کیلی کے اعصاب کشیدہ ہو گئے۔ یہ وہ مرحلہ آ رہا تھا۔ ایسے میں مرد اُس کے جسم کی تعریفیں کرتے تھے...... قصیدے پڑھتے تھے۔ کوئی لب و رخسار کی بات کرتا تھا تو کوئی جسم کے پیچ و خم کی۔ ''مجھے کیا معلوم۔'' اس نے سرد لہجے میں کہا۔ ''ذرا مجھے بتاؤ تو سہی، میری کس چیز نے تمہاری توجہ اپنی جانب مبذول کرائی تھی؟''

''تمہاری آنکھوں سے جھانکتی اذیت نے۔'' اور اس سے پہلے کہ کیلی جواب میں کچھ کہتی، مارک گڈ نائٹ کہہ کر رخصت ہو گیا۔

......✿......

ہفتے کو وہ آیا تو وہی چاکلیٹ کا باکس اور وہی پیپر بیگ اُس کے ساتھ تھا۔ ''میری اور اینجلو کی طرف سے شکریہ قبول کرو۔'' کیلی نے کہا۔

مارک اینجلو کو تھپ تھپا رہا تھا۔ کیلی نے اُس سے پوچھا۔ ''واقعی گیم دیکھنے چلو گے؟''

''بالکل۔'' مارک نے پر جوش لہجے میں کہا۔

''ٹھیک ہے۔'' کیلی بولی۔ وہ جانتی تھی کہ مارک نے اس سے پہلے فٹ بال کا کوئی گیم نہیں دیکھا ہے۔

......✿......

اسٹیڈیم کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ 67 ہزار پر جوش تماشائی لائنز اور مارسیلز کا چیمپین شپ گیم دیکھنے کو بے تاب ہو رہے تھے۔ کیلی اور مارک اپنی سیٹوں پر بیٹھ گئے، جو مڈ فیلڈ کے عین اوپر تھا۔ "یہ سیٹیں حاصل کرنا آسان نہیں تھا۔" کیلی نے ستائشی لہجے میں کہا۔

مارک مسکرایا۔ "فٹ بال سے محبت ہو، جیسی کہ مجھے ہے، تو کچھ بھی مشکل نہیں ہوتا۔"

کیلی نے بڑی مشکل سے خود کو ہنسنے سے روکا۔ میچ شروع ہوتے ہی مارک کی پول کھل جاتی۔

میچ شروع ہونے والا تھا۔ کھلاڑی تعارف کے لیے آگے آ رہے تھے۔ کیلی نے اپنی دانست میں مارک کی مدد کی۔ "یہ مارسیلز کا گول کیپر......"

"میں جانتا ہوں۔" مارک نے اس کی بات کاٹ دی۔ "یہ گریگری کوپٹ ہے...... لیگ کا بہترین گول کیپر۔ ابھی اپریل میں اس نے بورڈیکس کے خلاف چیمپین شپ جیتی ہے۔ پچھلے سال اس نے یو ای ایف اے کپ جیتا تھا۔ اُس کی عمر 31 سال قد چھ فٹ اور وزن 180 پونڈ ہے۔"

کیلی حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"فارورڈ پوزیشن کھیل رہے ہیں سڈنی گووا......" اناؤنسر کی آواز ابھری۔

"چودہ نمبر...... غیر معمولی کھلاڑی۔" مارک نے کہا "پچھلے ہفتے آگزر کے خلاف اُس نے آخری منٹ میں گول کیا تھا۔" کیلی متعجب ہو کر سنتی رہی۔ مارک تو فٹ بال کی معلومات کا خزانہ تھا۔ وہ ہر کھلاڑی کے بارے میں تفصیل سے بتا رہا تھا۔

پھر کھیل شروع ہو گیا۔ تماشائی تو جیسے پاگل ہو گئے تھے۔ "دیکھو۔ وہ بائیسکل کک سے اسٹارٹ لے رہا ہے۔" مارک نے ہیجانی لہجے میں کہا۔

کھیل بہت سنسنی خیز ہو رہا تھا۔ دونوں ٹیمیں بڑھ چڑھ کر حملے کر رہی تھیں اور دونوں گول کیپر بڑی مشکل میں تھے۔ کیلی کے لیے اپنی توجہ کھیل پر مرکز کرنا دشوار ہو رہا تھا۔ وہ بار بار مارک کو دیکھتی، سنتی اور فٹ بال کے بارے میں اس کی مہارت کو سراہتی۔ وہ حیران بھی تھی۔ اندازے کی اتنی بڑی غلطی اس سے کیسے سرزد ہو گئی۔ اسے تو یقین تھا......

"دیکھو...... گورافلک کک لگانے جا رہا ہے......" مارک نے اسے چونکا دیا۔

چند منٹ بعد اُس نے کہا۔ "کیریئر نے ہینڈ بال کی ہے۔ اب اس پر فائن......"

میچ لائنز نے جیت لیا۔ مارک بے حد خوش تھا۔ "کیسی زبردست ٹیم ہے یہ۔" اُس نے تبصرہ کیا۔

وہ اسٹیڈیم سے نکل رہا تھا۔ کیلی نے اس سے پوچھا۔ "مارک، فٹ بال میں تمہیں کتنے عرصے سے دلچسپی ہے؟"

مارک مسکرایا۔ "یہی کوئی تین دن سے۔ میں اپنے کمپیوٹر پر بیٹھ کر ریسرچ کرتا رہا ہوں۔ مجھے پتا چلا کہ تمہیں فٹ بال بہت پسند ہے۔ تو میں نے سوچا، مجھے بھی معلومات تو ہونی چاہئیں۔"

اس لمحے اس نے جیسے کیلی کے دل کو چھولیا۔ صرف اس کی خاطر مارک نے اپنا اتنا وقت صرف کیا!

اگلے روز کیلی کا ایک ماڈلنگ اسائن مینٹ مکمل ہونے والا تھا۔ انہوں نے کچھ پروگرام بھی بنایا تھا۔ ''میں تمہیں ڈریسنگ روم سے پک کرلوں گا۔ اور......''

''نہیں۔'' کیلی نے اُس کی بات کاٹ دی۔ دراصل وہ اسے دوسری ماڈلز سے نہیں ملوانا چاہتی تھی۔''

مارک نگاہوں میں الجھن لیے اُسے دیکھ رہا تھا۔

''میرا مطلب ہے...... ضابطہ یہ ہے کہ ڈریسنگ روم میں مردوں کا داخلہ ممنوع ہے......''

''اوہ......''

''لیکن کیلی کو جھوٹ پکڑے جانے کا ڈر بھی تھا۔'' بات یہ ہے کہ...... میں نہیں چاہتی کہ تم کسی ماڈل کی محبت میں مبتلا......''

........✵........

''خواتین وحضرات، اپنی سیٹ بیلٹس کس لیں۔ ہم کینیڈی ایرپورٹ پر لینڈ کرنے والے ہیں۔''

یہ اناؤنس مینٹ کیلی کو ماضی سے حال میں کھینچ لایا۔ وہ مارک کے آجر ٹینر کنگسلے سے ملاقات کے لیے نیویارک آئی تھی۔

نجانے کیسے میڈیا والوں کو اطلاع ہوگئی تھی۔ جہاز سے اترتے ہی وہ رپورٹرز، کیمروں اور مائیکس میں گھر گئی۔ ''کیلی...... ذرا ادھر دیکھیں......''

''آپ کے شوہر کا کیا قصہ ہے؟'' دوسرے نے پوچھا۔ ''سنا ہے، تم طلاق لینے والی تھیں۔''

''کیا امریکا میں سیٹل ہونے کا ارادہ ہے؟''

''سوالات کی بوچھاڑ میں کیلی نے رپورٹرز کے ہجوم کے باہر اُس شخص کو دیکھا۔ وہ مسکرایا۔ کیلی نے اسے اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا۔

وہ بین رابرٹس تھا۔ ٹی وی کے ٹاک شوز کا مقبول ترین میزبان، جس کی سب عزت کرتے تھے، وہ کیلی کا انٹرویو کر چکا تھا۔ دونوں کے درمیان دوستی ہوگئی تھی۔

بین آگے بڑھا تو رپورٹر بین کی طرف متوجہ ہوگئے۔ ''ہے بین...... کیا کیلی تمہارے شو میں آرہی ہے؟'' وہاں سوالات ہی سوالات تھے۔

''اس وقت کیلی کو جانے دو پھر کبھی بات کرلینا۔'' بین نے اپیل کی۔

رپورٹرز کی بھیڑ چھٹنے لگی۔ بین نے کیلی کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔ ''کیلی...... مجھے بہت دکھ ہے۔ میں مارک کو بہت پسند کرتا تھا۔''

''مارک بھی تمہیں پسند کرتا تھا بین۔''

وہ دونوں گیٹ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ''ویسے آف دی ریکارڈ تو بتاؤ گی کہ تم یہاں کیوں آئی ہو؟'' بین نے پوچھا۔

''میں ٹینر کنگسلے سے ملنے کے لیے آئی ہوں۔''

بین نے سر کو اثباتی جنبش دی۔ ''وہ بہت پاور فل آدمی ہے۔ یقیناً تمہارا ہر طرح سے خیال رکھے گا۔ لیکن کیلی، تمہیں میری ضرورت پڑے تو تم کسی بھی وقت مجھ سے رابطہ کر سکتی ہوں۔'' اُس نے ادھر اُدھر دیکھا۔ ''کوئی تمہیں پک کرے گا۔ یا میں......''

''اُسی لمحے وہ باوردی شوفر کیلی کے پاس پہنچ گیا۔ ''آپ مسز ہیرس ہیں نا؟ میں کولن ہوں۔ باہر کار موجود ہے۔ مسٹر کنکسلے نے آپ کے لیے میٹروپولیٹن ہوٹل میں سوئٹ بک کرایا ہے۔ آپ اپنے ٹکٹ مجھے دے دیے۔ میں آپ کا بیگج نکلوالوں۔''

کیلی بین کی طرف مڑی۔ ''تم مجھے کال کرو گے نا؟''

''کیوں نہیں۔''

............✡............

دس منٹ بعد کیلی کار میں ہوٹل کی طرف جا رہی تھی۔ ''مسٹر کنگسٹن کی سیکریٹری فون پر آپ کو ملاقات کے وقت کے بارے میں بتا دے گی۔ اور ہاں، یہ کار ہر وقت آپ کے لیے موجود رہے گی۔

''شکریہ۔'' کیلی نے کہا۔ مگر دل میں وہ سوچ رہی تھی کہ یہاں اُس کا کیا کام ہے...... کیا کر رہی ہے وہ؟ اسے نہیں معلوم تھا کہ اس سوال کا جواب ملنے ہی والا ہے۔

............✡............

عام طور پر ہائیڈ پارک میں صبح کی جاگنگ اینڈریو ڈوئیل کے لیے دن بھر کا سب سے پرسکون معمول تھا۔ اس دوران اسے اپنی ڈیسک، ٹلیکس کے ہجوم اور ڈپلومیٹک بیگ کے اکتا دینے والے معاملات سے نجات مل جاتی تھی۔

پچھلے ایک سال کے دوران یہ اس کا بلا ناغہ معمول تھا۔ ایک بہت موقر جریدے میں اس کے بارے میں ایک آرٹیکل بھی چھپا تھا۔ جس کا عنوان تھا...... برطانیہ میں امریکا کے سفیر کی زندگی کا ایک دن۔ اسے یاد تھا کہ اس آرٹیکل کی اشاعت پر سیکرٹ سروس والے کتنے برہم ہوئے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ اس کی جاگنگ کے روٹ اور اوقات کے بارے میں اتنی درست معلومات چھاپ کر میگزین والوں نے ان کے کام کو اور دشوار بنا دیا ہے۔ اور ان کا کام تھا۔ سفیر کی حفاظت!

لیکن اینڈریو ڈوئیل کو ان کی برہمی کی کوئی پروا نہیں تھی۔ وہ جانتا تھا کہ وہ لوگ ہر وقت کسی نہ کسی بات پر شکایت کرتے ہی رہتے ہیں۔

اُس نے سامنے دیکھا۔ اژدھے کی شمالی سائیڈ والے راستے پر اُس سے بیس گز آگے اُس کا ایک محافظ موجود تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ایک محافظ اس کے بیس گز پیچھے بھی موجود ہوگا۔ وہ ان دونوں کو یاد کر کے مسکرایا، جب عہدے کے اعتبار سے پہلی بار وہ سیکورٹی کا مستحق قرار پایا تھا، تو اسے کیسا فخر کا احساس ہوا تھا۔ لیکن کچھ ہی دنوں کے بعد وہ اسے وبال لگنے لگا تھا...... خوامخواہ کی رکاوٹ اور پریشانی۔

بہر حال اسے انکی موجودگی کا عادی ہونے میں بھی زیادہ وقت نہیں لگا تھا۔ اور جب وہ عادی ہو گیا تو اس کیلئے ان کا وجود اور عدم برابر ہو گیا تھا۔ اسے انکی موجودگی کا احساس تک نہیں ہوتا تھا۔ لیکن اب جبکہ پہلی بار اسے ان کی مدد کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی، تو وہ نااہل ثابت ہو رہے تھے۔ وہ اسکی مدد نہیں

کرسکتے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ انہیں ڈراؤنے خوابوں سے اور خوف ناک فریب ہائے نظر سے نمٹنا نہیں آتا تھا۔ وہ انہیں اپنا مسئلہ بتاتا تو وہ اسے پاگل ہی سمجھتے۔

٭٭٭

وہ کتا اُس کے راستے میں کھڑا اسے گھور رہا تھا۔ جسامت میں وہ کسی چھوٹے ٹٹو جیسا تھا۔ وہ سیاہ رنگ کا تھا۔ اس کے جبڑے بھاری اور آنکھیں زرد تھیں۔ اس کے گلے میں کوئی پٹا تھا نہ ایسی کوئی نشانی، جس سے پتا چلے کہ وہ کسی کا پالتو کتا ہے۔ وہ اگلے پنجے مضبوطی سے زمین میں گاڑھے تنا کھڑا تھا۔ وہاں موجود تمام کتے اُس سے خائف تھے اور دور دور ہی تھے۔ بچے بھی اُس سے کترا رہے تھے۔

وہ جو دیکھنے آیا تھا، اس کا منتظر کھڑا رہا۔ اور جب اُس نے وہ دیکھ لیا تو اُس نے سر اٹھایا اور چڑھائی کی طرف چل دیا۔ اُس نے کہیں اپنے پنجوں کے نشان نہیں چھوڑے تھے۔ وہ اچانک ہی جھاڑیوں میں گم ہو گیا۔

٭٭٭

اینڈریو ڈوئیل جاگنگ کی بجائے چہل قدمی کر رہا تھا۔ ساتھ ہی وہ پارک میں ہونے والی سرگرمیوں کا جائزہ بھی لے رہا تھا۔ درختوں پر چڑھتی اترتی گلہریاں جو سیاحوں کے سامنے اترا اترا کر، طرح طرح کے پوز بنا کر مونگ پھلیاں مانگ رہی تھیں، اسے بہت بھلی لگتی تھیں۔ جاپانیوں کا ایک گروپ ایک مجسمے کے گرد اکٹھا تھا۔ وہ سب ایک دوسرے کی تصویریں بنا رہے تھے۔ اس کے دائیں جانب چڑھائی پر دو آدمی ایک مردہ درخت کو آری سے کاٹ رہے تھے۔

بغیر کسی وجہ کے وہ اچانک ہی مڑا اور اُس نے پلٹ کر راستے کو دیکھا۔ اس کی حرکت اتنی اچانک تھی کہ وہ چھوٹا بچہ اس سے ٹکرانے سے نہ بچ سکا۔ ''دیکھ کے جناب۔'' بچے نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

اس نے بچے کی طرف دھیان نہیں دیا۔ بچے ایک قطار میں اس عورت کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے، جو اپنے ہاتھ میں موجود پلاسٹک کے بیگ میں ڈبل روٹی کے ٹکڑے نکال نکال کر بطخوں کو کھلا رہی تھی۔

اس نے سرد آہ بھرتے ہوئے سر جھٹکا اور دوبارہ واک شروع کر دی۔

ایک لمحے کو اُس نے آنکھیں بند کر لیں۔ آنکھیں دوبارہ کھولیں تو اس کے آگے کوئی محافظ موجود نہیں تھا۔ اور لگتا تھا کہ ایک لمحے میں پارک بالکل خالی ہو گیا ہے۔ نجانے کہاں سے ہوا کا ایک سرد جھونکا آ کر اس سے ٹکرایا۔ اس کے جسم میں تھرتھری سی دوڑ گئی۔ ہوا ایسی تھی کہ درختوں کے پتے بھی کھڑکھڑ بولنے لگے۔ اس نے داہنی سمت دیکھا۔ چڑھائی والا وہ راستہ جھاڑیوں کی طرف جا رہا تھا۔ اُسے ایسا لگا کہ اس نے قدموں کی آہٹ سنی ہے۔ لیکن بہرحال اسے کچھ دکھائی نہیں دیا تھا۔

اس کے قدم تیز ہو گئے۔ وہ اپنے خوف سے لڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ اندھا دھند بھاگ کھڑا ہو۔ لیکن پیچھے سے اسے اکھڑی ہوئی گرم سانسیں چھو رہی تھیں۔ اسے خواب والے گیدڑ کی غراہٹیں سنائی دے رہی تھی۔ اور چند لمحے بعد اسے وہ مخصوص بدبو بھی محسوس ہونے لگی۔

''اے خدا...... میری مدد کر۔'' وہ سرگوشی میں منمنایا۔

ہوا اب تیز ہوگئی تھی۔ اُس کے کندھے جھک گئے تھے۔ اور قدم بوجھل ہو رہے تھے۔ آگے بڑھنے میں اسے دشواری ہو رہی تھی۔ پلٹ کر دیکھنے کی اُس میں ہمت نہیں تھی۔ وہ کبھی پلٹ کر نہیں دیکھتا تھا۔ دیکھتا تو اپنے تصور کے خوف کو مجسم دیکھ کر دہشت زدہ ہونے کے سوا کیا کرتا۔

''پلیز گاڈ۔'' وہ بھاگتے ہوئے بڑبڑایا۔ اس کے پاؤں ایسے وزنی ہو رہے تھے، جیسے وہ کیچڑ میں دوڑ رہا ہو۔

اور پھر جیسے اس کی دعا قبول ہوگئی۔ وہ ایک موڑ سے مڑا اور اسے سامنے راستے کوئی پندرہ گز دور ایک پینٹ ہوئی وین نظر آئی۔ وین کے پاس ایک موٹا سیلز مین کھڑا مسکرا رہا تھا۔

اینڈریو نے اپنے قدم ہلکے کیے اور ہاتھ سے اپنے بالوں کو سیٹ کرتا اُس کی طرف بڑھا۔ وہ مسکرا بھی رہا تھا۔ اُس نے سوچا تھا کہ وہ اس موٹے سیلز مین سے ایک برگر خریدے گا۔ آخری بار اس نے زمانہ طالب علمی میں برگر کھایا تھا۔ اب تو اسے یہ بھی یاد نہیں تھا کہ برگر کا ذائقہ کیسا ہوتا ہے۔ بس آج وہ برگر کھا کر رہے گا۔

اُس نے آرڈر دیا۔ اُس کے لیے یہ بات اطمینان کا باعث تھی کہ اُس کی آواز میں لرزش نہیں تھی۔

''ایک منٹ میں بس جناب۔'' سیلز مین نے کہا اور کاؤنٹر کے پیچھے رکھے بن کے ڈبے کو ٹٹولنے لگا۔ اینڈریو نے پلٹ کر جھاڑیوں کی سمت دیکھا۔ وہ اس وقت کیچپ اور پیاز کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ کہ اُس کے السر پر ان دونوں چیزوں کا کیا ردعمل ہوگا۔

اب جو اُس نے پلٹ کر دیکھا تو وین غائب تھی۔ وہاں ایک مردہ کھوپڑی موجود تھی۔ جس کی ڈھیلوں سے محروم آنکھیں اسے گھور رہی تھیں۔ اور عقب سے اسے کسی جانور کی گرم سانسیں چھو رہی تھیں۔

''اوہ جیزز......'' وہ گھبرا کر لڑکھڑاتا ہوا پیچھے ہٹا۔ اگلے ہی لمحے وہ پلٹا اور اندھا دھند بھاگ کھڑا ہوا۔ وہ اپنی عزت اور وقار کو بھی بھول چکا تھا۔ وہ جس طرف سے آیا تھا، اُسی طرف بھاگ رہا تھا۔ سیلز مین اسے پکار رہا تھا۔ لیکن اسے ہوش نہیں تھا۔

سیلز مین اسے جاتے دیکھتا رہا۔ اُس نے کتے کو اپنے کاؤنٹر سے دھکیلا، جو کاؤنٹر پر پنجے رکھے کھڑا تھا۔ وہ کتے کو برا بھلا کہنے لگا۔ کتا اب ڈھلان کی طرف جا رہا تھا۔ سیلز مین نے کندھے جھٹکے اور اپنا نکالا ہوا بن دوبارہ ڈبے میں ڈال دیا۔

ادھر اینڈریو ڈیل کو اب پارک میں لوگوں کی موجودگی کا بالکل احساس نہیں تھا۔ اُس کی آنکھوں کے سامنے اپنے تصور کا ڈراما چل رہا تھا۔ بڑے بڑے نکیلے دانتوں والے عفریت زندہ جانوروں کو بھبھوڑ رہے تھے۔ ان میں بھیڑیے بھی تھے، گدھ بھی اور گیدڑ بھی۔

اپنی لیموزین تک پہنچتے پہنچتے اُس کی سانس اکھڑنے لگی تھی۔ لیکن وہ رکا نہیں۔ اپنے شوفر کو نظر انداز کرتے ہوئے، جو اُسے سیلوٹ کر رہا تھا، وہ لڑکھڑاتا ہوا پارک لین کی طرف بڑھا۔ وہاں ٹریفک کے ریلے کی رفتار بہت تیز تھی۔ ان میں کاریں بھی تھیں، ٹرک اور ٹیکسیاں بھی اور سیاحوں کی بسیں بھی۔ اور سب کے درمیان گویا ریس لگی تھی۔

اینڈریو بلا جھجک اس سمندر میں اتر گیا۔ اسے چیختے ہوئے بریکوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں نہ لوگوں کی گالیاں۔ اس نے سڑک پار کی اور جنوب کی سمت جانے والے ٹریفک میں شامل ہوگیا۔ پھر اچانک اس نے اندھا دھند وہ سڑک بھی پار کی اور عقبی سڑکوں سے ہوتا ہوا دوڑ چسٹر کی

طرف چل دیا۔

سفارت خانے پہنچ کر اس نے تیزی سے سیڑھیاں چڑھیں، سیکورٹی والوں کو نظر انداز کرتے ہوئے آگے بڑھا اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا اپنے آفس میں وہ اپنی سیکرٹری کی ڈیسک کے سامنے سے گزرا تو وہ مسکرائی اور اس کے پیغامات کی فہرست اسے دینے کے لیے اٹھی۔ لیکن وہ اسے نظر انداز کر کے آگے بڑھ گیا۔

اُس نے اپنے آفس کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو کر اسے عقب سے بند کر لیا۔ پھر دروازے سے ٹیک لگا کر کھڑا ہوا اور گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ ساتھ ہی اُس نے آنکھیں بھی بند کر لیں۔

اُس نے چند لمحے بعد آنکھیں کھولیں تو وہ پرسکون ہو چکا تھا۔ اُس نے کمرے کو اور اُس کی جانی پہچانی آرائش کو دیکھا اور سکون کی سانس لی۔ وہ اپنے مقام پر پہنچ چکا تھا۔ یہ اُس کی اپنی دنیا تھی۔

اُس کی سانس نارمل ہوتی گئی۔ پھر وہ واش روم کی طرف بڑھا۔ اُس نے پچاس تک گنتی گننے کے دوران اپنے بالوں میں انگلیاں لہرائیں، اپنے دونوں انگوٹھوں سے کنپٹیوں کو دبایا۔ اس کی خود اعتمادی واپس آنے لگی۔ اس نے ٹھنڈے پانی کا نل کھولا اور اپنے چلو میں پانی بھرتے ہوئے اپنے چہرے پر چھپکا مارا۔ پھر اس نے تولیے کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے آئینے میں دیکھا۔

آئینے میں اُس کے عکس کے بجائے اُس کے ڈراؤنے خواب والا عفریت اسے گھور رہا تھا۔

وہ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹا۔ اُس کی آنکھیں پھٹی پھٹی سی تھیں۔ اس نے آئینے سے نظریں ہٹالیں۔ وہ اس بلا کو نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ اور اب اس نے ایک اہم بات بھی سمجھ لی تھی۔ اس کے پاس پوری دنیا میں چھپنے کی کوئی جگہ نہیں تھی۔

بہت آہستہ آہستہ، تھکے تھکے قدموں سے وہ باہر آفس میں آیا۔ ایک منٹ وہ اپنی ڈیسک کے پاس کھڑا سامنے والی دیوار کو گھورتا رہا۔ پھر اس نے ہاتھ بڑھایا اور میز پر رکھے ہوئے انٹر کام پر ایک بٹن دبایا۔

کمرے میں ایک آواز گونجی۔ ''یس سر۔ پریس آفس۔''

''میں ایمبیسیڈر بول رہا ہوں۔'' اُس کی آواز میں زندگی کی رمق بھی نہیں تھی۔ ''میں تین بجے اپنے آفس میں پریس کانفرنس کرنا چاہتا ہوں۔''

''لیکن مسٹر ایمبیسیڈر کل صبح دس بجے پہلے ہی آپ کی پریس کانفرنس طے ہو چکی ہے۔''

اینڈریو ڈوئیل نے کچھ نہیں کہا۔ وہ اپنے بال سیٹ کر رہا تھا۔

''مسٹر ایمبیسیڈر۔''

''آج سہ پہر تین بجے...... میرے آفس میں۔'' اینڈریو نے دہرایا اور بٹن دبا کر رابطہ منقطع کر دیا۔

اب وہ اپنی کرسی پر بیٹھا سامنے کسی نامعلوم خلا میں گھور رہا تھا۔

☼

مین ہٹن ...... نیو یارک

ٹینر کنکسلے شام کے اخبارات کی سرخیاں دیکھ رہا تھا...... ایران میں طوفان باد و باراں...... اُس نے خبر پڑھی۔ خبر میں اسے حیرت انگیز واقعہ قرار دیا گیا تھا۔ کیونکہ طوفان کی آمد سے ذرا پہلے بھی اس کے کوئی آثار نہیں تھے۔ موسم گرما کے آغاز میں...... اور گرم خطے میں طوفان کا تصور ہی معنی خیز تھا۔

اس نے اپنی سیکرٹری کو انٹر کام پر ہدایت کی کہ اس خبر کا تراشہ...... گلوبل وارمنگ اپ ڈیٹ...... کے عنوان کے ساتھ سینیٹر وان لوون کو بھجوا دے۔

''بہت بہتر مسٹر کنکسلے۔''

ٹینر نے اپنی گھڑی میں وقت دیکھا۔ ابھی آدھے گھنٹے بعد وہ دو سراغ رساں اُس سے ملنے کے لیے آنے والے تھے۔ اُس نے اپنے آراستہ و پیراستہ آفس کا جائزہ لیا۔ یہ سب کچھ...... کے آئی جی اور یہ سب کچھ اس کی اپنی تخلیق تھا۔ ان تین حروف کے پیچھے جو طاقت تھی، وہ حیران کن تھی۔ کے آئی جی کا آغاز اتنا معمولی تھا کہ جن لوگوں نے دیکھا تھا اب سات سال بعد اس کی ترقی دیکھ کر یقین نہیں کر پاتے تھے۔

ماضی کے واقعات اُس کے ذہن میں گھومنے لگے......

''اُسے وہ دن یاد آیا، جب اُس نے کے آئی جی کا نیا لوگو ڈائزائن کیا تھا۔ ایک بے وجود کمپنی کے لیے ایسا شاندار لوگو! سب نے اس پر یہی تبصرہ کیا تھا۔ لیکن ٹینر نے شیطان کے آشیرباد سے بہت کم وقت میں اس بے وجود کمپنی کو عالمی پاور ہاؤس میں تبدیل کر دیا تھا۔

وہ یاد کر رہا تھا کہ یہ سب کچھ کیسے ہوا تھا......

......✡......

ٹینر اپنے بھائی اینڈریو سے پانچ سال چھوٹا تھا۔ اس بات کی اس کی زندگی میں بڑی اہمیت تھی۔ ان کے والدین کے درمیان علیحدگی ہوئی۔ ماں نے دوسری شادی کر لی۔ ان کا باپ سائنس داں تھا۔ دونوں بیٹے اُسی کے نقش قدم پر چل رہے تھے۔ دونوں بہت ذہین اور بے حد باصلاحیت تھے۔ ان کے باپ کا ہارٹ اٹیک میں انتقال ہو گیا۔ اس وقت اس کی عمر صرف چالیس سال تھی۔

ٹینر ہر لمحہ اس بات پر چڑھتا تھا کہ وہ اینڈریو سے پانچ سال پیچھے ہے۔ اُس نے سائنس کی کلاس میں ٹاپ ایوارڈ جیتا تو اسے بتایا گیا کہ اینڈریو پانچ سال پہلے یہ ایوارڈ جیت چکا ہے۔ ایک اور ایوارڈ جیتنے پر اُس کے پروفیسر نے کہا۔ ''تم دوسرے کنکسلے ہو، جس نے یہ ایوارڈ جیتا ہے۔''

اس نے ٹینس کی ٹیم جوائن کی تو اس سے کہا گیا۔ ''امید ہے کہ تم بھی اپنے بھائی اینڈریو جیسے ثابت ہو گے......''

وہ جو کچھ بھی کرتا، اس سے لوگوں کو اینڈریو کے کارنامے یاد آتے۔ اُس کی تعریف کبھی نہ ہوتی۔ وہ اپنے بھائی کے سائے میں پروان چڑھ رہا تھا۔ وہ ہمیشہ دو نمبر کہلاتا تھا۔ صرف اس لیے کہ اینڈریو اُس سے پہلے پیدا ہوا تھا۔ وہ پہلی پوزیشن حاصل کرتا تو بھی اسے دوسری پوزیشن ملتی۔ کیونکہ اُس سے پانچ سال پہلے اینڈریو پہلی پوزیشن حاصل کر چکا ہوتا تھا۔

دونوں بھائیوں میں مماثلت بھی تھی۔ دونوں خوب رو تھے، ذہین اور باصلاحیت تھے۔ لیکن بڑے ہوتے ہوتے ان کے شخصیتی اختلافات بھی اجاگر ہوتے چلے گئے۔ اینڈریو آئیڈیلسٹ اور ایثار پیشہ تھا۔ جبکہ ٹیٹر ظاہر پرست، مادیت پسند اور دنیاوی کامیابیوں کا خواہاں تھا۔ اینڈریو عورتوں کے معاملے میں شرمیلا تھا۔ جبکہ ٹیٹر طبعاً شکاری تھا...... اور عورتیں اُس کی طرف کھنچتی بھی تھیں۔

دونوں بھائیوں کے درمیان سب سے بڑا فرق یہ تھا کہ زندگی کے بارے میں ان کے عزائم مختلف تھے۔ اینڈریو دکھی انسانیت کے کام آنا، اُس کے زخموں پر مرہم رکھنا چاہتا تھا۔ جبکہ ٹیٹر کی زندگی کا مقصد دولت اور طاقت کا حصول تھا۔

اینڈریو نے تعلیم مکمل ہوتے ہی ایک تھنک ٹینک کے لیے کام کرنے کی آفر قبول کر لی۔ وہاں کام کرنے کے دوران اسے یہ پتا چلا کہ اُس طرح کی تنظیم کتنی کارآمد ثابت ہو سکتی ہے۔ پانچ سال بعد اُس نے بہت چھوٹے پیمانے پر اپنا تھنک ٹینک قائم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

اینڈریو نے اس سلسلے میں ٹیٹر سے بات کی تو ٹیٹر بہت خوش ہوا۔ ''بہت شاندار'' اس نے کہا۔ ''یوں ہمیں کروڑوں ڈالر کے سرکاری کانٹریکٹ بھی ملیں گے۔ اور جو کارپوریشنیں......''

''یہ میری سوچ نہیں ہے ٹیٹر۔'' اینڈریو اُس کی بات کاٹ دی۔ ''میں تو اس کے ذریعے عام لوگوں کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔

''عام لوگوں کی مدد!'' ٹیٹر نے حیرت سے اُسے دیکھا۔

''ہاں۔ تیسری دنیا میں درجنوں ممالک ایسے ہیں۔ جہاں کاشت کاری کے صدیوں پرانے طریقے استعمال ہو رہے ہیں۔ ایک کہاوت ہے کہ کسی کو ایک مچھلی دے دی جائے تو وہ اُس سے ایک وقت پیٹ بھر سکتا ہے۔ تو اگر ہم اسے مچھلی پکڑنا سکھا دیں تو وہ زندگی بھر بھوک نہیں دیکھے گا۔''

''لیکن اینڈریو، ہمیں ان ملکوں سے کچھ بھی نہیں مل سکے گا......''

''ہمیں اس کی کوئی پروا نہیں۔ ہم ان ممالک میں اپنے ماہرین بھیجیں گے جو انہیں کاشت کاری کے جدید ترین طریقوں سے روشناس کرائیں گے۔ یوں اُن کی زندگی بدل جائے گی۔ میں تمہیں پارٹنر بنا رہا ہوں ٹیٹر۔ ہمارے تھنک ٹینک کا نام ہوگا...... کنگسلے گروپ۔ بولو، کیا کہتے ہو؟''

ٹیٹر نے ایک لمحے سوچا، پھر اثبات میں سر ہلا دیا۔ ''آئیڈیا تو برا نہیں۔ ہم ان ممالک سے اسٹارٹ لیں گے اور اس کے بعد کمائی کی فکر کریں گے۔ سرکاری ٹھیکے اور دوسری......''

''ٹیٹر ...... ہمارا مقصد صرف دنیا کو بہتر جگہ بنانا ہے انسانوں کے لیے۔''

ٹیٹر مسکرایا۔ سمجھوتہ تو کرنا ہی پڑے گا۔ اس نے سوچا۔ شروع میں اینڈریو کی مرضی کے مطابق کام کریں گے اور بعد میں بتدریج وہ اس کمپنی کو صحیح معنوں میں منافع بخش بنانے کی طرف توجہ دے گا۔ ''ٹھیک ہے اینڈریو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔''

......✿......

چھ ماہ بعد دونوں بھائی بارش میں سرخ اینٹوں سے بنی ایک چھوٹی سی عمارت کے سامنے کھڑے تھے۔ دیوار پر ایک چھوٹی سی غیر متاثر کن

سائن نصب تھی...... کنگسلے گروپ۔ کیسا لگ رہا ہے ٹیلر؟'' اینڈریو نے فخریہ لہجے میں پوچھا۔

''بہت خوب صورت۔'' ٹیلر نے بہ مشکل اپنے لہجے کو طنز اور تمسخر سے پاک کرتے ہوئے کہا۔

''ہم اس بینر تلے دنیا میں خوشیاں بانٹیں گے ٹیلر۔ میں نے ماہرین کی خدمات حاصل کرنی شروع کر دی ہیں ٹیلر، جو تیسری دنیا کے ملکوں میں جائیں گے۔''

ٹیلر اعتراض کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اس نے خود کو روک لیا۔ اینڈریو کی طبیعت میں ضد تھی۔ اُس کے ساتھ جلد بازی نہیں کی جا سکتی تھی۔ ٹیلر نے سوچا، کوئی بات نہیں۔ میرا بھی وقت آئے گا۔

اس نے سر اٹھا کر اس سائن کو دیکھا۔ مستقبل میں یہ کے آئی جی کہلائے گا...... کنگسلے انٹرنیشنل گروپ! اُس نے فیصلہ کیا۔

......✿......

اینڈریو کے ایک دوست جان ہائی ہولٹ نے اس تھنک ٹینک کو کام شروع کرنے کے لیے ایک لاکھ ڈالر کا سرمایہ فراہم کیا تھا۔ باقی رقم کا بندوبست خود اینڈریو نے کیا تھا۔

ابتدا میں چھ ماہرین کو لمباسا بھیجا گیا اور اُس کے بعد صومالیہ اور سوڈان۔ ان کا بنیادی مقصد مقامی آبادی کو یہ سکھانا تھا کہ وہ اپنا معیار زندگی کیسے بہتر بنا سکتے ہیں۔

لیکن انہیں کوئی آمدنی حاصل نہیں ہو رہی تھی۔ یہ بات ٹیلر کے حلق سے نہیں اتر رہی تھی۔ چنانچہ اس نے کہا۔ ''اینڈریو...... کیوں نہ ہم چند بڑی کمپنیوں سے ٹھیکے بس......''

''نہیں ٹیلر، یہ ہمارا مقصد نہیں۔''

تو ہمارا مقصد کیا ہے؟ اپنا معیار زندگی نیچے لانا! ٹیلر نے بھنا کر سوچا۔ ''دیکھو...... کرائسلر کارپوریشن کو......''

اینڈریو مسکرایا۔ ''سب چھوڑو ٹیلر۔ اپنے اصل کام پر توجہ رکھو۔''

ٹیلر خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔

......✿......

تھنک ٹینک میں اینڈریو اور ٹیلر کی تجربہ گاہیں الگ تھیں۔ دونوں اپنے اپنے پروجیکٹس میں لگے رہتے تھے۔ اینڈریو ہر رات بہت دیر تک مصروف رہا کرتا تھا۔

ایک صبح ٹیلر پلانٹ پر آیا تو اینڈریو وہاں موجود تھا۔ وہ رات بھر کام کرتا رہا تھا۔ اس نے ٹیلر کو آتے دیکھا تو اٹھ کھڑا ہوا۔ ''آج میں بہت خوش ہوں۔ میرے نانو ٹیکنالوجی کے تجربات آگے بڑھے ہیں۔ میں ایک نیا طریقہ......''

ٹیلر کی توجہ اُس کی طرف نہیں تھی۔ وہ اُس لڑکی کے بارے میں سوچ رہا تھا، جس سے وہ گزشتہ رات ملا تھا۔

''......اور میں سمجھتا ہوں کہ اسی سے بہت فرق پڑے گا۔ تمہارا کیا خیال ہے ٹیبز؟''

ٹیبز کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ تاہم اس نے جلدی سے کہا۔ ''زبردست اینڈریو......''

''اینڈریو مسکرایا۔ ''میں جانتا تھا کہ تم اس کے وسیع امکانات کو سمجھ سکو گے۔''

''ٹیبز کو بس اپنے خفیہ تجربات میں دلچسپی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا، میں اگر کامیاب ہو گیا تو دنیا میرے قدموں میں ہوگی......

......☼......

ایک شام ٹیبز ایک کاک ٹیل پارٹی میں شریک تھا۔ اچانک عقب سے ایک نسوانی آواز نے کہا۔ ''میں نے تمہارے متعلق بہت کچھ سنا ہے مسٹر لنکسلے۔

ٹیبز بڑے پرجوش انداز میں مڑا۔ لیکن جو کچھ اس نے دیکھا، وہ مایوس کن تھا۔ وہ ایک عام سی بے کشش لڑکی تھی۔ البتہ اُس کی آنکھیں اور مسکراہٹ بہت خوب صورت تھی۔ لیکن ٹیبز تو جسمانی خوب صورتی کا قائل تھا۔ تاہم اُس نے اپنی مایوسی چھپانے کی کوشش کی۔ ''مجھے امید ہے کہ کچھ اچھا ہی سنا ہوگا۔'' وہ بولا اور اس لڑکی سے جان چھڑانے کے بارے میں سوچنے لگا۔

''میں پاؤلین کوہیٹ ہوں۔ دوست مجھے پاؤلا کہتے ہیں۔'' لڑکی نے کہا۔ ''کالج کے زمانے میں تم میری بہن جینی کے دوست تھے۔ جینی تو تمہارے لیے پاگل ہو رہی تھی۔''

جینی! ٹیبز یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر یادداشت کی تمام الماریاں لڑکیوں کے ناموں اور حلیوں سے بھری ہوئی تھیں۔ ان میں سے کسی جینی کا نکالنا کوئی مذاق نہیں تھا۔

''جینی تم سے شادی کرنا چاہتی تھی۔''

''یہ بھی کوئی اہم کلیو نہیں تھا۔ ہر لڑکی اُس سے شادی کرنا چاہتی تھی۔ تاہم کچھ نہ کچھ تو کہنا ہی تھا۔ ''تمہاری بہن بہت پیاری لڑکی تھی۔ لیکن ہم دونوں کے درمیان......''

''فضول باتیں مت کرو۔ میں جانتی ہوں کہ تمہیں جینی یاد بھی نہیں۔''

''وہ......میں......دراصل......

''کوئی بات نہیں۔ جینی نے شادی کر لی۔''

ٹیبز نے سکون کی سانس لی۔ ''اوہ گڈ......''

''ہاں۔ لیکن میری شادی نہیں ہوئی ہے ابھی۔'' پاؤلا نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ ''کل رات کے کھانے پر ملیں؟''

ٹیبز نے غور سے اُسے دیکھا۔ وہ اُس کے معیار پر پوری نہیں اترتی تھی۔ لیکن اس میں عجیب طرح کی کشش تھی۔ اور پھر ایسی لڑکیاں آسان ثابت ہوتی ہیں......تر نوالہ!

پاؤلا بھی اسے غور سے دیکھ رہی تھی۔ ''بل میں ادا کروں گی۔''

ٹینز ہنس دیا۔ ''چلو......ٹھیک ہے۔''

........☼........
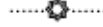
ڈنر پر پاؤلا سفید لباس میں پہلی ملاقات سے کہیں اچھی لگ رہی تھی۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ وہ کوئی شہزادی لگ رہی تھی۔ ٹینز اُسے دیکھ کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ ''گڈ ایوننگ۔''

پاؤلا نے اُس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ ''گڈ ایوننگ۔'' اُس کے انداز میں خود اعتمادی بھی شہزادیوں کی سی تھی۔

بیٹھنے کے بعد پاؤلا نے کہا۔ ''اب ہمیں پھر سے شروع کرنا چاہیے۔ بات یہ ہے کہ میری کوئی بہن نہیں...... جینی نہ کوئی اور۔''

ٹینز نے اُسے الجھن بھری نظروں سے دیکھا۔ ''لیکن تم نے مجھے بتایا تھا کہ......''

''میں بس تمہارا ردعمل چیک کرنا چاہتی تھی۔'' پاؤلا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''میں نے اپنی سہیلیوں سے تمہارے بارے میں بہت کچھ سنا......اور تم میں دلچسپی لینے پر مجبور ہوگئی۔''

ٹینز ان سہیلیوں کے بارے میں بھی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا۔ اور وہ پاؤلا کی دلچسپی کی نوعیت سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''نتائج اخذ کرنے میں جلد بازی نہ کرو۔ مجھے تمہاری شمشیر زنی سے کوئی دلچسپی نہیں۔ ہاں، تمہارے ذہن میں ضرور ہے۔''

ٹینز کو خوف آنے لگا۔ اسے لگا کہ یہ لڑکی اُس کی سوچیں تک پڑھ رہی ہے۔ وہ اس کا ذہن بھی پڑھ سکتی تھی۔ ''تو......تو......تت......تم...... تمہیں ذہن پڑھنے میں دلچسپی ہے؟'' اس نے گڑبڑا کر کہا۔

''ذہن بھی......اور اور بہت کچھ بھی۔'' پاؤلا کے انداز میں دعوت تھی۔

ٹینز کو پھر ایسا لگا کہ یہ منزل بہت آسان ہے۔ اُس نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ ''تم تو بہت خاص......خاص الخاص لڑکی ہو۔ آج رات ہم بہت اچھا وقت گزاریں گے۔''

''کیا بات ہے ڈارلنگ۔ جذباتی نظر آنے کی کوشش کر رہے ہو؟''

ٹینز کو اُس کی بے باکی نے ہلا کر رکھ دیا۔ لگتا تھا کہ وہ پہلے سے ذہنی طور پر تیار ہو کر آئی تھی۔ ''تم ہو ہی اتنی خوب صورت، شہزادی'' اُس نے کہا۔

وہ مسکرائی۔ ''گڈ۔ تو اب اپنی سیاہ ڈائری نکالو۔ ہم اُس میں سے کسی مناسب سی لڑکی کا فون نمبر نکالتے ہیں، جو آج کی رات تمہارا ساتھ دینے کی خواہش مند ہو۔''

ٹینز کا جسم سرد پڑنے لگا۔ اب تک وہ لڑکیوں کا مذاق اڑاتا آیا تھا۔ لیکن کسی لڑکی کو آج تک اس کا مذاق اُڑانے کی جرات نہیں ہوئی تھی۔ وہ اُسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ ''یہ تم کیا کہہ رہی ہو ڈیئر؟''

''تمہیں صدمہ ہوا سن کر؟ تو پھر جان تمنا، تمہیں اپنے طریق واردات کو کچھ بہتر بنانا چاہیے۔ تمہیں شاید اندازہ نہیں کہ یہ کتنا فرسودہ ہو چکا ہے۔''

ٹینر کو اپنا چہرہ سرخ ہوتا محسوس ہوا۔ ''تمہیں یہ طریقہ واردات کیوں لگا؟''

''پاؤلا نے اُس کی آنکھوں میں ڈالتے ہوئے کہا۔'' میں چاہتی ہوں کہ تم مجھ سے وہ مکالمے بولو، جو تم نے پہلے کبھی کسی عورت کے سامنے ادا نہ کیے ہوں......''

ٹینر اب اپنے غصے کو دبانے کی کوشش کر رہا تھا۔ یہ لڑکی آخر اسے کیا سمجھ رہی ہے......کوئی اسکول بوائے! یہ بدتمیز لڑکی صرف ایک تھپڑ کی مستحق ہے اور بس۔ دفع کرو اسے......

فون کی گھنٹی نے ٹینر کو چونکا دیا اور اسے حال کی دنیا میں کھینچ لائی۔ فون ڈیمین تھورن کے پرسنل اسسٹنٹ ہاروے ڈین کا تھا۔

......✿......

اینڈریو ڈوئیل کچھ دیر یونہی بیٹھا رہا۔ پھر اُس نے ایک دراز کھولی اور اُس میں سے پستول نکال لیا۔ اُس نے پلکیں جھپکاتے ہوئے، پستول کو دیکھا۔ پھر اُس نے اٹھایا اور اس کی نال میں جھانکنے لگا۔ اُس کے ہونٹ حرکت کر رہے تھے۔ وہ بے آواز دعا کر رہا تھا۔ پھر اُس نے پستول کو ڈیسک پر رکھ دیا۔

چند لمحے ساکت بیٹھے رہنے کے بعد اُس نے ٹائپ رائٹر سے ربن کا اسپول نکال لیا۔ اگلے ہی لمحے وہ ربن کو باہر نکال رہا تھا۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد وہ اُٹھا اور ربن کا ایک سرا ہاتھ میں لیے دروازے کی طرف بڑھا۔ بڑی احتیاط سے اُس نے ربن کو اپنے آفس کے ڈبل ڈور کے دونوں ہینڈلوں کے گرد لپیٹا۔ پھر وہ الٹے قدموں چلتا اپنی ڈیسک کی طرف آیا۔

اپنی کرسی پر بیٹھ کر اُس نے پستول کو بہت اچھی طرح سے سیٹ کیا۔ پھر اُس نے گھڑی میں وقت دیکھا اور طمانیت سے سر ہلایا اُس نے اپنے ڈراؤنے خوابوں سے پیچھا چھڑانے کا پکا بندوبست کر لیا تھا۔ یہ طے تھا کہ اب وہ کبھی کوئی ڈراؤنا خواب نہیں دیکھے گا!

......✿......

سارہ رینالڈز نے ٹیکسی والے کو کرایہ ادا کیا اور سفارت خانے کی سیڑھیوں کی طرف لپکی۔ ٹیکسی میں اُس کا دم گھٹنے لگا تھا۔ باہر نکل کر اُس نے سکون کی سانس لی تھی۔ وجہ یہ تھی کہ ٹیکسی ڈرائیور بے حد باتونی تھا۔ اس پر ستم یہ کہ اُس نے ٹیلی وژن کے حوالے سے بھی اُسے پہچان لیا تھا۔ وہ اسے سارہ کہہ کر پکار رہا تھا۔ اُس کا فین ہونے کے ناتے اُس کے خیال میں یہ اُس کا بنیادی حق تھا۔ بلکہ شاید وہ مزید حقوق کا تقاضہ کرنے والا تھا۔ پانچ منٹ اور گزرتے تو شاید وہ اُسے ڈنر کی دعوت بھی دے ڈالتا۔

استقبالیہ ڈیسک پر اُس نے اپنا کارڈ دکھایا۔ اسے اوپر سفیر کے دفتر کی طرف لے جایا گیا۔ استقبالیہ کے دروازے پر اُس نے کتاب میں دستخط کیے......سارہ رینالڈز، بی بی سی......پھر وہ اندر داخل ہوئی۔

وہ وہاں موجود بیشتر لوگوں کو پہچانتی تھی۔ وہ قومی پریس کے سفارتی نمائندے تھے، ایک رپورٹر آئی ٹی این کا تھا۔ اس کا اپنا عملہ کھڑکی کے پاس موجود تھا۔ کمرے کی فضا ایسی تھی، جیسے وہ سب کسی دھماکے کی توقع کر رہے ہوں۔ سب یہی سوچ رہے تھے کہ ہو کیا رہا ہے...... مسئلہ کیا ہے۔ اس قدر اچانک پریس کانفرنس طلب کیا جانا نہایت خلاف معمول تھا۔ خاص طور پر اس صورت میں کہ کسی غیر معمولی خبر کے بھی کہیں آثار نہیں تھے۔ کوئی خاص اعلان بھی ہونے والا نہیں تھا۔ دوسروں کی طرح سارہ بھی پیشہ ورانہ تجسس سے بے حال ہو رہی تھی۔

''اب آپ لوگ ایمبیسیڈر سے مل سکتے ہیں۔'' ایک سکریٹری نے اناؤنس کیا۔

ڈبل ڈور کی طرف بڑھنے والوں میں سارہ سب سے آگے تھی۔

سکرٹری نے ہینڈل گھمایا۔ ایک لمحے کو ایسا لگا، جیسے دروازہ جام ہو گیا ہو۔ اُس نے جھٹکا دیا اور دروازہ کھل گیا۔ گیٹ کو ہینڈلوں سے لپٹا ہوا ربن دیکھ کر حیرت ہوئی۔ دروازے سے لپٹا ہوا وہ ربن قالین پر سانپ کی طرح لہراتا ہوا ڈیسک تک چلا گیا تھا، جہاں سفیر بیٹھا تھا۔ اُس کے گھٹنوں کے درمیان ایک پستول دبا تھا، جس کا رخ اوپر کی طرف تھا۔

ربن دھیرے دھیرے کھنچ رہا تھا۔ اور تننے لگا تھا۔ سارہ کو اپنی سانس رکتی محسوس ہوئی۔ اسی لمحے دھماکے کی آواز سنائی دی اور انہوں نے سفیر کے جسم کو یوں کرسی سے اچھلتے دیکھا، جیسے وہ کسی رسی سے بندھا ہوا اور رسی کو اوپر کھینچ لیا گیا ہو۔ اُس کا سر پیچھے کی طرف جھٹکا۔ اُس کے چہرے کا ایک حصہ اُڑ گیا تھا اور پیچھے والی دیوار اُس کے خون اور مغز کے لوتھڑوں سے لتھڑ گئی تھی۔

سارہ کے گھٹنے جواب دینے لگے۔ لیکن اُس کی نظریں نہیں اٹھیں۔ اینڈریو ڈیکل کی بائیں ٹانگ لرز رہی تھی اور وہ ایک آنکھ سے جیسے انہیں گھور رہا تھا۔ دوسری آنکھ کا تو نام و نشان بھی نہیں تھا۔

سارہ اپنی جگہ جمی کھڑی رہی۔ اُس کے گرد کراہیں تھیں اور لرزتے ہوئے جسم تھے۔ سارہ کو اپنا دماغ سن ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔ اُس کے ذہن میں آخری سوچ یہی ابھری کہ خودکشی کرنے کا یہ ایک ایسا طریقہ ہے، جو نہایت ایذا پسند لوگ ہی استعمال کر سکتے ہیں۔

....

کنکسلے انٹرنیشنل گروپ کا ہیڈ کوارٹر مشرقی دریا سے دو بلاک دور لوئر مین ہٹن میں واقع تھا۔ وہ پانچ ایکٹر زمین پر محیط تھا، جہاں کنکریٹ کی چار بڑی عمارتیں تھیں۔ ساتھ ہی دو چھوٹی اسٹاف بلڈنگز تھیں۔ وہاں جنگلے کا احاطہ تھا اور الیکٹرونک کے حفاظتی انتظامات تھے۔

صبح دس بجے سراغ رساں ارل گرین برگ اور رابرٹ مرکزی عمارت کی لابی میں داخل ہوئے۔ لابی بے حد کشادہ اور جدید انداز میں آراستہ تھی۔ وہاں صوفے اور میزیں تھیں اور آدھ درجن کرسیاں۔ ایک میز پر کئی میگزین رکھے تھے۔

''یہ سب تو تم اپنے دندان ساز کے ویٹنگ روم میں پڑھ پڑھ کے بور ہو چکے ہو گے۔'' ارل نے رابرٹ سے کہا۔

رابرٹ نے دانت نکال دیے ''بالکل درست کہا تم نے۔''

وہ دونوں استقبالیہ کلرک کے پاس پہنچے اور اپنے شناختی کاغذات دکھائے۔ ''ہماری مسٹر کنکسلے سے ملاقات طے ہے۔''

''وہ آپ کے منتظر ہیں۔ میں ابھی کسی کو آپ کے ساتھ بھیجتی ہوں۔'' یہ کہہ کر کلرک نے انہیں کے آئی جی کے دو بیج دیے۔ ''پلیز...... یہاں سے رخصت ہوتے وقت یہ واپس کر جایئے گا۔''

''ٹھیک ہے۔''

کلرک نے ایک بزر دبایا۔ فوراً ہی ایک پرکشش جوان لڑکی حاضر ہوگئی۔ ''میں ریٹا ٹاکر ہوں...... مسٹر ٹنکسلے کی اسسٹنٹ۔'' اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''پلیز...... میرے ساتھ آیئے۔''

وہ دونوں اُس کے پیچھے ایک طویل راہ داری میں چل دیے جہاں دونوں طرف آفس ہی آفس تھے۔ ٹیز کا آفس راہ داری کے اختتام پر تھا۔

ویٹنگ روم میں ٹیز کی سیکرٹری کیتھی اور ڈیز ایک بڑی ڈیسک کے عقب میں بیٹھی تھی۔ ''گڈ مورننگ حضرات۔ آپ اندر چلے جائیں۔'' وہ اٹھی اور اُس نے ٹیز کے آفس کا دروازہ کھولا۔ وہ اندر گئے تو اُس نے آہستہ سے دروازہ بند کر دیا۔

وہ بہت بڑا آفس تھا، جہاں الیکٹرونگ کے بے شمار آلات نصب تھے۔ ساؤنڈ پروف دیواروں پر بہت پتلے ٹی وی سیٹ نصب تھے، جن پر دنیا کے بڑے بڑے اور اہم شہروں کے منظر نظر آ رہے تھے۔ ان میں کچھ کانفرنس روم تھے، کچھ لیبارٹریز اور کچھ ہوٹلوں کے سوئیٹس، جہاں کوئی میٹنگ چل رہی تھی۔ ہر سیٹ کا اپنا آڈیو سسٹم تھا۔ آواز بہت دھیمی تھی۔ لیکن مختلف زبانوں کے گھلے ملے جملے خاصا ڈراؤنا تاثر مرتب کر رہے تھے۔ ہر اسکرین کے نچلے حصے پر شہروں کے نام لکھے تھے...... میلان، جوہانس برگ، زیورخ، میڈرڈ، ایتھنز...... سامنے والی دیوار پر ایک بڑا ابک شیلف تھا، جس میں کتابیں ہی کتابیں تھیں۔

ٹیز مہاگنی کی بڑی میز کے پیچھے بیٹھا تھا۔ میز پر ایک کنسول تھا، جس میں چھ سات مختلف رنگوں کے بٹن لگے تھے۔

ٹیز انہیں دیکھ کر اپنی کرسی سے اٹھا۔ ''گڈ مورننگ جنٹل مین۔''

گرین برگ نے کہا ''گڈ مورننگ۔ ہم......''

''میں جانتا ہوں کہ تم کون ہو...... سراغ رساں ارل گرین برگ اور رابرٹ۔'' اس نے اُن سے ہاتھ ملائے۔ ''بیٹھیے۔''

دونوں سراغ رساں بیٹھ گئے۔ رابرٹ ٹی وی اسکرینز پر لمحہ بہ لمحہ بدلتے مناظر کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے ستائشی انداز میں سر ہلایا۔ ''زبردست۔ اس دور میں ترقی......''

ٹیز نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے اُس کی بات کاٹ دی۔ ''یہ ٹیکنالوجی ابھی دو تین سال تک مارکیٹ میں نہیں پہنچ سکے گی۔ ہم اس کی مدد سے دنیا بھر سے معلومات اکٹھی کرتے ہیں۔ یہ خودکار طریقے سے ریکارڈ ہوتی ہیں اور پھر کمپیوٹر ان کا تجزیہ کرتے ہیں۔''

''مسٹر ٹنکسلے، یہ بتایئے کہ ایک تھنک ٹینک کس انداز میں کام کرتا ہے؟'' رابرٹ نے بچوں کے سے انداز میں پوچھا۔

''بنیادی طور پر ہم مسائل حل کرنے والے ہیں۔ ہم مسائل کے بارے میں پہلے سے اندازے لگاتے اور پھر ان کا حل سوچتے ہیں۔ کچھ

تھنک ٹینک کسی خاص ایریا میں کام کرتے ہیں، مثلاً ملٹری، معیشت یا سیاست، ہمارے معاملات میں نیشنل سکیورٹی، مواصلات، مائیکرو بایولوجی اور ماحولیات وغیرہ ہیں۔ اور ہم عالمی سطح پر کام کرتے ہیں۔''

''بہت دلچسپ۔'' رابرٹ نے تبصرہ کیا۔

''ہمارے اسٹاف میں 65 فی صد سے زیادہ لوگ ڈاکٹریٹ کی ڈگری لے چکے ہیں۔''

''شاندار۔''

''میرے بھائی اینڈریو نے تیسری دنیا کے ممالک کی مدد کی غرض سے کے آئی جی کی بنیاد رکھی تھی۔ آج بھی ہم اس سلسلے میں کام کر رہے ہیں......''

اسی وقت ایک ٹی وی سیٹ پر بجلی کا کڑاکا سنائی دیا۔ وہ تینوں اس سیٹ کی طرف متوجہ ہو گئے۔

''میں نے کہیں پڑھا تھا کہ آپ موسم پر تجربات کر رہے ہیں۔''

ٹینر کا منہ بن گیا۔ ''ہاں، اسے کے آئی جی کی حماقت کہا جاتا ہے۔ وہ کے آئی جی کی محدودے چند ناکامیوں میں سے ہے۔ یہ وہ پروجیکٹ تھا، جس کی کامیابی کی مجھے بہت زیادہ امید تھی۔ لیکن اب ہم اس سے جان چھڑا رہے ہیں۔''

''کیا موسم کنٹرول کیا جاسکتا ہے؟'' رابرٹ نے پوچھا۔

ٹینر نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''بہت معمولی حد تک۔ بہت لوگوں نے اس سلسلے میں کوششیں کی ہیں۔ 1900ء میں نکولا ٹیسلا نے موسم پر تجربات کیے تھے۔ اُس نے دریافت کیا کہ ریڈیائی لہروں کے ذریعے موسم کے آیونائزیشن کو تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ 1968ء میں پروجیکٹ ہاپ آئی کے ذریعے حکومت نے لاؤس میں مون سون کے سیزن کو طویل دینے کی کوشش کی۔ وہ کسی حد تک کامیاب بھی ہوئے۔ لیکن موسم پر پوری طرح قدرت بھی حاصل نہیں کی جاسکے گی۔ اور اس کی وجوہات ہیں۔ ایک مسئلہ تو یہ ہے کہ ایل نینو بحر الکاہل میں گرم ٹمپریچر کی تخلیق کرتا ہے۔ جبکہ لانینا بحر الکاہل میں سرد ٹمپریچر پیدا کرتا ہے۔ یہ دونوں مل کر موسم کنٹرول کرنے کی ہر کوشش کی نفی کرتے ہیں۔ جنوبی کرے میں زمین پر 80 فی صد پانی ہے۔ جبکہ شمالی کرہ 60 فیصد پانی سے ڈھکا ہوا ہے۔ اس سے عدم توازن پیدا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ جیٹ اسٹریم طوفانوں کا راستہ متعین کرتی ہے۔ اور اسے کنٹرول کرنے کا کوئی طریقہ نہیں۔''

ارل گرین برگ نے اثبات میں سر ہلایا۔ پھر ذرا ہچکچاتے ہوئے بولا۔ ''آپ جانتے ہیں مسٹر کنگسلے کہ ہم یہاں کیوں آئے ہیں؟''

ٹینر نے اسے بہت غور سے دیکھا۔ ''چوبیس گھنٹے کے ایک دورانیے میں ہمارے چار کارکن یا تو مر گئے یا پراسرار انداز میں غائب ہو گئے۔ ہم نے اپنے طور پر اس معاملے کی تفتیش شروع کر دی ہے۔ دنیا کے تمام بڑے شہروں میں ہمارے دفاتر موجود ہیں۔ ہمارے ملازمین کی تعداد 1800 سے زیادہ ہے۔ میرے لیے ان سب سے رابطہ رکھنا ممکن نہیں ہے۔ لیکن مجھے معلوم ہوا ہے کہ ہمارے دو ملازمین جو قتل ہوئے، وہ غیر قانونی سرگرمیوں میں ملوث تھے۔ یقین کرو کہ ان کی موت کے آئی جی کی ساکھ پر ہرگز اثر انداز نہیں ہوگی۔ ان کی سرگرمیاں ہی ان کی موت کا باعث

بنیں۔''

''مسٹر کنکسلے، ایک بات اور ہے۔'' گرین برگ نے کہا۔ ''چھ سال پہلے ٹوکیو میں اکیرا آشونامی ایک سائنس داں نے خودکشی کی تھی۔ تین سال پہلے ایک سوئس سائنس داں میڈیلین اسمتھ نے بھی خودکشی......''

''ان میں سے کسی نے بھی خودکشی نہیں کی تھی۔ انہیں قتل کیا گیا تھا۔'' ٹینر نے اُس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

دونوں سراغ رسانوں نے اسے حیرت سے دیکھا۔ ''آپ یہ بات کیسے کہہ سکتے ہیں؟'' گرین برگ نے پوچھا۔

''وہ میری وجہ سے مارے گئے۔'' ٹینر کے لہجے میں سختی تھی۔

''آپ یہ جو کہہ رہے ہیں......''

''اکیرا ایک بہت اچھا سائنس داں تھا۔ اُس کا تعلق ٹوکیو فرسٹ انڈسٹریل گروپ سے تھا۔ ٹوکیو میں ایک کنونشن کے دوران میری اُس سے ملاقات ہوئی۔ ہم دونوں نے ایک دوسرے کو پسند کیا۔ میں نے اسے اپنے گروپ کے لیے کام کرنے کی پیش کش کی، جو اس نے قبول کر لی۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ وہ اس معاملے میں بہت پر جوش تھا۔ ہم نے اس معاملے کو خفیہ رکھنے کا فیصلہ کیا تھا۔ لیکن شاید اکیرا نے کسی کو ہمراز بنا لیا۔ پھر ایک اخبار میں اس بارے میں ایک کالم چھپا۔ اور اُس کے اگلے روز اکیرا اپنے ہوٹل کے کمرے میں مردہ پایا گیا۔''

''مسٹر کنکسلے، اُس کی موت کی کوئی اور وجہ بھی تو ہو سکتی ہے۔'' رابرٹ نے کہا۔

''نہیں۔ میں نہیں مانتا کہ وہ خودکشی تھی۔ میں نے ایک سراغ رساں کو جاپان بھیجا اور جاپان میں موجود اپنے لوگوں سے بھی تفتیش کرائی۔ انہیں کوئی ثبوت نہیں ملا۔ میں نے سوچا، شاید میں ہی غلط سوچ رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے، اکیرا کی زندگی میں کوئی اور مسئلہ رہا ہو، جس سے میں بے خبر ہوں۔''

''تو پھر آپ اتنے یقین سے کیوں کہہ رہے ہیں کہ وہ قتل کیے گئے تھے؟'' گرین برگ نے اعتراض کیا۔

''اکیرا کے بعد میڈیلین اسمتھ کے ساتھ بھی وہی کچھ ہوا۔ وہ بھی ہماری کمپنی جوائن کرنے کے لیے تیار ہو گئی تھی اور پھر اس نے بھی خودکشی کر لی۔''

''آپ یہ کیوں سمجھتے ہیں کہ دونوں اموات ایک ہی زنجیر کی دو کڑیاں ہیں؟''

''کیونکہ میڈیلین بھی اسی کمپنی کی شاخ میں کام کرتی تھی...... وہی ٹوکیو فرسٹ انٹرنیشنل گروپ۔''

''چند لمحے خاموشی رہی...... سنگین خاموشی! پھر رابرٹ نے کہا۔ ''لیکن کوئی کمپنی اپنے کسی ملازم کو صرف اتنی سی بات پر قتل نہیں کر دیتی کہ وہ اُسے چھوڑ کر کوئی اور کمپنی جوائن کر رہا ہو۔''

''میڈیلین اسمتھ صرف ایک ملازم نہیں تھی۔ وہ ایک لائق ترین طبعیات داں تھی۔ اُس نے کئی ایسے مسئلے حل کیے تھے، جن کی وجہ سے اُس کی کمپنی کو شہرت بھی ملی تھی اور بھاری منافع۔ یہی حال اکیرا کا تھا۔''

''سوئس پولیس نے میڈیلین کی موت کے سلسلے میں چھان بین کی تھی؟''

''ہاں۔اور ہم نے بھی کی تھی۔لیکن کوئی واضح ثبوت نہیں ملا۔ بلکہ ہم اب تک ان تمام اموات پر کام کر رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ہم یہ کیس حل کر لیں گے۔ کے آئی جی کے رابطے پوری دنیا میں ہیں۔اگر مجھے کوئی سراغ ملا تو میں تمہیں ضرور اطلاع دوں گا۔اور تمہیں سراغ ملے تو تم مجھے باخبر رکھنا۔''

''جی ٹھیک ہے۔'' گرین برگ نے کہا۔

ٹیئر کی میز پر رکھے ایک سنہرے فون کی گھنٹی بجی۔اُس نے ریسیور اٹھالیا۔''ہیلو......ہاں......تفتیش جاری ہے۔ بلکہ اس وقت بھی دو سراغ رساں میرے سامنے بیٹھے ہیں۔وہ ہم سے تعاون کے لیے تیار ہیں۔'' اُس نے گرین برگ اور رابرٹ کو دیکھا۔''ٹھیک ہے۔ جیسے ہی کچھ معلوم ہوگا، میں تمہیں مطلع کروں گا۔'' یہ کہہ کر اُس نے ریسیور رکھ دیا۔

''مسٹر کنکسلے، کیا آپ یہاں کسی حساس پروجیکٹ پر کام کر رہے ہیں؟'' گرین برگ نے پوچھا۔

''اگر تم قتل کے ان واقعات کے تناظر میں یہ پوچھ رہے ہو تو میں تمہیں بتادوں کہ دنیا میں سو سے زیادہ تھنک ٹینک انہی مسائل پر کام کر رہے ہیں، جن پر ہم کام کر رہے ہیں۔ہم بہرحال یہاں ایٹم بم نہیں بنا رہے ہیں۔اس لیے میں تمہارے سوال کا جواب نفی میں دوں گا۔''

دروازہ کھلا اور کاغذوں کی ایک گڈی ہاتھ میں لیے اینڈریو کنکسلے اندر آیا۔کسی حد تک وہ اپنے بھائی سے مشابہ تھا۔لیکن اُس کے چہرے کے نقوش دھندلے سے لگ رہے تھے۔اُس کے بالوں میں سفیدی غالب آرہی تھی اور وہ کم بھی ہو رہے تھے۔اُس کے چہرے پر جھریاں تھیں اور وہ کمر خم کر کے چل رہا تھا۔جبکہ ٹیئر ذہانت اور توانائی کا پاور ہاؤس لگتا تھا۔

اور اینڈریو بولا تو اُس کے لہجے میں بھی لکنت تھی۔''سوری ٹیئر ......وہ نوٹس جو...... جو تم نے مانگے تھے، وہ میں...... مکمل نہیں کر سکا...... دد......دیر ہوگئی۔''

''کوئی بات نہیں اینڈریو۔'' ٹیئر نے اسے دلاسہ دیا۔''یہ میرا بھائی ہے اینڈریو......اور یہ سراغ رساں گرین برگ اور رابرٹ۔'' اس نے تعارف کرایا۔اینڈریو نے ان دونوں کو دیکھا اور پلکیں جھپکا کر رہ گیا۔

''اینڈریو......انہیں اپنے نوبل پرائز کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گے؟'' ٹیئر نے اپنے بھائی سے کہا۔

''ہاں......نوبل پرائز......وہ نوبل پرائز......'' پھر اچانک وہ پلٹا اور کمرے سے نکل گیا۔

اُس کے جانے کے بعد ٹیئر نے کہا۔''میں نے بتایا نا کہ اینڈریو اس کمپنی کا بانی ہے۔وہ ذہین ترین سائنس داں تھا۔سات سال پہلے ایک سائنسی دریافت پر اسے نوبل پرائز دیا گیا۔ بدقسمتی سے انھی دنوں ایک تجربہ الٹا پڑ گیا۔اور اینڈریو بے چارہ اس حال کو پہنچ گیا۔''

''لیکن پتا چلتا ہے کہ وہ کیسے شان دار آدمی رہے ہوں گے۔''

''تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ وہ کیا چیز تھا۔'' ٹیئر کے لہجے میں افسردگی تھی۔

ارل گرین برگ اٹھا اور اُس نے ٹیئز کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''ہم آپ کا مزید وقت نہیں لیں گے مسٹر کنگسلے۔ اور ہم آپ سے رابطہ رکھیں گے۔''

''جنٹلمین...... ان جرائم کو فوری طور پر حل کرنا ہوگا۔'' ٹیئز کے لہجے میں اسٹیل جیسی سختی تھی۔

......✿......

صبح کے تمام اخبارات اسی ایک خبر سے بھرے تھے...... جرمنی میں قحط کی وجہ سے سو افراد ہلاک۔ کروڑوں ڈالر کی مالیت کی کھڑی فصلیں تباہ ہوگئیں تھیں۔ ٹیئز نے انٹرکام پر کیتھی سے کہا۔ ''یہ آرٹیکل بھی سینیٹر وان لوئن کو بھیج دو۔ نوٹ میں لکھنا...... ایک اور گلوبل وارمنگ اپ ڈیٹ از طرف کنگسلے......''

......✿......

ٹیئز پاؤلا کے ساتھ گزری وہ شام کبھی نہیں بھول سکتا تھا۔ اسے پاؤلا کی بدتمیزی، اُس کا تمسخر یاد آتا تو اُس کے وجود میں جیسے آگ بھڑک اٹھتی۔ اسے اس توہین کا بدلہ لینا تھا۔

اُس نے فیصلہ کیا کہ وہ پاؤلا سے ایک بار اور ملے گا۔ اُس سے بدلہ لے گا...... اور پھر اسے ہمیشہ کے لیے بھول جائے گا۔

اُس نے تین دن کے انتظار کے بعد پاؤلا کو فون کیا۔ ''ہیلو شہزادی؟''

''کون بات کر رہا ہے؟''

اُس کا جی چاہا کہ ریسیور پٹخ دے۔ کتنے لوگ اسے شہزادی کہہ کر پکارتے ہوں گے؟ اُس نے جھنجلا کر سوچا۔ لیکن پھر اُس نے خود پر قابو پاتے ہوئے پرسکون لہجے میں کہا۔ ''میں ٹیئز کنگسلے بات کر رہا ہوں۔''

''اوہ...... تم...... کیسے ہو بھئی؟'' پاؤلا کے انداز میں بے پروائی تھی۔

ٹیئز نے سوچا...... مجھ سے غلطی ہوگئی۔ مجھے اس کو کال نہیں کرنا چاہیے تھا۔ مگر اب تو بہرحال وہ غلطی کر ہی چکا تھا۔ ''میں نے سوچا، تم سے ڈنر کا پوچھ لوں۔ لیکن لگتا ہے، تم مصروف ہو۔ لہٰذا میں یہ خیال دل سے......''

''آج شام کے بارے میں کیا خیال ہے؟''

ٹیئز کو پھر جھٹکا لگا۔ وہ اس کے لیے تیار نہیں تھا۔ بہرحال وہ اس لڑکی کو ایک ناقابل فراموش سبق دینا چاہتا تھا۔

......✿......

چار گھنٹے بعد وہ دونوں ایک فرانسیسی ریسٹورنٹ میں بیٹھے تھے۔ ٹیئز کو اس بات پر حیرت تھی کہ وہ اس لڑکی سے مل کر سچ مچ بہت خوش تھا۔

''میں تمہیں مس کرتا رہا ہوں شہزادی۔'' اس نے بے حد سچائی سے کہا۔

وہ مسکرائی۔ ''مس تو میں بھی تمہیں کرتی رہی ہوں۔ تم تو کچھ چیز ہو بھئی...... ویری اسپیشل۔''

وہ اُس کے الفاظ اُسے لوٹا رہی تھی...... اُس کا مذاق اڑا رہی تھی۔

ایسا لگتا تھا کہ اُس روز وہ آخری بار مل رہے ہیں۔ ٹیز لڑکیوں پر حاوی رہنے کا عادی تھا۔ لیکن یہاں یہ لڑکی اسے کنٹرول کر رہی تھی۔ اُس کے پاس اُس کی ہر بات کا جواب تھا۔ وہ بہت تیز اور ذہین تھی۔ پہلی بار ٹیز کو احساس ہوا کہ آسانی سے شکار ہونے والی لڑکیوں کے مقابلے میں یہ بے کشش لڑکی پہلی بار اُس کے لیے چیلنج بن رہی ہے۔

''مجھے اپنے بارے میں بتاؤ۔'' ٹیز نے کہا۔

پاؤلا نے کندھے جھٹک دیے۔ ''میرے ڈیڈی دولت مند اور طاقت ور آدمی تھے۔ اور میں اُن کی بگڑی ہوئی بیٹی۔ میں نے اچھی تعلیم حاصل کی۔ پھر ایک دن ڈیڈی ساری دولت گنوا بیٹھے اور اُس صدمے سے جاں بر بھی نہ ہو سکے۔ تب سے میں ایک سیاست دان کی ایگزیکٹو اسسٹنٹ ہوں۔''

تمہیں لطف آتا ہے اس کام میں؟''

''نہیں۔ وہ بہت بور آدمی ہے۔'' پاؤلا نے اُس کی آنکھوں میں دیکھا۔ ''اور میں دلچسپیوں کی تلاش میں ہوں۔''

٭

اگلے روز ٹیز نے پاؤلا کو پھر فون کیا۔ مجھے امید تھی کہ تم کال کرو گے۔'' پاؤلا کے لہجے میں گرم جوشی تھی۔

ٹیز کو بہت خوشی ہوئی۔ ''سچ کہہ رہی ہو نا؟'' اس نے بے یقینی سے پوچھا۔

''بالکل سچ۔ یہ بتاؤ، آج مجھے کہاں لے چلو گے؟''

ٹیز ہنس دیا۔ ''جہاں تم کہو۔''

''میں نے پیرس کے میکسمز میں ڈنر کرنا چاہتی ہوں۔ لیکن تمہاری قربت کی خاطر ہر جگہ قبول ہے۔''

اُس نے پھر اسے چونکا دیا تھا۔ لیکن اُس بار وہ خوش بہت تھا۔

اُس رات ڈنر کے دوران تمام وقت ٹیز پاؤلا کو دیکھتا اور یہ سوچتا رہا کہ وہ کیوں اُس کی طرح ایسے کھنچتا ہے۔ وہ خوب صورت ہرگز نہیں تھی۔ لیکن ذہین بے حد تھی۔ اور اُس کی وجہ سے اُس کی شخصیت بہت دل آویز لگتی تھی۔ وہ پراعتماد بھی تھی اور ہواؤں کی طرح آزاد بھی۔ اس رات ٹیز کو یہ انداز بھی ہو گیا کہ پاؤلا سے ہر موضوع پر گفتگو کی جا سکتی ہے۔

''تم زندگی میں کیا کرنا چاہتی ہو شہزادی؟''

اُس نے جواب دینے سے پہلے ٹیز کو بہ غور دیکھا۔ ''میں طاقت حاصل کرنا چاہتی ہوں...... ایسی طاقت کہ جو میں چاہوں، وہ ہو جایا کرے۔''

ٹیز مسکرایا۔ ''ہماری سوچیں ایک جیسی ہیں۔''

''یہ بات تم نے اس سے پہلے کتنی عورتوں سے کہی ہے ٹینر؟''

''ٹینر کو غصہ آ گیا۔ ''تم یہ کہنا چھوڑ دو۔ جب میں کہتا ہوں کہ تم ہر اُس عورت سے مختلف ہو جس سے میں......''

''میں کیا......؟ جملہ پورا کرو۔''

''تم مجھے غصہ دلاتی ہو۔''

''بے چارہ ٹینر۔ غصہ آئے تو جا کر ٹھنڈے ٹھنڈے پانی سے نہا لیا کرو۔''

''ٹینر کو پھر غصہ آنے لگا۔ بس...... بہت ہو گئی۔ وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ ''ٹھیک ہے۔ میں سمجھ گیا کہ کچھ فائدہ نہیں......''

''میرے گھر چلو گے؟''

ٹینر کو اپنی سماعت پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ ''تمہارے گھر؟''

''ہاں۔ مجھے میرے گھر لے چلو۔''

......✿......

اُس کے بعد ان کی ہر شام ساتھ گزرنے لگی۔ پاؤلا اب ٹینر کی نظر میں خوب صورت ہو گئی تھی۔

ایک رات ٹینر نے کہا۔ ''شہزادی...... ایک بار تم نے کہا تھا کہ میں تم سے وہ کچھ کہوں جو میں نے کبھی کسی عورت سے نہیں کہا ہو۔''

''ہاں۔ مجھے یاد ہے۔''

''تو سنو۔ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔''

''ایک لمحے کی ہچکچاہٹ کے بعد پاؤلا مسکرا دی۔

''کیا میں اسے ہاں سمجھوں؟''

''ڈارلنگ، میں بھی تم سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔ مگر ایک مسئلہ ہے۔ میں نے تمہیں بتایا تھا نا کہ میں طاقت حاصل کر کے بہت کچھ کرنا چاہتی ہوں اس کے لیے دولت کا حصول ضروری ہے۔''

ٹینر نے اُس کا ہاتھ تھام لیا۔ ''یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے شہزادی۔ میں ایک اہم کاروبار میں ساجھے دار ہوں۔ ایک دن میں اتنی دولت کما لوں گا کہ تم جو چاہو گی، تمہیں مل جائے گا۔''

پاؤلا نے نفی میں سر ہلایا۔ ''نہیں ٹینر۔ تم اپنے بھائی اینڈریو کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کر سکتے۔ میں تم دونوں کے بارے میں سب کچھ جانتی ہوں اینڈریو اس کمپنی کو کاروبار کبھی نہیں بنائے گا۔ تم مجھے کبھی کچھ نہیں دے سکتے۔''

ٹینر نے ایک لمحے سوچا۔ پھر بولا۔ تم غلطی کر رہی ہو۔ میں تمہیں اینڈریو سے ملانا چاہتا ہوں۔''

......✿......

اگلے روز وہ تینوں لنچ پر ملے۔ اینڈریو کو پاؤلا بہت اچھی لگی۔ اسے ٹینر سے ذہانت کے انتخاب کی امید نہیں تھی۔ اُس نے تو ٹینر کو ہمیشہ ظاہری خوب صورتی کے پیچھے بھاگتے دیکھا تھا۔ اُس نے اشارے سے ٹینر کو بتایا کہ پاؤلا اُسے اچھی لگی ہے۔''

''کے آئی جی بہت بڑا کام کر رہی ہے۔ اینڈریو۔ ٹینر نے مجھے سب کچھ بتایا ہے۔'' پاؤلا نے ستائشی لہجے میں کہا۔

''میں اس پر خدا کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اور ابھی تو ہمیں اور بہت کچھ کرنا ہے۔'' اینڈریو نے کہا۔

''تمہارا مطلب ہے کہ کمپنی کا پھیلاؤ بڑھے گا؟''

''روایتی معنوں میں نہیں۔ میرا مطلب ہے کہ ہم ضرورت مند ملکوں میں اور لوگ بھیجیں گے مدد کے لیے۔

''اُس کے نتیجے میں ہمیں یہاں ٹھیکے ملنے لگیں گے......'' ٹینر نے جلدی سے کہا۔

اینڈریو مسکرایا۔ ''دراصل ٹینر بہت بے صبرا ہے۔ پہلے ہم اپنا اصل کام تو کر لیں...... دوسروں کی مدد کر کے۔''

ٹینر نے پاؤلا کو غور سے دیکھا۔ مگر اُس کا چہرہ بے تاثر تھا۔

......۞......

اگلے روز ٹینر نے پاؤلا کو کال کیا۔ ''ہیلو شہزادی۔ میں کس وقت تمہیں پک کروں؟''

دوسری طرف ایک لمحے خاموشی رہی۔ پھر پاؤلا نے کہا ''ڈارلنگ، آئی ایم سوری۔ آج رات تو ممکن نہیں۔''

ٹینر کو حیرت ہوئی۔ ''کوئی گڑبڑ ہو گئی کیا؟''

''نہیں۔ اصل میں ایک دوست یہاں آیا ہوا ہے۔ اُس سے ملنا ہے مجھے۔''

مرد دوست! ٹینر کے دل میں رقابت کا کانٹا چبھ گیا۔ ''چلو، کوئی بات نہیں۔ تو میں کل......''

''نہیں ٹینر۔ کل بھی ممکن نہیں۔ ایسا ہے کہ پیر کو ملتے ہیں۔''

ٹینر دکھی ہو گیا۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ ویک اینڈ کسی اور کے ساتھ گزار رہی تھی۔

......۞......

پیر کی رات پاؤلا نے معذرت کی۔ ''ویک اینڈ کے لیے معافی چاہتی ہوں ٹینر۔ دراصل وہ پرانا دوست آیا ہوا تھا نا۔''

پہلی بار ٹینر کو خیال آیا کہ پاؤلا کا اتنا خوبصورت اور آراستہ و پیراستہ اپارٹمنٹ اس کے تنخواہ کے لحاظ سے تو ناممکن ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ کسی نے اسے لے کر دیا ہے۔ مگر کس؟ ''تمہارے دوست کا نام کیا ہے؟'' اس نے پاؤلا سے پوچھا۔

''سوری۔ میں اُس کا نام نہیں بتا سکتی۔ وہ بہت جانا پہچانا آدمی ہے۔ اور پبلسٹی اسے پسند نہیں۔''

''تمہیں اُس سے محبت ہے؟''

''پاؤلا نے اُس کا ہاتھ تھام لیا اور محبت بھرے لہجے میں بولی۔ ''مجھے تم سے محبت ہے...... صرف تم سے۔''

''لیکن ٹینر کے دل کو قرار نہیں تھا۔'' وہ تم سے محبت کرتا ہے؟''

''پاؤلا ہچکچائی۔'' ہاں۔'' بالآخر اس نے جواب دیا۔

ٹینر سوچ میں پڑ گیا۔ اسے فوری طور پر کچھ کرنا ہوگا۔ وہ پاؤلا کو کسی قیمت پر کھونا نہیں چاہتا تھا۔

⁂

اگلی صبح پانچ بجے اینڈریو کی آنکھ فون کی گھنٹی کی وجہ سے کھلی۔ اس نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے آپریٹر نے کہا۔'' آپ کے لیے سویڈن سے کال ہے۔ پلیز ہولڈ کریں۔''

ایک لمحے بعد فون پر دوسری آواز ابھری۔ لہجہ کچھ سویڈش سا تھا۔'' آپ کو مبارک ہو مسٹر کنگسلے۔ نوبل کمیٹی نے اس بار سائنس کے نوبل پرائز کے لیے آپ کو چنا ہے۔ نانو ٹیکنالوجی میں آپ کی گراں قدر......''

نوبل پرائز! ایک لمحے کو اینڈریو کا دل جیسے دھڑکنا بھول گیا۔ گفتگو ختم ہوئی تو وہ جلدی جلدی تیار ہوا اور سیدھا اپنے آفس گیا۔ ٹینر کے آتے ہی اُس نے وہ خوش خبری اسے سنادی۔

ٹینر اُس سے لپٹ گیا۔'' مبارک ہو اینڈریوز بردست خبر ہے یہ تو۔'' اُس نے سچائی سے کہا۔ کیونکہ اب اُس کے تمام مسائل حل ہونے والے تھے۔

پانچ منٹ بعد ٹینر پاؤلا سے بات کر رہا تھا۔ اس کا مطلب سمجھتی ہو ڈارلنگ۔ کے آئی جی کو اتنا بزنس ملے گا کہ سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔ میں حکومت اور بڑی بڑی کارپوریشنوں کے بڑے بڑے ٹھیکوں کی بات کر رہا ہوں۔ میں تمہیں دنیا کی ہر نعمت دے سکوں گا۔''

''بہت شان دار۔''

''تم مجھ سے شادی کرو گی؟''

''تم میرا جواب جانتے ہو ڈارلنگ۔''

ٹینر نے ریسیور رکھا۔ وہ بہت خوش تھا۔ وہ لپک کر بھائی کے دفتر میں پہنچا۔'' اینڈریو...... میں شادی کر رہا ہوں۔''

''بہت اچھی خبر ہے۔'' اینڈریو نے گرم جوشی سے کہا۔'' شادی کب ہوگی؟''

''طے کرلیں گے۔ اپنے سارے اسٹاف کو مدعو کریں گے۔''

⁂

اگلی صبح ٹینر اپنے آفس میں پہنچا تو اینڈریو اُس کا منتظر تھا۔ وہ اُس کی شادی کے خیال سے ایکسائیٹڈ تھا۔ شادی کا باقاعدہ اعلان تو نہیں ہوا تھا۔ پھر بھی خبر تیزی سے پھیل گئی تھی۔ ٹینر سے کسی نے کچھ نہیں کہا۔ لیکن وہ معنی خیز نظروں سے مسکرا کر اُسے دیکھتے تھے۔

بعد میں ٹینر اینڈریو کے آفس میں گیا۔'' اینڈریو...... نوبل پرائز کے بعد تو سب ہماری طرف کھنچے چلے آئیں گے۔ اور انعام کی رقم

ہے......"

اینڈریو نے اس کی بات کاٹ دی۔ "اس رقم کی مدد سے ہم ارٹیریا اور یوگنڈا بھیجنے کے لیے مزید لوگوں کی خدمات حاصل کر سکیں گے۔"

"لیکن اینڈریو، اس ایوارڈ کو ہم بزنس بڑھانے کے لیے تو استعمال کریں گے نا؟"

"اینڈریو نے نفی میں سر ہلایا۔ "ہم جو کچھ کر رہے ہیں، وہی کرتے رہیں گے۔"

ٹیمز بڑی حسرت سے اُسے دیکھتا رہا۔ پھر بجھے بجھے لہجے میں بولا "یہ تمہاری کمپنی ہے اینڈریو۔ جو جی چاہے کرو۔"

......۞......

فیصلہ کرتے ہی ٹیمز نے پاؤلا کو فون کیا۔ شہزادی...... میں بزنس کے سلسلے میں واشنگٹن جا رہا ہوں...... دو تین دن کے لیے۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ بس بزنس تک ہی محدود رہنا۔ کوئی عورت وورت کا چکر نہ چلے۔" پاؤلا نے اسے چھیڑا۔

"ارے نہیں۔ تم دنیا کی وہ واحد عورت ہو، جس سے میں محبت کرتا ہوں۔"

"میں بھی تم سے محبت کرتی ہوں۔"

......۞......

اگلی صبح ٹیئر کنکسلے پینٹا گون میں آرمی چیف آف اسٹاف جنرل ایلن بارٹن کے سامنے بیٹھا تھا۔ ''تمہاری تجویز مجھے دلچسپ لگی ہے۔'' جنرل نے کہا۔ ''ہم لوگ یہی سوچ رہے تھے کہ اس ٹیسٹ کے لیے کسے استعمال کریں۔''

''آپ کا تجربہ مائیکرو نانوٹیکنالوجی سے تعلق رکھتا ہے۔ اور میرے بھائی کو اس میدان میں کام کرنے پر نوبل پرائز ملا ہے۔''

''ہم جانتے ہیں یہ بات۔''

''وہ اس تجربے کے بارے میں بے حد ایکسائیٹڈ ہے۔'' ٹیئر نے کہا۔

''ہمارے لیے یہ ایک ناقابلِ یقین اعزاز ہے مسٹر کنکسلے۔ ورنہ نوبل پرائز جیتنے والے ہمیں کہاں گھاس ڈالتے ہیں۔'' جنرل نے دروازہ کی طرف دیکھا، جو بند تھا۔ پھر اُس نے رازدارانہ لہجے میں کہا۔ ''یہ ٹاپ سیکرٹ ہے مسٹر کنکسلے۔ یہ تجربہ کامیاب ہوا تو ہمارے اسلحہ خانے میں اہم ترین اضافہ ہوگا۔ مالیکیولر نانوٹیکنالوجی کی مدد سے ہمیں پوری دنیا پر کنٹرول حاصل ہو سکتا ہے۔''

''اس تجربے میں کوئی خطرہ نہیں ہے نا؟'' ٹیئر نے پوچھا۔ ''میں نہیں چاہتا کہ میرے بھائی کو کوئی نقصان پہنچے۔''

''پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہم تمام ضروری آلات بھجیں گے۔ دو سائنس داں بھی ہوں گے، جو تمہارے بھائی کے ساتھ کام کریں گے۔ اور ان تینوں کے لیے حفاظتی سوٹ بھی ہوں گے۔''

''تو ٹھیک ہے۔ یہ بات طے ہوگئی۔''

''بالکل طے ہوگئی۔'' جنرل نے کہا۔

نیویارک واپس جاتے ہوئے ٹیئر سوچ رہا تھا کہ اب بس کسی طرح اینڈریو کو قائل کرنا ہے۔ اور کوئی مسئلہ نہیں۔

.......✿.......

اینڈریو اپنے آفس میں بیٹھا اُس رنگین کتابچے کا جائزہ لے رہا تھا، جو نوبل کمپنی نے اسے بھیجا تھا۔ ساتھ میں ایک مختصر سا رقعہ بھی تھا، جس میں لکھا تھا...... ہم آپ کی آمد کے منتظر ہیں۔

کتابچے میں اسٹاک ہوم کنسرٹ ہال کی تصویریں تھیں۔ ایک تصویر میں نوبل پرائز جیتنے والا ایک شخص سویڈن کے شاہ کارل شش دہم سے ایوارڈ وصول کر رہا تھا۔ دوسری تصویر میں لوگ تالیاں بجا رہے تھے۔ اب جلد ہی میں بھی وہاں ہوں گا۔ اینڈریو نے سوچا اور انعام وصول کروں گا۔

دروازہ کھلا اور ٹیئر اندر آیا۔ ''مجھے بہت ضروری بات کرنی ہے۔'' اُس نے کہا۔

اینڈریو نے کتابچہ ایک طرف رکھ دیا۔ ''ہاں ٹیئر، کہو۔ کیا بات ہے؟''

''ٹیئر نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔ ''میں نے آرمی سے وعدہ کر لیا ہے کہ کے آئی جی ان کے ایک تازہ تجربے میں ان کی معاونت کرے گی۔''

''کیا...... کیا کہہ رہے ہو؟''

''اُس تجربے میں انہیں تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔''

اینڈریو نفی میں سر ہلانے لگا۔ ''نہیں ٹیز، میں ان معاملات میں ملوث نہیں ہوسکتا۔ ہم یہاں جو کام کر رہے ہیں، وہ اس سے بہت مختلف ہے۔''

''یہ دولت کمانے کی بات نہیں اینڈریو۔ یہ امریکا کے دفاع کا معاملہ ہے۔ فوج کے لیے اس کی بڑی اہمیت ہے۔ انہیں تمہاری ضرورت ہے۔ آدمی اپنے وطن سے تو منہ نہیں موڑ سکتا نا۔''

کام مشکل تھا۔ مگر ٹیز بھی ایک گھنٹہ اینڈریو کے پیچھے پڑا رہا۔ بالآخر اینڈریو نے ہتھیار ڈال دیے۔ ''چلو ٹھیک ہے۔ لیکن ٹیز، میں واضح کر دوں کہ یہ آخری بار ہم اپنے راستے سے ہٹیں گے۔ اس کے بعد کبھی ایسا نہیں ہوگا۔''

ٹیز مسکرایا۔ ''منظور ہے اینڈریو۔ اور میں تمہیں بتا نہیں سکتا کہ تم کیسے قابل فخر بھائی ہو۔''

.......✡.......

ٹیز نے پاؤلا کو فون کیا۔ ''میں واپس آ گیا ہوں ڈارلنگ۔ ہم ایک بہت اہم تجربے میں حصہ لے رہے ہیں۔ اب اس کام کو نمٹانے کے بعد میں تمہیں فون کروں گا۔ یہ کبھی نہ بھولنا کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔''

.......✡.......

آرمی کے ٹیکنیشین اینڈریو کو بریفنگ دینے کے لیے آئے ہوئے تھے۔ ابتدا میں تو اینڈریو کے انداز میں بے دلی تھی۔ لیکن پروجیکٹ پر گفتگو کے نتیجے میں وہ ہیجان میں مبتلا ہونے لگا۔ تجربہ واقعی بہت اہم تھا۔

ایک گھنٹے بعد اینڈریو نے آرمی کے ایک ٹرک کو کے آئی جی کے گیٹ کے اندر آتے دیکھا۔ اُس کے آگے پیچھے دو کاریں تھیں، جن میں فوجی موجود تھے۔ وہ باہر نکلا تو اُس کے انچارج کرنل سے بات ہوئی ''ہم سب کچھ لے آئے ہیں مسٹر کنگسلے۔ اب بولیں، ہمیں اور کیا کرنا ہے۔'' کرنل نے پوچھا۔

''یہ سب کچھ ہمیں سونپ دو۔ اب یہ ہماری ذمے داری ہے۔'' اینڈریو نے کہا۔

''لیس سر۔'' کرنل نے کہا اور ٹرک کے عقب کھڑے سپاہیوں کی طرف متوجہ ہوا۔ ''ہمیں سامان اتارنا ہے...... بہت احتیاط سے...... بہت احتیاط سے۔''

کچھ سپاہی ٹرک پر چڑھے اور چھوٹا سا ہیوی ڈیوٹی دھاتی کیس اتارنے لگے۔ پھر کے آئی جی کے دو اسسٹنٹ اس کیس کو اینڈریو کی نگرانی میں لیبارٹری میں لے گئے۔ یہاں...... اس میز پر رکھ دو۔ بہت آہستہ سے...... ہاں ٹھیک ہے۔'' اینڈریو ہدایات دے رہا تھا۔

''یہ تو بہت ہلکا ہے۔ ہم میں سے ایک بھی آسانی سے اٹھا سکتا تھا اسے۔'' ایک اسسٹنٹ نے تبصرہ کیا۔

''تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ یہ کتنا بھاری ہے۔'' اینڈریو نے کہا۔

ان دونوں نے اسے الجھن بھری نظروں سے دیکھا۔ ''کیا کہہ رہے ہیں سر؟''

''اینڈریو نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''جانے دو۔ تم نہیں سمجھ سکو گے۔''

 ......✿......

پیری اسٹان فورڈ اور ہاروے واکر وہ سائنس داں تھے، جنہیں اس پروجیکٹ پر اینڈریو کے ساتھ کام کرنے کے لیے منتخب کیا گیا تھا۔ وہ دونوں اس وقت بھاری حفاظتی سوٹ میں تھے۔ جو انہیں تجربے کے دوران پہننا تھا۔

''میں ابھی آیا۔ حفاظتی سوٹ پہن آؤں۔'' اینڈریو نے کہا اور کمرے سے چلا گیا۔

اینڈریو راہ داری میں ایک بند دروازے کے سامنے رکا۔ اُس نے دروازہ کھولا۔ اندر وہ سوٹ موجود تھا۔ جو خلائی سوٹ سے مشابہ تھا۔ اُس کے ساتھ گیس ماسک اور گاگلز بھی تھے۔ خاص قسم کے جوتے اور بھاری دستانے بھی تھے۔

اینڈریو حفاظتی سوٹ پہننے کی غرض سے کمرے میں داخل ہوا۔ وہاں ٹیلر پہلے سے موجود تھا۔ ''وش یو گڈ لک بھائی۔'' اُس نے کہا۔

اینڈریو لیبارٹری میں واپس آیا۔ جہاں اسٹان فورڈ اور واکر اُس کا انتظار کر رہے تھے۔ انہوں نے کمرے کو سیل کر دیا۔ تاکہ وہ ایر ٹائٹ ہو جائے۔ دروازے کو انہوں نے خاص طور پر چیک کیا۔ اب کمرے کی فضا میں سنسنی محسوس کی جا سکتی تھی۔

انہوں نے ماسک لگا لیے۔ اینڈریو نے کہا۔ ''اب ہم آغاز کر رہے ہیں۔'' اُس نے بڑے محتاط انداز میں آہنی بکس کے ڈھکنے کو ذرا سا کھولا اور بکس میں موجود چھ چھوٹی شیشیوں میں سے ایک باہر نکالی۔ ''ان کا درجہ حرارت منفی 222 درجے ہے۔''

اسٹانفورڈ اور واکر اسے بہت غور سے دیکھ رہے تھے۔ اُس نے پہلی شیشی کو کھولا۔ ایک پھنکار سی سنائی دی اور ساتھ ہی شیشی سے ایک فوارہ سا باہر نکلتا دکھائی دیا۔ کچھ اوپر ایک بادل سا بننے لگا۔

''اب دیکھیں...... سب سے پہلے ہمیں جو کرنا ہے، وہ یہ ہے کہ...... وہ یہ ہے کہ......'' یہ کہتے کہتے اینڈریو کی آنکھیں پھیلنے لگیں۔ پھر اچانک اسے پھندہ سا لگا اور اُس کا چہرہ ایک دم سفید ہو گیا۔ اُس نے بولنے کی کوشش کی۔ لیکن آواز نہیں نکلی۔ وہ چکرا کر فرش پر گر گیا۔

اسٹان فورڈ اور واکر پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ واکر نے جلدی سے شیشی کا منہ بند کیا اور اسے دوبارہ بکس میں رکھ دیا۔ اور اس دوران اسٹان فورڈ دیوار کی طرف لپکا اور اُس نے ایک بٹن دبایا۔ اُس سے وہ بہت بڑا پنکھا چلا، جس نے گیس کے ان بخارات کو لیب سے نکال دیا۔

فضا صاف ہوئی تو دونوں سائنس دانوں نے دروازہ کھولا اور اینڈریو کو اٹھا کر باہر لے گئے۔ ٹیلر راہ داری میں ٹہل رہا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر وہ ان کی طرف لپکا۔ اُس کے چہرے پر پریشانی کا تاثر اُبھر آیا۔ ''کیا بات ہے؟ کیا ہو رہا ہے؟'' اُس نے اُن سے پوچھا۔

''ایک حادثہ ہو گیا...... اور......''

''کیسا حادثہ؟'' ٹیٹر پاگلوں کی طرح چیخنے لگا۔ ''تم نے میرے بھائی کے ساتھ کیا کیا ہے؟''

لوگ وہاں جمع ہونے لگے تھے۔ ''فوراً اسپتال لے چلو۔'' کسی نے کہا۔

☆

بیس منٹ بعد اینڈریو دنسنٹ اسپتال کے ایمرجنسی وارڈ کے ایک کمرے میں لیٹا تھا۔ اُس کے بازو میں ڈرپ لگی تھی اور منہ پر آکسیجن ماسک تھا۔ دو ڈاکٹر اُس پر جھکے ہوئے تھے۔

اینڈریو کو ایم آر آئی اور سی اے ٹی اسکین کے لیے نیچے لے جایا گیا۔ اُس کے بعد کئی اور نازک ٹیسٹ ہوئے۔ بالآخر اسے ایک سویٹ میں منتقل کر دیا گیا، جہاں تین ڈاکٹر اُس کی دیکھ بھال پر مامور تھے۔

ٹیٹر ہال وے میں ایک کرسی پر بیٹھا تھا۔ ایک ڈاکٹر اینڈریو کے کمرے سے نکلا اور ٹیٹر نے اسے پکڑ لیا۔ ''وہ ٹھیک تو ہو جائے گا نا؟''

ڈاکٹر ہچکچایا۔ ''ہم انہیں فوری طور پر واشنگٹن کے آرمی اسپتال میں بھجوا رہے ہیں۔ مسٹر کنگسلے، سچ یہ ہے کہ ہمیں امید بہت کم ہے۔''

''تم کیا بات کر رہے ہو۔ وہ ٹھیک ہو جائے گا۔ لیب میں اسے چند منٹ ہی تو ہوئے تھے۔''

ڈاکٹر اسے ڈانٹنے والا تھا۔ لیکن اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو اسے اُس کی آنکھوں میں آنسو نظر آئے۔

☆

ایمبولنس طیارے میں واشنگٹن جاتے ہوئے ٹیٹر بے ہوش اینڈریو کے ساتھ تھا۔ وہ تمام وقت اُس کے کان میں سرگوشیاں کرتا رہا، دلاسے دیتا رہا۔ تمہیں کچھ نہیں ہوگا بھائی۔ تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔ ڈاکٹر بھی یہی کہہ رہے ہیں...... بس تمہیں آرام کی ضرورت ہے...... دیکھو، جلدی سے اچھے ہو جاؤ بھائی تمہیں نوبل پرائز وصول کرنے سویڈن بھی تو جانا ہے......

☆

اگلے تین دن ٹیٹر نے بھائی کے کمرے میں ہی گزارے...... وہ ویٹنگ روم میں تھا کہ ایک ڈاکٹر اُس کی طرف آیا۔ ''وہ ٹھیک تو ہے، نا۔ کیا وہ......'' کہتے کہتے رک گیا۔ اُس نے غور سے ڈاکٹر کے چہرے کا تاثر دیکھا۔ ''کیا بات ہے؟''

''صورت حال اچھی نہیں ہے۔ تمہارا بھائی خوش قسمت تھا کہ زندہ بچ گیا۔ وہ تجرباتی گیس بہت زہریلی تھی۔''

''ہم کسی اسپیشلسٹ......''

''کوئی فائدہ نہیں۔ زہریلی گیس تمہارے بھائی کے دماغ کے سیلز پر بری طرح اثر انداز ہوئی ہے۔''

ٹیٹر نے پلکیں جھپکائیں۔ ''لیکن اس کا کوئی علاج تو......''

''مسٹر کنگسلے، ابھی تو آرمی نے اس گیس کو کوئی نام بھی تجویز نہیں کیا ہے۔'' ڈاکٹر نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ''اور آپ اس کے علاج کی بات کر رہے ہیں۔ مجھے افسوس ہے جناب۔ لیکن مجھے ڈر ہے، آپ کا بھائی اب کبھی پہلے جیسا نہیں ہو سکے گا۔''

ٹیزر کھڑا ہو گیا۔ اُس کی مٹھیاں بھنچی ہوئی تھیں اور چہرہ سفید ہو رہا تھا۔

''تمہارا بھائی اس وقت جاگا ہوا ہے۔ تم اُس سے مل سکتے ہو...... مگر صرف چند منٹ......''

ٹیزر کمرے میں داخل ہوا تو اینڈریو کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ اُس نے ٹیزر کو دیکھا۔ لیکن اُس کے انداز میں شناسائی بالکل نہیں تھی۔

فون کی گھنٹی بجی۔ ٹیزر نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف جنرل بارٹن تھا۔ ''مجھے افسوس ہے مسٹر کنکسلے کہ......''

''تم جھوٹے۔'' ٹیزر دہاڑا۔ ''تم نے کہا تھا کہ میرے بھائی کو کسی قسم کا کوئی خطرہ درپیش نہیں ہوگا۔ وہ جنرل کو گالیاں دینے لگا۔

''کوئی خطرہ نہیں تھا۔ مگر پتا نہیں، کہاں...... کیسے گڑبڑ ہوگئی۔ لیکن میں تمہیں یقین دلاتا ہوں مسٹر کنکسلے......''

''ٹیزر نے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔ اسی لمحے وہ اپنے بھائی کی آواز سن کر مڑا۔ ''میں...... میں کہاں ہوں؟'' اینڈریو کمزور آواز میں بڑبڑا رہا تھا۔

''تم واشنگٹن کے آرمی اسپتال میں ہو۔''

''کیوں؟ کوئی بیمار ہو گیا ہے کیا؟''

''تم بیمار ہو اینڈریو۔''

''مجھے کیا ہوا؟''

''تجربے کے دوران کوئی گڑبڑ ہوگئی تھی۔''

''مجھے تو کچھ یاد نہیں۔''

''کوئی بات نہیں۔ تم فکر نہ کرو۔ تمہارا ہر طرح سے خیال رکھا جائے گا۔ میں ہوں نا۔''

اینڈریو کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ ٹیزر نے ایک نظر اسے دیکھا اور کمرے سے نکل آیا۔

......✿......

پاؤلا نے اسپتال پھول بھیجے تھے۔ ٹیزر اسے فون کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اُس کی سیکرٹری نے کہا۔ انہوں نے فون بھی کیا تھا۔ کہہ رہی تھیں کہ وہ شہر سے باہر جا رہی ہیں۔ اور واپس آتے ہی آپ کو فون کریں گی۔

ایک ہفتے بعد ٹیزر اینڈریو کو لے کر نیویارک واپس آ گیا۔ کے آئی جی میں سب کو معلوم ہو چکا تھا کہ اینڈریو پر کیا گزری ہے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ کیا اُس کے بغیر تھنک ٹینک قائم رہ سکے گا۔ کمپنی کی ساکھ کو نقصان پہنچنا ہی تھا۔

مگر ٹیزر نے سوچ لیا تھا کہ وہ کے آئی جی کو دنیا کا سب سے بڑا تھنک ٹینک بنا کر رہے گا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اب وہ پاؤلا کے تمام خوابوں کی تعبیر دے سکتا ہے۔ صرف چند برسوں میں......

انٹرکام کا بزر بجا۔ ''مسٹر کنکسلے، ایک لیموزین کا ڈرائیور آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ اُس کا سیکرٹری نے اُسے بتایا۔

ٹیز نے الجھن بھرے لہجے میں کہا ''اسے اندر بھیج دو۔''

ایک باوردی شوفر ہاتھ میں ایک لفافہ لیے اندر آیا۔ ''مسٹر ٹیز کنکسلے؟''

''ہاں۔''

''مجھے تاکید کی گئی تھی کہ میں یہ خط آپ کے ہاتھوں میں ہی دوں۔'' ڈرائیور نے اسے لفافہ دیا اور رخصت ہو گیا۔

ٹیز نے لفافہ کو دیکھا اور مسکرایا۔ پاؤلا کی رائٹنگ وہ خوب پہچانتا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ پاؤلا کی طرف سے کوئی سرپرائز ہے۔ اُس نے لفافہ کھولا اور رقعہ نکال کر پڑھا۔ لکھا تھا......

میری جان،

یہ بات بننے والی ہی نہیں۔ اس وقت جو کچھ تم مجھے دے سکتے ہو، مجھے اُس سے کہیں زیادہ کی ضرورت ہے۔ چنانچہ میں ایک ایسے شخص سے شادی کر رہی ہوں، جو میری طلب سے زیادہ بڑھ کر مجھے دے سکتا ہے۔ میں تم سے محبت کرتی ہوں...... اور ہمیشہ کرتی رہوں گی۔ میں جانتی ہوں کہ تمہارے لیے میری اس بات پر یقین کرنا مشکل ہے لیکن یقین کرو، میں یہ سب کچھ اس لیے کر رہی ہوں کہ اس میں ہم دونوں کی بھلائی ہے۔

ٹیز کا چہرہ پیلا پڑ گیا۔ دیر تک وہ اس رقعے کو گھورتا رہا۔ پھر اُس نے اسے ڈسٹ بن میں پھینک دیا۔ اُس کو فتح حاصل کرنے میں ایک دن کی...... صرف ایک دن کی تاخیر ہوئی تھی!

......✽......

اینڈریو ڈویئیل کی موت اتنی پراسرار تھی کہ اس کے بارے میں قیاس آرائیوں کی کوئی حد نہیں تھی۔ اور قیاس کرنے والوں کی بھی کوئی کمی نہیں تھی۔ اُس کے سوگوار اسٹاف سے مدتوں پوچھ گچھ کی جاتی رہی۔

ایک اخبار میں قیاس تھا کہ کسی دہشت گرد تنظیم نے ایک آدمی کو کسی طرح سفیر کے کمرے میں پہنچا دیا تھا۔ اس نے سفیر کو دماغ ماؤف کرنے والی کوئی دوا دی۔ اور ٹائپ رائٹر کے ربن کو پستول کے ٹریگر اور دروازے کے ہینڈلوں کے گرد لپیٹ کر سیٹ اپ بنایا۔

یہ تو ایک مثال ہے۔ ورنہ اس سے بھی زیادہ دورانہ کار بے شمار قیاسات پیش کیے گئے۔

کچھ لوگوں نے سفیر کے پس منظر کی چھان بین کی۔ لیکن وہ لاحاصل ثابت ہوئی۔ سفیر ایک طویل سفارتی کیرئیر کے اختتام کے قریب تھا۔ ریٹائرمنٹ کے بعد اسے بے شمار مالی مراعات اور مالی منفعت ملنی تھی۔ اُس کی ازدواجی زندگی بے حد خوش گوار اور ہر زاویے سے بے حد کامیاب تھی۔ اُس کی زندگی صاف ستھری اور ہر طرح کے اسکینڈلز سے پاک تھی۔ دنیا میں کم ہی لوگ ایسے ہوتے ہیں، جن کے پاس خود کے لیے کوئی محرک، کوئی جواز موجود نہ ہو۔ لیکن اینڈریو ڈویئیل ایسا ہی ایک شخص تھا، جسے خودکشی کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

اُس کی بیوی سے پوچھ گچھ بھی بے نتیجہ ثابت ہوئی۔ اُس نے پوچھنے والوں کو اپنے شوہر کے ڈراؤنے خوابوں اور اُس کی چیخ کر اُٹھنے کے

بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ وہ بے حد سچائی سے سوچتی اور کھوجتی رہی تھی کہ کہیں اُس نے ہی تو نادانستگی میں اپنے شوہر کو خودکشی کی طرف نہیں دھکیلا تھا۔ مگر آخر میں اُس کا مطمئن ضمیر ہی اُس کا انعام تھا۔ اور وہ بھی دوسروں کی طرح حیران تھی کہ اُس کے شوہر نے خودکشی کیوں کی۔ یہ وہ جانتی تھی کہ یہاں کسی دوسری عورت کا کوئی چکر نہیں تھا۔

جس وقت اینڈریوڈویل کی لاش واشنگٹن لائی گئی، ڈیمین تھورن وائٹ ہاؤس کے اوول آفس میں صدر امریکا کے سامنے بیٹھا تھا۔ صدر صاحب فون پر کسی سے گفتگو کر رہے تھے۔

ڈیمین نے ڈیسک کو چھوا اور نرمی سے اپنی انگلیوں سے تھپ تھپایا۔ اسے احساس تھا کہ اس وقت وہ عالمی سیاسی قوت کی بلند ترین چوٹی کے بہت قریب کھڑا ہے۔ یہ وہی جگہ ہے، جہاں سے کینیڈی نے کیوبا کے معاملے میں خروشیف کے چیلنج کا جواب چیلنج سے دے کر ثابت کر دیا تھا کہ خروشیف کی دھمکی خالی خولی دھمکی تھی۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں نکسن نے بھری ہوئی آنکھوں کے ساتھ ہنری کسنجر کی رفاقت میں گھٹنوں کے بل بیٹھ کر دعا کی تھی۔ یہ وہی جگہ تھی۔ جہاں جمی کارٹر تہران کے یرغمالیوں کے معاملے میں پریشان رہا تھا۔

لیکن ان حکمرانوں کی پریشانیاں موجودہ حکمران کی پریشانیوں کے سامنے بے حیثیت تھیں۔ موجودہ صدر نے ایک بار کہا تھا...... کسی بھی ملک کو لے لیں، آپ کو مسائل کا احساس ہوگا۔ کہیں خونی انقلاب آرہا ہے تو کہیں اندرونی شورشیں مسئلہ بنی ہوئی ہیں۔ اور جہاں بلاواسطہ مسائل نہیں ہیں تو وہاں تو بالواسطہ مسائل نظر آئیں گے۔ لندن اور پیرس میں عرب ایک دوسرے کا خون بہا رہے ہیں۔ ناٹو میں ٹوٹ پھوٹ ہو رہی ہے۔ روس کے تسلط سے آزاد ہونے والی ریاستیں ایٹمی ہتھیار لیے بیٹھی ہیں۔ جلد ہی معاشی بدحالی انہیں ایٹمی ہتھیار فروخت کرنے پر مجبور کر دے گی۔ یوں ایٹمی پھیلاؤ کا مسئلہ اور گمبھیر ہو جائے گا۔ بلفاسٹ سے تہران تک اور کابل سے میامی تک مسائل ہی مسائل ہیں، پابندیوں کے باوجود صدام حسین عراق پر قابض تھا۔ اور افغانستان میں ملا عمر کے طالبان حکومت تھی۔

ڈیمین اُس آفس میں خود کو بے حد پرسکون محسوس کر رہا تھا، جیسے وہ اسی کا آفس ہو۔ اُس نے کھڑکی سے باہر روز گارڈن میں جھانکا...... پھر اُس نے پلٹ کر کینیڈی کے پورٹریٹ کو دیکھا۔ ٹی وی اور اخبارات کے کچھ مبصرین اسے کینیڈی برادران...... خاص طور پر رابرٹ کینیڈی سے مشابہ سمجھتے تھے۔

ڈیمین نے سوچا، مشابہت تو واقعی ہے۔ اُس کی رنگت رابرٹ کینیڈی کے مقابلے میں سانولی تھی۔ لیکن لڑکوں جیسے خوب صورت نقوش دونوں میں مشترک تھے۔ دونوں عورتوں اور مردوں کے لیے یکساں طور پر پُرکشش تھے۔ رابرٹ کینیڈی کے بھی اپنے زمانے کی حسین ترین عورتوں سے تعلقات رہے تھے۔ ڈیمین کے ساتھ بھی یہی معاملہ تھا۔ دونوں دولت مند بھی تھے اور طاقت ور بھی۔ کینیڈی کا کیریئر دیومالائی لگتا تھا۔ اور اب ڈیمین اپنا کیریئر شروع کرنے والا تھا۔

اُس نے سر گھما کر صدر امریکا کو دیکھا۔ صدر نے معذرت طلب انداز میں کندھے جھٹکے۔ ٹیلی فون پر ہونے والی وہ گفتگو ان کے انداز ے سے طویل ثابت ہو رہی تھی۔

''میں جانتا ہوں۔ لیکن......'' صدر کے لہجے میں فرسٹریشن تھا۔ ''میں اسے یا کسی اور کو اس سلسلے میں کوئی بیان نہیں دینا چاہتا۔ اس سے تو معاملات اور بگڑ جائیں گے۔'' اُن کی انگلیاں میز کو تھپ تھپانے لگیں۔ یہ ان کے اضطراب کا اظہار تھا۔ ''اور سنو...... کیبل بھی بالکل واضح نہیں ہونا چاہیے...... بس یہ ہو کہ صدر نے بھی تعزیت کا اظہار کیا ہے۔ پہلے مجھے دکھا دینا۔''

بالآخر صدر نے ریسیور کریڈل پر رکھا اور کرسی پر ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ گزشتہ چھ ماہ کے دوران اُن کے بالوں کی سفیدی میں کافی اضافہ ہوا تھا۔ اس وقت وہ تھکے ہوئے بھی لگ رہے تھے۔

ڈیمین سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

''تمہیں یقین نہیں آئے گا اس بات پر۔ صدر نے کہا۔'' مصر کی حزب اختلاف کا مطالبہ ہے کہ اسوان ڈیم کو اڑانے پر اسرائیل کے خلاف جو قرار دادِ مذمت اُس نے منظور کرائی ہے، اُس کی امریکا باقاعدہ تائید...... بلکہ توثیق کرے۔'' وہ بے یقینی سے نفی میں سر ہلانے لگے۔

''اب بتاؤ۔ ہمیں تو نہیں معلوم کہ ڈیم اسرائیل نے اڑایا ہے۔''

ڈیمین نے کندھے جھٹک دیے۔ ''میرے خیال میں تو یہ کام این ایل ایف کا ہے۔''

صدر نے خالی خالی نظروں سے اسے دیکھا۔ خارجہ پالیسی ان کا کمزور پہلو تھا۔

''نیوبین لبریشن فرنٹ۔'' ڈیمین نے وضاحت کی۔ ''وہ مارکسسٹ نظریات کی حامل تنظیم ہے۔ ڈیم بننے کے بعد سے وہ مسلسل اس پر تنقید کرتے رہے ہیں۔ ان کا دعویٰ تھا کہ یہ ڈیم ان کی سرزمین کے لیے نقصان دہ ہے۔ اور اب یہ دعویٰ درست ثابت ہو رہا ہے۔ کیونکہ ڈیم ٹوٹنے کے نتیجے میں ان کی زمین کا آدھا حصہ زیرِ آب آ گیا ہے۔''

صدر کے انداز سے لگتا تھا کہ ان کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آ رہا ہے۔''

ڈیمین نے اپنی بات جاری رکھی۔ ''آپ کو یاد ہوگا جناب صدر کہ جب ڈیم تعمیر ہو رہا تھا تو کچھ بیش بہا اور نادر مجسموں کو بچانے کے لیے ایک مہم ترتیب دی گئی تھی......''

''ہاں...... یاد آیا۔''

''ایک مجسمہ رعمیس دوم کا تھا۔ آثارِ قدیمہ کے لحاظ سے تو وہ بڑی کامیابی تھی۔ لیکن جو ایک لاکھ نیولین بے گھر ہوئے تھے، وہ مجسمہ ان کے آنسو تو نہیں پونچھ سکتا تھا۔''

''اس سلسلے میں اقوام متحدہ نے کوئی اپیل بھی تو کی تھی۔ ہے نا؟''

''جی ہاں جناب۔''

صدر آگے کی طرف جھکا۔ ''تمہیں یہ سب کیسے معلوم؟''

ڈیمین باہر لان کی طرف دیکھنے لگا۔ ''ہماری ایک امدادی ٹیم نے بتایا۔ مصر کی امدادی ٹیموں سے پہلے وہ وہاں پہنچا تھا۔ وہاں ان کے

مقامی رابطے بھی ہیں۔ انہیں ان سے بہت کام کی معلومات حاصل ہوئی تھیں۔''

''میں ان کی رپورٹ دیکھنا چاہوں گا۔'' صدر نے کہا۔

''وہ غیر سرکاری رپورٹ ہے۔'' ''یہ بات ذہن میں رکھیے گا۔''

صدر نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ ''یہ جتانے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں تو صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ اس میں اسرائیل کا ہاتھ نہیں۔ اس بات کی بڑی اہمیت ہے۔ یوں ہم مشرقِ وسطیٰ میں بھڑکنے والی آگ کو روک سکتے ہیں۔''

ڈیمین چند لمحے چپ رہا۔ جیسے نتائج و عواقب پر غور کر رہا ہو۔ ''پہلے میں اسے خود چیک کروں گا۔'' بالآخر اُس نے کہا۔ ''میں نہیں چاہتا کہ کوئی جھوٹی اطلاع وائٹ ہاؤس کے توسط سے باہر جائے۔''

صدر نے سر ہلایا۔

چند لمحے بعد ڈیمین نے سر گھما کر کینیڈی کے پورٹریٹ کو دیکھا۔ ''ایک اور بات ہے جناب۔'' اُس نے محتاط لہجے میں کہا۔ ''مجھے ڈر ہے کہ میں یہ عہدہ قبول نہیں کرسکوں گا۔ اگر میں برطانیہ کا سفیر بن گیا تو مجھے تھورن انڈسٹریز کا کنٹرول چھوڑنا پڑے گا۔ اور میں......''

''ارے نہیں...... ہرگز نہیں۔'' صدر نے جلدی سے اُس کی بات کاٹ دی۔ ''اس کی تم فکر نہ کرو۔ ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔''

ڈیمین نے اسے بہت غور سے دیکھا۔ وہ بناوٹی حیرت کا اظہار تھا۔ ''لیکن جناب، یہ تو خلاف قانون......''

صدر مسکرایا۔ اسے ڈیمین کی دیانت داری اچھی لگی تھی۔ وہ عہدہ تو کسی کو بھی پیش کیا جاتا تو وہ آنکھیں بند کر کے قبول کر لیتا۔ اس عہدے سے کوئی منہ نہیں پھیر سکتا تھا۔ اور ڈیمین کو تو ساری دنیا میں انسانی فلاح و بہبود کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ وہ بلا تفریق پوری انسانیت کے لیے کام کر رہا تھا۔ اس حوالے سے اُس کی بڑی عزت تھی۔ اُس پر کوئی اعتراض نہیں کرسکتا تھا۔ کسی نے اعتراض کیا تو پریس والے ہی اعتراض کرنے والے کے چیتھڑے اڑا دیں گے۔ بہرحال یہ ڈیمین کا بڑا پن تھا کہ اُس نے قانون کا احترام کیا اور خیال رکھا۔

''ہمیں قانون میں لچک پیدا کرنی ہوگی۔'' صدر کا لہجہ ایسا تھا، جیسے معاملہ نمٹا دیا گیا ہے۔

لیکن ڈیمین کے نزدیک ایسا نہیں تھا۔ ''میری دو شرطیں بھی ہیں اس سلسلے میں۔'' اس نے صدر کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''وہ بھی بتا دو۔'' صدر نے کوشش کی کہ اُس کے چہرے سے وہ اطمینان ظاہر نہ ہو، جو وہ اس وقت محسوس کر رہا تھا۔ اس بات پر کہ ڈیمین کے انداز سے یقینی طور پر ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ عہدہ قبول کرنے کے لیے تیار ہو گیا ہے۔ اس سے پہلے وہ سیاست سے بچتا رہا تھا اور اُس نے کبھی ظاہر نہیں ہونے دیا تھا کہ وہ کس کے ساتھ ہے۔ وہ ہمیشہ غیر جانب داری کا تاثر چھوڑتا تھا۔ لیکن وہ ڈیموکریٹک پارٹی سے تعلق جوڑ رہا تھا۔ اور یہ بڑی اہم بات تھی۔ اب تھورن کارپوریشن کی طرف سے بھاری عطیات صرف ڈیموکریٹک پارٹی کو ملیں گے۔

''پہلی بات یہ کہ میں یہ عہدہ صرف دو سال کے لیے قبول کروں گا۔ کیونکہ اس کے بعد مجھے سینیٹ کا الیکشن لڑنا ہے۔''

صدر نے اقرار میں سر ہلایا۔ یہ شرط اس کے لیے خلاف توقع نہیں تھی۔

''دوسرے مجھے یوتھ کونسل کی صدارت چاہیے۔''

صدر کچھ پریشان نظر آنے لگا۔ یہ شرط اس کے لیے یک سر خلاف توقع تھی۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ڈیمین کو اس عہدے کی کیا ضرورت پڑ گئی۔ مگر پھر اسے یاد آگیا۔ ڈیمین ہمیشہ سے اپنی تقریروں میں نوجوانوں کا تذکرہ کرتا تھا۔ اُس کے اندر کوئی تشنگی اور اُس کے نتیجے میں ابھرنے والی پکار تھی۔ شاید اُس کا تعلق اُس کے ماضی سے...... اُس کے پس منظر سے تھا۔ وہ صرف چھ سال کا تھا تو اُس کا باپ ایسے خوف ناک اور ڈرامائی انداز میں مارا گیا تھا کہ اگر وہ نہ مارا جاتا تو آج خود ڈیمین زندہ نہ ہوتا۔ اُس کے بعد اُس کے چچا نے اُس کی پرورش کی۔ چچازاد بھائی اُس کے لیے سگے بھائی کی طرح تھا۔ پہلے تو وہ چچازاد بھائی سے محروم ہوا۔ پھر بہ یک وقت چچا اور چچی اُس کی زندگی سے ہمیشہ کے لیے نکل گئے...... اسے بالکل اکیلا اور تنہا چھوڑ کر۔ یہ سب اُس کی زندگی کے زخم تھے...... کبھی نہ مندمل ہونے والے زخم! صدر نے سوچا، بعد میں کبھی کسی غیر رسمی ملاقات کے دوران وہ اس موضوع پر گفتگو کرے گا۔

مگر اسی وقت تو اس کی یہ دوسری شرط مسئلہ بن گئی تھی۔ اُس نے نظریں اٹھا کر ڈیمین کو دیکھا اور نفی میں سر ہلایا۔ ''سوری ڈیمین، میں اس عہدے کے لیے فوسٹر سے وعدہ کر چکا ہوں۔''

''مجھے احساس ہے کہ یہ آپ کے لیے اچھا خاصا مسئلہ ہے۔'' ڈیمین صدر کی آنکھوں میں دیکھے جا رہا تھا۔

ایک لمحے کو تو صدر بھی اُسے دیکھتا رہا۔ مگر پھر اُس کی نظریں جھک گئیں۔ اُس نے ایک نوٹ پیڈ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

ڈیمین نے جان لیا کہ وہ جیت گیا ہے۔

''وہ کیا کہہ رہے تھے تم...... این ایلڈ'' صدر نے قلم اٹھاتے ہوئے کہا۔

''این ایل ایف۔'' ڈیمین نے کہا۔ ''نپولین لبریشن فرنٹ۔''

صدر نے پیڈ پر لکھ لیا اور انٹر کام پر ایک بٹن دبایا۔ ''سنیڈرا...... ذرا کریگ کو اندر بھیج دو۔'' وہ سوئچ آف کرنے ہی والا تھا کہ اسے جیسے اچانک کچھ یاد آ گیا۔ ''اور ہاں سنیڈرا، یہ نہ بھولنا کہ سنیچر کو ہمیں بال گیم میں جانا ہے۔'' اس نے سر اٹھا کر ڈیمین کو دیکھا۔ ''تم بھی چلو نا۔ جوڈی اور بچے بھی جا رہے ہیں۔''

ڈیمین نے نفی میں سر ہلایا۔ ''سوری سر۔ ہفتے کو میں پورے دن مصروف ہوں۔''

''صدر نے انٹر کام کا سوئچ آف کیا۔ اسی لمحے دروازے پر دستک ہوئی۔ پھر ایک جوان آدمی نے دروازہ کھولا۔ اندر آ کر وہ صدر کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

''کریگ، میں تمہیں برطانیہ میں اپنے نئے سفیر سے ملوانا چاہتا ہوں۔ یہ ہیں ڈیمین تھورن۔'' صدر نے کہا۔

جوان آدمی نے ہاتھ ملایا اور ڈیمین کو مبارک باد دی۔

''آئزن برگ سے کہو کہ اس سلسلے میں پریس ریلیز تیار کر دے۔

''بہت بہتر جناب صدر۔''

وہ جانے کے لیے مڑا۔ ڈیمین نے عجیب سی نظروں سے صدر کو دیکھا۔

''اور ہاں کریگ۔'' صدر نے کہا۔ وہ ڈیمین کی نگاہوں کا مفہوم سمجھ رہا تھا۔ ''پریس ریلیز میں یہ بھی شامل کرا دینا کہ مسٹر ڈیمین تھورن کو اقوام متحدہ کے یوتھ کونسل کا صدر بھی نامزد کیا گیا ہے۔''

کریگ حیران نظر آیا۔ ''لیکن جناب صدر، میرا خیال تھا کہ......''

''جیسا میں کہتا ہوں، تم ویسا ہی کرو۔'' صدر نے چڑچڑے پن سے کہا۔

''جی جناب صدر۔''

صدر اسے جاتا دیکھتا رہا۔ پھر وہ ڈیمین کی طرف مڑا تو اُس کی مشہور زمانہ مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر مچل رہی تھی۔ ٹی وی پر قومی خطاب کے دوران ہمیشہ وہ مسکراہٹ اُس کے ہونٹوں پر چپکی رہتی تھی۔ اور جب بھی وہ کسی مشکل میں ہوتا تو وہ مسکراہٹ اور کشادہ ہو جاتی۔

صدر نے ڈیمین کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ ''تمہارے والد زندہ ہوتے تو انہیں تم پر فخر ہوتا ڈیمین......'' وہ اور بھی بہت کچھ کہنا چاہتا تھا۔ اسے رابرٹ تھورن کی مدح سرائی کرنی تھی کہ وہ امریکا کا عظیم فرزند اور برطانیہ میں امریکا کی نمائندگی کرنے والا بہترین سفیر تھا۔ اور آج وہ زندہ ہوتا تو اپنے بیٹے کی تقرری پر بہت خوش ہوتا ہے۔ لیکن جب خوف ناک صورت حال میں اور جب الم انداز میں اس کی موت......

لیکن ڈیمین نے اُس کی بات کاٹ دی اور اسے یہ سب کچھ کہنے کا موقع نہیں دیا۔ ''میں آپ کے جذبات کی دل سے قدر کرتا ہوں جناب۔'' اُس نے صدر سے ہاتھ ملاتے ہوئے تیز لہجے میں کہا۔

ہاتھ ملاتے ہوئے وہ دونوں مسکرائے۔ لیکن صدر کو اپنی ریڑھ کی ہڈی میں تیز اور سرد سنسناہٹ کا احساس ہوا۔ ڈیمین کی خود اعتمادی ایسی ایسی تھی کہ اُس نے پہلے کسی اور میں نہیں دیکھی تھی۔ صدر کو ایسا لگ رہا تھا کہ یہ ڈیمین کا آفس ہے اور وہ اُس سے ملاقات کے لیے آیا ہے۔ اب ڈیمین کو رخصت ہوتے دیکھ کر اسے احساس ہو رہا تھا کہ ڈیمین نے ایک بار بھی آں جہانی سفیر اینڈریو ڈوئیل کا تذکرہ نہیں کیا۔ اس کے علاوہ ہر ملنے والے نے اینڈریو ڈوئیل کی موت پر صدمے اور گہرے دکھ کا اظہار کیا تھا۔ لیکن ڈیمین نے ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔ اس کے نزدیک جیسے سابق سفیر اب قصہ پارینہ تھا، جس کا تذکرہ کرنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

☆

ٹیز کنکسلے اپنی میز پر بیٹھا تھا کہ اُس کی سیکرٹری نے بزر دیا۔ ''ایک کمیٹی آپ سے ملنے آئی ہے مسٹر کنکسلے۔''

''کمیٹی؟''

''جی ہاں جناب۔''

''ٹھیک ہے۔ انہیں اندر بھیج دو۔''

کے آئی جی کے مختلف محکموں کے سپروائزر دفتر میں داخل ہوئے۔ ''ہمیں آپ سے ضروری بات کرنی ہے مسٹر ٹنگسلے۔''

''تشریف رکھیے۔''

وہ لوگ بیٹھ گئے۔

''بتائیے..... کیا مسئلہ ہے؟''

''آپ کے بھائی کے ساتھ جو کچھ ہوا، اُس کے ساتھ ہم سب فکر مند ہیں جناب۔ کے آئی جی قائم رہ سکے گی؟'' ان میں سے ایک فورمین نے کہا۔

ٹیئر نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔ فی الحال تو میں خود شاک میں ہوں۔ اینڈریو کے ساتھ جو ہوا، مجھے اس پر یقین نہیں آرہا ہے۔'' چند لمحے وہ پر خیال انداز میں سوچتا رہا۔ پھر بولا ''میں یقین سے تو کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لیکن کے آئی جی کو قائم رکھنے کے لیے میں سر توڑ کوشش کروں گا۔ یہ میرا وعدہ ہے۔ اور آپ لوگوں کو صورت حال سے باخبر بھی رکھوں گا۔''

ان سب نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔

⁂

اینڈریو کو اسپتال سے چھٹی ملی تو ٹیئر اسے کے آئی جی کی حدود میں بنے ایک اسٹاف ہاؤس میں لے آیا۔ وہاں اُس کا خیال بہتر طور پر رکھا جاسکتا تھا۔ اور ٹیئر نے اسے برابر والا آفس بھی دے دیا۔

کے آئی جی کے ملازمین کے لیے اینڈریو کا وجود نشانِ عبرت تھا۔ وہ اُسے ایک غیر معمولی طور پر ذہین اور چوکس سائنس دان کی حیثیت سے جانتے تھے۔ مگر اب وہ کیا تھا..... محض ایک زومبی۔ زیادہ وقت وہ اپنی کرسی پر بیٹھا کھڑکی سے باہر دیکھتا رہتا۔ اُس کی کیفیت نیم بیداری کی سی ہوتی۔ لیکن بہرحال کے آئی جی واپس آ کر وہ خوش تھا۔ حالانکہ اسے نہیں معلوم تھا کہ اس کے اردگرد کیا ہو رہا ہے۔ نہ وہ کچھ سمجھ سکتا تھا اور نہ ہی اسے اس سے کوئی غرض یا کوئی پروا تھی۔ کے آئی جی کے ملازمین یہ دیکھ کر بہت متاثر ہوتے تھے کہ اپنے بڑے بھائی کے ساتھ ٹیئر کا برتاؤ کس قدر مشفقانہ ہے..... اور وہ اُس کا کس طرح خیال رکھتا ہے۔

⁂

کے آئی جی کا ماحول راتوں رات بدل گیا۔ اینڈریو جب اسے چلا رہا تھا تو اُس کا انداز سرسری اور غیر رسمی تھا۔ مگر اب اسے کاروباری اور بے حد رسمی انداز میں چلایا جا رہا تھا۔ ٹیئر کمپنی کے لیے لوکل تلاش کرنے کے لیے ایجنٹوں کو بھیجتا تھا، جنہیں معاملات طے ہو جانے پر کمیشن دیا جاتا تھا۔ یہ بھی حقیقت تھی کہ کاروبار بہت تیزی سے پھیل رہا تھا۔

ادھر پاؤلا کے الوداعی نوٹ کی خبر کے آئی جی کے ہر فرد کو ہو چکی تھی۔ اس سے پہلے وہ سب ٹیئر کی شادی کے لیے ذہنی طور پر تیار تھے۔ انہیں افسوس تھا کہ ٹیئر پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ ایک طرف اس کا بھائی زندہ درگور ہو گیا تو دوسری طرف اُس کی محبت اُس سے چھن گئی۔ اب

وہ سب اپنے اپنے طور پر قیاس آرائیاں کرتے تھے کہ ٹیٹر کا ردعمل کیا ہوگا۔

دو دن بعد ٹیٹر نے اخبار میں اعلان پڑھ لیا کہ اُس کی ہونے والی بیوی نے میڈیا ٹائی کون اور مشہور ارب پتی منڈبار کلے سے شادی کر لی ہے۔ ٹیٹر میں اُس کے بعد صرف ایک تبدیلی آئی۔ وہ بے حد متلون مزاج ہو گیا۔ اور کام کے سلسلے میں اُس کے اخلاقی ضابطے تھے، وہ اور زیادہ سخت ہو گئے۔ ہر صبح وہ دو گھنٹے سرخ اینٹوں والی عمارت میں صرف کرتا۔ وہاں وہ اس پروجیکٹ پر کام کرتا، جس کے بارے میں وہ حد سے زیادہ رازداری برت رہا تھا۔

ایک شام ٹیٹر کو ایک اونچی آئی کیو سوسائٹی میسنا میں خطاب کی دعوت دی گئی۔ کیونکہ کے آئی جی کے بہت سے ملازمین اس سوسائٹی کے ممبر تھے، اس لیے ٹیٹر نے وہ دعوت قبول کر لی۔

اگلی صبح ٹیٹر ہیڈ کوارٹر پہنچا تو اُس کے ساتھ ایک ایسی حسین عورت تھی کہ اُس کے اسٹاف کے لوگ اسے دیکھ کر مبہوت ہو گئے۔ اپنے چہرے کے نقوش، زیتونی رنگت، سیاہ آنکھوں اور جسم کے پیچ وخم سے وہ لاطینی لگ رہی تھی۔

ٹیٹر نے اسے اپنے اسٹاف سے متعارف کرایا۔ "یہ سباستینا کورٹیٹر ہیں۔ رات میسنا کے اجتماع سے انہوں نے بھی خطاب کیا تھا اور یہ بہت اچھا بولی تھیں۔"

ٹیٹر کے انداز میں ایک دم سے شگفتگی اور تازگی آ گئی تھی۔ وہ سباستینا کو اپنے آفس میں لے گیا۔ ایک گھنٹا وہ اندر رہے۔ اور جب باہر آئے تو انہوں نے ٹیٹر کے پرائیویٹ ڈائننگ روم میں دوپہر کا کھانا ساتھ ہی کھایا۔

اسٹاف کے ایک فرد نے سباستینا کورٹیٹر کو انٹرنیٹ پر تلاش کیا۔ وہ ارجنٹائن کے مقابلہ حسن میں ایک بار منتخب ہو چکی تھی۔ اُس کی رہائش سنسنائی میں تھی۔ ایک بڑے اور اہم کاروباری ادارے کے مالک سے اُس کی شادی ہوئی تھی۔

وہ دونوں لنچ کر کے دوبارہ ٹیٹر کے آفس میں چلے گئے۔ وہاں غلطی سے انٹرکام کا بٹن دبا رہ گیا۔ اس لئے اندر کی گفتگو باہر بھی سنی جاتی رہی۔

"تم فکر نہ کرو ڈارلنگ۔ ہم کوئی نہ کوئی ترکیب نکال لیں گے۔" ٹیٹر کہہ رہا تھا۔

تمام سکریٹریز انٹرکام کے گرد جمع ہو گئیں اور بہت شوق سے ان کی باتیں سننے لگیں۔

"ہمیں بہت محتاط رہنا ہوگا۔ میرا شوہر بہت حاسد طبیعت کا ہے۔"

"یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ میں ایسا بندوبست کروں گا کہ ہم ہمیشہ رابطے میں رہیں گے۔"

سب کو پتا چل گیا کہ وہاں کیا چکر چل رہا ہے۔ اور لطف کی بات یہ کہ سب اسی میں خوش تھے۔ سیکریٹریوں کی تو باچھیں کھلی جا رہی تھیں۔

"مجھے افسوس ہے کہ تم اتنی جلدی واپس جا رہی ہو۔"

افسوس تو مجھے بھی ہے۔ لیکن مجبوری ہے۔ جانا تو پڑے گا۔"

ٹیلز اور سباستینا آفس سے نکلے تو بہت خوش تھے۔ ان کی جوڑی بہت شاندار لگ رہی تھی۔ اسٹاف بھی خوش تھا کہ ٹیلز کو پتا بھی نہیں چلا اور وہ سب کچھ سنتے رہے۔

سباستینا کے روانہ ہوتے ہی ٹیلز نے اپنے کمرے میں ایک خاص فون لگوایا۔ اسے ریسیور کرنے کی کسی کو اجازت نہیں تھی۔

اس کے بعد سے ہر روز وہ اس سنہرے انسٹرومنٹ پر سباستینا سے بات کرتا۔ اور ہر مہینے کے آخر میں کہیں طویل ویک اینڈ منانے جاتا۔ واپسی پر بہت تازہ دم اور خوش وخرم دکھائی دیتا۔ اُس نے کبھی کسی کو نہیں بتایا کہ وہ کہاں جاتا ہے۔ لیکن سب جانتے تھے کہ وہ سباستینا کے ساتھ وقت گزارتا ہے۔

ٹیلز کی زندگی پھر سے رومانوی ہوگئی تھی۔ اس کے نتیجے میں اس میں بڑی خوش گوار تبدیلی آئی تھی۔ جس سے سبھی خوش تھے۔

٭٭٭

ڈیانا اسٹونز کی سماعت میں وہ الفاظ نقش ہوکر رہ گئے تھے۔ ”میں رون جونز بات کر رہا ہوں۔ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ آپ کی نئی ہدایات کے عین مطابق جو کہ آپ کی سیکرٹری نے مجھ تک پہنچائیں، ایک گھنٹا پہلے ہم نے آپ کے شوہر کی لاش کو جلا دیا ہے۔“

اُس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اتنی بڑی غلطی کیسے ہوگئی۔ کیا یہ ممکن ہے کہ دکھ نے اسے ایسا نڈھال کر دیا ہو کہ اپنی ہی بے خبری میں اُس نے اس طرح کی ہدایت کی ہو؟ نہیں...... ناممکن! پھر سب سے بڑی بات یہ کہ اس کی کوئی سیکرٹری نہیں تھی۔ ہاں، یہ ممکن ہے کہ تدفینی ادارے کو کوئی غلط فہمی ہوگئی ہو۔ ہدایت کسی اور کے لیے ہو اور انہوں نے اسے رچرڈ سے منسوب کر ڈالا ہو۔

بہر حال انہوں نے ایک خوبصورت مرتبان میں رچرڈ کی راکھ اسے بھجوا دی تھی۔ وہ بیٹھی اُس راکھ کو تکتی رہی۔ کیا یہ رچرڈ ہے؟ کیا اُس میں رچرڈ کے قہقہے چھپے ہیں؟ وہ بازو جو اُس کی پناہ گاہ تھے...... وہ ذہن، جو حس مزاح بھی رکھتا تھا اور حساسیت بھی۔ وہ آواز جو اسے...... آئی لو یو...... کہا کرتی تھی؟ وہ خواب، وہ محبتیں، وہ سارے جذبے...... کیا وہ سب کچھ اس چھوٹے سے مرتبان میں سما سکتا ہے!

ٹیلی فون کی گھنٹی نے اُسے چونکا دیا۔ اُس نے ریسیور اٹھایا۔ ”مسز اسٹیونز؟“ دوسری طرف سے کسی نے پوچھا۔

”جی فرمایئے۔“

”میں ٹیلز کنگسلے کے دفتر سے بات کر رہا ہوں۔ مسٹر کنگسلے چاہتے ہیں کہ آپ ان سے ملاقات کے لیے تشریف لائیں۔ انہیں بڑی خوشی ہوگی......“

یہ دو دن پہلے کی بات تھی۔ اور ڈیانا کے آئی جی کے ہیڈ کوارٹر میں استقبالیہ کی طرف بڑھ رہی تھی۔

”میں آپ کی کیا مدد کر سکتی ہوں؟“ استقبالیہ کلرک نے کہا۔

”میرا نام ڈیانا اسٹیونز ہے۔ مسٹر کنگسلے سے میری ملاقات طے ہے۔“

”اوہ مسز اسٹیونز۔ ہم سب کو مسٹر اسٹونز کی موت کا بہت بہت دکھ ہے۔ وہ بہت المناک واقعہ تھا......“

''جی......جی ہاں۔'' ڈیانا کی آواز بھرا گئی۔

.......✿.......

ٹیٹز ریٹا ٹائلر سے بات کررہا تھا۔ ''ابھی میری دو ملاقاتیں ہوئی ہیں۔ان کی مکمل اسکیٹنگ چاہیے مجھے۔''

''جی سر۔'' ریٹا نے جواب دیا اور آفس سے نکل آئی۔ ٹیٹز اسے دیکھتا رہا۔

اسی وقت انٹر کام چیخا۔ ''مسٹر کنکسلے، مسز اسٹیونز آپ سے ملاقات کے لیے آئی ہیں۔''

ٹیٹز نے اپنی میز پر لگے الیکٹرونک پینل پر ایک بٹن دبایا اور دیوار پر لگے بہت مانیٹرز میں سے ایک کی اسکرین پر ڈیانا اسٹیونز نظر آئی۔ وہ سفید بلاؤز اور سفید دھاریوں والا نیلا اسکرٹ پہنے ہوئے تھی۔ اس کا چہرہ بہت پیلا لگ رہا تھا۔

''اسے اندر بھیج دو پلیز۔''

ڈیانا دروازے میں نمودار ہوئی تو ٹیٹز اس کے خیر مقدم کے لیے اٹھا۔ ''آپ کی آمد کا شکریہ مسز اسٹیونز۔''

ڈیانا نے سر کو تفہیمی جنبش دیتے ہوئے کہا۔ ''گڈ مارننگ۔''

''بیٹھ جائیے۔ پلیز۔''

ڈیانا اُس کے سامنے بیٹھ گئی۔

''یہ کہنے کی تو میرے خیال میں ضرورت نہیں کہ آپ کے شوہر کے بہیمانہ قتل سے ہم سب کو شاک لگا ہے۔ اس بات پر یقین رکھیں کہ ذمے دار افراد کو جلد از جلد کیفر کردار تک پہنچایا جائے گا......''

خاک میں خاک، راکھ میں راکھ......مرتبان میں راکھ! ڈیانا نے سوچا۔

''آپ مائنڈ نہ کریں تو آپ سے کچھ سوال کروں۔''

''جی ضرور؟''

''آپ کے شوہر اپنے کام کے متعلق آپ سے گفتگو کرتے تھے؟''

''ڈیانا نے نفی میں سر ہلایا۔ ''نہیں۔ کیونکہ ان کے کام کی نوعیت تیکنیکی تھی اور میں ٹیکنیکل باتیں سمجھ ہی نہیں سکتی۔''

ہال کے اندرونی حصے میں نگرانی کرنے والے کمرے میں ریٹا ٹائیلر نے آواز شناخت کرنے والی مشین چلا دی تھی۔ آواز کا تجزیہ ٹی وی اسکرین پر ریکارڈ ہو رہا تھا۔ اُس کے علاوہ ٹیٹز کے کمرے کی آڈیو اور ویڈیو ریکارڈنگ بھی جاری تھی۔

''میں جانتا ہوں کہ اس موضوع پر بات کرنا آپ کے لیے تکلیف دہ ہے۔'' ٹیٹز نے کہا۔ ''لیکن یہ ضروری ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ اپنے شوہر کے منشیات کے کاروبار کے بارے میں آپ کس حد تک جانتی ہیں؟''

ڈیانا اسے دیکھتی کی دیکھتی رہ گئی۔ وہ اس کے لیے بہت بڑا شاک تھا۔ چند لمحے تو وہ گنگ بیٹھی رہی۔ پھر سنبھلتے ہی اُس نے کہا۔ ''یہ......یہ

آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ رچرڈ ایسا آدمی نہ تھا۔ وہ کبھی اس طرح کے سرگرمیوں میں ملوث نہیں......''

''مسز اسٹیونز، پولیس کو اُس کی جیب سے مافیا کا ایک دھمکی آمیز نوٹ ملا ہے۔ اور......''

ڈیانا کے لیے تو یہ سوچنا ہی ناممکن تھا۔ رچرڈ اُس کی بے خبری میں ایک اور...... خفیہ زندگی گزارتا ہوگا؟ نہیں! نہیں! نہیں!!! اُس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا اور سارا خون جیسے سمٹ کر اُس کے چہرے پر آ گیا تھا۔ اُس کا مطلب تو یہ تھا کہ مافیا والوں نے اسے سزا دینے کے لیے رچرڈ کو قتل کیا۔ وہ سوچ رہی تھی۔

''مسٹر کنکسلے، رچرڈ ہرگز ایسا......''

ٹینر کے لہجے میں ہمدردی تھی۔ لیکن یقین بھی تھا۔ ''مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کو تکلیف پہنچا رہا ہوں۔ لیکن درحقیقت میں کوشش کر رہا ہوں کہ آپ کے شوہر کی موت کے واقعے کو گہرائی تک دیکھوں اور سمجھوں۔''

اُس کی گہرائی تو میں ہوں۔ ڈیانا نے سوچا۔ میں ہی اُس کی موت کا سبب بنی ہوں۔ میں آلٹیری کے خلاف گواہی نہ دیتی تو رچرڈ نہ مارا جاتا۔

ٹینر کنکسلے اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ اُس نے کہا۔ ''میں آپ کو زیادہ دیر نہیں روکوں گا مسز اسٹیونز۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے زخم ہرے ہو رہے ہیں۔ ہم بعد میں بھی بات کر سکتے ہیں۔ ممکن ہے، آپ کو کوئی ایسی بات یاد آجائے جو اس معمے کو حل کرنے میں مددگار ثابت ہو۔ ایسا ہو تو آپ پلیز مجھے فون کر دیجیے گا۔'' اس نے دراز کھول کر ابھرے ہوئے حروف والا خوب صورت بزنس کارڈ نکال کر اُس کی طرف بڑھایا۔ ''اس میں میرا ذاتی سیل فون نمبر بھی ہے۔ اس پر آپ کسی بھی وقت مجھ سے رابطہ کر سکتی ہیں...... دن ہو یا رات۔''

ڈیانا نے کارڈ لے کر دیکھا۔ اس پر ٹینر کا نام اور موبائل فون کا نمبر تھا۔ وہ اٹھی تو اُس کی ٹانگوں میں لرزش تھی۔

''میں ایک بار پھر معذرت خواہ ہوں کہ میں نے آپ کو اس اذیت ناک مرحلے سے گزارا۔ لیکن ایک بات اور میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ کو میری ضرورت پڑے تو میں آپ کی ہر خدمت کے لیے حاضر ہوں۔''

ڈیانا کے لیے بولنا بھی مشکل ہو رہا تھا۔ ''شکریہ...... آپ کا...... میں......'' پھر وہ پلٹی اور کمرے سے نکل آئی۔

وہ استقبالیہ کمرے کے قریب پہنچی تو اسے استقبالیہ کلرک کی آواز سنائی دی۔ ''اگر میں توہم پرست ہوتی تو یہی سمجھتی کہ کے آئی جی کی بددعا لگی ہے۔ یقین کریں مسز ہیرس، آپ کے شوہر کی موت کا ہم سب کو بہت افسوس ہے۔ ایسی خوف ناک موت......''

''ڈیانا کو وہ لفظ جانے پہچانے لگے۔ نجانے اس عورت کے شوہر کے ساتھ کیا معاملہ ہوا ہوگا۔ ڈیانا نے سر گھما کر اس عورت کو دیکھا تو دیکھتی رہ گئی۔ وہ ایک سیاہ فام امریکی عورت تھی۔ ایسی خوب صورت کہ وہ عورت ہو کر بھی اس پر سے نظریں نہیں ہٹا پا رہی تھی۔ اُس کی انگلی میں شادی کی انگوٹھی بھی تھی۔ ڈیانا کو نجانے کیوں یہ احساس ہو رہا تھا کہ اُس کے لیے اس عورت سے ملنا اور بات کرنا بہت ضروری ہے۔ مگر وہ جیسے ہی اس کی طرف بڑھی، وہ ٹینر کی سیکرٹری کے ساتھ ٹینر کے کمرے کی طرف چل دی۔

ڈیانا اسے دیکھنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتی تھی۔

⁂

ٹیمز نے کھڑے ہو کر کیلی ہیرس کا خیر مقدم کیا۔ ''آپ کی آمد کا شکریہ مسز ہیرس۔ سفر کیسا رہا؟''

''جی..... ٹھیک تھا۔ شکریہ۔''

''آپ کچھ لیں گی..... کافی یا.....؟''

''کیلی نے نفی میں سر ہلایا۔

''میں جانتا ہوں مسز ہیرس کہ یہ وقت آپ کے لیے کتنا سخت ہے۔ لیکن میں آپ سے چند ضروری سوال کرنا چاہتا ہوں۔''

نگرانی والے کمرے میں ریٹا ٹیلرٹی وی اسکرین پر کیلی کو دیکھ رہا تھا۔ ریکارڈنگ بھی جاری تھی۔

''جی..... پوچھیے۔''

''آپ اپنے شوہر سے بہت قریب تھیں ناں؟''

''جی ہاں۔ بہت زیادہ قریب۔''

''یہ بتایئے، کیا وہ آپ کے ساتھ سچے اور مخلص تھے؟''

''کیلی کی نگاہوں سے الجھن جھانکنے لگی۔ مارک سے زیادہ سچا اور ایمان دار آدمی میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ ہم نے کبھی ایک دوسرے سے کچھ نہیں چھپایا۔ ہمارا کوئی راز، راز نہیں تھا۔ وہ.....'' اُس کا گلا رندھ گیا۔ اُس سے کچھ کہا نہیں گیا۔

''وہ اپنے کام کے متعلق آپ سے بات کرتا تھا؟''

''نہیں۔ دراصل مارک کا کام نہایت پیچیدہ نوعیت کا تھا۔ ہمارے درمیان اس موضوع پر کبھی بات نہیں ہوئی۔''

''آپ کے اور مارک کے دوستوں میں روسی بھی تھے؟''

کیلی نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ اُس کی الجھن اور بڑھ گئی تھی۔ ''میری سمجھ میں نہیں آتا مسٹر کنکسلے کہ آپ یہ کس طرح کے سوال.....''

''آپ کے شوہر نے آپ کو نہیں بتایا کہ وہ ایک بہت بڑی ڈیل کرنے والے ہیں، جس میں انہیں کثیر دولت ملے گی۔''

کیلی اب پریشان ہوگئی۔ ''اگر ایسا ہوتا تو مارک نے مجھے ضرور بتایا ہوتا۔''

''مارک نے کبھی آپ کو اولگا کے بارے میں بھی بتایا تھا؟''

کیلی کو اب پچھتاوا ہو رہا تھا کہ وہ یہاں کیوں آئی۔ ''مسٹر کنکسلے، آپ مجھے صاف صاف بتائیں، آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟''

''پیرس کی پولیس کو آپ کے شوہر کی جیب میں ایک رقعہ ملا۔ اس میں معلومات کے بدلے طے شدہ رقم کا تقاضا تھا۔ آخر میں لکھا تھا.....

بے حد محبت کے ساتھ..... برائے اولگا.....''

کیلی تو سناٹے کے عالم میں بیٹھی رہ گئی۔ ''یہ...... یہ آپ کیا...... مجھے نہیں معلوم......''

''آپ تو کہہ رہی تھیں کہ وہ ہر موضوع پر آپ سے بات کرتے تھے۔ آپ کے درمیان کوئی راز نہیں تھا۔''

''جی ہاں۔ لیکن......''

''ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ کے شوہر اس عورت کے ساتھ ملوث تھے۔ اور......''

''نہیں۔'' کیلی اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ ''یہ آپ میرے مارک کے متعلق نہیں کہہ رہے ہیں۔ میں نہیں مانتی۔ میں نے آپ کو بتایا نا، ہم ایک دوسرے سے کبھی کچھ نہیں چھپاتے تھے۔''

''بس ایک راز اُس نے آپ سے چھپایا۔ اور وہی اس کی موت کا سبب بن گیا۔''

کیلی کو چکر آنے لگے۔ اسے کمزوری کا احساس ہو رہا تھا۔ ''میں آپ سے معذرت چاہتی ہوں مسٹر کنکسلے۔ لیکن میری طبیعت ٹھیک نہیں۔ اور میں......''

ٹینر کنکسلے کا رویہ ایک دم معذرت خواہانہ ہوگیا۔ ''میں سمجھتا ہوں۔ اور میں ہر اعتبار سے، ہر معاملے میں آپ کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔'' ٹینر نے اسے اپنا ابھرے ہوئے حروف والا بزنس کارڈ دیا۔ ''اس نمبر پر آپ کسی بھی وقت مجھ سے رابطہ کرسکتی ہیں۔'' اس نے کہا۔

کیلی نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ بولنا اُس کے لیے ممکن نہیں تھا۔ وہ پلٹی اور اندھا دھند چلتی ہوئی آفس سے نکل آئی۔

......✿......

کیلی بلڈنگ سے نکلی تو اسے کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ ذہن میں الجھنیں ہی الجھنیں تھیں۔ یہ اولگا کون تھی؟ اور مارک روسیوں کے ساتھ کیوں ملوث تھا؟ وہ ایسا کیوں......؟

''معاف کیجیے گا مسز ہیرس۔''

کیلی نے سر گھما کر دیکھا۔ ''جی؟''

''وہ سنہرے بالوں والی ایک بے حد پرکشش عورت تھی۔ ''میرا نام ڈیانا اسٹیونز ہے۔'' وہ بولی۔ ''اور میں آپ سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ وہ سامنے کافی شاپ ہے۔ کیوں نہ ہم وہاں بیٹھ کر......''

''سوری۔ میں اس وقت کسی سے بات کرنا نہیں چاہتی۔''

''بات آپ کے شوہر کے متعلق ہے۔''

کیلی نے چونک کر اسے دیکھا۔ ''مارک؟ مارک کے متعلق کیا بات ہے؟''

''ہمیں تنہائی میں بیٹھ کر سکون سے بات کرنی چاہیے۔''

......✿......

ٹیلر کے آفس میں انٹرکام پر اُس کی سیکرٹری کی آواز اُبھری۔ ''سر...... مسٹر ہائی ہولٹ آئے ہیں۔''

''اندر بھیج دو۔'' ٹیلر نے کہا۔

ایک لمحے بعد ہائی ہولٹ اندر داخل ہوا۔ ''کیسے ہو جان؟'' ٹیلر نے پوچھا۔

''ٹھیک ہوں۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ ہو کیا رہا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ ہماری کمپنی کا ایک ایک فرد قتل ہو جائے گا۔''

''یہی تو ہم جاننے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میں نہیں مانتا کہ ہمارے تین ملازمین کی اچانک اموات اتفاقی ہیں۔ مجھے لگتا ہے کہ کوئی ہماری کمپنی کی ساکھ خراب کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ لیکن اس سے پہلے ہی ہم اسے تلاش کر کے اس سلسلے کو روک دیں گے۔ پولیس ہم سے تعاون کے لیے تیار ہے۔ ہمارے آدمی ان تینوں کی آخری نقل و حرکت کا سراغ لگا رہے ہیں۔ ابھی کچھ دیر پہلے میں نے دو انٹرویو ریکارڈ کیے ہیں۔ وہ میں تمہیں سنوانا چاہوں گا۔ ان میں سے ایک رچرڈ اسٹیونز کی بیوہ ہے اور دوسری مارک ہیرس کی۔ تیار ہو۔؟''

''ہاں...... سنواؤ۔''

''یہ ڈیانا اسٹیونز ہے۔'' ٹیلر نے کہا اور ایک بٹن دبایا۔ اسکرین پر ڈیانا اسٹیونز نمودار ہوئی۔ اسکرین کے داہنی حصے میں ایک گراف، جس کی لائن ڈیانا کے بولنے کے ساتھ اوپر نیچے ہو رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد کیلی اسکرین پر نظر آئی۔

''اسکرین پر یہ لائن کیا ظاہر کرتی ہے؟'' ہائی ہولٹ نے پوچھا۔

''یہ آواز کا گرافک تجزیہ ہے۔ اس سے آواز کی لرزش کی مقدار کا پتا چلتا ہے۔ اگر بولنے والا جھوٹ بول رہا ہے تو اُس کی آواز کے حجم میں اتار چڑھاؤ ضرور ہوگا۔ پولی گراف کی طرح اس میں تار کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مجھے یقین ہے کہ یہ دونوں عورتیں سچ بول رہی تھیں۔ انہیں تحفظ کی ضرورت ہے۔''

جان ہائی ہولٹ نے حیرت سے پوچھا۔ ''تحفظ کا کیا مطلب ہے؟ اور کس سے؟''

''میں محسوس کرتا ہوں کہ وہ خطرے میں ہیں۔ انہیں شعوری طور پر احساس نہیں کہ ان کو اس سے زیادہ معلومات ہیں، جتنا کہ وہ سمجھ رہی ہیں۔ وہ معلومات غیر شعوری ہیں۔ دونوں اپنے شوہر سے بہت زیادہ قریب تھیں۔ مجھے یقین ہے کہ کسی نہ کسی موقعے پر انہیں کوئی اہم بات بتائی گئی ہوگی، جو ان کے ذہن سے نکل گئی ہے۔ لیکن ان کے حافظے میں موجود ہے۔ جلد یا بہ دیر، انہیں وہ بات یاد آ جائے گی، اور جب وہ یاد آئے گی تو ان کی زندگی خطرے میں ہوگی۔ جس نے ان کے شوہروں کو قتل کیا ہے، وہ انہیں نہیں چھوڑے گا۔''

''تو تم ان کا تعاقب کراؤ گے؟''

''یہ تعاقب وغیرہ بہت پرانی بات ہے۔ یہ الیکٹرونکس کا دور ہے جان۔ مسز اسٹیونز کے اپارٹمنٹ کی ہر زاویے سے نگرانی کی جا رہی ہے۔ کیمرے، مائیکروفون، ٹیلی فون...... مکمل نگرانی۔ ہم پوری ٹیکنالوجی کے ساتھ ان کی حفاظت کی فکر کر رہے ہیں۔ جیسے ہی کوئی ان پر حملہ کرنے کی کوشش

کرے گا، ہمیں معلوم ہو جائے گا۔"

جان ہائی ہولٹ چند لمحے سوچتا رہا۔"اور کیلی ہیرس؟"

"وہ ایک ہوٹل میں ٹھہری ہے۔ بدقسمتی سے ہم اُس کے سوئٹ میں تیاری نہیں کر سکے۔ لیکن بہرحال لابی میں میرے آدمی موجود ہیں۔ اور وہ ہر طرح کی صورت حال سے نمٹنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔" ٹیمز کہتے کہتے رکا۔ اُس کے انداز میں ہچکچاہٹ تھی۔"میں چاہتا ہوں کہ کے آئی جی کی طرف سے قاتلوں کی گرفتاری پر پانچ ملین ڈالر کا انعام......"

"ایک منٹ ٹیمز۔" ہائی ہولٹ نے اعتراض کیا۔"اس کی ضرورت نہیں۔ ہم یہ کیس حل......"

"ٹھیک ہے۔ کے آئی جی کی طرف سے نہ سہی، میں ذاتی طور پر اس انعام کا اعلان کر دوں گا۔ آخر میرا نام اس کمپنی سے منسلک ہے۔" ٹیمز کے لہجے میں سختی تھی۔ اس تمام معاملے کے پیچھے جو کوئی بھی ہے، میں اسے گرفتار دیکھنا چاہتا ہوں۔"

......✲......

پال بوہر جانتا تھا کہ وہ بے حد اہم میٹنگ ہے۔ اسے باس سے مکمل ہدایات لینی تھیں۔"لیکن ڈیمین، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہیں انگلینڈ جانے کی کیا ضرورت ہے؟" اُس نے کہا۔

"ضرورت ہے پال۔ تم جانتے ہو کہ میں بلا ضرورت کبھی کچھ نہیں کرتا۔" ڈیمین نے جواب دیا۔

"پال بوہرا سے سوالیہ نظروں سے دیکھتا رہا۔ تمہاری منزل امریکا کی صدارت ہے، برطانیہ کی سفارت نہیں۔"

"مجھے صدارت کی بھی ضرورت نہیں۔" ڈیمین نے تیز لہجے میں کہا۔"یہودی ساری دنیا کی اور بالخصوص امریکا کی معیشت پر چھائے ہوئے ہیں۔ اور قدرتی طور پر وہ ہمارے حلیف ہیں۔ کوئی امریکی صدر ان کی مرضی کے خلاف نہیں جا سکتا۔ رہ گیا ہمارا دوسرا معاملہ تو وہ بھی خوش اسلوبی سے آگے بڑھ رہا ہے۔ اس سلسلے میں ہماری دماغی ٹیم نے بڑے کارنامے انجام دیے ہیں۔ نجومیوں نے شور مچا دیا ہے کہ اکیسویں صدی مسلمانوں کی صدی ہوگی۔ مغرب پہلے ہی سے عدم تحفظ کا شکار تھا۔ اس کا خوف اور بڑھ گیا۔ ہماری توقع کے عین مطابق مغربی یعنی عیسائی دنیا نے اپنے بچاؤ کے لیے یہ طے کر لیا کہ بیسویں صدی کی آخری دہائی میں مسلمانوں کو اگلا ہدف قرار دے دیا گیا۔ اور اب امریکا تیزی سے اپنی منزل کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس پیش قدمی کو تیز کرنے کے لیے جو ہم نے پلان بنایا ہے۔ وہ دھماکہ خیز ثابت ہوگا۔ مگر ہمیں ایک بات کا خیال رکھنا ہوگا۔ یہودی مارے نہیں جانے چاہئیں۔"

"اب ڈیمین جانی قربانی کے بغیر تو کچھ بھی نہیں ہوتا۔ پال نے قدرے بے پروائی سے کہا۔"اور تھوڑے بہت یہودی مارے جاتے ہیں تو اس میں کیا قباحت ہے۔"

"دو قباحتیں ہیں۔ ایک تو تم جانتے ہو کہ یہودی موت سے سب سے زیادہ ڈرتے ہیں اور بنیادی طور پر ہاتھ پاؤں ہلانے والے بھی نہیں ہیں۔ وہ تو اس وقت ایک جوش میں ہیں۔ مگر بڑے جانی نقصان کی صورت میں وہ جوش بھاپ کی طرح اڑ جائے گا۔ دوسرے ان کی تعداد کم ہے۔

بہت کم۔ ایک تو ان کے ہاں قدرتی طور پر شرح پیدائش بہت کم ہے۔ دوسرے وہ کسی اور کو اپنے مذہب میں قبول نہیں کرتے۔ خود کو خالص رکھنے کے زعم میں۔ اسی لیے تو ہمیں عیسائیوں کو آلۂ کار بنانا ہے لیکن یہ ذہن میں رکھو کہ فطری طور پر عیسائی مسلمانوں کے حلیف اور یہودیوں کے دشمن ہیں۔ جب انہیں ہوش آگیا، وہ اصل کی طرف پلٹیں گے۔ لیکن اس سے پہلے ہی ہم کام دکھا چکے ہوں گے۔ اس لیے اپنے ہر منصوبے پر کام کرتے ہوئے یہودیوں کے جانی تحفظ کو اولیت دینا۔ اپنے اونچی چابی والے منصوبے میں بھی یہ خیال رکھنا۔ یہودیوں کا جانی نقصان بالکل نہ ہو۔''

''لیکن اس طرح تو یہودی مشتبہ ٹھہریں گے۔'' پال نے اعتراض کیا۔

ڈیمین مسکرایا'' یہ میڈیا کا دور ہے۔ اور میڈیا ہمارا ہے۔ میڈیا وہی کہے گا جو ہم چاہیں گے۔ اس پہلے منصوبے کے بعد ہر کارروائی مسلمانوں کے کھاتے میں ڈالی جائے گی۔ ان پر دہشت گردی کی چھاپ لگادی جائے گی۔ لازمی طور پر ان کا انداز مدافعانہ اور معذرت خواہانہ ہوگا۔ یہی ہم چاہتے ہیں۔ ان کے جو بیشتر حکمران ہیں، وہ غاصب ہیں، اقتدار کے بھوکے ہیں اور اپنے ذاتی مفادات کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ جس وقت امریکا غیض وغضب میں ہوگا، وہ اُس کے سامنے گھٹنے ٹیک دیں گے اور اُس کے کہنے پر خود اپنے دین کو کمزور کریں گے۔ میرے ذہن میں بساط بھی واضح ہے اور اس پر مہروں کی پوزیشن بھی۔ جیت ہماری ہی ہوگی۔ بس تم میری غیر موجودگی میں یہاں کے معاملات سنبھالنا۔ ہر منصوبے پر کامیابی سے عمل ہونا چاہیے۔''

ڈیمین یک لخت سنجیدہ ہوگیا۔'' مجھے مسیحؑ کی ولادت کی تاریخ معلوم ہوگئی ہے۔'' اُس نے گہری سانس لے کر کہا۔'' اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہ برطانیہ میں پیدا ہوگا۔ اسی لیے مجھے بہت تیزی سے سابقہ سفیر کو ٹھکانے لگانا پڑا۔''

''تو تم برطانیہ جا کر اس کا سدباب کرو گے؟''

''ہاں۔ میں اس معاملے کو بڑھنے سے پہلے ہی ختم کردوں گا۔ یہ معاملہ اتنا اہم تھا کہ میں اسے کسی اور پر نہیں چھوڑ سکتا۔''

''تو کیا تم......؟''

''ہاں۔ میں اس تاریخ کو انگلستان میں پیدا ہونے والے ایک بچے کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ یوں یہ جنگ ہم پہلے ہی سے جیت جائیں گے۔ جس آخری معرکے کی پیش گوئی کی گئی ہے، وہ ہوگا ہی نہیں، اس دوران تمہیں یہاں اکیسویں صدی کے استقبال کی تیاری کرنی ہوگی۔''

''تم بے فکر رہو ڈیمین۔''

''ہم رابطے میں رہیں گے۔''

٭

کے آئی جی ہیڈ کوارٹر کے سامنے، سڑک کے پار کافی شاپ کے ایک کونے والے بوتھ میں کیلی اور ڈیانا آمنے سامنے بیٹھی تھیں۔ کیلی ڈیانا کے بولنے کی منتظر تھی۔

ڈیانا کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ بات کہاں سے شروع کرے۔ وہ پوچھنا چاہتی تھی...... یہ بتاؤ مسز ہیرس کہ تمہارے شوہر کو کیا خوف ناک

حادثہ پیش آیا؟ کیا رچرڈ کی طرح اسے بھی قتل کر دیا گیا؟ لیکن یہ پوچھنا مناسب......

''تم مجھ سے میرے شوہر کے بارے میں بات کرنا چاہتی تھی؟'' بالآخر کیلی سے رہا نہیں گیا۔ ''یہ بتاؤ، تم مارک کو کیسے جانتی تھیں؟''

''میں اسے جانتی تو نہیں تھی۔ لیکن......''

کیلی کو غصہ آ گیا۔ ''تم نے کہا تھا کہ تم......''

''میں نے کہا تھا کہ میں اُس کے بارے میں تم سے بات کرنا چاہتی ہوں۔'' ڈیانا نے جلدی سے صفائی پیش کی۔

کیلی اٹھ کھڑی ہوئی۔ ''معاف کرنا، میرے پاس اتنا وقت نہیں کہ......''

''سنو۔ میرا خیال ہے، ہم دونوں ایک ہی مسئلے سے دوچار ہیں۔ اور ہم ایک دوسرے کی مدد کر سکتی ہیں'' ڈیانا نے اُس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

کیلی رک گئی۔ ''کیا بات کر رہی ہو تم؟''

''پلیز......بیٹھو تو۔''

کیلی ہچکچا رہی تھی۔ مگر بہرحال وہ بیٹھ گئی۔ ''بولو۔ کیا کہنا چاہتی ہو تم؟''

''میں تم سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ......''

اسی لمحے ویٹر مینو لے کر آ گیا۔ ''کیا پیش کروں آپ کو محترم خواتین؟''

''کیلی جلد از جلد وہاں سے نکلنا چاہتی تھی۔ اس نے کہا۔ ''کچھ نہیں۔''

ڈیانا نے کہا۔ ''کافی لے آؤ ہم دونوں کے لیے۔''

''بہتر مادام۔''

ڈیانا کیلی سے مخاطب ہوئی۔ ''میرا خیال ہے کہ تم اور میں......''

''اس بار مداخلت کرنے والی ایک جوان لڑکی تھی۔ وہ ان کے پاس آئی اور اُس نے کیلی سے کہا۔ ''مجھے آٹوگراف دیں گی پلیز؟''

کیلی نے لڑکی کو غور سے دیکھا۔ ''تم مجھے جانتی ہو؟''

''نہیں۔ لیکن میری ممی کہتی ہیں کہ آپ ایک اہم شخصیت ہیں۔''

''ایسی کوئی بات نہیں۔''

''اوہ۔'' لڑکی نے نروس ہو کر کہا اور واپسی کے لیے پلٹ گئی۔

''ڈیانا کیلی کو اُلجھن بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ تم کون ہو......کوئی مشہور شخصیت......؟''

''نہیں۔ اور مجھے اپنی نجی زندگی میں مداخلت پسند نہیں۔'' کیلی نے خشک لہجے میں کہا۔ ''ہاں......کیا کہہ رہی تھیں تم؟''

''میں نے سنا کہ تمہارے شوہر کو کوئی خوف ناک واقعہ پیش......''

''ہاں۔ وہ مارا گیا......''

''میرا شوہر بھی قتل کر دیا گیا۔ اور وہ دونوں ہی کے آئی جی کے لیے کام کرتے تھے۔''

''اس سے کیا ہوتا ہے۔ وہاں ہزاروں افراد کام کرتے ہیں۔ اگر ان میں دو کو نزلہ ہو جائے تو اسے وبا تو نہیں قرار دیا جا سکتا۔''

ڈیانا نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔ ''دیکھو، یہ بات اہم ہے۔ پہلی بات تو......''

کیلی نے اُس کی بات کاٹ دی۔ ''سوری، میں یہ سب سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔'' اُس نے اپنا ہینڈ بیگ اٹھایا۔

''میں بھی اس سلسلے میں بات نہیں کرنا چاہتی۔'' ڈیانا نے سخت لہجے میں کہا۔ ''لیکن یہ بہت اہم ثابت ہو......''

اسی لمحے ڈیانا کی آواز پوری کافی شاپ میں گونجی۔ ''......کمرے میں چار افراد موجود تھے......''

ان دونوں نے چونک کر آواز کی سمت دیکھا۔ ڈیانا کی وہ آواز ایک ٹی وی سیٹ سے آ رہی تھی۔ اسکرین پر وہ عدالت میں، گواہوں کے کٹہرے میں کھڑی تھی۔ ''ان میں ایک آدمی کرسی سے بندھا ہوا تھا'' وہ کہہ رہی تھی۔ ''مسٹر آلٹیری بندھے ہوئے آدمی سے پوچھ گچھ کر رہے تھے۔ دو آدمی ان کے ساتھ کھڑے تھے۔ پھر مسٹر آلٹیری نے گن نکالی، چیخ کر کچھ کہا اور بندھے ہوئے آدمی کو شوٹ کر دیا۔ انہوں نے اس کے سر کے پچھلے حصے کا نشانہ لیا تھا۔''

اسکرین پر ڈیانا کی جگہ اینکر مین نظر آیا۔ ''یہ تھیں ڈیانا اسٹیونز جو مقدمہ قتل میں ملوث مافیا کے چیف انتھونی آلٹیری کے خلاف گواہی دے رہی تھی۔ مگر جیوری نے مسٹر آلٹیری کو اس الزام سے بری کر دیا ہے۔''

ڈیانا اپنی جگہ جیسے بت بن کر رہ گئی۔ ''انہوں نے اسے بری کر دیا!'' اُس کے لہجے میں حیرت تھی۔

''قتل کی یہ واردات تقریباً دو سال پہلے ہوئی تھی۔'' اینکر مین کہہ رہا تھا۔ ''مقتول مسٹر آلٹیری کے ملازمین میں سے تھا۔ ڈیانا اسٹیونز کی گواہی بے حد جان دار تھی۔ لیکن جیوری نے اس پر صفائی کے گواہوں کو فوقیت دی، جو ڈیانا اسٹیونز کی گواہی کی نفی کر رہے تھے۔''

کیلی پھٹی پھٹی آنکھوں سے ٹی وی سیٹ کو دیکھ رہی تھی۔ اسکرین پر اب ایک اور گواہ کو دکھایا جا رہا تھا۔

جیک روبنسٹن نے پوچھا۔ ''ڈاکٹر رسل، آپ نیویارک میں پریکٹس کرتے ہیں؟''

''جی نہیں۔ میں صرف بوسٹن میں ہوتا ہوں۔''

''کیا آپ نے اُس روز مسٹر آلٹیری کا علاج کیا تھا؟''

''جی ہاں۔ مسٹر آلٹیری دل کے مریض ہیں۔ اُس روز صبح نو بجے سے دن بھر میں نے انہیں نگرانی میں رکھا تھا۔''

''اس کا مطلب ہے کہ 14 اکتوبر کو وہ نیویارک میں نہیں تھے؟''

''جی ہاں۔ یہ ممکن ہی نہیں ہے۔''

اسکرین پر ایک اور گواہ نمودار ہوا۔ ''میں بوسٹن پارک ہوٹل کا منیجر ہوں۔''

''14 اکتوبر کو آپ ڈیوٹی پر تھے؟''

''جی ہاں۔''

''اس دن کوئی غیر معمولی بات ہوئی تھی؟''

''جی ہاں۔ مجھے پینٹ ہاؤس سوئٹ سے ارجنٹ کال کی گئی۔ فوری طور پر ڈاکٹر کو طلب کیا گیا تھا۔''

''پھر کیا ہوا؟''

''میں نے ڈاکٹر جوزف رسل کو فون کیا۔ وہ فوری طور پر آئے۔ میں انہیں پینٹ ہاؤس لے کر گیا۔ وہاں انہوں نے مسٹر آٹسیری کا معائنہ کیا۔''

''پینٹ ہاؤس میں تم نے کیا دیکھا؟''

''مسٹر آٹسیری فرش پر پڑے تھے۔ مجھے تو لگا کہ وہ مر رہے ہیں......''

ڈیانا کا چہرہ زرد ہو گیا تھا۔ ''یہ...... یہ دونوں جھوٹ بول رہے ہیں۔'' وہ منمنائی۔

اسکرین پر اب آٹسیری کا انٹرویو دکھایا جا رہا تھا۔ ''مستقبل قریب میں آپ کا کیا پروگرام ہے آٹسیری؟''

''مجھے انصاف مل گیا۔ اب کچھ عرصے میں آرام کروں گا۔'' آٹسیری عجیب سے انداز میں مسکرایا۔ ''اور مجھے کچھ قرضے چکانے ہیں۔''

کیلی کے چہرے پر وحشت تھی۔ وہ ڈیانا کی طرف مڑی۔ ''تم نے اس شخص کے خلاف گواہی دی؟''

''ہاں۔ میں نے اسے قتل کرتے دیکھا تھا...... اپنی ان آنکھوں سے......''

کیلی کے ہاتھوں میں لرزش تھی۔ کافی چھلک گئی۔ ''میں یہاں سے نکل جانا چاہتی ہوں۔''

''تم اتنی نروس کیوں ہو رہی ہو؟''

''نروس نہ ہوں؟ ارے تم نے مافیا چیف کے خلاف گواہی دی۔ اسے جیل بھجوانے کی کوشش کی۔ مگر وہ بری ہو گیا۔ اور وہ کہتا ہے کہ اسے پرانے قرضے چکانے ہیں۔ اور تم پوچھتی ہو، میں نروس کیوں ہوں۔'' وہ اٹھی اور اُس نے ایک نوٹ کافی پاٹ کے نیچے رکھ دیا۔ ''بل میں ادا کر رہی ہوں۔ تم اپنے پیسے بچا کر رکھو۔ شہر چھوڑ کر بھاگنے میں کام آئیں گے۔''

''رکو تو۔ ابھی تو ہم نے بات بھی نہیں......''

''بھول جاؤ مجھے کوئی بات نہیں کرنی۔'' کیلی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ چند لمحے ہچکچانے کے بعد ڈیانا بھی اُس کے پیچھے چل دی۔

''تم ضرورت سے زیادہ ری ایکٹ کر رہی ہو۔'' ڈیانا نے کہا۔

''یہ تمہارا خیال ہے۔'' کیلی نے کہا۔ وہ دروازے پر پہنچ چکی تھی۔ ''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم اتنی بے وقوف کیسے ہو......''

اسی لمحے باہر بیساکھی کے سہارے چلتا ہوا ایک آدمی گرتا نظر آیا۔ کیلی کو ایسا لگا کہ وہ پیرس میں ہے اور گرنے والا جیسے مارک ہے۔ وہ اُسے سنبھالنے کے لیے لپکی۔ اسی وقت ڈیانا بھی گرنے والے کی طرف لپکی تھی۔ اسی لمحے سڑک کے اُس طرف سے دو دھماکوں کی آواز سنائی دی۔ گولیاں دیوار میں وہاں پیوست ہوئی، جہاں ایک لمحے پہلے دونوں عورتیں کھڑی تھیں۔ گولی کی آواز سے کیلی کو احساس ہوا کہ وہ تو مین ہٹن میں ہے اور اس وقت اس کے ساتھ ایک نیم پاگل عورت ہے۔ ''او مائی گاڈ...... یہ تو ہم پر حملہ ہوا ہے۔'' ڈیانا چلائی۔

''چلو...... یہاں سے نکلو۔'' کیلی نے ڈیانا کو اُس طرف دھکیلا جہاں کولن اُس کا منتظر تھا۔

کولن نے دروازہ کھولا اور دونوں عقبی سیٹ پر بیٹھ گئیں۔ ''یہ آواز کیسی تھی؟'' کولن نے پوچھا۔

وہ دونوں کار میں ایک دوسرے کے قریب ہو کر بیٹھی تھیں۔ اور اعصاب زدہ ہونے کی وجہ سے ان کے لیے بولنا ممکن نہیں تھا۔ بالآخر کیلی نے کہا۔ ''کسی کار کی بیک فائرنگ کی آواز تھی شاید۔'' پھر وہ ڈیانا کی طرف مڑی جو ابھی تک خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ''مجھے امید ہے کہ تم اسے اوورری ایکٹ نہیں سمجھوگی۔ یہ بتاؤ، میں تمہیں کہاں ڈراپ کروں۔''

ڈیانا نے گہری سانس لی اور اسے اپنے اپارٹمنٹ ہاؤس کا پتا بتانے لگی۔ اس کے بعد دونوں خاموش ہو گئیں۔ جو کچھ ہوا تھا، اُس نے اُنہیں دہلا دیا تھا۔

کچھ دیر بعد کار عمارت کے سامنے رکی۔ ڈیانا کیلی کی طرف مڑی۔ ''اندر چلو نا۔ مجھے بہت گھبراہٹ ہو رہی ہے۔ مجھے لگتا ہے، اور بھی کچھ ہونے والا ہے۔''

''مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے۔'' کیلی نے بے رخی سے کہا۔ ''لیکن میں نہیں چاہتی کہ میرے ساتھ بھی کچھ ہو۔ اس لیے گڈ بائی مسز اسٹیونز۔''

ڈیانا ایک پل اسے دیکھتی رہی۔ وہ اُس سے کچھ کہنا چاہتی تھی۔ لیکن وہ محض سر جھٹک کر رہ گئی۔ وہ گاڑی سے اتر گئی۔

کیلی ڈیانا کو دیکھ رہی تھی۔ ڈیانا عمارت میں گھسی اور زینے کی طرف بڑھنے لگی۔ اُس کا اپارٹمنٹ پہلی منزل پر تھا۔ کیلی نے سکون کی سانس لی۔

''آپ کہاں جائیں گی مسز ہیرس؟'' کولن نے اس سے پوچھا۔

''واپس ہوٹل، اور......''

اس لمحے عمارت کے اندر سے ایک چیخ سنائی دی۔ کیلی صرف ایک لمحے کو ہچکچائی۔ پھر وہ کار سے اتری اور دوڑتی ہوئی عمارت میں داخل ہو گئی۔ ڈیانا کے اپارٹمنٹ کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ اندر کمرے کے وسط میں کھڑی تھی۔ اُس کا جسم بری طرح لرز رہا تھا۔

''کیا ہوا؟'' کیلی نے اُس سے پوچھا۔

''کوئی...... کوئی یہاں آیا تھا۔ یہاں رچرڈ کا بریف کیس رکھا تھا۔ وہ غائب ہے۔ اس میں اس کے کاغذات تھے۔ اور اس کی جگہ وہ لوگ رچرڈ کی شادی کی انگوٹھی چھوڑ گئے ہیں۔''

کیلی نے نروس انداز میں ادھر ادھر دیکھا۔ ''تم پولیس کو کال کرو نا۔''

''ہاں...... کرتی ہوں۔'' ڈیانا کو اچانک گرین برگ کا دیا ہوا کارڈ یاد آیا۔ وہ ہال میں میز پر رکھا ہوا تھا۔ اُس نے جا کر کارڈ اٹھایا اور نمبر ملایا۔ ''پلیز...... مجھے ڈیٹیکٹیو ارل گرل گرین برگ سے بات کرنی ہے۔'' اس نے کہا۔

دوسری طرف چند لمحے خاموشی رہی۔ پھر آواز ابھری۔ ''ہیلو؟ گرین برگ اسپیکنگ۔''

''میں ڈیانا اسٹیونز بول رہی ہوں۔ یہاں کچھ گڑبڑ ہوئی ہے۔ تم میرے اپارٹمنٹ آسکتے ہو...... اوہ شکریہ۔ میں منتظر ہوں۔''

اُس نے ریسیور رکھا اور گہری سانس لے کر کیلی کی طرف مڑی۔ ''وہ آرہا ہے۔ اگر تم چند لمحے انتظار کر سکو تو......''

''دیکھو مسز اسٹیونز، یہ تمہارا دردِ سر ہے، میرا نہیں۔ میں اس مسئلے میں الجھنا نہیں چاہتی۔ تم جانتی ہو کہ ابھی کچھ دیر پہلے تمہیں قتل کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ میں کیوں خود کو پھنساؤں۔ ویسے بھی میں پیرس واپس جا رہی ہوں۔ خدا حافظ مسز اسٹیونز۔''

ڈیانا اسے دیکھتی رہی۔ وہ باہر نکلی اور لیموزین کی طرف بڑھی۔

''اب کہاں چلنا ہے۔ مسز ہیرس؟'' کولن نے کیلی سے پوچھا۔

''مجھے ہوٹل لے چلو۔'' کیلی نے کہا اور سوچا...... جہاں میں محفوظ رہوں گی۔

✿

کیلی اپنے کمرے میں پہنچ کر بھی اعصاب زدہ تھی۔ یہ اُس کا پہلا تجربہ تھا کہ موت اُس کے بے حد قریب سے گزر گئی تھی۔ اس تجربے نے اسے دہشت زدہ کر دیا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اس عورت نے تو مجھے مروا ہی دیا تھا۔

اُس نے صوفے پر بیٹھ کر آنکھیں بند کر لیں اور خود کو پرسکون رکھنے کی کوشش کرنے لگی۔ اُس نے یوگا کی ایک مشق سے مدد لینے کی کوشش کی۔ لیکن کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ وہ بہت خوف زدہ تھی اور خود کو بے حد اکیلا اور گھرا ہوا محسوس کر رہی تھی۔ اسے مارک بہت شدت سے یاد آرہا تھا۔ لوگوں نے کہا تھا کہ وقت ہر زخم کا مرہم ہوتا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ خود کو بہتر محسوس کرے گی۔ لیکن صورت حال برعکس تھی۔ ہر روز مارک کی کمی کا احساس اور شدید ہو جاتا تھا۔ باہر کھانے کی ٹرالی گزرنے کی آواز سنائی دی تو اسے خیال آیا کہ اُس نے کھانا نہیں کھایا ہے۔ بھوک تو اسے نہیں تھی۔ لیکن وہ جانتی تھی کہ اپنی توانائیاں برقرار رکھنے کے لیے کھانا ضروری ہے۔

اُس نے روم سروس کو فون کر کے کھانے کا آرڈر نوٹ کرا دیا۔

''شکریہ مسز ہیرس۔ آپ کے آرڈر کی تکمیل میں پچیس سے تیس منٹ لگیں گے۔''

کیلی نے ریسیور رکھا اور ٹینر کنگسلے سے اپنی ملاقات کے بارے میں سوچنے لگی۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ یہ محض ایک ڈراؤنا خواب ہے۔ جو کچھ اُس کے ساتھ ہو رہا تھا، وہ اسے حقیقی نہیں لگ رہا تھا۔ ایسا تو فلموں میں ہوتا ہے۔

مارک نے اس سے کبھی کسی اولگا کا تذکرہ نہیں کیا۔ کیا ان کے درمیان کاروباری تعلق تھا؟ یا وہ معاشقہ تھا؟ مارک ڈیر، اگر ایسی کوئی بات

تھی، تب بھی میں تمہیں معاف کر دیتی۔ کیونکہ مجھے تم سے محبت ہے۔ اور میں ہمیشہ تم سے محبت کرتی رہوں گی۔ میں پتھر کی طرح سرد تھی۔ تمہاری محبت نے مجھے گداز اور حدت عطا کی۔ تم نے مجھے میرا عورت پن واپس دلایا۔ مجھے قابل فخر تم نے بنایا۔

اُس کے خیالات کی رو ڈیانا کی طرف مڑ گئی۔ ڈیانا نے اسے بھی خطرے میں ڈال دیا تھا۔ وہ ایسی عورت تھی کہ اس سے دور رہنے ہی میں عافیت تھی۔ اور یہ کوئی ایسا مشکل کام بھی نہیں۔ کل تو میں پیرس میں ہوں گی...... اپنے اینجلو کے ساتھ۔

دروازے پر ہونے والی دستک نے اسے چونکا دیا۔ ''روم سروس'' باہر سے ایک مردانہ آواز نے کہا۔

''ابھی آئی۔''

''لیکن کیلی دروازے کی طرف بڑھتے بڑھتے رک گئی۔ اُس کا ذہن الجھ رہا تھا۔ ابھی چند ہی منٹ پہلے تو اُس نے آرڈر لکھوایا تھا۔ کھانا اتنی جلدی تو نہیں آسکتا۔ ''ایک منٹ۔'' اُس نے پکار کر کہا۔

''جی مادام۔''

کیلی نے ریسیور اٹھایا اور روم سروس کا نمبر ملایا۔ ''میں نے کھانے کا آرڈر دیا تھا۔''

''تیار ہو رہا ہے مادام۔ ابھی پندرہ بیس منٹ لگیں گے۔''

کیلی نے ریسیور رکھ دیا۔ اُس کا دل غیر معمولی رفتار سے دھڑک رہا تھا۔ اس بار اُس نے مین ڈیسک کا نمبر ملایا۔ ''میرے...... میرے دروازے پر ایک آدمی ہے...... وہ...... وہ میرے کمرے میں گھسنے کی کوشش کر رہا ہے۔''

''میں ابھی سیکورٹی آفیسر کو بھیجتا ہوں مسز ہیرس۔''

دو منٹ بعد دروازے پر دوبارہ دستک ہوئی۔ کیلی دروازے پر گئی لیکن وہ بہت چوکنی تھی۔ ''کون ہے؟''

''سیکورٹی۔'' باہر سے جواب دیا گیا۔

کیلی نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ اس بار بھی اُس کی فرمائش بہت کم وقت میں پوری کی جا رہی تھی۔ ''میں ابھی آئی۔'' اس نے کہا اور فون کی طرف لپکی۔ اس نے دوبارہ مین ڈیسک کا نمبر ملایا۔ ''میں نے ابھی سیکورٹی کے لیے......''

''وہ بس آنے ہی والا ہے مسز ہیرس۔'' ڈیسک کلرک نے کہا۔ ''بس دو منٹ اور انتظار کر لیں۔''

''اس کا نام کیا ہے؟'' خوف سے کیلی کی آواز گھٹتی جا رہی تھی۔

''تھامس۔''

کیلی نے ریسیور رکھ دیا۔ باہر سے سرگوشیوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ دروازے سے کان لگائے کھڑی رہی۔ یہاں تک کہ آوازیں معدوم ہو گئیں۔ وہ دروازے پر ہی کھڑی رہی۔ خوف سے اس کا جسم شل ہو رہا تھا۔

ایک منٹ بعد دروازے پر پھر دستک ہوئی۔

''کون ہے؟'' کیلی نے پوچھا۔

''سیکورٹی۔''

''بل؟'' کیتھی نے دانستہ غلط نام لیا اور سانس روک لی۔

''جی نہیں مسز ہیرس۔ میں اسمتھ ہوں۔''

کیلی نے جلدی سے دروازہ کھولا اور اسے اندر بلا لیا۔ وہ چند لمحے کیلی کو بہ غور دیکھا۔ پھر بولا۔ ''ہوا کیا تھا؟''

''کوئی اندر آنے کی کوشش کر رہا تھا۔''

''آپ نے انہیں دیکھا؟''

''نہیں۔ میں بس ان کی آوازیں سن رہی تھی۔ تم مجھے ٹیکسی میں بٹھا دو گے؟''

''جی مسز ہیرس۔ کیوں نہیں۔''

''کیلی خود کو پرسکون رکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ معاملات بہت تیزی سے آگے بڑھے تھے۔

تھامس اسے اپنے ساتھ لفٹ کی طرف لایا۔ لابی میں پہنچ کر کیلی نے ادھر ادھر دیکھا۔ لیکن اسے کوئی مشتبہ نقل و حرکت نظر نہیں آئی۔ وہ سیکورٹی آفیسر کے ساتھ باہر نکلی اور ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف بڑھی۔ ''تمہارا بہت بہت شکریہ۔'' کیلی نے اس سے کہا۔

''جس نے آپ کے کمرے میں گھسنے کی کوشش کی تھی، وہ اب موجود نہیں ہے۔'' تھامس نے کہا۔ ''آپ کی واپسی تک میں یہاں سب کچھ ٹھیک کرلوں گا۔''

کیلی ٹیکسی میں بیٹھی۔ اُس نے پلٹ کر دیکھا تو دو آدمی ہوٹل سے نکل کر قریب کھڑی ایک لیموزین کی طرف بڑھتے نظر آئے۔

''کہاں جانا ہے؟'' ٹیکسی ڈرائیور نے کیلی سے پوچھا۔

''بس سیدھے چلو فی الحال۔''

''جی بہتر۔''

لیموزین ٹیکسی کے پیچھے تک گئی تھی۔ ٹیکسی اب سگنل کے قریب پہنچ رہی تھی، جس کی روشنی سبز تھی۔ ''رفتار کم کرو۔ اور جیسے ہی روشنی سرخ ہو، ٹیکسی کو تیزی سے بائیں جانب موڑ لو۔''

ڈرائیور نے عقب نما میں اس کے عکس کو حیرت سے دیکھا اور بولا۔ ''جی؟''

کیلی نے آئینے میں ڈرائیور کا تاثر دیکھا۔ پھر وہ مسکرائی ''دراصل میری کسی سے شرط لگی ہے۔''

ڈرائیور نے روشنی سرخ ہوتے ہی اُس کی ہدایات پر عمل کیا۔ اُس نے ٹیکسی کو تیزی سے بائیں جانب موڑ لیا۔ اس وقت تک پیچھے والے ٹریفک کو پولیس مین روک چکا تھا۔ لیموزین میں موجود دونوں افراد ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہ گئے۔

اگلے جنکشن پر کیلی نے کہا۔ ’’ارے...... میں اپنا پاسپورٹ تو بھول ہی آئی۔ مجھے یہیں اتار دو۔‘‘

ڈرائیور نے ٹیکسی روک دی۔ کیلی اتری اور اُس نے کرائے کے ساتھ ڈرائیور کو اچھی خاصی ٹپ بھی دی۔

ٹیکسی ڈرائیور نے اسے ایک میڈیکل بلڈنگ میں گھستے ہوئے دیکھا تو سوچا، یہ شاید کسی ماہر نفسیات کے پاس جا رہی ہے۔

پچھلے سگنل پر روشنی سبز ہوئی تو لیموزین بائیں جانب مڑی۔ اس وقت تک ٹیکسی دو بلاک آگے جا چکی تھی۔ لیموزین اسی طرح چلتی گئی۔

پانچ منٹ بعد کیلی مخالف سمت جانے والی ایک ٹیکسی میں بیٹھ چکی تھی۔

......☼......

ڈیٹیکٹو گرین برگ ڈیانا اسٹیونز کے اپارٹمنٹ پہنچ چکا تھا۔ ’’مسز اسٹیونز، آپ نے اُس شخص کو دیکھا، جس نے آپ پر فائر کیا تھا؟‘‘ اس نے پوچھا۔

ڈیانا نے نفی میں سر ہلایا۔ ’’نہیں۔ سب کچھ اتنی تیزی سے ہوا تھا کہ میری کچھ سمجھ میں ہی نہیں آیا۔‘‘

’’بہرحال معاملہ سنگین تھا۔ دیوار میں دھنسی ہوئی گولی نکال لی گئی ہے۔ آپ خوش قسمت ہیں کہ محفوظ رہیں۔ یہ بتائیں، کوئی آپ کو کیوں قتل کرنا چاہے گا۔ کوئی ایسا ہے، جس کے پاس آپ کے قتل کا جواز ہو؟‘‘

’’ڈیانا کو آئسٹری کے الفاظ یاد آ گئے...... مجھے کچھ قرضے چکانے ہیں۔ گرین برگ اس کے جواب کا منتظر تھا۔ وہ ہچکچائی۔ ’’میرے خیال میں انتھونی آئسٹر کے سوا کوئی ایسا نہیں ہے۔‘‘

گرین برگ چند لمحے اُسے بہ غور دیکھتا رہا۔ ’’ہم اسے چیک کریں گے۔ اب اس بریف کیس کے بارے میں بتائے، جو یہاں سے غائب ہے۔ آپ کو کچھ اندازہ ہے کہ اُس میں کیا تھا؟‘‘

’’یقین سے نہیں کہہ سکتی۔ رچرڈ صبح وہ بریف کیس لے کر لیبارٹری جاتا تھا اور رات کو بریف کیس لے کر ہی واپس آتا تھا۔ ایک بار میں نے اس میں کچھ کاغذات دیکھے تھے۔ لیکن سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ وہ کچھ زیادہ ہی تکنیکی نوعیت کے تھے۔‘‘

گرین برگ نے میز پر رکھی شادی کی انگوٹھی اٹھائی اور اُس کا جائزہ لینے لگا۔ ’’آپ کا کہنا ہے کہ آپ کے شوہر اس انگوٹھی کو کبھی انگلی سے نہیں اتارتے تھے؟‘‘

’’جی ہاں۔‘‘

’’موت سے پہلے آخری عرصے میں آپ کو ان کا انداز کچھ بدلہ بدلہ تو نہیں لگا تھا؟ جیسے انہیں کوئی پریشانی ہو...... یا وہ نروس ہوں؟ کوئی غیر معمولی بات، جو آخری دنوں میں انہوں نے آپ سے کہی؟ پلیز...... یاد کرنے کی کوشش کریں۔‘‘

ڈیانا کو یاد تھا۔ اس صبح جاتے وقت رچرڈ نے کہا تھا۔ ’’آج رات میں دیر سے آؤں گا۔ لیکن تمہیں پھر بھی مجھے کچھ وقت دینا ہوگا جانم۔‘‘

لیکن وہ ذاتی بات تھی۔ اس نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ’’نہیں۔ انہوں نے ایسی کوئی غیر معمولی بات نہیں کی تھی۔‘‘

''مجھے آپ کے تحفظ کا بندوبست کرنا ہوگا'' گرین برگ نے کہا۔ ''اور اگر......''

اسی لمحے اطلاعی گھنٹی بجی۔ گرین برگ کی بات ادھوری رہ گئی۔ ''کوئی آپ سے ملنے آنے والا تھا؟'' اُس نے ڈیانا سے پوچھا۔

''نہیں۔''

''میں دیکھتا ہوں۔'' گرین برگ نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اُس نے دروازہ کھولا۔ اسے ایک طرف ہٹاتے ہوئے کیلی ہیرس آندھی طوفان کی طرح اپارٹمنٹ میں داخل ہوئی۔ وہ سیدھی ڈیانا کے پاس آئی۔ ''مجھے تم سے بات کرنی ہے۔''

ڈیانا نے اسے حیرت سے دیکھا۔ ''تم تو پیرس واپس جا رہی تھیں؟''

''میں نے فیصلہ بدل دیا۔''

گرین برگ دروازہ بند کر کے واپس آ گیا تھا۔ ڈیانا نے ان دونوں کو ایک دوسرے سے متعارف کرایا۔ کیلی نے گرین برگ کو اپنے ہوٹل میں پیش آنے والے واقعات کے بارے میں بتایا۔

''گھسنے کی کوشش کی تھی؟ تو کیا انہوں نے دروازے پر زور آزمائی کی تھی؟'' گرین برگ نے پوچھا۔

''نہیں۔ انہوں نے خود کو روم سروس والا ظاہر کیا تھا۔''

''آپ نے روم سروس کو آرڈر دیا تھا؟''

''ہاں۔ لیکن میں......''

''ڈیانا نے اُس کی بات کاٹ دی۔ ''تمہیں وہم ہوا ہوگا۔ صبح کے واقعے کی وجہ سے......''

''میں پیرس واپس جانا چاہتی ہوں۔'' کیلی تیز لہجے میں اس پر الٹ پڑی۔ ''میرا تم سے کوئی تعلق ہے، نہ ہی میں تعلق رکھنا چاہتی ہوں۔ تم اپنے مافیا والے دوستوں سے کہہ دو کہ وہ میرا پیچھا چھوڑ دیں۔'' یہ کہہ کر وہ پلٹی اور دروازے کی طرف چل دی۔

''یہ کیا چکر ہے؟'' گرین برگ نے اس کے جانے کے بعد ڈیانا سے پوچھا۔

''اس کا شوہر بھی اسی کمپنی میں کام کرتا تھا، جس میں رچرڈ کام کرتا تھا۔ اور رچرڈ کی طرح وہ بھی اسی روز قتل ہوا۔''

....

کیلی اپنے ہوٹل کی لابی میں داخل ہوئی اور استقبالیہ کی طرف بڑھی۔ ''میں واپس جا رہی ہوں۔'' اس نے کلرک سے کہا۔ تم پلیز، پیرس جانے والی اگلی فلائٹ میں میری سیٹ ریزرو کرا دو۔''

''بہت بہتر مسز ہیرس۔ کسی خاص ایئر لائن سے سفر کرنا چاہتی ہیں آپ؟''

''نہیں۔ میں بس جلد از جلد یہاں سے نکل جانا چاہتی ہوں۔''

کیلی لفٹ کی طرف بڑھی۔ لفٹ میں داخل ہو کر اس نے چوتھی منزل کا بٹن دبایا۔ لفٹ کا دروازہ بند ہو ہی رہا تھا کہ دو افراد لفٹ میں

داخل ہوگئے۔ کیلی نے صرف ایک ثانیے میں انہیں دیکھا اور فیصلہ بھی کر لیا۔ وہ تیزی سے لفٹ سے نکل آئی۔

لفٹ کا دروازہ بند ہوا تو وہ زینوں کی طرف چل دی۔ اُس نے سوچا، اب اسے خطرہ مول نہیں لینا چاہیے۔

لیکن چوتھی منزل کی لینڈنگ پر ایک جسیم آدمی اس کا راستہ روکے کھڑا تھا۔

''ایکسکیوز می۔'' کیلی نے کہا اور اس کے پاس سے گزرنے کی کوشش کی۔

''شش......'' اس شخص نے سرگوشی میں کہا اور سائیلنسر لگا ریوالور اسے دکھایا۔

کیلی کا رنگ پیلا پڑ گیا۔ ''کک......کیا......کیا بات......؟''

''شٹ اپ۔ دیکھو خاتون، اگر تم اپنے جسم میں کوئی اضافی سوراخ نہیں کروانا چاہتیں تو اپنا منہ بند رکھو۔ اب ہم دونوں کو نیچے جانا ہے۔''

وہ شخص مسکراتا لگ رہا تھا۔ مگر کیلی نے غور سے دیکھا تو پتا چلا کہ اُس کے اوپری ہونٹ پر چاقو کا گھاؤ تھا۔ اُس کی وجہ سے وہ ہر وقت مسکراتا معلوم ہوتا تھا۔ اور اُس کی آنکھوں میں خوف ناک سرد مہری تھی۔

''آؤ چلیں۔''

''نہیں۔ میں اس منحوس عورت کی خاطر مرنا نہیں چاہتی۔'' کیلی نے غصے سے کہا۔ ''تم مجھے غلط......''

''میں نے تم سے کہا ہے کہ منہ بند رکھو۔ اور میرے ساتھ نیچے چلو۔''

اس نے کیلی کا بازو تھام لیا۔ اُس کی گرفت آہنی تھی۔ ریوالور اُس نے چھپا رکھا تھا۔ لیکن اس کی نال کیلی کے پہلو میں چبھ رہی تھی۔

کیلی اپنے ہسٹریا سے لڑنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ''میری بات سنو۔'' اس نے نرم لہجے میں کہا۔ ''میں وہ نہیں ہوں جو تم......''

ریوالور کی نال اتنی طاقت سے گڑوائی گئی کہ وہ تکلیف سے بے حال ہوگئی۔

وہ نیچے اترے۔ لابی میں اب ہجوم تھا۔ کیلی سوچ رہی تھی کہ مدد کے لیے چلائے۔ اس شخص نے جیسے اُس کی سوچ پڑھ لی۔ وہ سرگوشی میں غرایا۔ ''ایسا سوچنا بھی مت۔''

وہ ہوٹل سے نکل آئے۔ باہر اسٹیشن ویگن ان کی منتظر تھی۔ اس شخص نے پچھلا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ ''بیٹھ جاؤ۔''

اسٹیشن ویگن سے دو کار آگے ٹریفک کا پولیس مین گاڑی کا چالان کر رہا تھا۔ کیلی نے بلند آواز میں، لہجے میں برہمی لاتے ہوئے کہا ''ٹھیک ہے میں تمہاری مرضی کروں گی۔ لیکن اس گری ہوئی حرکت کے بدلے سو ڈالر زیادہ لوں گی۔ میں جسم بیچتی ہوں، روح نہیں......''

پولیس والا اس طرف متوجہ ہوگیا تھا۔

جسیم آدمی اب کیلی کو گھور رہا تھا۔ اسے پولیس والے کی موجودگی کا علم نہیں تھا۔ ''یہ کیا بکواس کر رہی ہو تم؟''

''سو ڈالر کے بغیر میں تمہیں من مانی نہیں کرنے دوں گی۔'' یہ کہہ کر کیلی پولیس والے کی طرف بڑھنے لگی۔ اس شخص نے حیرت سے کیلی کو دیکھا۔ پھر پولیس والے کو دیکھتے ہوئے بات اُس کی سمجھ میں آگئی۔ اس کی آنکھیں خوف ناک لگنے لگیں۔

''دیکھیں......یہ بدمعاش مجھے پریشان کر رہا ہے۔'' کیلی نے پولیس والے سے کہا۔

پولیس والا جسیم شخص کی طرف بڑھا۔ کیلی نے موقع غنیمت جانا اور ٹیکسی میں بیٹھ گئی۔

جسیم آدمی اسٹیشن ویگن میں بیٹھ ہی رہا تھا کہ پولیس والے نے اسے پکارا۔ ''ایک منٹ مسٹر۔ آپ کو پتا نہیں کہ اس ریاست میں طوائف کو ورغلانا جرم ہے۔''

''ایسی تو کوئی بات......''

''اپنے شناختی کاغذات دکھاؤ۔ نام کیا ہے تمہارا؟''

''ہیری فلنٹ۔'' ہیری فلنٹ نے کہا اور بے بسی سے کیلی کی ٹیکسی کو جاتے دیکھتا رہا۔ چھوڑوں گا نہیں حرام زادی کو۔ وہ دل میں کہہ رہا تھا۔

........✿........

بہت کم وقت میں کیلی دوسری بار ڈیانا کے اپارٹمنٹ کے سامنے اتری۔ دروازے پر رک کر اس نے اطلاعی گھنٹی کا بٹن دبایا۔ دروازہ کھلنے تک اُس نے بٹن پر سے انگلی نہیں ہٹائی۔

دروازہ اس بار بھی گرین برگ نے کھولا۔ ''فرمایئے۔ میں آپ کی......؟''

کیلی اسے ایک طرف ہٹا کر نشست گاہ میں موجود ڈیانا کی طرف بڑھی۔ ''کیا بات ہے؟'' ڈیانا نے اُسے دیکھتے ہی پوچھا۔ ''تم نے تو کہا تھا کہ تم......؟ پھر کیا ہوا......؟''

''یہ تو تمہیں بتانا ہے کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ انہوں نے پھر مجھے پکڑنے کی کوشش کی۔ یہ تمہارے مافیا والے مجھے قتل کرنے کی کوشش کیوں کر رہے ہیں؟''

''میں...... میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ ممکن ہے تمہیں میرے ساتھ دیکھ کر انہوں نے سوچا ہو کہ تم میری دوست ہو۔ اور......''

''لیکن ہم دوست نہیں ہیں مسز اسٹیونز۔ تمہیں مجھ کو اس مشکل سے نکالنا ہے۔''

''کیا بات کر رہی ہو؟ میں کیسے......؟''

''جیسے تم نے مجھے پھنسایا ہے، ویسے ہی نکالو گی بھی۔ تم اپنے اس دوست...... میرا مطلب ہے دشمن آلٹیئری کو سمجھاؤ کہ میرا تم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ تم تو مجھے جانتی بھی نہیں ہو۔ میں تمہاری کسی حماقت کی سزا کیوں بھگتوں۔''

''یہ ممکن نہیں۔ میں بھلا کیسے......''

کیلی نے اُس کی بات کاٹ دی۔ ''یہ تو تمہیں کرنا ہے۔ تم ابھی آلٹیئری کو فون کر کے یہ سب اس سے کہو۔ اس کے بغیر میں یہاں سے ٹلنے والی نہیں۔''

"تم جو مطالبہ کر رہی ہو، وہ ناممکن العمل ہے۔" ڈیانا نے کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ میری وجہ سے تم اس معاملے میں ملوث ہو گئیں۔ لیکن......" وہ کہتے کہتے رکی اور چند لمحے سوچتی رہی۔ پھر وہ ڈیٹیکٹو گرین برگ کی طرف مڑی۔ "تمہارا کیا خیال ہے، اگر میں آٹسیری سے بات کروں تو وہ ہم دونوں کا پیچھا چھوڑ دے گا۔"

"دل چسپ سوال ہے۔" گرین برگ بولا۔ "اور یہ ممکن بھی ہے۔ کیا آپ اس سے ذاتی طور پر بات کریں گی؟"

"نہیں۔ میں......"

کیلی نے پھر ڈیانا کی بات کاٹ دی۔ "نہیں۔ تمہیں اس سے بات کرنی ہوگی۔"

.... ✿ ....

انتھونی آٹسیری کا بہت بڑا گھر نیوجرسی میں واقع تھا۔ مکان کے اطراف میں پندرہ ایکڑ پر پھیلی ہوئی جاگیر تھی، جس کے گرد خاردار تاروں کی باڑھ لگی تھی۔ وہاں بے شمار بلند و بالا اور سایہ دار درخت اور کئی تالاب تھے۔ باغیچہ بھی بہت خوب صورت تھا۔

سامنے والے گیٹ کے ساتھ بوتھ تھا، جس میں ایک گارڈ بیٹھا تھا۔ ڈیانا اور کیلی گرن برگ کے ساتھ کار میں وہاں پہنچیں تو وہ اُٹھ کر آیا۔ اس نے گرین برگ کو فوراً ہی پہچان لیا۔ "شام بخیر لیفٹیننٹ۔" اُس نے کہا۔

"کیسے ہو کیسر؟" گرین برگ نے کہا "ہمیں مسٹر آٹسیری سے ملنا ہے۔"

"وارنٹ ہے تمہارے پاس؟" گارڈ کیسر نے پوچھا۔

"نہیں بھئی۔ یہ ایک نجی نوعیت کی ملاقات ہے۔"

"گارڈ نے دونوں عورتوں کو دیکھا اور پھر بولا۔ "یہیں رکیے۔" یہ کہہ کر وہ بوتھ میں چلا گیا۔ چند منٹ بعد وہ باہر نکلا اور اس نے گیٹ کھولتے ہوئے کہا۔ "اندر چلے جایئے۔"

"شکریہ۔" گرین برگ نے کہا اور گاڑی اندر لے گیا۔

وہ تینوں گاڑی سے اترے تو ایک اور گارڈ ان کی طرف بڑھا۔ "میرے ساتھ آیئے۔"

وہ اُس کیساتھ اندر چلے گئے۔ وہ ایک بے حد آراستہ و پیراستہ، بیش قیمت نوادرات سے سجا ڈرائنگ روم تھا۔ اُس سے گزر کر وہ آٹسیری کے بیڈروم میں پہنچے۔ بیڈروم بھی بے حد وسیع و عریض تھا۔

آٹسیری بستر پر لیٹا تھا۔ اُس کا چہرہ زرد اور ستا ہوا تھا اور اسے آکسیجن دی جا رہی تھی۔ ڈیانا نے اسے کچھ ہی عرصہ پہلے عدالت میں ٹھیک ٹھاک دیکھا تھا۔ مگر اسے دیکھ کر اندازہ ہوا کہ اس تھوڑے عرصے میں اُس کی صحت بہت تیزی سے خراب ہوئی تھی۔ اُس کے پاس ایک نرس موجود تھی۔ دوسری طرف ایک پادری کھڑا تھا۔

آٹسیری نے ان تینوں کو دیکھا۔ پھر اُس کی نظر ڈیانا پر جم گئیں۔ "تم یہاں کیوں آئی ہو؟" اُس نے پوچھا۔ اُس کا لہجہ کرخت لیکن آواز

کمزور تھی۔

''مسٹر آٹسیری، میں چاہتی ہوں کہ آپ مجھے اور مسز ہیرس کو معاف کر دیں۔'' ڈیانا نے کہا۔ ''کیا یہ کم ہے کہ آپ نے میرے شوہر کو قتل کر کے اپنا بدلہ لے لیا۔ اب اپنے آدمیوں سے کہیں کہ ہمارا پیچھا چھوڑ دیں اور......''

آٹسیری نے تیز لہجے میں اُس کی بات کاٹ دی۔ ''کہاں کی ہانک رہی ہو۔ میں تو تمہارے شوہر کو جانتا بھی نہیں۔ ہاں...... اُس کی لاش سے جو رقعہ برآمد ہوا، میں نے اس کے بارے میں پڑھا ضرور تھا۔ میرا خیال ہے کہ مجرم لوگ فلمیں بہت دیکھنے لگے ہیں۔ اب میں تمہیں ایک بات بتاؤں خاتون۔ وہ رقعہ ہرگز کسی اطالوی کو لکھا ہوا نہیں تھا۔ اور نہ ہی میں تمہارے پیچھے پڑا ہوں۔ تم جیو یا مرو، مجھے تم میں کوئی دلچسپی نہیں۔ بلکہ مجھے کسی سے بھی دلچسپی ......'' اُس نے چہرے پر اذیت کا تاثر ابھرا، جیسے کسی اندرونی تکلیف نے اسے کچوکا لگایا ہو۔ اُس کی آواز پھٹنے لگی۔ ''میں تو اب خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ رہا ہوں۔''

پادری ڈیانا کی طرف متوجہ ہوا۔ ''میرا خیال ہے، آپ کو ان کے حق میں دعا کرنی چاہیے اور بہتر ہوگا کہ اب آپ رخصت ہو جائیں۔''

گرین برگ نے پوچھا۔ ''انہیں تکلیف کیا ہے؟''

''کینسر۔'' پادری نے جواب دیا۔

ڈیانا نے غور سے آٹسیری کو دیکھا۔ اسے یقین تھا کہ اس کی کہی ہوئی ہر بات سچ ہے۔ لیکن اس خیال کے ساتھ ہی وہ دہشت زدہ ہو گئی۔ تو پھر وہ کون ہے جو اسے اور کیلی ہیرس کو قتل کرنے کی کوشش کر رہا ہے!

✡

واپسی کے دوران گرین برگ بہت فکر مند دکھائی دے رہا تھا۔ ''میں بتا دوں کہ آٹسیری سو فی صد سچ بول رہا تھا۔'' اُس نے کہا۔

کیلی نے ہچکچاتے ہوئے تائید میں سر ہلایا۔ ''میرا بھی یہی خیال ہے۔ وہ مر رہا ہے۔ اور مرتا ہوا آدمی جھوٹ نہیں بولتا۔''

''تو پھر ایسا کون ہے جو تم دونوں کو قتل کرنا چاہتا ہے؟'' گرین برگ نے سوال اٹھایا۔

''میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اور کوئی وجہ بھی نظر نہیں آتی۔'' ڈیانا نے کہا۔

گرین برگ ان دونوں کو ڈیانا کے اپارٹمنٹ واپس لے آیا۔ ''اب میں اس پر کام کروں گا۔'' اُس نے کہا۔ ''بہر حال آپ یہاں محفوظ ہیں۔ پندرہ منٹ بعد آپ کے اپارٹمنٹ کے باہر سرکاری محافظ آ جائیں۔ چوبیس گھنٹے کے لیے۔ اس دوران میں اس معاملے کو سمجھنے کی کوشش کروں گا۔ کوئی مسئلہ ہو تو مجھے فون کر لیجیے گا۔''

گرین برگ کے جانے کے بعد وہ دونوں ایک دوسرے کو گھورتی رہیں۔ بالآخر ڈیانا نے پوچھا۔ ''چائے پیو گی؟''

''نہیں۔ کافی بناؤ۔'' کیلی نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

ڈیانا چڑ گئی۔ لیکن اگلے ہی لمحے اس نے گہری سانس لے کر کہا۔ ''ٹھیک ہے۔''

ڈیانا کافی بنانے کچن میں چلی گئی۔ کیلی کمرے کا جائزہ لینے لگی۔ پھر وہ پینٹنگز کے پاس رک گئی۔ ڈیانا کافی لے کر آئی تو وہ وہیں کھڑی تصویریں دیکھ رہی تھی۔ ''یہ تم نے بنائی ہیں؟'' اس نے ڈیانا کے دستخط دیکھ کر اُس سے پوچھا۔

ڈیانا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''خوب صورت ہیں۔'' کیلی نے حقارت سے دیکھا۔

ڈیانا کے ہونٹ بھنچ گئے۔ ''اوہ......تم آرٹ کے بارے میں بھی کچھ جانتی ہو؟'' اس کے انداز میں چیلنج تھا۔

''کچھ زیادہ نہیں مسز اسٹیونز۔''

''تو اس میں زیادہ دل چسپی بھی مت لیا کرو۔'' ڈیانا نے خشک لہجے میں کہا۔ ''لو......کافی پیو۔''

کچھ دیر بعد وہ ایک دوسرے کے روبہ رو خاموش بیٹھی تھیں۔ اور کافی ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ پھر اس خاموشی کو ڈیانا نے ہی توڑا۔ ''کوئی ایسی وجہ تمہاری سمجھ میں آتی ہے، جس کے تحت کوئی ہم دونوں کو قتل کرنا چاہیے؟''

''کیلی نے چند لمحے سوچنے کے بعد کہا ''نہیں۔ اور ہم دونوں کے درمیان اس کے سوا کوئی قدر مشترک نہیں کہ ہمارے شوہر کے آئی جی کے لیے کام کرتے تھے۔ ممکن ہے کہ وہ دونوں کسی خفیہ پروجیکٹ پر کام کر رہے ہوں۔ اور جس نے بھی انہیں قتل کیا ہے، وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ انہوں نے اس کے بارے میں ہمیں بھی بتایا تھا۔''

ڈیانا کا چہرہ پیلا پڑ گیا۔ ''ہاں۔ یہ بات دل کو لگتی ہے۔''
اب وہ دونوں متوحش نظر آ رہی تھیں۔

......۞......

اپنے آفس میں بیٹھا ٹیمز ان دونوں کو دیکھ اور سن رہا تھا۔ دیوار پر نصب ٹی وی اسکرین پر وہ دونوں نظر آ رہی تھیں۔ ٹیمز کا چیف سکیورٹی گارڈ اس کے پیچھے ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔

ڈیانا اسٹیونز کے اپارٹمنٹ میں انہوں نے جدید ترین ٹیکنالوجی آزمائی تھی۔ اُس کے نتیجے میں وہ وہاں کی سرگوشی بھی صاف سن سکتے تھے۔

ٹیمز آگے کی طرف جھکا۔ کمرے میں ڈیانا کہہ رہی تھی۔ ''ہمیں معلوم کرنا ہوگا کہ ہمارے شوہر کس پروجیکٹ پر کام کر رہے تھے۔''

''ٹھیک کہتی ہو۔ لیکن اس کے لیے ہمیں مدد کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں کیا کریں۔

''ہم ٹیمز کنگسلے کو فون کریں گے۔ وہی ایسا شخص ہے جو اس معاملے میں ہماری مدد کر سکتا ہے۔''

''بس تو ٹھیک ہے......''

✡

''تم رات یہاں گزار سکتی ہو۔ محفوظ بھی رہوگی۔'' ڈیانا نے کہا۔ ''باہر پولیس کی گاڑی موجود ہے۔'' وہ کھڑکی کے پاس گئی اور اس نے پردہ سرکا کر نیچے جھانکا۔ وہاں پولیس کی کوئی گاڑی موجود نہیں تھی۔ اس کے جسم میں خوف کی سرد لہر دوڑ گئی۔

''یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ پولیس کی گاڑی موجود نہیں۔ میں ابھی فون کرتی ہوں۔''

ڈیانا نے اپنے ہینڈ بیگ سے گرین برگ کا کارڈ نکالا اور نمبر ملایا۔ ''پلیز......ڈیٹیکٹو گرین برگ سے بات کرائیں......جی......کیا آپ کو یقین ہے؟ خیر تو پھر سراغ رساں رابرٹ سے بات کرا دیجئے۔ جی......اچھا خیر......شکریہ۔''

''کیا ہوا؟'' کیلی نے اس سے پوچھا۔

''ارل گرین برگ اور رابرٹ کا تبادلہ کسی اور تھانے میں کر دیا گیا ہے۔''

''عجیب اتفاق تھا۔'' کیلی اور پریشان ہوگئی۔

''ایک اور بات یاد آئی ہے مجھے۔'' ڈیانا نے کہا۔

''کیا؟''

''گرین برگ نے مجھ سے پوچھا تھا کہ آخری دنوں میں رچرڈ نے مجھے کوئی غیر معمولی بات تو نہیں بتائی تھی۔ میں اسے بتانا بھول گئی۔ رچرڈ نے کہا تھا کہ وہ واشنگٹن جا کر کسی سے ملے گا۔ عام طور پر وہ مجھے ساتھ لے کر جاتا تھا۔ لیکن اس موقع پر وہ مصر تھا کہ تنہا ہی جائے گا۔''

کیلی چہرے پر حیرت کا تاثر لیے اسے دیکھ رہی تھی۔ ''عجیب بات ہے۔ مارک بھی واشنگٹن جانے کا کہہ رہا تھا۔ وہ بھی اکیلے جانا چاہتا تھا۔''

''ہمیں اس کی وجہ معلوم کرنی ہوگی۔'' ڈیانا نے کہا۔

کیلی بھی کھڑکی کی طرف بڑھ آئی۔ اس نے باہر جھانک کر دیکھتے ہوئے کہا۔ ''کار تو اب بھی نہیں آئی۔ سنو مسز اسٹیونز، ہمیں یہاں سے

نکل لینا چاہیے۔

''ٹھیک ہے۔ چائنا ٹاؤن میں ایک ہوٹل ہے..... مندرین۔ کوئی نہیں سوچے گا کہ ہم وہاں ہوں گی۔ وہاں ہم مسٹر کنکسلے کو فون کریں گے۔''

......✿......

ٹیز کنکسلے نے سر گھما کر اپنے چیف سیکورٹی آفیسر ہیری فلنٹ کو دیکھا جو اپنے اوپری ہونٹ پر گھاؤ کی وجہ سے ہر وقت مسکرتا نظر آتا تھا۔ ''ان دونوں کو ختم کردو۔'' ٹیز نے اُس سے کہا۔

......✿......

ایئر ہوسٹس نے جھک کر ہاروے ڈین سے کہا ''اب آپ اپنی سیٹ بیلٹ کھول سکتے ہیں۔''

ہاروے نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور مسکرایا۔ اُس نے سیٹ بیلٹ کھولی اور سیٹ سے ٹیک لگالی۔ ''مجھے ایک جام مارٹینی کا مل سکتا ہے؟''

''کیوں نہیں۔''

ہاروے نے ڈیمین تھورن کو دیکھا جو ایک ناول میں کھویا ہوا تھا۔ ہاروے نے ہاتھ بڑھا کر اپنے بریف کیس کو چھوا اور اطمینان کی سانس لی۔ عام حالات میں وہ کبھی بے یقینی اور عدم تحفظ کا شکار نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ وہ تو پلٹ کر دیکھتا تو اسے خوشی ہوتی کہ وہ زندگی میں کہاں سے چلا اور کہاں تک پہنچ گیا ہے۔ اس وقت بھی وہ خوش تھا۔ وہ ڈیمین کے ساتھ ایک پاورفل جیٹ طیارے میں بیٹھا لندن جا رہا تھا۔ ایک طرف وہ طیارہ اتنا طاقت ور تھا کہ انہیں بحر اوقیانوس پار کراسکتا تھا۔ دوسری طرف اس کی سہولیات کا یہ عالم تھا کہ لگتا تھا، وہ کسی فائیو اسٹار ہوٹل کے سوئٹ میں موجود ہیں۔

ایئر ہوسٹس اُس کے لیے جام لے آئی۔ اُس نے جام سے ایک چسکی لی۔ اُس کا دل خوش ہو گیا۔ مشروب اُس کی پسند کے عین مطابق تھا۔

ہاروے ڈین اپنی خوش قسمتی پر نازاں تھا، اور وہ خود سے بے خبر رہنے والا آدمی بھی نہیں تھا۔ اسے اپنی طاقت اور اپنی کمزوریوں کا پوری طرح ادراک تھا۔ یہ ادراک اپنی جگہ خود اُس کی بہت بڑی طاقت تھا۔ اُس کی ایک بڑی کمزوری یہ تھی کہ وہ لوگوں کو سمجھ نہیں پاتا تھا۔ انسانی فطرت کے بارے میں اُس کی آگہی توانا نہیں تھی۔ وہ لوگوں کے محرکات ٹھیک سے سمجھ نہیں پاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ بیشتر موقعوں پر لوگوں کے ردعمل اُس کے لیے خلاف توقع اور حیران کن ہوتے تھے۔ لیکن اعداد و شمار کے معاملے میں اُس کی استعداد غیر معمولی تھی۔ کاروباری دنیا میں وہ ایک بیش قیمت اثاثہ تھا۔ کاروبار کے معاملے میں وہ بہت دور تک دیکھ لیتا تھا اور اس میں پیش بینی کی صلاحیت تھی۔ اُس کی کاروباری فہم بھی غیر معمولی تھی۔ پریشانیوں اور رکاوٹوں کو وہ پیش آنے سے پہلے ہی بھانپ لیتا تھا۔

اپنی ان خصوصیات ہی کے زور پر ہاورڈ بزنس اسکول میں وہ ہونہار ترین طالب علم تھا اور تعلیم مکمل ہوتے ہی وہ دنیا کی سب سے بڑی کاروائی سلطنت کے بورڈ روم تک پہنچ گیا تھا۔

اسے اب بھی پال بوہر سے اپنی پہلی ملاقات جزئیات سمیت یاد تھی۔ لنچ کی وہ دعوت اُس نے بڑے باوقار انداز میں قبول کی تھی۔ لیکن

درحقیقت وہ اس بارے میں بے حد متجسس ہو رہا تھا۔

پال بوہر نے بھی گھما پھرا کر بات کرنے کی زحمت نہیں کی۔ اُس نے اسے بتایا کہ تھورن انڈسٹریز کے ایگزیکٹیوز بہت عرصے سے اس پر نظر رکھے ہوئے ہیں اور ہارورڈ میں اس کی کارکردگی سے بے حد متاثر ہیں۔ پھر جب بوہر نے اُس کی فائل دیکھی تو وہ بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ کارپوریشن کے صدر کی حیثیت سے اسے ذاتی طور پر تھورن کارپوریشن جوائن کرنے کی پیشکش کرنا اُس کی ذمے داری تھی۔

ڈین کے لیے وہ بہت بڑی پیش کش تھی۔ کھانا ختم ہونے سے پہلے ہی اُس نے اسے قبول کرلیا۔ بوہر سے تو وہ ابتدا ہی سے جیسے مسحور ہوگیا تھا۔ اس نے بوہر کے بارے میں سنا تھا۔ کہا جاتا تھا کہ وہ بے حد بے رحم اور سفاک کاروباری ہے۔ وہ جانتا تھا کہ اب سے بارہ سال پہلے پال بوہر ہی نے تھورن انڈسٹریز کو غذائی اجناس کی طرف کاروباری رخ کرنے پر قائل کیا تھا۔ اور اسی کی وجہ سے آج تھورن انڈسٹریز دنیا کی سب سے بڑی کاروباری مملکت بن گئی۔ بوہر ہی نے اندازہ لگایا تھا کہ سب سے زیادہ منافع فوڈ کے میدان میں ہی ہوگا۔

اس دعوت پر برانڈی کے دوسرے جام تک پہنچتے پہنچتے ڈین میں اتنی خود اعتمادی آچکی تھی کہ اس نے پال بوہر سے وہ بات بھی پوچھ لی جو پوچھنے کی اسے ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ ''کیا یہ سچ ہے کہ وہ تاریخی جملہ آپ نے ہی ادا کیا تھا، جو آج کاروباری تاریخ کا حصہ بن چکا ہے؟''

''کون سا جملہ؟'' پال بوہر نے بھویں اچکا کر اسے دیکھا۔

''اب ہمارے منفعت بخش مستقبل کی ضمانت صرف اور صرف قحط میں ہے...... قحط اور خشک سالی!'' ڈین نے دہرایا۔

''ہاں...... کچھ ایسی ہی بات تھی۔'' پال بوہر نے کندھے جھٹکتے ہوئے کہا۔

اس دعوت کے ایک ماہ بعد ہاروے ڈین نے تھورن کارپوریشن جوائن کرلی۔ دو ہفتے ہوتے ہوتے پال بوہر نے اُس کی زندگی تبدیل کرنے کا عمل شروع کردیا۔ اس کا آغاز بوہر کی مضافاتی اقامت گاہ میں دی گئی ویک اینڈ پارٹی میں ہوا۔ ڈین کی بیوی بار بار اس عرصے میں ہیمپٹنز میں چھٹیاں گزار رہی تھی۔ بوہر نے اس پارٹی میں اسے آئشہ سے ملوایا۔ آئشہ کا تعلق وینزویلا سے تھا۔ وہ اتنی آزاد خیال اور بے باک تھی کہ ڈین مرد ہو کر بھی اس بے باکی کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔ ایک تو وہ بہت اچھا طالب علم رہا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اُس نے تعلیم کے سوا کبھی کسی چیز میں دل چسپی نہیں لی تھی۔

چناں چہ ہاروے ڈین ابتدا میں تو بوکھلا گیا۔ لیکن تعلیم کے علاوہ تمام معاملات میں کورا ہونے کی وجہ سے وہ آئشہ کے لیے تر نوالہ ثابت ہوا۔ آئشہ نے اسے ان جہانوں کی سیر کرائی، جن کی موجودگی تک کا اسے علم نہیں تھا۔

آئشہ ایک طرف تو اسے منشیات سے متعارف کرا رہی تھی اور دوسری طرف اُس کے جسم پر کیمیکلز آزما کر اُس کی خواہشات کو بھی مہمیز کر رہی تھی۔ پھر اسی دوران اس نے ہاروے ڈین پر بائبل بھی تھوپ دی۔ ہاروے مذہب سے بہت دور تھا۔ لیکن آئشہ نے اس پر بائبل کے صفحات پر چھپے اسرار عیاں کرنے شروع کردیے۔ ڈین لذتوں کے کسی اور ہی جہان میں پہنچ گیا۔ باتیں اُس کی سمجھ میں آنے لگیں۔

پھر سب سے بڑا راز افشا کرنے کا وقت آگیا۔ آئشہ نے اپنا کام اتنی خوش اسلوبی سے کیا تھا کہ جب اُس نے ڈین کو ڈیمین تھورن کے

بارے میں بتایا کہ درحقیقت وہ کون ہے تو وہ خوشی سے ناچنے لگا۔

اس دن ہاروے ڈین نے عہد کرلیا کہ وہ ہرحال میں ڈیمین تھورن کی پیروی اور اُس کے حکم کی تعمیل کرے گا۔ یہاں تک کہ وہ اس کے لیے ہنسی خوشی جان بھی دے دے گا۔ اس بات پر اسے خود بھی حیرت ہوئی کہ اس نے اپنی بیوی باربرا کو اس بارے میں کچھ بھی نہیں بتایا۔ ورنہ وہ باربرا سے کچھ بھی نہیں چھپاتا تھا۔

وہ چونکا اور اُس نے خالی جام ایک طرف رکھ دیا۔ پرواز بے حد ہموار تھی۔

اُس نے اپنے بریف کیس کی طرف ہاتھ بڑھایا اور مطلوبہ کاغذات نکالے۔ بریف کیس اس نے ایک طرف رکھ دیا۔ ''سوویت یونین نے مصر کو سویابین پچاس ڈالر فی ٹن کے نرخ سے قرض کی بنیاد پر فروخت کرنے کی پیش کش کی ہے۔ قرض کی رقم پر ساڑھے سات فی صد سالانہ سود بھی ہوگا۔'' اس نے کہا۔ ''یہ ہمارے دیے ہوئے نرخ سے آٹھ ڈالر فی ٹن کم ہے۔ دوسری طرف مصر کو کینیڈا نے 95 ڈالر فی ٹن کے نرخ سے مکئی کی پیش کش کی ہے۔ شرح سود 8.2 فی صد سالانہ ہوگی۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ وہ اس پر عمل نہیں کرسکتے۔''

''ہمارے پاس سویابین کا ذخیرہ کتنا ہے؟'' ڈیمین نے کتاب سے نظر ہٹائے بغیر پوچھا۔

''پوری دنیا میں 850 ملین ٹن۔''

''ٹھیک ہے۔ تم انہیں 30 ڈالر فی ٹن کے نرخ سے سویابین دے دو۔''

''نقد؟''

''ارے نہیں بھئی، نقد وہ کہاں لیں گے۔''

''تو قرض کی واپسی......''

''5 فی صد سالانہ شرح پر دس سال کے لیے۔'' ڈیمین نے کہا۔ ''اس کے نتیجے میں مصر کی حکومت دس سال تک مٹھی میں رہے گی۔''

ہاروے ڈین نے اپنے پیڈ پر اسے نوٹ کرلیا۔

ڈیمین کہے جارہا تھا۔ ''صدر صاحب این ایل ایف رپورٹ کے لیے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ لیکن میں انہیں اس وقت تک وہ رپورٹ نہیں دینا چاہتا، جب تک اس کی افادیت ختم نہیں ہوجاتی۔ یہ بتاؤ، اس بند کے ٹوٹنے کا الزام اسرائیل پر لگانے میں ہمیں کتنا وقت لگے گا؟''

''ہمارا ایک چیلا شروڈر تل ابیب میں موجود ہے۔'' ہاروے ڈین نے کہا۔ ''وہ اسرائیلی وزارت دفاع میں انڈر سیکرٹری کی حیثیت سے کام کرتا ہے۔ یوہر نے رات اس سے بات کی تھی۔ شروڈر کا کہنا ہے کہ وہ جعلی دستاویزات تیار کرارہا ہے۔''

''تفتیش پر کوئی ہماری طرف انگلی تو نہیں اٹھا سکے گا؟''

''یوہر اس طرف سے مطمئن ہے۔'' ڈین نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ وقت کتنا لگے گا؟''

''زیادہ سے زیادہ دو تین ہفتے۔''

''بہت خوب۔''

''ایک بات پوچھوں۔''

ڈیمین نے چونک کر اُسے دیکھا، مگر فوراً ہی اثبات میں سر ہلا دیا۔

''یہودی تو ہمارے حلیف ہیں۔''

''حلیف نہیں، آلۂ کار کہو۔ اور حکومتوں میں اہم عہدوں پر فائز ذمے دار لوگ کبھی کبھی دماغ سے سوچنا شروع کر دیتے ہیں۔ ایسے میں وہ ہمارے حلقہ اثر سے باہر نکلنے لگتے ہیں۔ تب ہمیں سازشیں کرنی پڑتی ہیں، انہیں پھنسانا پڑتا ہے۔ کسی کو حلیف بنائے رکھنے کے لیے بھی تو بہت کچھ کرنا پڑتا ہے۔''

ڈین نے اثبات میں سر ہلایا اور ڈیمین دوبارہ کتاب کی طرف متوجہ ہو گیا۔

چند منٹ بعد ڈیمین نے سر اٹھا کر اُسے دیکھا۔ ''باربرا کا کیا حال ہے؟''

''ویک اینڈ تک وہ لندن پہنچ جائے گی۔'' ڈین نے جواب دیا۔ ''پانچ دن کا سمندری سفر ہے۔ میں نے اسے قائل کرنے کی کوشش کی تھی کہ وہ ہمارے ساتھ چلے۔ لیکن وہ فلائٹ کے دوران بچے کو جنم دینے کا خطرہ مول لینا نہیں چاہتی تھی۔''

ڈیمین نے دانت نکال دیے۔ ''حالانکہ پیدا ہونے کے لیے ہوائی جہاز سے بہتر جگہ ہو ہی نہیں سکتی۔''

ڈین مسکرایا۔ پھر اس نے ایک مالیاتی رپورٹ اٹھائی اور اُس کا جائزہ لینے لگا۔ باقی پرواز کے دوران ان کے درمیان کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ دونوں اپنے اپنے انداز میں ریلیکس کر رہے تھے۔

☆

جس وقت تھورن انڈسٹریز کا جیٹ ہیتھرو ایئر پورٹ پر اترنے کے لیے چکر لگا رہا تھا، عین اس وقت فادر ڈی کارلو اپنے راہبوں کو اپنے گرد جمع کیے ہوئے تھا۔

خانقاہ کے نیچے زمین دوز کوٹھری میں وہ ایک ایک کر کے داخل ہوئے۔ ان کے سر جھکے ہوئے تھے۔ بازو ان کے سینوں پر بندھے تھے۔ آخری راہب کے اندر آنے کے بعد فادر ڈی کارلو نے اپنا ہاتھ بلند کیا۔ وہ سب نیم دائرے کی شکل اختیار کرتے کرتے کمر کے بل جھک گئے۔

فادر ڈی کارلو نے صلیب کے نیچے رکھی ہوئی بائبل اٹھائی، اس میں پیش گوئیوں کی کتاب کھولی اور پڑھنا شروع کیا......''اور پھر آسمان پر ایک عجیب معجزہ رونما ہوا۔ ایک عورت سورج جس کا لباس تھا اور چاند جس کے قدموں کے نیچے تھا اور جس کے سر پر بارہ ستاروں کا تاج تھا۔

''اور اس عورت کی کوکھ میں بچہ تھا اور وہ دردِ زہ کے کرب سے نڈھال، رو رہی تھی

''پھر آسمانوں میں ایک اور معجزہ دیکھنے میں آیا۔ وہ ایک بہت بڑا سرخ ڈریگون تھا، جس کے سات سر اور دس سینگ تھے اور اُس کے

سات سروں پر سات تاج بھی تھے۔

اور اُس کی دم آسمان کے ایک تہائی ستاروں کو اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔

''ڈریگون عورت کے سامنے تن کر کھڑا ہوگا جو بچہ جلنے ہی والی تھی۔ تاکہ جیسے ہی بچہ پیدا ہو، ڈریگون اسے نگل سکے۔

''اور عورت نے ایک لڑکے کو جنم دیا، جسے روئے زمین پر موجود تمام قوموں پر حکم رانی کرنی تھی۔

''عورت جنگل کی طرف بھاگی، جہاں خدا نے ایک مقام تیار کر رکھا تھا......

فادر نے سر جھکا لیا اور جیسے خاموشی سے دعا کرنے لگا۔ پھر وہ متبرکات کے صندوق کی طرف مڑا۔ اس دوران راہب مناجات پڑھنے لگے۔ فادر نے صندوق کھول کر چمڑے کی وہ تھیلی نکالی، اُس میں سے خنجر نکالے اور انہیں ترتیب کے ساتھ صلیب کے نیچے رکھنے لگا۔ خنجروں کے چمک دار پھلوں کا رخ باہر کی طرف تھا۔

مناجات ختم ہوئی تو فادر قربان گاہ پر جھک گیا۔ کوٹھری میں خاموشی چھا گئی تھی۔

''اے سب سے بڑھ کر بچانے والے، تیرے خادم فادر اسپلیسٹو نے ہمیں زمین پر اینٹی کرائسٹ کے وجود کی شناخت کرائی۔'' فادر ڈی کارلو نے سرگوشی میں کہا۔ ''تو ہماری رہ نمائی کر اور ہمیں طاقت عطا فرما کہ ہم دنیا کو ڈیمین تھورن کے وجود سے پاک کر دیں اور یوں کرائسٹ کی دوبارہ آمد کی راہ ہموار ہو۔''

فادر نے دونوں ہاتھ خنجروں پر پھیلا دیے۔

''اے برکتیں نازل کرنے والے، یہ مگیدو کے سات مقدس خنجر ہیں جو آپ کی عطا ہیں۔ ان کا مقصد تاریکی کے شہزادے کو ختم کرنا ہے، جو روشنی کے شہزادے کو ختم کرنا چاہتا ہے......''

تمام راہبوں نے سرگوشی میں آمین کہا۔

فادر ڈی کارلو اٹھ کھڑا ہوا اور ان کی طرف مڑا۔ ''اب تم میں سے ہر ایک باری باری آگے آئے اور خود کو خدا کی بارگاہ میں پیش کرے۔

''برادر مارٹن۔''

ایک پستہ قامت آدمی آگے بڑھا۔ اُس کا سر گنجا تھا اور چہرہ چمک دار۔ وہ آگے بڑھا اور اُس نے ایک خنجر اٹھا لیا۔ خنجر کو مضبوطی سے تھامتے ہوئے وہ پیچھے ہٹا۔

''برادر پاؤلو'' فادر نے پکارا۔

سیاہ فام راہب آگے بڑھا۔

''برادر سائمن۔''

وہ سب سے کم عمر اور خوب رو راہب تھا۔

''برادرانٹونیو۔''

''وہ بہت طاقت ور راہب تھا۔ اُس کی سیاہ داڑھی بھی گھنی تھی اور بال بھی۔

''برادر میتھیوز۔''

اس کی عمر چالیس سے کچھ کم ہوگی۔ چہرے سے وہ بہت مہربان لگتا تھا۔

''برادر بینیٹو۔''

وہ سانولی رنگت کا جوان آدمی تھا۔ چہرے پر اذیت کا ایسا ایک تاثر تھا، جیسے ساری دنیا کا بوجھ اُس کے کندھوں پر ہو۔

صلیب کے نیچے اب صرف ایک خنجر باقی رہ گیا۔ فادر ڈی کارلو نے اسے اٹھالیا اور پلٹ کر دوسرے راہبوں کا سامنا کیا۔ ''یہاں سے رخصت ہونے سے پہلے ہم میں سے ہر ایک کو خدا سے اپنی اپنی روح کی گہرائی سے دعا کرنی چاہیے...... خاموشی کے ساتھ۔''

ذرا دیر بعد وہ سب کوٹھری سے نکل آئے۔ ہال وے سے گزر کر وہ راہ داری میں آئے اور اپنی اپنی کوٹھری میں داخل ہوئے۔ وہ چھوٹے چھوٹے کمرے تھے، جن میں ایک بیڈ، ایک ٹیبل اور ایک جگ کے سوا کچھ نہیں تھا۔ اپنی اپنی کوٹھری میں ہر راہب بیڈ کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور آنکھیں بند کر کے دعا کرنے لگا۔ ہر ہاتھ میں ایک خنجر تھا۔

نیچے زمین دوز کوٹھری میں فادر ڈی کارلو سب کے لیے دعا کر رہا تھا۔ ''اے خدا، ہم اس راہ میں سر سے کفن باندھ کر نکلے ہیں۔ ہمارے گناہ معاف کر کے ہمارے وجود پاک کر دے۔ ہماری رہنمائی فرما۔ ہمیں حوصلہ اور طاقت عطا کر۔ ہمیں شیطان اور اُس کے بیٹے اینٹی کرائسٹ سے جنگ کے قابل بنا دے۔

''اور ہم جو اپنے آقا کی دوبارہ آمد کی صدیوں سے رو رو کر دعائیں کر رہے ہیں، تو اب آقا کی آمد کے وقت کا یقین ہو گیا ہے۔ تو اس وقت سے پہلے اینٹی کرائسٹ کو تباہ ہو جانا چاہیے۔ یعنی ہمارے پاس بہت کم مہلت ہے۔ ہمیں اس قلیل وقت میں اپنا کام مکمل کرنا نصیب فرمایئے۔''

اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ لیکن اوپر سے کچھ نظر نہیں آیا۔ لیکن پھر اسے جیسے مستقبل کا ایک منظر نظر آیا۔ وہ اس منظر کو یادداشت میں محفوظ کرتے ہوئے باہر نکل۔

راہ داری سے تمام راہب کھڑے تھے۔

''میرے بھائیو۔'' فادر نے انہیں مخاطب کیا۔ ''یاد رکھو۔ یہ سات خنجر اور ہم سات انسان ہی ہیں جو اس وقت شیطان کے بیٹے اور خدا کے بیٹے کے درمیان کھڑے ہیں۔ اور ہمیں ہر قیمت پر شیطان کے بیٹے کو مٹا ڈالنا ہے۔''

فادر ڈی کارلو کو اس وقت رابرٹ تھورن کا خیال آیا، جس کے بیٹے کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دیا گیا تھا۔ تاکہ اینٹی کرائسٹ کے لیے جگہ بنائی جا سکے۔ رابرٹ تھورن کے بچے کا سر بھاری پتھر سے کچل دیا گیا تھا اور مادہ گیدڑ سے پیدا ہونے والی شیطان کی اولاد کو اُس کی جگہ دے دی گئی تھی۔ اس بات کا اعتراف اُس کے سامنے فادر اسپلیٹو نے کیا تھا، جو شیطان کے بیٹے کی پیدائش کے انتظامات میں شامل رہا تھا۔

فادر نے رابرٹ تھورن کے لیے دعا کی، جس نے اینٹی کرائسٹ کی پرورش کی تھی...... اور جس کا صلہ اسے یہ ملا تھا کہ اینٹی کرائسٹ نے اُس کی بیوی کو قتل کر دیا تھا۔ کیونکہ وہ رابرٹ تھورن کے دوسرے بچے کو جنم دینے والی تھی...... وہ بچہ جو اینٹی کرائسٹ کا حصے دار اور اُس کی راہ کی رکاوٹ بن سکتا تھا۔ پھر رابرٹ تھورن کو یہ سب کچھ معلوم ہو گیا تو اُس نے انہی مقدس خنجروں کی مدد سے اینٹی کرائسٹ کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اس سے پہلے ہی ایک پولیس مین کی گولیوں نے اسے چھید ڈالا۔

پھر رابرٹ تھورن کا بھائی تھا...... رچرڈ تھورن، جس نے بے خبری میں اینٹی کرائسٹ کو بے حد محبت کے ساتھ پالا پوسا اور جوان کیا۔ پھر وہ اپنی بیوی کے ساتھ صفحہ ہستی سے یکسر مٹا دیا گیا۔

ان کے علاوہ بھی اور لوگ تھے، جو موت سے ہم آغوش ہوئے۔ ان میں بے خبر اور معصوم بھی تھے اور وہ بھی تھے جو سوچ سمجھ کر اینٹی کرائسٹ کو ختم کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ مگر ناکام رہے۔

لیکن اب ناکامی کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ اب دنیا کی قسمت کا انحصار ان پر تھا...... ایک پادری اور چھ راہب امن کے پیغام بر، محبت کرنے والی سات مہربان روحیں، جنہیں صرف نرمی، مہربانی، درگزر اور انسانیت سکھائی گئی تھی۔ مگر اب انہیں متشدد ہونا تھا۔ اپنی فطرت کے برعکس انہیں زخموں پر مرہم رکھنے کے بجائے خون بہانا تھا، زندگی بچانے کے بجائے قتل کرنا تھا اور وہ ان کے لیے آسان نہیں تھا۔

میلان میں اپنے عرصہ جوانی میں ڈی کارلو خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ ایک دن اس پر یہ ذمے داری بھی ڈالی جائے گی۔ وہ تو خدا کا خدمت گار تھا۔ اُس کے بندوں کو نرمی اور محبت سے راستہ دکھانے والا تھا۔ وہ تو انسانوں کی فلاح کے لیے اور زمین پر خدا کی حکمرانی کے لیے کام کرنے والا تھا۔ اور اس کے لیے وہ پوری دنیا میں پھرا تھا۔ اُس نے فضائی سفر بھی کیے تھے۔ ملک ملک سیمنار منعقد کیے تھے۔ اس لیے وہ انسانوں کا ہر روپ دیکھ چکا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ دنیا کیسی ہے۔ وہ تصور کر سکتا تھا۔ لیکن یہ معصوم راہب...... یہ تو کچھ بھی نہیں جانتے...... اچھائی کے سوا۔

ان کے بارے میں سوچتے ہوئے اُس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے......!

٭

ہیری فلنٹ ان عورتوں کا معاملہ خوش اسلوبی سے نمٹا دے گا۔ ٹیبز نے بے حد طمانیت سے سوچا۔ فلنٹ نے کبھی اسے مایوس نہیں کیا تھا۔

فلنٹ عجیب انداز میں اس کی زندگی میں آیا تھا۔ برسوں پہلے اُس کے دردمند اور انسان دوست بھائی اینڈریو نے رہا ہونے والے قیدیوں کے لیے ایک گھر بنایا تھا، تاکہ وہ دوبارہ شہری زندگی سے مطابقت پیدا کر سکیں۔ اس کے علاوہ وہ ان کے لیے روزگار بھی تلاش کرتا تھا۔

ٹیبز کے پاس ان لوگوں کے لیے کچھ اور ہی منصوبہ تھا۔ وہ سابق مجرم کی اصطلاح پر یقین نہیں رکھتا تھا۔ جن مجرموں کو اپنی سزا مکمل کرنے کے بعد رہائی ملتی، وہ ان کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کرتا۔ اگر ان کی اہلیت اس کی ضرورت کے مطابق ہوتی تو وہ انہیں اپنے ذاتی کاموں کے لیے استعمال کرتا، جنہیں وہ نازک کام کہا کرتا تھا۔

اُس نے ونس کاریالو نامی ایک سابق مجرم کو کے آئی جی میں کام کرنے کے لیے منتخب کیا۔ کاریالو بے حد جسیم آدمی تھا، جس کے چہرے پر

جھنکاڑ جیسی داڑھی۔ اُس کا جیل کا ریکارڈ بے حد طویل تھا۔ اس پر قتل کا مقدمہ بھی چلا تھا اور اُس کے خلاف کیس بہت مضبوط تھا۔ لیکن جیوری کے ایک رکن کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے فیصلہ منقسم ہو گیا۔ چند ہی لوگ جانتے تھے کہ جیوری کے اس رکن کی بیٹی غائب ہو گئی ہے اور گھر سے ایک رقعہ ملا ہے۔ رقعے میں لکھا تھا......

اگر تم خاموش رہو گے تو تمہاری بیٹی کی قسمت کا فیصلہ جیوری کے فیصلے کے عین مطابق ہوگا۔

اب یہ سمجھ لو کہ قتل کا مقدمہ تمہاری بیٹی پر چل رہا ہے۔

کاریالو اس طرح کا آدمی تھا، جس کی ٹیز کو ضرورت تھی۔

ٹیز نے ایک اور سابق مجرم ہیری فلنٹ کے بارے میں بھی معلومات کر لیں۔ تفصیلی معلومات کی روشنی میں اُس نے بلا جھجک فیصلہ کیا کہ فلنٹ بھی اُس کے مطلب کا آدمی ہے۔

ہیری فلنٹ ڈیٹرائٹ کے ایک متوسط گھرانے میں پیدا ہوا تھا۔ اُس کا باپ ایک ناکام سیلز مین تھا جو دن بھر گھر میں پڑا اپنی قسمت اور زمانے کو کوستا رہتا تھا۔ وہ ایذا پسند بھی تھا۔ ذرا سا موقع ملنے پر بیٹے کی زبردست ٹھکائی لگانا اُس کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ مارنے کے لیے وہ رولر یا بیلٹ استعمال کرتا۔ یا پھر کوئی بھی چیز جو اُس کے ہاتھ لگ جاتی۔ بیٹے کی مرمت کر کے ہی کچھ اُس کی ناکامیوں کا ازالہ ہوتا تھا۔

ہیری فلنٹ کی ماں ایک بار بر شاپ میں خدمت گار تھی۔ باپ کے برعکس وہ بے حد نرم خو، مہربان اور محبت کرنے والی تھی۔ ان دو متضاد اور متصادم رویوں کے درمیان ہیری کی شخصیت پروان چڑھ رہی تھی۔

ماں کی محبت کی بھی ایک وجہ تھی۔ دوران حمل ڈاکٹر نے اسے بتایا دیا تھا کہ اس بڑھاپے میں یہ حمل ایک معجزہ ہے اور اس کے بعد وہ کبھی ماں نہیں بن سکے گی۔ پھر جب ہیری پیدا ہوا تو ماں کی محبت اُس کے لیے دھوپ میں چھاؤں اور گرمی میں ٹھنڈی پھوار کی طرح تھی۔ ماں اسے دیوانہ وار چومتی اور لپٹاتی۔ لیکن پھر یہ ہوا کہ ماں چومتی تو ہیری کو لتھڑ جانے کا احساس ہوتا جیسے ماں اسے گندا کر رہی ہے۔ وہ بڑا ہوا تو اسے چھوئے جانے سے نفرت ہو چکی تھی۔ ہیری فلنٹ چودہ سال کا تھا تو اُس نے بیسمینٹ میں ایک چوہے کو گھیر لیا اور اسے پیروں سے کچل کر رکھ دیا۔ چوہے کو آہستہ آہستہ اور اذیت کے ساتھ مرتے دیکھ کر اسے احساس ہوا کہ اس میں جان لینے کی بے پناہ طاقت ہے۔ اسے احساس ہوا کہ جیسے وہ خدا ہے۔ اسے اپنی عظمت کا ادراک ہوا اور خود ہی اُس کا قائل ہو گیا۔

لیکن اب اس احساس کو تازہ کرنا اس کی ضرورت بن گیا۔ اس کے لیے وہ چھوٹے چھوٹے جانوروں کو ختم کرنے لگا۔ پاس پڑوس کے آوارہ اور پالتو جانور یکساں طور پر اس کی دہشت کا شکار ہونے لگے۔ ہیری فلنٹ کے اپنے تئیں نہ وہ کوئی ذاتی عناد کا نتیجہ تھا اور نہ ہی شیطنت کا اظہار۔ وہ تو بس خدا کی دی ہوئی ایک صلاحیت تھی اور اسے اس سے استفادہ کرنا تھا۔

اُس کے برہم پڑوسیوں نے جن کے پالتو جانوروں کو اذیتیں دے دے کر ہلاک کیا جا رہا تھا، پولیس میں رپورٹ درج کرائی۔ چنانچہ مجرم کو پکڑنے کے لیے جال تیار کیا گیا۔ پولیس نے چارے کے طور پر ایک اسکاٹش ٹیریئر کو ایک مکان کے لان میں باندھ دیا۔ پھر وہ اُس کی نگرانی کرنے

لگے۔ ایک رات انہوں نے ہیری فلنٹ کو کتے کی طرف بڑھتے دیکھا۔

ہیری نے کتے کے جبڑے کھول کر جائزہ لیا۔ پھر وہ ایک پٹاخہ اُس کے جبڑے میں ڈال ہی رہا تھا کہ پولیس نے اسے دھرلیا۔ اُس کی تلاشی لی گئی تو اُس کی جیب سے ایک خون آلود نکیلا پتھر اور ایک پانچ انچ کے پھل والا چاقو نکلا۔

ہیری کو ایک سال کے لیے اصلاح گھر بھیج دیا گیا!

اصلاح گھر میں پہلے ہی ہفتے اُس نے ایک اور لڑکے پر حملہ کر دیا۔ لڑکا شدید زخمی ہوا۔ ہیری فلنٹ کو ایک ماہر نفسیات کو دکھایا گیا، جس نے اسے نفسیاتی مریض قرار دے دیا۔ ''یہ لڑکا خطرناک ہے۔'' اُس نے کہا۔ ''اسے دوسرے لڑکوں سے دور رکھو۔''

اصلاح گھر سے عبوری رہائی ملی تو ہیری پندرہ سال کا ہو چکا تھا۔ وہ اسکول گیا۔ وہاں کچھ لڑکے ایسے تھے، جو اسے ہیرو سمجھتے تھے۔ یوں وہ چھوٹا سا گینگ بن گیا۔ وہ لوگ چھوٹے موٹے جرائم کرنے لگے۔ مثلاً جیب تراشی، خواتین سے پرس چھیننا، دکانوں سے چیزیں اڑانا وغیرہ وغیرہ۔ اور ہیری اس گینگ کا سرغنہ تھا۔

ایک رات ایک گلی میں جھگڑے کے دوران ہیری کے ہونٹوں پر چاقو لگا۔ یوں وہ ہمیشہ مسکراتا دکھائی دینے لگا۔

لڑکے بڑے ہوئے تو کارلفٹنگ کی نوبت آگئی۔ پھر نقب زنی اور ڈکیتی ہونے لگی۔ ایک ڈکیتی کے دوران گڑبڑ ہوگئی اور دکان دار مارا گیا۔ ہیری فلنٹ پر مسلح ڈکیتی اور قتل کا الزام عائد کر دیا گیا۔ مقدمہ چلا اور اسے دس سال کی سزا ہوگئی۔ جیل وارڈن کا کہنا تھا کہ اُس نے زندگی میں ایسا سفاک اور بے رحم قیدی کوئی اور نہیں دیکھا۔

ہیری فلنٹ کی آنکھوں میں کوئی بات تھی جو دوسرے قیدیوں کو اُس سے دور رہنے پر مجبور کرتی تھی۔ وہ اس سے دہشت زدہ تھے۔ لیکن اس کی شکایت کرنے کی کسی میں ہمت نہیں تھی۔

ایک دن ایک گارڈ ہیری فلنٹ کی کوٹھری سے پاس سے گزر رہا تھا۔ اُس کی نظر کوٹھری کی طرف اٹھی تو اسے اپنی نگاہوں پر یقین نہیں آیا۔ ہیری فلنٹ کا ساتھی قیدی اپنے ہی خون میں ڈوبا پڑا تھا۔ ہیری نے اسے اتنا مارا تھا کہ وہ ختم ہو گیا تھا۔

گارڈ نے ہیری کو دیکھا۔ اُس کے ہونٹوں پر طمانیت بھری مسکراہٹ تھی۔ ''خبیث......اب تم نہیں بچو گے۔ اب تو تمہیں برقی کرسی میں نصیب ہوگی۔'' گارڈ نے کہا۔

ہیری فلنٹ نے بے حد آہستگی سے اپنا بایاں ہاتھ اٹھایا۔ تب گارڈ کو بازو میں پیوست وہ بڑا چاقو نظر آیا۔ فلنٹ نے سرد لہجے میں کہا۔ ''میں نے محض اپنا دفاع کیا ہے۔''

کوٹھری کے دوسرے قیدیوں نے کبھی کسی کو نہیں بتایا کہ ہیری فلنٹ نے ساتھی قیدی کو بغیر کسی وجہ کے بڑی بے دردی سے مار مار کر ختم کر دیا تھا اور اس کے مرنے کے بعد اس نے اپنے گدے کے نیچے سے چاقو نکال کر اپنے بائیں بازو میں پیوست کر دیا تھا۔

ٹینر کو ہیری فلنٹ کی جو خوبی سب سے زیادہ پسند تھی، وہ یہ تھی کہ ہیری فلنٹ کو اپنے سے عشق تھا۔

ٹیبز کو وہ پہلا موقع یاد تھا، جب ہیری فلنٹ نے اپنی افادیت اس پر ثابت کی تھی۔ ٹوکیو کے ایمرجنسی ٹرپ کے دوران......

.........✿.........

پائلٹ سے کہو کہ چیلنجر کو تیار رکھے۔ ہمیں جاپان جانا ہے۔ بس ہم دونوں ہوں گے۔"

وہ خبر ایک برے وقت میں آئی تھی۔ اور فوری طور پر ایکشن لینا تھا۔ معاملہ اتنی حساس نوعیت کا تھا کہ اسے کسی اور پر نہیں چھوڑا جا سکتا تھا۔

ٹیبز نے اکیرا آئسو سے ٹوکیو میں ملاقات کا اہتمام کیا تھا اور اوکورا ہوٹل میں کمرا بک کرا لیا تھا۔

جہاز بحرالکاہل عبور کر رہا تھا اور اس دوران ٹیبز اپنی حکمت عملی ترتیب دے رہا تھا۔ جہاز کے اترتے اترتے وہ ایک ایسا لائحہ عمل ترتیب دے چکا تھا، جس میں اس کی شکست کسی زاویے سے ممکن نہیں تھی۔

نارتیا ایر پورٹ سے ہوٹل تک ایک گھنٹے ڈرائیو تھی۔ ٹیبز کو اس پر حیرانی ہوتی تھی کہ ٹوکیو کبھی نہیں بدلتا۔

اکیرا آئسو فیولیکو ماشیمو ریسٹورنٹ میں اُس کا منتظر تھا۔ اُس کی عمر پچاس سے متجاوز تھی۔ اُس نے اٹھ کر ٹیبز کا خیر مقدم کیا۔ "آپ سے ملاقات میرے لیے اعزاز ہے مسٹر کنگسلے۔" اُس نے کہا۔ "سچ تو یہ ہے کہ آپ سے رابطہ کرنے پر مجھے حیرت ہوئی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ اتنا طویل سفر کر کے صرف مجھ سے ملنے کے لیے کیوں آئے ہیں۔"

ٹیبز مسکرایا۔ "میں خوش خبری لایا ہوں۔ ایسی خوش خبری جو فون پر نہیں سنائی جا سکتی تھی۔ میرا خیال ہے، میں تمہیں بہت خوش قسمت بنا سکتا ہوں۔ خوش قسمت بھی اور بے حد...... بے حد امیر بھی۔"

اکیرا نے تجسس سے اُسے دیکھا۔ "فرمائیے۔ ایسی کیا بات ہے؟"

"اسی وقت سفید جیکٹ پہنے ویٹر ان کی طرف چلا آیا۔ "کاروباری گفتگو شروع کرنے سے پہلے کھانے کا آرڈر نہ دے دیں۔" ٹیبز نے کہا۔

"جو آپ کی مرضی مسٹر کنگسلے۔ آپ کو جاپانی ڈشوں کی آگہی ہے؟ یا میں آرڈر دوں؟"

"شکریہ میں خود ہی آرڈر دوں گا تمہیں سوشی پسند ہے؟"

"جی ہاں۔"

ٹیبز نے ویٹر کو آرڈر نوٹ کرایا۔ اکیرا مسکرا رہا تھا۔

کھانے کے دوران ٹیبز نے کہا۔ تم ایک بہت اچھی کمپنی کے لیے کام کرتے ہو مسٹر آئسو......ٹوکیو فرسٹ انٹرنیشنل گروپ۔"

"جی ہاں۔ شکریہ۔"

"تمہیں ان کے ساتھ کتنا عرصہ ہو گیا؟"

"دس سال۔"

''دس سال بڑی مدت ہوتی ہے مسٹر آئسو۔'' ٹیٹر نے اکیرا کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ اتنے وقت کے بعد تو تبدیلی آنی ہی چاہیے۔''

''میں ایسا کیوں کروں گا مسٹر کنکسلے؟''

''کیونکہ میں جو پیشکش کر رہا ہوں، اسے تم مسترد کر ہی نہیں سکتے۔ مجھے نہیں معلوم کہ تم کتنا کما لیتے ہو۔ لیکن میں تمہیں کے آئی جی میں کام کرنے کے لیے اس سے دگنی تنخواہ اور مراعات آفر کر رہا ہوں۔''

''یہ ممکن نہیں ہے مسٹر کنکسلے۔''

''کیوں نہیں۔ اگر بات معاہدے کی ہے تو میں تمہیں اس سے آزادی دلانے کے لیے......''

اکیرا نے اپنی چوپ اسٹکس نیچے رکھ دیں۔ ''مسٹر کنکسلے، جاپان میں جب ہم کسی کمپنی کے لیے کام کرتے ہیں تو وہ ہماری فیملی ہوتی ہے۔ اور جب ہم کام کرنے کے قابل نہیں رہتے تو وہی ہمارا خیال رکھتی ہے۔''

''لیکن میں تمہیں دولت میں تول......''

''نہیں آئی شیا سائی شن۔''

''کیا؟''

اسکا مطلب ہے کہ ہم وفاداری کو دولت پر فوقیت دیتے ہیں'' اکیرا آئسو اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ ''آپ نے مجھے کیوں منتخب کیا؟''

''کیونکہ میں نے تمہاری بہت تعریفیں سنی ہیں۔''

''مجھے افسوس ہے کہ آپ نے بلاوجہ اتنے طویل سفر کی زحمت اٹھائی۔ مسٹر کنکسلے، میں ٹوکیو فرسٹ انٹرنیشنل گروپ کو کبھی نہیں چھوڑوں گا۔''

''بہر حال مجھے تو کوشش کرنی تھی۔''

''آپ کو برا تو نہیں لگا؟''

''ٹیٹر ہنسنے لگا۔ ''نہیں بھئی۔ ہاں میں نے یہ ضرور سوچا کہ کاش میرے پاس تم جیسے ملازم ہوتے۔'' پھر اسے کچھ یاد آیا۔ ''ارے ہاں...... میں تمہارے اور تمہاری فیملی کے لیے ایک تحفہ لایا ہوں۔ میرا ایک ساتھی وہ تحفہ تم تک پہنچائے گا۔ ابھی ایک گھنٹے بعد وہ تمہارے ہوٹل آئے گا۔ اس کا نام ہیری فلنٹ ہے۔''

٭

ہوٹل کی ایک خادمہ نے اکیرا آئسو کی لاش دریافت کی۔ وہ وارڈ روب میں ایک ہک سے لٹکی ہوئی تھی۔ سرکاری طور پر وہ خودکشی کا کیس تھا۔

٭

مندرین ہوٹل کی عمارت دو منزلہ اور خاصی ڈراؤنی تھی۔ عمارت لوٹ اسٹریٹ سے تین بلاک کے فاصلے پر چائنا ٹاؤن کے قلب میں واقع تھی۔

کیلی اور ڈیانا ٹیکسی سے اتریں۔ ڈیانا نے سامنے سڑک کے پار ایک بل بورڈ دیکھا، جس پر کیلی کی تصویر بنی تھی۔ تصویر میں وہ بہت خوب صورت ڈریسنگ گاؤن پہنے ہوئے تھی۔ اُس کے ہاتھ میں پرفیوم کی شیشی تھی۔ ڈیانا نے حیرت سے بورڈ کو دیکھا اور کیلی سے کہا۔ ''تو یہ ہو تم''

''تم غلط کہہ رہی ہو مسز اسٹیونز۔ میں یہ نہیں ہوں۔ ہاں، میں یہ کرتی ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ پلٹی اور ہوٹل کی لابی میں داخل ہوگئی۔ چند لمحے بعد ڈیانا بھی اس کے پیچھے چل دی۔

چھوٹی سی لابی میں ڈیسک کے عقب میں ایک چینی جوان بیٹھا ''دی چائنا پوسٹ'' کا تازہ شمارہ دیکھ رہا تھا۔

''ہمیں رات گزارنے کے لیے ایک کمرا چاہیے۔'' ڈیانا نے کہا۔

چینی جوان نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔ وہ بے حد خوبصورت اور قیمتی لباس میں تھیں۔ اسے حیرت ہوئی کہ وہ اس ہوٹل میں کمرا مانگ رہی ہیں۔ پھر تیزی سے اپنی حیرت پر قابو پاتے ہوئے وہ اٹھا۔ ''جی ضرور۔'' اس نے ایک بار پھر ان کی جدید فیشن کے ڈریس کا جائزہ لیا اور بولا ''کرایہ سو ڈالر ہوگا۔''

کیلی نے حیرت سے اُسے دیکھا۔ کرایہ سن کر اسے شاک لگا تھا۔ ''سوڈا......''

ڈیانا نے جلدی سے کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ مناسب ہے۔''

''اور آپ کو پیشگی ادا کرنا ہوگا۔''

ڈیانا نے اپنا پرس کھولا، کچھ نوٹ نکالے اور کلرک کی طرف بڑھا دیے۔ کلرک نے اُسے ایک چابی دی۔ ''کمرا نمبر دس۔ سیدھے ہال میں جائیں اور پھر بائیں جانب مڑ جائیں سامان ہے آپ کے پاس؟''

''سامان بعد میں آئے گا۔'' ڈیانا نے کہا۔

''کسی چیز کی ضرورت ہو تو لنگ کو کہیے گا۔''

''لنگ؟'' کیلی نے دہرایا۔

''جی۔ لنگ آپ کی خادمہ کا نام ہے۔''

وہ دونوں نیم روشن ہال کی طرف چل دیں۔ ''تم نے اسے زیادہ رقم دے دی۔'' کیلی نے ڈیانا سے کہا۔

''جان سے بڑھ کر کچھ نہیں ہوتا۔''

''مجھے تو یہ جگہ ہی محفوظ نہیں لگتی۔''

''پریشان نہ ہو۔ ابھی تو کام چلانا ہے۔ پھر کوئی اچھی جگہ دیکھیں گے۔ اور ہاں، مسٹر کنگسلے بھی تو ہیں۔''

وہ کمرا نمبر دس کے سامنے رکیں۔ ڈیانا نے چابی لگا کر دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوئی۔ کمرا چھوٹا تھا اور بو سے لگتا تھا کہ بہت عرصے سے خالی پڑا ہے۔ وہاں دو جڑواں بیڈ تھے۔ بیڈ شیٹس شکن آلود تھیں۔ ایک ڈیسک کے سامنے دو بوسیدہ کرسیاں پڑی تھیں۔

کیلی نے گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ اُس کا منہ بن گیا۔ ''کمرا چھوٹا ہے، کوئی بات نہیں۔ لیکن میں نے اتنا بدصورت کمرا آج سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ میں شرط لگانے کو تیار ہوں کہ آج تک اس کی صفائی نہیں ہوئی ہے۔'' اس نے کشن کو انگلی سے تھپ تھپایا۔ گرد اڑنے لگی۔ ''سوچنے کی بات یہ ہے کہ موصوفہ لنگ یہاں آخری بار کب آئی تھیں۔''

''بس ایک رات کی تو بات ہے۔'' ڈیانا نے اسے تسلی دی۔ ''اب میں مسٹر کنکسلے کو فون کروں گی۔''

ڈیانا نے ٹینز کا دیا ہوا کارڈ نکالا اور اس پر چھپا ہوا نمبر ہوٹل کے فون پر ملانے لگی۔ کیلی غور سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''ٹینز کنکسلے۔'' دوسری طرف سے کہا گیا۔

ڈیانا نے سکون کی سانس لی۔ ''مسٹر کنکسلے، میں ڈیانا اسٹیونز بول رہی ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کو زحمت دے رہی ہوں۔ مگر مجھے اور مسز ہیرس کو آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔ کوئی ہمیں قتل کرنے کے درپے ہے اور وجہ ہماری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ بلکہ ہماری سمجھ میں تو یہ بھی نہیں آ رہا ہے کہ ہو کیا رہا ہے۔ ہم بھاگے بھاگے پھر رہے ہیں۔''

''مجھے خوشی ہے مسز اسٹیونز کہ آپ نے کال کیا۔'' دوسری طرف سے ٹینز نے کہا۔ ''آپ اب پرسکون ہو جائیں۔ ابھی ابھی ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ یہ سب کچھ کون کرا رہا ہے۔ اب آپ کو کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اب آپ دونوں محفوظ ہیں۔ آپ کو کوئی خطرہ نہیں۔''

ڈیانا نے ایک لمحے کو آنکھیں بند کیں اور دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا۔ ''آپ مجھے یہ بتا سکتے ہیں کہ وہ کون ہے، جو......''

''یہ فون پر کرنے والی بات نہیں۔ میں ملاقات ہونے پر بتاؤں گا۔ آپ لوگ جہاں ہیں، وہیں رکی رہیں۔ میں ابھی آدھے گھنٹے میں آپ لوگوں کو لینے کے لیے کسی کو بھیجتا ہوں۔''

''ہم......'' ڈیانا کہنا چاہتی تھی۔ لیکن رابطہ منقطع ہو گیا۔ ڈیانا نے ریسیور رکھا اور مسکراتے ہوئے کیلی کو دیکھا۔ ''اچھی خبر ہے۔'' وہ بولی۔ ''ہماری پریشانیاں ختم ہو گئیں۔''

''کیا کہہ رہا تھا وہ؟''

''اسے معلوم ہو گیا ہے کہ کون ہمارے پیچھے پڑا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اب ہم محفوظ ہیں۔''

کیلی نے گہری سانس لے کر کہا۔ ''شکر ہے۔ اب میں پیرس واپس جا کر اپنی زندگی از سرِ نو شروع کر سکتی ہوں۔''

''وہ ابھی آدھے گھنٹے میں کسی کو بھیجے گا ہمیں لینے کے لیے۔''

کیلی نے کمرے پر طائرانہ نظر ڈالی اور جلے کٹے لہجے میں بولی۔ ''اسے چھوڑتے ہوئے دکھ تو بہت ہوگا۔''

ڈیانا کچھ اور ہی سوچ رہی تھی ''عجیب سا لگے گا'' اس نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

''کیا عجیب سا لگے گا؟''

''رچرڈ کے بغیر زندگی گزارنا! میں تصور بھی نہیں کرسکتی کہ میں زندگی گزار......''

''تو بس تصور ہی نہ کرو......'' کیلی نے جھنجھلا کر کہا۔ دل میں اس نے سوچا، یہ میرے لیے تمہارے مقابلے میں کہیں زیادہ مشکل ہے۔ مارک میری زندگی ہی نہیں تھا۔ وہ میرے لیے جینے کا سبب تھا۔

ڈیانا نے غور سے کیلی کے بے تاثر چہرے کو دیکھا اور سوچا...... یہ عورت خوب صورت ہے۔ لیکن برف کی طرح سرد...... قدرت کا تراشا ہوا خوبصورت مجسمہ...... کیلی پلٹی اور بیڈ پر بیٹھ گئی۔ اب ڈیانا کی طرف اُس کی پیٹھ تھی۔ اُس کے چہرے پر اذیت کا تاثر تھا، جسے وہ دکھانا نہیں چاہتی تھی۔ وہ ماضی کی ایک یاد میں کھوگئی......

......✿......

کیلی مارک کے ساتھ دریا کے کنارے چہل قدمی کر رہی تھی۔ وہ مسلسل بول رہی تھی لیکن اسے نہیں معلوم تھا کہ وہ کیا بول رہی ہے۔ بس مارک کی قربت میں اُس کے لیے سکون ہی سکون تھا...... اور یہ سب سے بڑی حقیقت تھی۔

''کل شام ایک آرٹ گیلری کا افتتاح ہو رہا ہے۔ اگر موڈ ہو تو......'' کیلی نے مارک سے کہا۔

''سوری کیلی۔ کل تو میں مصروف ہوں۔'' مارک نے اُس کی بات کاٹ دی۔

کیلی کے دل میں رقابت کی پھانس چبھنے لگی۔ ''کسی اور کے ساتھ کہیں جانا ہے؟'' اُس نے لہجے کو نارمل رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

''نہیں...... ارے نہیں۔ میں اکیلا جا رہا ہوں۔ ایک دعوت ہے۔'' اُس نے کیلی کے چہرے کے تاثر کو دیکھا ''وہ...... میرا مطلب ہے کہ وہ سائنس دانوں کی ایک ڈنر پارٹی ہے۔ تم بور ہو جاؤ گی۔''

''کیا واقعی؟''

''میرا تو یہی خیال ہے۔ دراصل وہاں لوگ جو کچھ کہیں گے، تم نے پہلے وہ لفظ سنے بھی نہیں ہوں گے......''

''تم مجھے خود فیصلہ کرنے دو۔ میرا خیال ہے، میں ہر طرح کے الفاظ سن چکی ہوں......''

''لیکن میں سمجھتا ہوں......''

''میں بچی نہیں ہوں مارک۔ صاف صاف بات کرو۔''

''وہاں سائنسی اصطلاحیں بولی جا رہی ہوں گی۔ جیسے اناٹرپ سولوجی...... میلا کوسٹروکولوجی...... انیروڈوگراف...... وغیرہ وغیرہ......''

''اوہ...... ایسے الفاظ۔'' کیلی واقعی پریشان ہوگئی۔

''میں جانتا تھا کہ تم اس میں دلچسپی نہیں......''

''تم غلط سمجھ رہے ہو۔ مجھے دل چسپی ہے۔ اور میں تمہارے ساتھ چلوں گی'' کیلی نے کہا اور دل میں بولی۔ صرف اس لیے کہ تمہیں اس میں دل چسپی ہے۔

.......۞.......

دعوت پرنس ڈیگال ہوٹل میں تھی اور بڑی دعوت تھی۔ بال روم میں تین سو سے زائد افراد موجود تھے۔ ان میں بہت سے ایسے تھے، جو فرانس کے معزز ترین افراد میں سے تھے۔ مارک اور کیلی جس میز پر تھے، وہاں ایک زبردست شخصیت کا حامل ایک پرکشش شخص بھی موجود تھا۔

''میں سام میڈوز ہوں۔'' اس نے کیلی سے اپنا تعارف کرایا۔ ''آپ کے بارے میں بہت سنا ہے میں نے۔''

''اور میں نے بھی آپ کے بارے میں بہت کچھ سنا ہے۔'' کیلی نے کہا ''مارک آپ کو اپنا رہنما اور بہترین دوست قرار دیتا ہے۔''

سام میڈوز مسکرایا۔ ''مارک کا دوست ہونا ایک اعزاز ہے۔ مارک خاص الخاص آدمی ہے۔ میں برسوں سے اس کے ساتھ کام کر رہا ہوں۔ کام سے ایسی محبت کرنے والا......''

مارک شرمندہ نظر آنے لگا۔ اس نے جلدی سے سام کی بات کاٹی۔ ''تم وائن لو گے؟''

کچھ دیر بعد تقریب شروع ہوگئی۔ تقریریں ہونے لگیں۔ اور مارک نے سچ کہا تھا۔ وہاں جو کچھ کہا جا رہا تھا، کیلی کے سر پر سے گزر رہا تھا۔ اور انعامات بھی تقسیم کیے جا رہے تھے۔ مارک کے چہرے پر جوش و خروش تھا۔ اسے دیکھ کر کیلی کو خوشی ہو رہی تھی کہ وہ یہاں آئی ہے۔

ڈنر کے بعد جب برتن سمیٹے جا چکے تو فرنچ سائنٹفک اکیڈمی کے صدر اسٹیج پر آئے۔ انہوں نے گزشتہ سال میں سائنس کی اس ترقی کا تذکرہ کیا جو فرانس نے کی تھی۔ اپنی تقریر کے آخر میں انہوں نے ایک سنہری مورتی کو فضا میں بلند کرتے ہوئے مارک ہیرس کا نام پکارا۔ تب کہیں کیلی کو احساس ہوا کہ درحقیقت وہ پوری تقریب ہی مارک کے اعزاز میں ہوئی تھی۔ وہ اس شام کا اسٹار تھا...... مہمان خصوصی! اور اپنے فطری انکسار کی وجہ سے وہ اسے یہ بات نہیں بتا سکا تھا۔ اسی لیے تو وہ اسے لانے سے بچ رہا تھا۔ اُس نے مارک کو اٹھ کر اسٹیج پر جاتے دیکھا۔ تمام لوگ گرم جوشی سے اس کے لیے تالیاں بجا رہے تھے۔

''اس نے مجھے اس بارے میں بتایا ہی نہیں۔'' کیلی نے سام میڈوز سے کہا۔

''مارک ہیرس ایسا ہی ہے...... شرمیلا اور منکسر المزاج۔'' سام نے کہا اور کیلی کو بہت غور سے دیکھا۔ ''تم جانتی ہو کہ وہ تم سے دیوانہ وار محبت کرتا ہے؟ وہ تم سے شادی کرنا چاہتا ہے۔'' وہ کہتے کہتے رکا اور پھر بولا ''مجھے امید ہے کہ یہ محبت اسے زخمی نہیں کرے گی۔''

کیلی کو احساس جرم ستانے لگا۔ میں مارک سے شادی نہیں کرسکتی۔ اس نے سوچا۔ وہ بہت اچھا دوست ہے۔ لیکن میں اس سے محبت تو نہیں کرتی۔ تو پھر میں کیا کر رہی ہوں؟ کیا میں اسے کوئی زخم دینے والی ہوں؟ نہیں...... مجھے اُس سے ملنا چھوڑ دینا چاہیے۔ میں اسے یہ کیسے بتاؤں گی کہ......''

.......۞.......

''تم نے ایک لفظ بھی سنا جو میں کہہ رہی تھی۔'' ڈیانا کی برہم آواز اسے ماضی کی دنیا سے کھینچ لائی۔ وہ خوب صورت بال روم میں نہیں تھی۔ بلکہ اس گھٹیا کمرے میں تھی۔ اور سامنے وہ عورت تھی، جسے دیکھ کر وہ سوچتی تھی کہ کاش اس سے ملی ہی نہ ہوتی۔ ''کیا...... کیا کہہ رہی ہو تم؟''

''تھیز نے کہا کہ ابھی آدھے گھنٹے میں کوئی ہمیں لینے آئے گا۔'' ڈیانا کے لہجے میں سنگینی تھی۔

''تم نے پہلے بھی یہ بات بتائی تھی۔ تو پھر؟''

''اُس نے مجھ سے یہ تو پوچھا ہی نہیں کہ ہم اس وقت کہاں ہیں۔''

''وہ سمجھ رہا ہوگا کہ ہم تمہارے اپارٹمنٹ میں ہیں۔''

''نہیں۔ میں نے اسے بتایا تھا کہ ہم بھاگے بھاگے پھر رہے ہیں۔''

ایک لمحہ خاموشی رہی۔ پھر کیلی نے ہونٹ سکیڑتے ہوئے کہا۔ ''اوہ......''

دونوں بیڈ سائیڈ ٹیبل پر رکھی گھڑی کو دیکھ رہی تھیں۔

......✿......

ہیری فلنٹ مندرین ہوٹل کی لابی میں داخل ہوا۔ استقبالیہ کلرک نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ اُس کی مسکراہٹ کے جواب میں وہ مسکرایا۔ ''کہیے...... میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں۔''

''میری بیوی اپنی سہیلی کے ساتھ یہاں ٹھہری ہے۔ میری بیوی سنہری بالوں والی ہے۔ اور اس کی سہیلی سیاہ فام ہے۔ ان کا کمرا نمبر بتاؤ۔''

''کمرا نمبر دس۔ لیکن میں تمہیں اندر نہیں جانے دوں گا۔ تم فون پر بات......''

فلنٹ نے سائیلنسر لگا 45. بلند کیا اور کلرک کی پیشانی پر فائر کر دیا۔ اس کی لاش کو کاؤنٹر کے نیچے دھکیل کر وہ ہال کی طرف چل دیا۔ گن اب بھی اس کے ہاتھ میں تھی۔ دس نمبر کمرے کو دیکھ کر وہ دو قدم پیچھے ہٹا۔ پھر اس نے دروازے پر کندھا مارا۔ دروازہ کھل گیا اور وہ اندر داخل ہوگیا۔

کمرے میں کوئی نہیں تھا۔ مگر باتھ روم کا دروازہ بند تھا اور باتھ روم سے شاور کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ دروازے کی طرف بڑھا اور اسے دھکیلا۔ دروازہ کھل گیا اندر پردے لہرا رہے تھے۔ شاور پوری طرح کھلا ہوا تھا۔ فلنٹ نے چار فائر کیے اور ایک منٹ بعد پردے ہٹا کر دیکھا......

باتھ روم میں کوئی نہیں تھا!

......✿......

ڈیانا اور کیلی مندرین ہوٹل کے سامنے سڑک کے پار ایک ڈائنر میں بیٹھی تھیں۔ انہوں نے ہیری فلنٹ کی اسٹیشن ویگن بھی دیکھی اور اسے ہوٹل میں جاتے بھی دیکھا۔

''مائی گاڈ'' کیلی نے کہا۔ ''اسی آدمی نے تو مجھے اغوا کرنے کی کوشش کی تھی۔

چند منٹ بعد ہیری فلنٹ باہر آیا۔ اس کا چہرہ غصے سے مسخ ہو رہا تھا۔

چلو...... گاڈزیلا تو گیا۔ اب ہمارا اگلا غلط قدم کیا ہوگا؟'' کیلی نے ڈیانا سے پوچھا۔

''ہمیں یہاں سے نکلنا ہے۔''

''مگر جائیں گے کہاں۔ وہ ایر پورٹس، ریلوے اسٹیشن اور بس اسٹیشنوں کی نگرانی کر رہے ہوں گے۔''

''ڈیانا چند لمحے سوچتی رہی۔''ایک جگہ میرے ذہن میں ہے۔ وہاں وہ نہیں پہنچ سکتے۔''

....

امریکی سفارت خانے میں جو استقبالیہ دیا جا رہا تھا، اس کے لیے کیٹ رینالڈز نے اپنے لیے پنڈلیوں تک کا کاک ٹیل ڈریس منتخب کیا تھا وہ بہت خوب صورت، بیش قیمت نظر آنے والا، لیکن بے حد سوبر لباس تھا۔ اور اُس نے بے پناہ مصروفیت کے باوجود اپنے ہیر ڈریسر کے لیے ایک گھنٹے کا وقت نکالا تھا۔ اور اب وہ اس دعوت میں شرکت کے لیے پوری طرح تیار تھی۔

وہ میک اپ کم کرتی تھی۔ مرد اسے بتاتے تھے کہ اسے میک اپ کی ضرورت نہیں۔ میک اپ تو ان کے لیے ہوتا ہے، جن میں کوئی کمی ہوتی ہے۔ وہ کہتے تھے کہ اُس میں کوئی کمی نہیں۔ اُس کا چہرہ بے حد حسین تھا۔ رخساروں کی ابھری ہوئی ہڈیاں، بڑی بڑی آنکھیں اور ستواں ناک۔ جسم کے پیچ و خم تک تو نظر کو پہنچنے کی نوبت ہی نہیں آتی تھی۔

وہ ٹیکسی میں بیٹھی تو مطمئن تھی کہ وہ بڑے باوقار انداز میں بی بی سی کی نمائندگی کرنے والی ہے۔ اُس نے اپنے بیٹے کو دیکھ کر ہاتھ لہرایا، جو دروازے پر کھڑا تھا۔ جواب میں اس کے بیٹے نے شرارت بھری نظروں سے اسے دیکھا۔ کچھ لمحے پہلے ہی اُس نے کہا تھا...... آپ اپنی عمر سے بہت چھوٹی لگ رہی ہیں مما۔ اور یہ کوئی معمولی تعریف نہیں تھی۔

''کہاں چلنا ہے میڈم؟'' ڈرائیور نے اسے چونکا دیا۔

''امریکی سفارت خانے۔''

''یہ اس مہینے میں دوسرا موقع تھا کہ وہ امریکی سفارت خانے جا رہی تھی۔ ٹیکسی آگے بڑھی تو اس کے تصور میں اینڈر یوڈیل کی اڑی ہوئی کھوپڑی در آئی وہ تھرا کر رہ گئی۔ کیسی خوف ناک یاد تھی وہ۔

جن پراسرار حالات میں پچھلے سفیر نے خودکشی کی تھی، ان کی توجیہہ اب بھی نہیں کی جاسکتی تھی، اس سے ایذا پسندی اور خوف ناکی جھلکتی تھی۔ وہ ایک معما تھا...... اور یہ طے تھا کہ وہ کبھی حل نہیں ہو سکے گا۔

اور اب نیا سفیر آ گیا تھا۔ جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔ ثابت ہو رہا تھا کہ کسی کے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ دنیا کے سب معاملات چلتے رہتے ہیں۔ کچھ نہیں رکتا۔ یہ سفاک حقیقت پوری طرح اجاگر ہو گئی تھی۔ اینڈر یوڈیل کے خون کے دھبے ابھی تازہ ہی تھے کہ اس کا متبادل آ گیا تھا۔

کیٹ کو ڈیمین تھورن کے بارے میں بہت تجسس تھا۔ اس کی عمر صرف 32 سال تھی۔ جو منصب اسے دیا گیا تھا، اس کے لحاظ سے وہ بہت کم عمر تھا۔ اور سب لوگ جانتے تھے کہ یہ منصب ڈیمین تھورن کے متوقع طور پر طویل سیاسی کیریئر کی پہلی سیڑھی ہے...... پہلی اور لازمی سیڑھی۔

کیٹ کو واشنگٹن سے بی بی سی کے نمائندہ کی فون کال یاد آئی اور اس کا منہ بن گیا۔ اس نے جتانے والے انداز میں کہا تھا کہ ڈیمین تھورن ایک بے حد خوب رو اور پرکشش مرد ہے۔ ''اس سے انٹرویو کرنے میں تمہیں لطف آجائے گا۔'' اس نے کہا تھا۔ شاید اس لیے کہ وہ ایک تھکا ہوا بوڑھا آدمی تھا۔

حقیقت یہ تھی کہ کیٹ کو ڈیمین تھورن کے غیر شادی شدہ ہونے میں دل چسپی تھی۔ وہ سوچتی تھی کہ سفیر کی بیوی کی کچھ ذمے داریاں ہوتی ہیں۔ وہ یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ وہ کس طرح کی عورت ہوگی، جسے یہ رول سونپا جائے گا۔

کیٹ نے ڈیمین تھورن کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں۔ اُس کی زندگی میں کوئی ایک عورت...... باقاعدہ عورت نہیں تھی۔ لیکن عجیب بات یہ تھی کہ اس کے بارے میں کبھی کوئی اسکینڈل بھی نہیں بنا تھا۔ بتیس سال کی عمر، غیر شادی شادہ اور اسکینڈلز سے دور! یہ شکوک وشبہات میں مبتلا کرنے والی بات تھی۔ لیکن امریکیوں کی آزاد خیالی اپنی جگہ، یہ سوچا بھی نہیں جاسکتا تھا کہ جنسی اعتبار سے کسی بے راہ رو شخص کو برطانیہ میں اپنے سفیر بنا کر بھیجیں گے۔ حالانکہ زمانہ اب بہت آگے جاچکا ہے۔ کیٹ نے تلخی سے سوچا۔ لندن میں جنسی بے راہ روی عام ہوچکی ہے۔

کیٹ نے جھنجلا کر اپنے تصور کو بے لگام ہونے سے روکا۔ ایسا بھی کیا کہ آدمی سوچنے پر آئے تو کچھ بھی سوچتا چلا جائے۔

ٹیکسی گروس وینز اسٹریٹ میں داخل ہوئی۔ کیٹ نے اپنے پرس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ کرایہ ادا کرنے کا وقت آگیا تھا۔

استقبالیہ کمرے میں داخل ہوتے ہی اسے تبدیلی کا احساس ہوگیا۔ کمرے کی آرائش پہلے سے مختلف تھی۔ پہلے سادگی تھی۔ اب دکھاوا تھا اور فضول خرچی تھی۔ چھت سے ایک بہت بڑا فانوس آویزاں تھا۔

کیٹ نے اپنا دعوت نامہ پیش کیا اور خود کار انداز میں مہمانوں کی فہرست چیک کی۔ اسے حیرت ہوئی کہ بہت کم صحافیوں کو تقریب سے مدعو کیا گیا تھا۔ مدعوئین میں زیادہ تر سنجیدہ اخبارات میں سفارتی مضامین لکھنے والے شامل تھے۔ 'دیلی' اور 'ایکسپریس' جیسے افواہ ساز اخباروں کے نمائندوں کو نہیں بلایا گیا تھا۔ کیا وہ یہاں...... اس تقریب میں کسی اور طرح گھسنے کی کوشش نہیں کریں گے؟ اور اس میں ناکامی ہوئی تو کیا وہ اور کسی طرح افواہ سازی نہیں کریں گے؟ وہ یہاں ویٹرز سے...... دعوت میں شامل ہونے والوں سے پر حاصل کرنے کی اور پھر اس پر کو ابنانے کی کوشش نہیں کریں گے؟

وہ جانتی تھی کہ اسے اس تقریب کے مدعوئین میں کیوں شامل کیا گیا ہے۔ اس نے سفارت خانے والوں سے باضابطہ طور پر معلوم کیا تھا کہ کیا ڈیمین تھورن اُس کے ٹی وی پروگرام میں شریک ہونا قبول کرے گا۔ اس پر غور کیا گیا تھا اور اس کے بعد اسے موقع دیا گیا تھا کہ وہ ڈیمین تھورن سے قریب ہو کر خود اسے لبھانے کی کوشش کرلے۔

وہ چند لمحے ادھر ادھر گھومتی پھری۔ اُس نے وائن کا ایک گلاس لیا اور شرکا سے ادھر اُدھر کی مختصر گفتگو کرتی رہی۔ یہ اس طرح کی دعوتوں کا

معمول تھا......ہلکی پھلکی گفتگو......اسپورٹس یا موسم کے بارے میں......گفتگو جو نہ سنجیدہ ہو نہ متنازعہ۔

داہنی سمت اسے دو معمر افراد نظر آئے۔ وہ جانتی تھی کہ ان کا تعلق فارن آفس سے ہے۔ اس طرح کی تقریبات میں شرکت کا ان کا کافی طویل تجربہ تھا۔ وہ ساتھ ہی بیٹھے وائن کی ایک بوتل کے لیبل کا جائزہ لے رہے تھے۔

''لافٹ تھورن۔'' ایک نے پرخیال لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ کافی پرانی ہے۔'' دوسرے نے تبصرہ کیا۔

''حیرت کی بات ہے۔ آج کل سویابین سے بھی کیا کیا کچھ بنالیا جاتا ہے۔''

کیٹ اُن کی طرف بڑھی۔ وہ مسکرارہی تھی۔ ''کیا اس کی عمر واقعی صرف 32 سال ہے؟'' اس نے پوچھا۔

''یقین سے کچھ کہنا مشکل ہے۔'' پہلے نے کندھے جھٹکتے ہوئے کہا۔ ''لیکن حیرت کی کوئی بات نہیں۔ یہ امریکی بھی عجیب لوگ ہوتے ہیں۔ چلنے سے پہلے دوڑنا سیکھ لیتے ہیں۔ اب یہی دیکھ لو۔ سویابین سے بھی شراب بنالیتے ہیں۔''

''میں تمہارے سوال کا جواب دوں۔'' عقب سے کسی نے کہا۔ ''ہاں، وہ صرف 32 سال کا ہے...... برطانیہ میں اب تک امریکا کا جوان ترین سفیر۔''

کیٹ نے پلٹ کر دیکھا۔ چشمہ لگائے ہوئے وہ شخص مسکرا رہا تھا۔ ''آپ کی تعریف؟''

''ہاروے ڈین۔ ڈیمین تھورن کا پرائیویٹ سکریٹری۔''
کیٹ نے اُس سے ہاتھ ملایا اور اپنا تعارف کرایا۔

''یہ میری بیوی ہے......باربرا۔''

''کیٹ نے باربرا سے ہاتھ ملایا۔ باربرا خوب صورت عورت تھی۔ وہ ماں بننے والی تھی اور بہت خوش بھی تھی۔ وہ اس سلسلے میں باتیں بھی کیے جارہی تھی۔ کیٹ خوش تھی کہ اسے بولنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔

''آپ سفیر صاحب سے ملنا چاہیں گی؟'' ہاروے ڈین نے پوچھا۔

''جی ہاں۔ ضرور۔'' کیٹ نے کہا۔ ظاہر ہے، وہ یہاں سفیر کے سکریٹری کی بیوی سے گپ شپ کے لیے تو نہیں آئی تھی۔

پھر اُس نے ڈیمین کو دیکھا اور ایک پل میں وہ اس کی بے پناہ کشش کی قائل ہوگئی۔ اس کشش میں صرف چہرے کے خدوخال اور جسم کا ہی نہیں، اس کا ذہانت کا بھی بڑا حصہ تھا۔ مگر اس کے علاوہ بھی کوئی بات تھی، جسے وہ سمجھ نہیں سکی۔ اور پھر وہ اس پر سوچتی رہی کہ یہ تو اس کی شخصیت کے مثبت پہلو ہیں۔ منفی پہلو بھی تو ہوتے ہیں۔ یہاں منفی پہلو کیا ہیں؟

ہاروے ڈین اسے لے کر مہمانوں کے درمیان جگہ بناتا آگے بڑھا۔ ڈیمین آتش دان کے پاس کھڑا تھا۔ اوپر نصب آئینے میں اُس کا عکس نظر آرہا تھا۔

''مسٹر ایمبیسیڈر، یہ ہیں بی بی سی کی کیٹ رینالڈز، ان کا ہفتہ وار نیوز شو...... دی ورلڈ ان وژن بہت کامیاب پروگرام ہے۔'' ڈین نے کہا۔

''جی نہیں۔ میرے پروگرام کا نام ہے...... ورلڈ ان فوکس۔'' کیٹ نے تصحیح کی۔

''سوری...... ورلڈ ان فوکس۔'' ڈین نے جلدی سے کہا۔

''کبھی کبھی یہ آوٹ آف فوکس بھی ہو جاتا ہے۔'' کیٹ ہنسنے لگی۔

ڈیمین نے سر کو ہلکا سا خم کیا اور بولا۔ ''آپ سے مل کر خوشی ہوئی مس رینالڈز۔ آپ کو بی بی سی کی بار برا والٹرز کہا جا سکتا ہے۔''

کیٹ نے نفی میں سر ہلایا۔ ''جی نہیں۔ معاوضے کی بات آتی ہے تو بی بی سی کا سی چیریٹی میں تبدیلیاں ہو جاتا ہے۔''

ڈیمین کی مسکراہٹ اور کشادہ ہو گئی۔ اُس نے آگے جھکتے ہوئے رازدارانہ انداز میں مسخرے پن سے کہا۔ ''چیریٹی میں تو ہمیں بھی دل چسپی ہے۔ خیراتی اور فلاحی کام تو ہم بھی کرتے ہیں۔''

کچھ دیر گزری تو جیسے وہاں کیٹ اور ڈیمین کے سوا کوئی تھا ہی نہیں۔ وہ بے حد روانی سے ایک دوسرے سے گفتگو کر رہے تھے۔ ان کا انداز ایسا تھا، جیسے وہ برسوں پرانے دوست ہوں۔

''لندن آپ کو اچھا لگا؟'' کیٹ نے پوچھا۔

''میرا خیال ہے، اچھا لگے گا۔ ابھی تک تو لندن میں جو کچھ میں نے دیکھا ہے، وہ اچھا ہی لگا ہے۔'' ڈیمین نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ وہ کیٹ کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔

کیٹ مسکرائی۔ ''آپ کو معلوم ہے کہ میں آپ سے کیوں ملنا چاہتی تھی؟ میرا مطلب ہے، سرکاری طور پر۔''

''ابھی تک تو کسی نے نہیں بتایا ہے۔ تم خود ہی کیوں نہیں بتا دیتیں۔''

''میں جوان نسل کے بارے میں آپ کے نظریات جاننا چاہتی ہوں۔'' کیٹ نے کہا۔ ''میرا بیٹا آپ کا بہت بڑا فین ہے۔ وہ صرف بارہ سال کا ہے۔ لیکن اس کا خیال ہے کہ اس کے تمام نظریات......''

''اسی وقت ہاروے ڈین نے مداخلت کر دی۔ ''اسرائیلی سفیر رخصت ہو رہے ہیں۔ اور وہ آپ سے کچھ کہنا......''

''تم سے مل کے، بات کر کے خوشی ہوئی۔'' ڈیمین نے کیٹ کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔ ''کل ہاروے کو فون کر کے وقت طے کر لینا۔ تب ہم تفصیل سے بات کر سکیں گے۔ اتوار کیسا رہے گا؟''

کیٹ سوچ میں پڑ گئی۔ اتوار مناسب دن تھا۔ لیکن مسئلہ پیٹر کا تھا۔ ان دونوں کو ایک اتوار ہی کے دن تو ساتھ رہنے کا موقع ملتا تھا۔ اب اس وقت وہ تقسیم ہو کر رہ گئی۔ فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ پیٹر کو وقت دینا اُس کا فرض تھا۔ اور ڈیمین......

ڈیمین نے اس کا مسئلہ حل کر دیا۔ ''پیٹر کو بھی ساتھ لے آنا۔''

کیٹ اسے جاتا دیکھتی رہی۔ اُس نے قریب سے گزرتے ہوئے ویٹر کی ٹرے سے ایک جام اٹھالیا۔ وہ خود کو مبارک باد دینا چاہتی تھی۔ وہ غیر معمولی کامیابی تھی، جو اسے بہت آسانی سے حاصل ہوگئی تھی۔

اور ہدف کتنا بڑا تھا!

ڈیمین تھورن، خوب رو، پرکشش، ذہین، بارسوخ، دولت مند......اور کنوارا!

☼

بلڈنگ کے سامنے نیون سائن جگمگا رہی تھی، جس پر لکھا تھا......ولٹن ہوٹل برائے خواتین۔

لابی میں کیلی اور ڈیانا نے فرضی ناموں سے رجسٹریشن کرایا۔ کاؤنٹر کے عقب میں موجود عورت نے کیلی کی طرف ایک چابی بڑھائی۔ ''سوئٹ نمبر 424 سامان ہے آپ کے پاس؟''

''نہیں۔ دراصل......''

''سامان ہمارا کھو گیا ہے۔'' ڈیانا نے جلدی سے کیلی کی بات کاٹ دی۔ ''امید ہے، صبح تک پہنچ جائے گا۔ ارے ہاں......ابھی کچھ دیر میں ہمارے شوہر ہمیں لینے کے لیے آنے والے ہیں۔ آپ انہیں کمرے میں بھیج دیجیے گا......''

استقبالیہ کلرک نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اس کی بات کاٹ دی۔ ''آئی ایم سوری۔ یہاں مردوں کا داخلہ ممنوع ہے۔''

''اوہ......'' ڈیانا نے معنی خیز فاتحانہ نظروں سے کیلی کو دیکھا۔

''اگر آپ ان سے یہاں لابی میں ملنا چاہیں تو......''

''کوئی بات نہیں۔ کچھ دیر انہیں ہمارے بغیر بھی گزارہ کرنے دو۔''

☼

سوئٹ نمبر 424 کشادہ اور خوب صورت تھا۔ ایک نشست گاہ تھی، جس میں صوفے میز اور کرسیاں پڑی تھیں۔ پھر بیڈ روم تھا، جہاں دو بے حد آرام دہ ڈبل بیڈ موجود تھے۔ ڈیانا نے کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ ''اچھا ہے۔''

''ہم کر کیا رہے ہیں؟'' کیلی کے لہجے میں جھنجلاہٹ تھی۔ ''ہر آدھے گھنٹے میں ہوٹل تبدیل کرنے کا نیا ریکارڈ قائم کر رہے ہیں، جو گنیز بک آف ورلڈ ریکارڈ میں جائے گا۔''

''تمہارے پاس کوئی بہتر منصوبہ ہو تو بتاؤ۔''

''منصوبہ تو یہ بھی نہیں ہے۔ یہ تو بلی اور چوہے کا کھیل ہے، جس میں ہم چوہے ہیں۔'' کیلی نے زہریلے لہجے میں کہا۔

''سوچو تو عجیب سی بات لگتی ہے۔ دنیا کے سب سے بڑے تھنک ٹینک کے لوگ ہمارے قتل کے درپے ہیں۔''

''تو پھر اس بارے میں سوچو ہی نہیں۔'' کیلی نے کہا۔ وہ بے حد چڑچڑی ہو رہی تھی۔

''یہ کہنا آسان ہے، کرنا مشکل۔''

''ہمیں ذہنی طور پر انہیں شکست دینی ہوگی۔'' کیلی نے کہا۔ ''اور ہمارے پاس کوئی ہتھیار ہونا چاہیے۔ تمہیں گن چلانی آتی ہے؟''

''نہیں۔''

''مجھے بھی نہیں آتی۔''

''اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ گن ہمارے پاس ہے بھی نہیں۔''

کراٹے آتے ہیں تمہیں؟''

''نہیں۔ ہاں، میں اپنے کالج کی ڈیبیٹ ٹیم میں تھی، ڈیانا نے خشک لہجے میں کہا۔ ''میں ان پر ثابت کر سکتی ہو کہ ہمیں قتل کرنا ان کے مفاد میں نہیں ہے۔''

''چلو...... یہی سہی۔''

......✿......

ہیری فلنٹ اپنے موبائل فون پر ٹینر سے بات کر رہا تھا۔ ٹینر بہت غصے میں تھا۔

''سوری مسٹر کنگسلے۔ وہ مندرین ہوٹل میں اپنے کمرے میں موجود نہیں تھیں۔ میں پہنچا تو وہ جا چکی تھیں۔ کسی طرح انہیں پتا چل گیا تھا کہ میں آرہا ہوں۔'' فلنٹ نے کہا۔

''وہ مجھ سے...... مجھ سے مائنڈ گیم کھیلنے کی حماقت کر رہی ہیں...... مجھ سے! اچھا تم انتظار کرو۔ میں کچھ دیر میں تمہیں فون کرتا ہوں۔'' ٹینر نے ریسیور پٹخ دیا۔

......✿......

اینڈریو کنگسلے اپنے آفس میں صوفے پر لیٹا تھا۔ اس کے تصور میں اس وقت اسٹاک ہوم کا کنسرٹ ہال تھا۔ وہ حاضرین جوش و خروش سے تالیاں بجا رہے تھے۔ ''اینڈریو...... اینڈریو!'' مجمع چلا رہا تھا۔ پورے ہال میں اُس کے نام کی گونج تھی۔ اور وہ شاہ کارل ششم سے اپنا ایوارڈ لینے کے لیے اسٹیج کی طرف جا رہا تھا۔ اس نے نوبل انعام کی طرف ہاتھ بڑھایا......

اسی وقت کوئی بلند آوازیں اسے کوسنے لگا۔ ''اینڈریو...... ذلیل آدمی...... یہاں آؤ۔''

تصور شیشے کی طرح چکنا چور ہو گیا۔ اینڈریو نے دیکھا کہ وہ اپنے آفس میں ہے۔ اور ٹینر اسے پکار رہا تھا۔

ٹینر کو میری ضرورت ہے۔ اینڈریو نے خوش ہو کر سوچا۔ وہ آہستگی سے اٹھا اور ٹینر کے دفتر کی طرف چل دیا۔ ''میں آ گیا۔'' اُس نے ٹینر سے کہا۔

''مجھے نظر آرہا ہے۔'' ٹینر نے سخت لہجے میں کہا۔ ''بیٹھ جاؤ۔''

اینڈریو کرسی پر بیٹھ گیا۔

''میں تمہیں کچھ سکھانا چاہتا ہوں بڑے بھائی۔ تقسیم کرو اور تسخیر کرو۔'' ٹیز کے لہجے میں غرور تھا۔ ''میں نے ڈیانا اسٹیونز کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ اس کے شوہر کو مافیا نے قتل کیا۔ اور کیلی ہیرس اولگا کی طرف سے فکرمند ہے، جس کا وجود ہی نہیں ہے۔ کچھ سمجھے؟''

''ہاں ٹیز۔'' اینڈریو نے سعادت مندی سے کہا۔

ٹیز نے اُس کا کندھے کو تھپ تھپایا۔ ''تم بہترین لیس مین ہو اینڈریو۔ میں تم سے ہر اس موضوع پر بات کر سکتا ہوں، جس پر کسی اور سے بات کرنا ممکن نہیں۔ اور میں تمہیں کچھ بھی کہہ سکتا ہوں۔ کیونکہ تم ڈفر ہو۔ کچھ سمجھتے ہی نہیں ہو۔'' اُس نے اینڈریو کی خالی خالی آنکھوں سے جھانکا۔ ''تم نہ برا سنتے ہو، نہ دیکھتے ہو، نہ بولتے ہو۔ بہرحال سنو۔ اس وقت ہم ایک مسئلے سے دوچار ہیں۔ دو عورتیں غائب ہو گئی ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ ہم انہیں تلاش کر رہے ہیں۔ اور ہم انہیں قتل کرنا چاہتے ہیں۔ اب یہ بتاؤ اینڈریو کہ وہ کہاں چھپی ہوں گی۔''

''مم...... میں کیا...... کہہ سکتا ہوں۔'' اینڈریو منمنایا۔

''یہ معلوم کرنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک تو ہے منطق۔ پہلے ہم اسے آزماتے ہیں۔ اس کے لیے ہمیں قدم بہ قدم چلنا ہوگا۔''

اینڈریو نے اسے غور سے دیکھا اور بولا۔ ''جو تم چاہو ٹیز۔''

ٹیز ادھر ادھر ٹہلنے لگا۔ ''وہ ڈیانا اسٹیونز کے اپارٹمنٹ نہیں جا سکتیں۔ کیونکہ وہ اب خطرناک ہو چکا ہے۔ ہم اُس کی نگرانی کر رہے ہیں۔ کیلی ہیرس کیونکہ برسوں سے پیرس میں رہ رہی ہے، اس لیے یہاں امریکا میں اُس کا کوئی دوست نہیں جو اسے تحفظ دے سکے۔ تم سن رہے ہو نا اینڈریو؟''

''ہاں...... ہاں ٹیز...... سن رہا ہوں۔'' اینڈریو نے پلکیں جھپکائیں۔

''اب سوال یہ ہے کہ کیا ڈیانا اسٹیونز اپنے دوستوں سے مدد لینا چاہے گی؟ میرا خیال ہے نہیں۔ وہ انہیں خطرے میں نہیں ڈالنا چاہے گی۔ ان کے سامنے ایک راستہ تو یہ ہے کہ وہ پولیس کے پاس چلی جائیں۔ لیکن پولیس ان کی کہانی سن کر صرف مذاق اڑا سکتی ہے ان کا۔ تو پھر ان کا اگلا قدم کیا ہوگا؟'' اس نے آنکھیں بند کیں اور چند لمحے سوچنے کے بعد بولا۔ ''انہوں نے شہر سے نکلنے کے ہر امکان پر غور کیا ہوگا۔ لیکن وہ جانتی ہیں کہ ہم نے ان کا ہر راستہ بند کر رکھا ہے۔ اب بتاؤ، کیا کہتے ہو؟''

''میں...... میں...... جو تم کہو، وہی ٹھیک ہے ٹیز۔''

''اب رہ گئے صرف ہوٹل۔ انہیں چھپنے کے لیے کوئی ہوٹل درکار ہے۔ لیکن کیسا ہوٹل؟ وہ دو عورتیں ہیں جو اپنی بقا کی جدوجہد میں الجھی ہیں۔ وہ جانتی ہیں کہ ہمارے تعلقات وسیع ہیں اور ہم انہیں ڈھونڈ نکالیں گے۔ ہمیں برلن میں سونجا اور برگ کا معاملہ یاد ہے؟ اسے ہم نے اس کمپیوٹر میسج کے ذریعے پھنسایا تھا۔ وہ ایک ایسے ہوٹل کی طرف لپکی، جو صرف عورتوں کے لیے تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ وہاں محفوظ رہے گی۔ میرا خیال ہے، ان دونوں عورتوں کے سوچنے کا بھی یہی انداز ہوگا۔ اب بتاؤ، کچھ سمجھ میں آیا؟''

''لیکن اینڈریو کی آنکھیں بند تھیں۔ وہ سو چکا تھا۔ ٹیبز اُس کی طرف بڑھا اور غصے سے اُس کے گالوں پر تھپڑ برسا دیے۔ اینڈریو ایک جھٹکے سے جاگا۔ ''کک...... کیا...... کیا بات......''

''میں جب تم سے بات کروں تو میری طرف پوری توجہ دیا کرو احمق۔'' ٹیبز غرایا۔

''سوری ٹیبز۔ وہ تو بس...... مجھے نیند......''

ٹیبز کمپیوٹر کی طرف مڑا۔ ''اب ہم دیکھتے ہیں کہ مین ہٹن میں عورتوں کے ہوٹل کتنے ہیں؟''

ٹیبز نے انٹرنیٹ پر چیک کیا اور فہرست کا پرنٹ آؤٹ نکالا۔ پھر وہ بلند آواز میں پڑھنے لگا۔ ''ایل کارسیلو، ویسٹ 14 ویں اسٹریٹ پر ہے۔ سینٹرو ماریا ویسٹ 54 ویں اسٹریٹ پر ہے۔ پارک سائیڈ گریمرسی ساؤتھ پر ہے۔ اور وہیں ولٹن ہوٹل ہے۔'' اس نے سر اٹھا کر دیکھا اور مسکرایا۔ ''منطق مجھے بتاتی ہے کہ وہ انہی میں سے کسی ہوٹل میں ہوں گی۔ اب دیکھتے ہیں کہ ٹیکنالوجی اس سلسلے میں کیا کہتی ہے۔''

دیوار پر لینڈ اسکیپ کی ایک پینٹنگ آویزاں تھی۔ ٹیبز اس کی طرف بڑھا۔ اُس نے تصویر کے عقب میں ایک بٹن دبایا۔ دیوار کا ایک حصہ ہٹ گیا اور ایک ٹی وی اسکرین نمودار ہو گیا۔ اس میں مین ہٹن کا کمپیوٹرائزڈ نقشہ تھا۔

''اینڈریو، تمہیں یاد ہے کہ یہ کیا ہے؟'' ٹیبز نے کہا۔ ''تم اسے استعمال کرتے تھے۔ بلکہ میں تو کہوں گا کہ تم اس کے استعمال میں ماہر تھے۔ اور میں تم سے جلتا تھا۔ یہ گلوبل پوزیشننگ سسٹم ہے۔ اس کی مدد سے ہم دنیا میں کہیں بھی کسی کو تلاش کر سکتے ہیں۔ یاد ہے۔''

اینڈریو نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ نیند سے لڑنے میں مصروف تھا۔

''دونوں عورتیں میرے آفس سے نکلیں تو میں نے ان دونوں کو الگ الگ اپنا وزٹنگ کارڈ دیا۔ اس کارڈ میں ریت کے ذرے جتنی مائیکرو ڈوٹ کمپیوٹر چپ موجود ہے۔ وہ چپ سیٹلائٹ سے سگنل اٹھاتی ہے۔ اور جب ہم گلوبل پوزیشننگ سسٹم کو ایکٹی ویٹ کرتے ہیں تو ہدف کی درست لوکیشن ہمیں معلوم ہو جاتی ہے وہ اپنے بھائی کی طرف مڑا۔ ''تم سمجھ رہے ہو نا؟''

''ہاں...... ہاں...... ٹیبز...... میں......''

ٹیبز دوبارہ اسکرین کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اُس نے ایک اور بٹن دبایا۔ نقشے پر ایک روشنی چمکی اور نیچے کی سمت حرکت کرنے لگی۔ ایک چھوٹے علاقے میں پہنچ کر اُس کی رفتار کم ہو گی۔ مگر پھر دوبارہ تیز چلنے لگی۔ سرخ رنگ کا وہ روشن نقطہ ایک سڑک پر پہنچا، جس کے کنارے کاروباری مراکز کے نام تحریر تھے۔

''یہ ویسٹ چودھویں اسٹریٹ ہے۔'' ٹیبز نے اشارہ کیا۔ سرخ روشن نقطہ بدستور متحرک تھا۔ ''یہ ٹیکولا ریسٹورنٹ ہے...... یہ سینٹ ونسنٹ ہاسپٹل، یہ بنا ناری پبلک...... یہ چرچ...... اور آہا...... یہ آ گیا ولٹن ہوٹل فار وومین۔ میری منطق کی تائید ہو گئی۔ دیکھا تم نے میرا اندازہ درست تھا۔''

اینڈریو اپنے ہونٹوں سے زبان پھیر رہا تھا۔ ''ہاں...... تم نے ٹھیک کہا تھا۔''

ٹیبز نے اینڈریو کو دیکھا۔ ''اب تم جاؤ۔'' اس نے اپنا موبائل فون اٹھایا اور نمبر ملایا۔ ''مسٹر فلنٹ، وہ دونوں ویسٹ 34 ویں اسٹریٹ پر ولٹن ہوٹل میں موجود ہیں۔''

اُس نے فون بند کیا اور اینڈریو کو دیکھا جو دروازے پر کھڑا تھا۔ ''کیا بات ہے؟'' اُس نے جھنجلا کر پوچھا۔

''یہ بتاؤ، کیا مجھے سویڈن جانا ہے..... اپنا نوبل پرائز وصول کرنے؟''

''نہیں اینڈریو۔ یہ تو سات سال پرانی بات ہے۔''

''اوہ۔'' اینڈریو نے کہا اور پلٹ کر آفس سے نکل گیا۔

ٹیبز اپنے تین سال پہلے کے سوئزرلینڈ کے ارجنٹ ٹرپ کے بارے میں سوچ رہا تھا.....

.......✿.......

ٹیبز ایک پیچیدہ معاملے میں الجھا ہوا تھا کہ اُس کی سیکرٹری نے انٹر کام پر بتایا کہ زیورخ سے رابطہ مل گیا ہے۔ ''میں اس وقت مصروف..... خیر لائن دو۔ میں ان سے بات کروں گا۔''

اُس نے فون اٹھایا۔ ''ہاں؟..... اوہ..... تمہیں یقین ہے؟ نہیں..... تم چھوڑو۔ اس معاملے کو میں خود دیکھوں گا۔''

اُس نے انٹر کام کا بٹن دبایا اور سیکرٹری سے کہا۔ ''پائلٹ سے کہو چیلنجر کو تیار رکھے۔ ہم زیورخ جا رہے ہیں۔ مسافر دو ہوں گے۔''

.......✿.......

میڈیلین اسمتھ زیورخ کے سب سے اچھے ریسٹورنٹ میں بیٹھی تھی۔ اس کی عمر 35 کے لگ بھگ ہوگی۔ وہ خوب صورت عورت تھی اور جسمانی ساخت سے واضح ہوتا تھا کہ وہ ماں بننے والی ہے۔

ٹیبز اُس کی طرف بڑھا۔ وہ خیر مقدم کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔ ٹیبز نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ ''تشریف رکھیے۔''

وہ دونوں بیٹھ گئے۔

''آپ سے مل کر مجھے خوشی ہوئی۔'' میڈیلین نے کہا۔ ''آپ کا پیغام ملا تو پہلے تو میں اسے مذاق سمجھی تھی۔''

''کیوں؟''

''آپ جیسا اہم اور بڑا آدمی صرف مجھ سے ملنے کے لیے زیورخ آئے..... یہ مجھے ناقابل یقین لگا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ.....''

ٹیبز مسکرایا۔ ''میں اس کی وجہ بتاتا ہوں تمہیں۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ تم ایک ذہین ترین سائنس داں ہو میڈیلین۔ میں تمہیں میڈیلین پکار سکتا ہوں؟''

''ضرور مسٹر کنکلے۔''

''ہم کے آئی جی میں باصلاحیت لوگوں کو لانا چاہتے ہیں۔ تم کب سے ٹوکیو فرسٹ انٹرنیشنل گروپ میں کام کر رہی ہو؟''

''سات سال سے۔''

اس کا مطلب ہے کہ سات تمہارا لکی نمبر ہے۔ کیونکہ میں تمہیں ٹوکیو فرسٹ کے مقابلے میں دگنا معاوضہ بمع مراعات آفر کر رہا ہوں۔ یہی نہیں، تم ہمارے ہاں اپنے ڈیپارٹمنٹ کی انچارج ہو گی۔ اور......''

''اوہ۔ مسٹر ٹنکسلے......'' میڈیلین خوشی سے چہکی

''تم انٹرسٹڈ ہو میڈیلین؟''

''ہاں...... بہت زیادہ۔ لیکن میں فوری طور پر جوائن نہیں کر سکتی۔''

''ٹینز کے چہرے کا تاثر بدل گیا۔'' کیا مطلب؟''

''میں ماں بننے والی ہوں نا۔''

ٹینز مسکرایا۔ ''کوئی پروا نہیں۔ ہم ہر طرح سے مدد کریں گے۔''

''لیکن میرے جوائن نہ کر سکنے کی ایک وجہ اور بھی ہے۔'' میڈیلین اسمتھ نے کہا۔ ''میں اپنی لیب میں ایک اہم پروجیکٹ پر کام کر رہی ہوں۔ تجربہ تقریباً مکمل ہو چکا ہے۔ بس تھوڑا سا کام باقی ہے......''

''مجھے تمہارے اس تجربے کے بارے میں کچھ معلوم نہیں میڈیلین اور نہ ہی مجھے اس کی کوئی پروا ہے۔ لیکن میری پیش کش تمہیں فوری طور پر قبول کرنی ہے۔ بلکہ میں تو یہ امید کر رہا تھا کہ تمہیں اور تمہارے شوہر کو اپنے ساتھ میں امریکا لے جاؤں گا۔''

''میں پروجیکٹ مکمل ہوتے ہی آجاؤں گی۔ چھ ماہ...... زیادہ سے زیادہ ایک سال لگے گا۔''

ٹینز ایک لمحہ خاموش رہا۔ پھر بولا۔ ''فوری طور پر جوائن کرنے کی کوئی صورت نہیں۔''

''نہیں۔ دراصل اس تجربہ کی میں انچارج ہوں۔ کام ادھورا چھوڑ کر نکلنا مناسب نہیں۔ ہاں، اگلے سال......''

''ٹھیک ہے۔'' ٹینز مسکرایا۔

''مجھے افسوس ہے کہ میں اتنے طویل سفر کے بعد فی الحال آپ کو خالی ہاتھ لوٹا رہی ہوں۔''

ٹینز گرم جوشی سے مسکرایا۔ ''کوئی بات نہیں میڈیلین۔ میں تم سے مل لیا، یہ بھی کم نہیں۔''

''آپ بہت مہربان ہیں مسٹر ٹنکسلے۔''

''ارے ہاں۔ میں تمہارے لیے ایک تحفہ لایا تھا۔ میرا ملازم مسٹر ہیری فلنٹ وہ تحفہ شام چھ بجے تمہارے اپارٹمنٹ پہنچا دے گا۔

....

اگلی صبح میڈیلین اسمتھ کی لاش اُس کے اپارٹمنٹ میں کچن کے فرش پر ملی۔ اوون کھلا رہ گیا تھا اور پورے اپارٹمنٹ میں گیس بھری ہوئی تھی۔

⁂

ٹیز پھر حال میں واپس آ گیا۔ ہیری فلنٹ نے اب تک کبھی اسے مایوس نہیں کیا تھا۔ ڈیانا اسٹیونز اور کیلی ہیرس سے چھٹکارا پانے میں بھی اسے زیادہ دیر نہیں لگے گی۔ اور وہ ٹھکانے لگ گئیں تو پروجیکٹ دوبارہ شروع ہو جائے گا۔

⁂

وِلٹن ہوٹل میں ہیری فلنٹ استقبالیہ ڈیسک کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ''ہیلو۔'' اُس نے کلرک سے کہا۔

''ہیلو......میں آپ کی کیا مدد کر سکتی ہوں۔'' کلرک اُس کی مسکراہٹ سے دھوکہ کھا گئی۔

''میری بیوی ڈیانا اسٹیونز اور اُس کی سہیلی ابھی کچھ دیر پہلے یہاں آئی ہیں۔ میں انہیں سرپرائز دینا چاہتا ہوں اوپر جا کر۔ ان کا کمرا نمبر بتاؤ۔''

''سوری مسٹر، یہ ہوٹل صرف عورتوں کے لیے ہیں۔ مردوں کو اوپر جانے کی اجازت نہیں۔ ہاں اگر تم فون کرنا چاہو تو......''

''ہیری نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ بدقسمتی سے لابی میں بہت ہجوم تھا۔ ''چھوڑو۔ میرا خیال ہے، کچھ دیر بعد وہ نیچے آ ہی جائیں گی۔''

فلنٹ نے باہر نکل کر موبائل فون پر نمبر ملایا۔ ''وہ دونوں اوپر اپنے کمرے میں ہیں مسٹر ٹنکسلے۔'' اُس نے کہا۔ ''اور میں اوپر نہیں جا سکتا۔''

ٹیز چند لمحے سوچتا رہا۔ پھر اُس نے کہا۔ ''مسٹر فلنٹ، منطق مجھے بتاتی ہے کہ بالآخر وہ الگ ہونے کا فیصلہ کریں گی۔ میں کاربالو کو تمہاری مدد کے لیے بھیج رہا ہوں۔ اب میرا منصوبہ غور سے سنو......

⁂

اوپر اپنے سوئٹ میں کیلی نے ریڈیو پر پاپ میوزک کا ایک اسٹیشن لگایا اور کمرا موسیقی سے بھر گیا۔ ''یہ خرافات تم کیسے برداشت کر رہی ہو۔'' ڈیانا نے چڑچڑے پن سے کہا۔

''تمہیں اچھا نہیں لگا پاپ میوزک؟''

''یہ میوزک ہے ہی نہیں۔ یہ تو واویلا ہے۔''

''تو یہ سمجھ لو کہ مجھے واویلا پسند ہے۔'' کیلی نے کہا۔

ڈیانا نے بڑھ کر ریڈیو بند کر دیا۔

''یہ بتاؤ مسز اسٹیونز کہ جب کوئی ہوٹل نہیں بچے گا تو ہم کیا کریں گے؟'' کیلی نے کہا۔ ''یہاں تمہارا کوئی جاننے والا ایسا نہیں جو ہماری مدد کرے۔''

ڈیانا نے نفی میں سر ہلایا۔ ''رچرڈ کے بیشتر دوست کے آئی جی میں کام کرتے ہیں۔ اور جو میرے دوست ہیں، میں انہیں اپنے ساتھ اتنی بڑی مصیبت میں نہیں پھنسانا چاہتی۔ تم اپنی کہو۔''

کیلی نے کندھے جھٹک دیے۔ ''میں اور مارک تو تین سال سے پیرس میں ہیں۔ یہاں ہمارا کوئی جاننے والا ہے ہی نہیں۔''

''مارک نے کچھ بتایا تھا کہ وہ واشنگٹن کیوں جا رہا ہے؟''

''نہیں۔''

''رچرڈ نے بھی مجھے کچھ نہیں بتایا تھا۔ مگر میرا خیال ہے کہ اس کا ان دونوں کے قتل سے گہرا تعلق ہے۔''

''چلو۔ چابی تو ہمارے پاس موجود ہے۔ بس دروازہ تلاش کرنا ہے۔''

''وہ بھی مل جائے گا۔'' ڈیانا نے پرخیال لہجے میں کہا۔ پھر اچانک اُس کا چہرہ چمک اٹھا۔ ''ایک منٹ...... مجھے ایک شخص کا خیال آیا ہے، جو ہماری مدد کرسکتا ہے۔'' یہ کہہ کر وہ فون کی طرف بڑھی۔

''کسے کال کر رہی ہو تم؟''

''رچرڈ کی سیکرٹری کو۔ اسے معلوم ہوگا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔''

دوسری طرف سے ایک آواز ابھری۔ ''کے آئی جی۔''

''بیٹی بارکر سے بات کرا دیں پلیز۔''

......✿......

اپنے آفس میں ٹینر نے آواز شناخت کرنے والی مشین پر نیلی روشنی چمکتے دیکھی۔ اُس نے ایک سوئچ دبایا، آپریٹر آواز سنائی دی۔ ''اس وقت تو مس بارکر اپنی سیٹ پر خود نہیں ہیں۔''

''مجھے بتائیں، میں کہاں ان رابطہ کرسکتی ہوں۔''

''سوری۔ آپ اپنا نام اور فون نمبر لکھوا دیں۔ میں مس بارکر کو دے......''

''میں پھر فون کرلوں گی۔'' ڈیانا نے ریسیور رکھ دیا۔

نیلی روشنی بجھ گئی!

......✿......

ڈیانا نے کیلی کی طرف دیکھا۔ ''مجھے لگتا ہے، بیٹی بارکر ہی وہ دروازہ ہے، جس کی ہمیں تلاش ہے۔ مجھے کسی طرح اس سے رابطہ کرنا ہے۔''

وہ کہتے کہتے رکی، اس نے چہرے پر تفکر تھا۔ ''ارے...... یہ تو عجیب بات ہے؟''

''کیا......؟''

''ایک نجومی عورت نے کہا تھا کہ میرے اردگرد موت ہی موت ہے۔ اور......''

''ارے...... تو تم نے یہ بات ایف بی آئی اور سی آئی اے کو کیوں نہیں بتائی۔'' کیلی نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔

ڈیانا نے غصہ سے اسے دیکھا۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ کیلی اُسکے اعصاب پر سوار ہو رہی ہے۔ ''چھوڑو اس بات کو۔ کھانا کھایا جائے۔''

''کیلی نے کہا۔ ''پہلے میں کال کرلوں۔'' اس نے فون اٹھایا اور ہوٹل کے آپریٹر کا نمبر ملایا۔ ''ہیلو......'' رابطہ ملنے پر اُس نے کہا۔ ''میں پیرس ایک کال کرنا چاہتی ہوں۔'' پھر اُس نے ایک نمبر لکھوایا۔

چند لمحے بعد فون کی گھنٹی بجی۔ کیلی نے ریسیور اٹھایا۔ اُس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ ''ہیلو فلپ، کیسے ہو...... یہاں سب ٹھیک ہے۔'' اُس نے ڈیانا کو کن انکھیوں سے دیکھا۔

''ہاں...... میں ایک دو دن میں واپس جاؤں گی۔ اینجلو کیسا ہے...... بہت خوب...... واقعی وہ مس کرتا ہے مجھے؟ ذرا اس کی آواز تو سنوا دیں مجھے......'' پھر اُس کا انداز ایسا ہوگیا، جیسے وہ کسی ننھے سے بچے سے باتیں کر رہی ہو۔ ''اینجلو...... کیسے ہو ڈارلنگ۔ میں مما بول رہی ہوں۔ تم مجھے مس کرتے ہونا۔ میں بھی تمہیں مس کرتی ہوں۔ بس میں واپس آنے ہی والی ہوں۔ پھر تمہیں خوب لپٹا کر پیار کروں گی......''

''ڈیانا غور سے سن رہی تھی۔ اُس کے چہرے پر اُلجھن تھی۔

''گڈ بائی مائی بے بی۔ اچھا فلپ، شکریہ۔ جلد ہی ملاقات ہوگی۔'' کیلی نے ریسیور رکھ دیا۔ اور پھر وہ ڈیانا کی طرف مڑی۔ ''میں اپنے کتے سے بات کر رہی تھی۔ اس نے وضاحت کی۔

......✡......

کمرا ان کی حفاظت گاہ تھا، جس سے وہ نکلنا نہیں چاہتی تھیں۔ کھانے اور ناشتے کے لئے وہ روم سروس سے استفادہ کرتی تھیں۔ ان کے دوران گفتگو بھی کم ہی ہوتی تھی۔ ڈیانا گفتگو کرنے کی کوشش کرتی تھی۔ لیکن کیلی کے زہریلے جواب اُس کی حوصلہ شکنی کرتے تھے۔ اور جب وہ زہریلے جواب نہیں دیتی تھی تو اس کے جواب مختصر ترین ہوتے تھے۔ مثلاً

''تو تم پیرس میں رہ رہی ہو؟''

''ہاں۔''

''مارک فرانسیسی تھا؟''

''نہیں۔''

''تمہاری شادی کو بہت عرصہ ہوگیا تھا؟''

''نہیں۔''

''تم دونوں کی ملاقات کیسے ہوئی تھی؟''

تم یہ پوچھنے والی کون ہوتی ہو۔ کیلی نے دل میں سوچا۔ مگر اُس نے جواب میں کہا۔ ''مجھے یاد نہیں۔ میں بہت لوگوں سے ملا کرتی تھی۔''

ڈیانا اسے بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔ ''یہ جو تم نے اپنے گرد دیوار کھڑی کر رکھی ہے، اسے گرا کیوں نہیں دیتیں۔''

''تمہیں کسی نے نہیں بتایا کہ دیواریں لوگوں کو باہر رکھنے کے لیے کھڑی کی جاتی ہیں۔'' کیلی نے سرد لہجے میں کہا۔

''لیکن کبھی کبھی وہ لوگوں کو قید بھی کر دیتی ہیں۔''

''سنو مسز اسٹیونز، تم اپنے کام سے کام رکھو۔ تم سے ملنے سے پہلے میں کافی کامیاب تھی۔ اب میرا پیچھا چھوڑ دو۔''

ڈیانا کو شاک لگا۔ اس کا خیال تھا کہ اس نے کیلی ہیرس سے زیادہ سرد مہر کسی کو نہیں دیکھا۔

وہ کھانا کھا کے بیٹھی تھیں کہ اچانک کیلی نے کہا۔ ''میں شاور لوں گی۔''

ڈیانا نے کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا۔

باتھ روم میں کیلی شاور کے نیچے کھڑی ہوگئی۔ نیم گرم پانی بے حد خوش گوار لگ رہا تھا۔ اُس کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ ذہن بھٹکتا ہوا ماضی میں چلا گیا......

......سام میڈوز کے الفاظ اُس کی سماعت میں گونج رہے تھے...... وہ تم سے دیوانہ وار محبت کرتا ہے اور تم سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ کیلی جانتی تھی کہ سام ٹھیک کہہ رہا ہے۔ خود کیلی کو مارک کی قربت اچھی لگتی تھی۔ وہ بہت خیال رکھنے والا، نرم اور مہربان آدمی تھا۔ مگر وہ اس کے لیے بس ایک اچھا دوست تھا۔

اور یہ اُس کے ساتھ زیادتی ہے۔ کیلی نے سوچا۔ مجھے اُس سے ملنا چھوڑ دینا چاہیے۔

اگلی صبح مارک نے فون کیا۔ ''ہیلو کیلی، آج رات کیا پروگرام ہے؟''

''سوری مارک۔ میں...... آج میں مصروف ہوں۔''

''چند لمحے خاموشی رہی۔ پھر مارک نے اٹک اٹک کر کہا۔ ''میرا خیال تھا کہ تم اور میں...... میرا مطلب ہے، ہم ایک دوسرے کو......''

''نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ کیلی نے کہا۔ لیکن اس لمحے اسے خود سے نفرت محسوس ہو رہی تھی۔ لگ رہا تھا کہ وہ مارک پر ظلم کر رہی ہے۔

''کوئی بات نہیں۔ میں کل فون کروں گا۔''

اور مارک نے اگلے روز فون کیا۔ ''کیلی...... کیا میں نے تمہیں کوئی تکلیف...... نادانستگی میں کوئی تکلیف......''

کیلی نے بلا ارادہ کہا۔ ''آئی ایم سوری مارک۔ دراصل مجھے کسی سے محبت ہوگئی ہے۔'' یہ کہہ کر وہ انتظار کرتی رہی۔ وہ اذیت ناک لمحے تھے۔

چند لمحے بعد مارک کی لرزتی ہوئی آواز ابھری۔ ''میں...... میں سمجھتا ہوں۔ مجھے پہلے ہی سمجھ لینا چاہیے تھا۔ میری طرف سے دلی مبارک باد قبول کرو۔ میں تمہاری خوشیوں کے لیے دعا کرتا ہوں۔ پلیز...... میری طرف سے اینجلو کو گڈ بائی کہہ دینا......''

مارک نے ریسیور رکھ دیا تھا۔ لیکن کیلی دیر تک ریسیور ہاتھ میں لیے کھڑی رہی۔ وہ بڑی اذیت میں تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ کچھ ہی دنوں

میں مارک اسے بھول جائے گا۔ اور پھر اسے کوئی ایسی لڑکی مل جائے گی جو اسے زندگی میں سچی خوشیاں دے سکے گی۔ وہ خوشیاں جن کا مارک مستحق ہے۔

کیلی ہر روز اپنی مصروفیات میں الجھی رہتی۔ وہ مسکراتی ہوئی رن وے پر چلتی۔ لوگ تالیاں بجاتے۔ لیکن وہ اندر سے اداس ہوتی۔ مارک کے بغیر زندگی سونی سونی ہوگئی تھی۔ ہر پل اس کا جی چاہتا کہ وہ مارک کو فون کرے۔ لیکن وہ اس کی مزاحمت کرتی۔ وہ خود کو یاد دلاتی کہ اب یہ ممکن نہیں۔ وہ مارک کو پہلے ہی بہت اذیت پہنچا چکی ہے۔

کئی ہفتے گزر گئے۔ مارک نے بھی اُس سے رابطہ نہیں کیا۔ وہ افسردہ تھی کہ مارک اُس کی زندگی سے چلا گیا ہے۔ اب تک اسے کوئی اچھی سی لڑکی مل گئی ہوگی۔ اور میں مارک کی خوشی میں خوش ہوں۔ وہ بار بار خود سے کہتی۔

اس سنیچر کی شام وہ ایک فیشن شو میں کام کر رہی تھی۔ وہ بے حد شان دار ہال تھا، جہاں تماشائیوں میں پیرس کے معزز ترین لوگ موجود تھے۔ جیسے ہی وہ رن وے پر نمودار ہوئی، حسب معمول ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔ کیلی کے آگے جو ماڈل تھی، وہ شام کا لباس پہنے ہوئے تھی اور اس کے ہاتھوں میں دستانے تھے۔ اچانک آگے والی ماڈل کے ہاتھ سے دستانہ پھسل کر نیچے گرا۔ کیلی کو اس کا احساس دیر سے ہوا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ دستانے پر سے پھسلی اور منہ کے بل گری۔ تماشائیوں کی حیرت بھری آواز سے ہال گونج اٹھا۔ کیلی چند لمحے شرمندگی کے احساس سے شرابور نیچے گری رہی۔ بڑی مشکل سے اس نے خود کو رونے سے باز کیا۔ چند لمحے بعد وہ اٹھی اور کیٹ واک سے پلٹ کر بھاگی۔

وہ ڈریسنگ روم میں پہنچی تو وارڈ روب مسٹریس نے کہا۔ ”یہ رہا آپ کا ایوننگ گاؤن......“

مگر کیلی بری طرح سسک رہی تھی۔ ”اب میں ان لوگوں کے سامنے نہیں جا سکتی۔ وہ...... وہ مجھ پر ہنسیں گے...... میرا مذاق اڑائیں گے۔“ دیکھتے ہی دیکھتے اس کا انداز ہسٹیریائی ہوگیا۔ ”اب میں کبھی کیٹ واک پر نہیں چل سکوں گی۔“ وہ چلائی۔ ”میرا کیریئر ختم ہوگیا۔“

”ایسی کوئی بات نہیں۔“ کسی نے کہا۔

اُس نے پلٹ کر دیکھا۔ دروازے پر مارک کھڑا تھا۔ ”مارک...... تم...... تم یہاں کیا کر رہے ہو؟“

”میں...... میں تو بس وقت گزاری کرتا پھر رہا ہوں۔“

”تم نے دیکھا...... مجھے گرتے ہوئے دیکھا؟“

مارک مسکرایا۔ ”میں تو اسے شان دار ہی کہوں گا۔ مجھے خوشی ہے کہ یہ واقعہ پیش آیا۔“

کیلی اسے گھور رہی تھی۔ ”کیا...... کیا کہہ رہے ہو؟“

وہ آگے بڑھا، اُس نے جیب سے رومال نکالا اور اُس کے آنسو پونچھ دیے۔ ”کیلی...... جب تم کیٹ واک پر آئیں تو تماشائیوں کے نزدیک تم محض ایک خوب صورت خواب تھیں، جسے بس دیکھا جا سکتا ہے، جسے چھونا ممکن نہیں۔ لیکن جب تم پھسل کر گریں تو ثابت ہوا کہ تم انسان ہو...... جیتی جاگتی عورت۔ اور سبھی نے تمہارے لیے محبت محسوس کی۔ اب تم دوبارہ جاؤ گی تو وہ سب خوش ہوں گے۔“

کیلی نے مارک کی آنکھوں میں دیکھا۔ وہاں ہمدردی اور محبت کے سوا کچھ نہیں تھا۔ اس لمحے کیلی نے جان لیا کہ وہ مارک سے محبت کرتی ہے...... گہری سچی محبت!

وارڈروب مسٹریس ایوننگ گاؤن کو دوبارہ لٹکا رہی تھی۔ کیلی نے پکارا۔ ''لاؤ...... یہ مجھے دو پلیز۔'' پھر وہ مارک کو دیکھتے ہوئے آنسوؤں کے درمیان مسکرائی۔

پانچ منٹ بعد کیلی دوبارہ کیٹ واک پر آئی تو تماشائیوں نے کھڑے ہو کر تالیاں بجاتے ہوئے اُس کا خیال مقدم کیا۔ کیلی نے جان لیا کہ مارک نے سچ کہا تھا۔ کسی نے اُس کا مذاق نہیں اُڑایا۔ سب کے انداز میں محبت تھی۔

اور اُس نے جان لیا کہ وہ اُس کی زندگی میں مارک کا دوبارہ آنا بے حد مبارک ہے۔

اسے یاد تھا کہ اس دوسرے عہد کی ابتدا میں وہ کتنی نروس تھی......

اب کیلی اعصابی کشیدگی میں مبتلا تھی۔ وہ منتظر تھی کہ اب مارک اُس کی طرف جسمانی پیش قدمی ضرور کرے گا۔ لیکن مارک ہیرس ہر اعتبار سے شریف النفس انسان تھا طبعاً وہ شرمیلا تھا۔ اس کے شرمیلے پن نے کیلی کو اعتبار بخشا۔ زیادہ تر گفتگو کیلی ہی کرتی تھی۔ اور موضوع کوئی بھی ہو، اسے پتا چلتا تھا کہ مارک اس کے بارے میں بھی بہت کچھ جانتا تھا۔

ایک شام کیلی نے مارک کو ایک کنسرٹ کے بارے میں بتاتے ہوئے پوچھا۔ ''مارک...... تمہیں کلاسیکی موسیقی سے دل چسپی ہے۔''

''اس کا تو میں پیدائشی عاشق ہوں۔''

''بس تو ہم اس پروگرام میں چلیں گے۔''

کنسرٹ کے بعد مارک کیلی کو چھوڑنے اس کے اپارٹمنٹ آیا۔ ''کیلی...... میں نے تم سے جھوٹ کہا تھا۔'' اس نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔

کیلی نے سوچا، مجھے پہلے ہی سمجھ لینا چاہیے تھا۔ یہ بھی دوسرے مردوں کی طرح ہے۔ چلو، کھیل ختم ہوا۔ ''کیا واقعی......؟''

''ہاں۔ میں کلاسیکی موسیقی کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔''

خود کو ہنسنے سے روکنے کے لیے کیلی نے اپنے ہونٹ چبا ڈالے......

......✿......

پانی ٹھنڈا ہو گیا تھا۔ کیلی نے چونک کر شاور کو بند کر دیا۔ تولیے سے جسم خشک کرنے کے بعد وہ کپڑے پہن کر باہر چلی آئی۔ ''لو بھئی، اب باتھ روم تمہارا ہے۔'' اُس نے ڈیانا سے کہا۔

''شکریہ۔''

ڈیانا باتھ روم میں گئی تو دیکھا کہ وہاں کا حال بہت برا ہو رہا ہے۔ لگتا تھا، کوئی شریر بچہ ابھی وہاں سے نہا کر نکلا۔ دور دور تک پانی کی چھینٹے اور

صابن کے جھاگ پھیلے ہوئے تھے۔

ڈیانا غصے میں پاؤں پٹختی ہوئی بیڈروم میں آئی۔ باتھ روم کا کیا حشر کر کے آئی ہو تم؟ تم کیا لوگوں سے نخرے اٹھوانے کی عادی ہو؟''

''ہاں مسز اسٹیونز۔'' کیلی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''کئی کئی خادمائیں میرا خیال رکھتی ہیں۔''

''میں ان میں سے نہیں ہوں۔'' ڈیانا نے بھنا کر کہا۔ ''اب بہتر ہوگا کہ ہم......''

''یہ ہم کیا بلا ہے۔ یہاں تم ہو اور میں ہوں......''

ڈیانا چند لمحے اسے گھورتی رہی۔ پھر باتھ روم میں چلی گئی۔ پندرہ منٹ بعد وہ نہا کر آئی تو کیلی بیڈروم میں تھی۔ ڈیانا نے روشنی گل کرنے کے لیے سوئچ کی طرف ہاتھ بڑھایا تو کیلی چلائی۔ ''خبردار جو اسے چھوا۔''

''کیوں......کیا ہوگا؟'' ڈیانا نے گھبرا کر پوچھا۔

''لائٹ آف مت کرنا۔''

''کیوں......تمہیں اندھیرے سے ڈر لگتا ہے؟'' ڈیانا کے لہجے میں حقارت تھی۔

''ہاں......ہاں......میں دوبارہ اندھیرے سے ڈرنے لگی ہوں۔'' کیلی نے کہا۔ یہ سچ تھا۔ مارک کی موت کے بعد وہ پھر اندھیرے سے ڈرنے لگی تھی۔

''تمہارے والدین تمہیں ڈراؤنی کہانیاں سنایا کرتے تھے؟'' اب ڈیانا کے لہجے میں ہمدردی تھی۔

چند لمحے خاموشی رہی۔ پھر کیلی نے کہا۔ ''ہاں۔''

ڈیانا اپنے بیڈ پر چلی گئی۔ ایک منٹ وہ لیٹی رہی۔ پھر اُس نے آنکھیں بند کر لیں وہ رچرڈ کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ اوہ رچرڈ......میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ٹوٹنے سے کوئی مر بھی سکتا ہے۔ مگر اب میں یہ بات سمجھ سکتی ہوں۔ مجھے تمہاری محبت کی ضرورت ہے رچرڈ۔

اپنے بستر پر دراز کیلی نے ڈیانا کی سسکیاں سنیں تو اُس کے ہونٹ بھینچ گئے۔ شٹ اپ......شٹ اپ......وہ ہونٹ بھینچ کر زیر لب دہراتی رہی لیکن اُس کی اپنی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔

......✿......

ڈیانا صبح اٹھی تو کیلی کرسی پر بیٹھی تھی۔ اُس کا رخ دیوار کی طرف تھا۔ ''گڈ مارننگ۔'' اس نے کہا۔ ''تمہیں نیند ٹھیک تو آئی نا؟''

کوئی جواب نہیں ملا۔

''اب ہمیں اپنے اگلے قدم کے بارے میں سوچنا ہوگا۔ ہم یہاں زندگی تو نہیں گزار سکتے۔''

اس بار بھی کوئی جواب نہیں تھا

ڈیانا نے جھنجلا کر کہا۔ ''کیلی......تم سن رہی ہو؟''

کیلی نے گھوم کر اسے دیکھا۔ ''ڈسٹرب نہیں کرو میں منتر پڑھ رہی ہوں۔''

''اوہ سوری...... مجھے معلوم نہیں تھا......''

''بھول جاؤ اس بات کو۔ تمہیں کسی نے بتایا کہ تم بہت خطرناک خراٹے لیتی ہو؟''

ڈیانا کو جھٹکا لگا۔ شادی کے بعد پہلی صبح رچرڈ نے اُس سے یہ بات کہی تھی۔ لیکن انداز مختلف تھا۔ اُس نے کہا تھا کہ اسے ان میں نغمگی اور موسیقیت محسوس ہوتی ہے۔

کیلی نے اُٹھ کر ٹی وی آن کر دیا۔ پھر وہ چینل تبدیل کرنے لگی۔ ایک نیوز چینل پر وہ رکی شو کا میزبان بین رابرٹس تھا۔ ''اوہ...... یہ تو بین ہے۔'' اس نے بے ساختہ کہا۔

''کون بین؟''

''بین رابرٹس...... نیوز پڑھتا ہے اور انٹرویو لیتا ہے۔ اس فیلڈ میں مجھے بس یہی اچھا لگتا ہے۔ اُس کی مارک سے بڑی گہری دوستی تھی۔ ایک دن......'' وہ کہتے کہتے رک گئی۔ بین رابرٹس کہہ رہا تھا۔ ''......تازہ ترین خبر یہ ہے کہ مافیا کا چیف انتھونی آلٹیری جو گزشتہ دنوں قتل کے ایک مقدمے میں باعزت بری کیا گیا تھا، آج صبح انتقال کر گیا۔ اسے کینسر تھا۔ اس کی......''

کیلی ڈیانا کی طرف مڑی۔ ''سنا تم نے...... آلٹیری مر گیا۔''

ڈیانا کے نزدیک اس بات کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ اُس نے کیلی سے کہا۔ ''اب بہتر ہوگا کہ تم اور میں الگ ہو جائیں۔ ہم ساتھ رہیں گے تو ان کے لیے ہمیں ڈھونڈنا آسان ہوگا۔''

''ٹھیک کہہ رہی ہو۔ یہ منصوبہ تمہارا زبردست ہے۔'' کیلی نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔

''اب ہمیں یہاں سے نکلنا چاہیے۔''

......❁......

لابی میں بہت ہجوم تھا۔ خواتین کے ایک کنونشن میں شریک ہونے والی عورتیں اور کنونشن کی چھ سات مہمان عورتیں چیک آؤٹ کر رہی تھی۔ کیلی اور ڈیانا بھی قطار میں لگ گئیں۔

باہر موجود ہیری فلنٹ لابی میں نظر رکھے ہوئے تھا۔ اُس نے انہیں دیکھ لیا۔ اُس نے ایک طرف ہٹتے ہوئے اپنے موبائل فون پر ٹینر کنگسلے کا نمبر ملایا۔ وہ دونوں لابی میں آ گئی ہیں جناب۔''

''گڈ۔ کاربالو وہاں موجود ہے نا مسٹر فلنٹ؟''

''جی ہاں۔''

''بس تو جیسا میں نے کہا ہے، ویسا ہی کرو۔ ہوٹل کے دروازے کو دونوں جانب سے کور کرو۔ یوں وہ کسی طرف بھی جائیں، بچ نہیں سکیں

گی میں چاہتا ہوں، وہ اس طرح غائب ہوں کہ کسی کو ان کا سراغ بھی نہ ملے۔''

کیلی اور ڈیانا کی باری آئی تو کلرک انہیں دیکھ کر مسکرائی۔''مجھے امید ہے، آپ کا یہاں کا قیام خوش گوار ثابت ہوا ہوگا۔''

''بے حد خوش گوار۔'' ڈیانا نے کہا اور دل میں سوچا، یہ خوش گوار یت کم تو نہیں کہ ہم اب بھی زندہ ہیں۔

کاؤنٹر سے نمٹ کر وہ دروازے کی طرف بڑھیں۔''تم کہاں جاؤ گی مسز اسٹیونز؟ کیلی نے ڈیانا سے پوچھا۔

''کچھ پتا نہیں۔ فی الحال تو مجھے مین ہٹن سے نکلنا ہے۔ تم اپنی سناؤ۔''

کیلی نے دل میں سوچا، فی الحال تو تم سے دور ہونا ہے۔''میں پیرس واپس جاؤں گی۔'' اُس نے کہا باہر نکل کر انہوں نے ادھر ادھر دیکھا۔ فٹ پاتھ پر راہ گیروں کا ہجوم تھا۔ سب کچھ نارمل لگ رہا تھا۔''گڈ بائی مسز اسٹیونز۔'' کیلی نے پر طمانیت لہجے میں کہا۔ وہ خوش تھی کہ ڈیانا سے جان چھوٹ رہی ہے۔ اُس کے ملنے کے بعد سے اب تک اسے خطرات اور مصائب کے سوا کچھ نہیں ملا تھا۔

گڈ بائی کیلی۔''

کیلی بائیں جانب مڑی اور کارنر کی طرف چل دی۔ ڈیانا چند لمحے اسے جاتا دیکھتی رہی۔ پھر وہ دائیں جانب مڑی اور اس کی مخالف سمت میں چل دی۔ ابھی وہ دس بارہ قدم ہی چلی ہوں گی کہ دونوں سمتوں سے انہیں ہیری فلنٹ اور ونس کاربولو اپنی طرف آتے دکھائی دیے۔ کاربولو کے چہرے پر سفاکی تھی اور فلنٹ کے ہونٹوں پر ہمیشہ چپکی رہنے والی مسکراہٹ۔ وہ مخالف سمتوں سے راہ گیروں کے درمیان جگہ بناتے ہوئے اپنے اپنے شکار کی طرف بڑھ رہے تھے۔

ڈیانا اور کیلی گھبرائیں اور انہوں پلٹ کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ انہیں گھیر لیا گیا تھا۔ وہ دونوں پلٹیں اور ہوٹل کے دروازے کی طرف واپس چلیں۔ لیکن دروازے پر اتنا ہجوم تھا کہ انہیں ہوٹل کی لابی میں داخل ہونے کا موقع نہیں ملا۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کہاں جائیں قاتل ان سے قریب تر ہوتے جا رہے تھے۔

کیلی ڈیانا کو دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ ڈیانا نے پہلے فلنٹ کو دیکھ کر اور پھر دوسرے آدمی کو دیکھ کر گرم جوشی سے ہاتھ لہرایا۔ تم پاگل ہوگئی ہو؟'' کیلی نے سرگوشی میں کہا۔

ڈیانا اب بھی مسکرا رہی تھی۔ پھر اُس نے اپنا موبائل فون نکالا اور فون پر زور زور سے باتیں کرنے لگی۔''ہم ہوٹل کے سامنے ہیں...... ارے گڈ...... تم کارنر پر ہو۔ واہ۔'' وہ ہنسی اور اُس نے کیلی کو دیکھتے ہوئے انگلیوں سے وکٹری کا نشان بنایا۔''وہ ابھی ایک منٹ میں یہاں پہنچ رہے ہیں۔'' اس نے بلند آواز میں کہا۔ پھر ایک طرف فلنٹ اور دوسری طرف کاربالو کو دیکھتے ہوئے فون پر بلند آواز میں بولی۔''نہیں نہیں...... وہ صرف دو ہیں۔'' چند لمحے جیسے وہ دوسری طرف گفتگو سنتی رہی۔ پھر ہنستے ہوئے بولی۔''ٹھیک ہے۔ وہ یہاں پہنچ گئے ہیں...... اوکے۔''

کیلی اور دونوں قاتل ڈیانا کو دیکھ رہے تھے۔ ڈیانا فٹ پاتھ سے سڑک پر اتری اور آنے والی کاروں کو متلاشی نظروں سے دیکھنے لگی۔ پھر وہ دور سے آتی ہوئی ایک کار کو اشارہ کرنے لگی۔ اس کے انداز میں جوش و خروش تھا۔

فلنٹ اور کار بولو کے انداز میں الجھن تھی۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا تھا۔

ڈیانا نے اُن دونوں کی طرف اشارہ کیا۔ ''یہ رہے وہ دونوں۔'' وہ اور جوش سے ہاتھ ہلانے لگی۔ ''یہی ہیں وہ دونوں۔''

فلنٹ اور کار بالو نے ایک دوسرے کو دیکھا اور بڑی سرعت سے متفقہ فیصلہ کیا۔ وہ دونوں پلٹے اور اس طرف بھاگے، جہاں سے آئے تھے۔ لمحوں میں دونوں مخالف سمتوں میں کارنر گھوم گئے۔

کیلی کا دل سینے میں دھڑ دھڑ کر رہا تھا۔ اس نے ڈیانا کو دیکھا اور بولی۔ وہ تو بھاگ گئے۔ تم کس سے بات کر رہی تھیں؟''

ڈیانا نے گہری سانس لے کر خود کو سنبھالا۔ ''کسی سے بھی نہیں۔ میرے موبائل کی تو بیٹری بھی چارج نہیں ہوئی ہے۔''

کیلی نگاہوں میں حیرت اور ستائش لیے اسے دیکھ رہی تھی۔ تم نے تو کمال کر دیا۔ یہ خیال مجھے کیوں نہیں آیا۔''

''اگلی بار تم کمال کر دکھا دینا۔'' ڈیانا نے خشک لہجے میں کہا۔

''اب کیا کرو گی؟''

''مین ہٹن سے نکلوں گی۔''

''کیسے؟ باہر نکلنے کے ہر راستے کی نگرانی کر رہے ہوں گے۔''

ڈیانا چند لمحے سوچتی رہی۔ پھر بولی۔ ''ہم بروک لین کے راستے نکل سکتے ہیں۔''

''گڈ۔ تو جاؤ۔'' کیلی نے کہا۔

''کیا مطلب؟''

''مطلب یہ کہ میں تمہارے ساتھ نہیں چل رہی ہوں۔''

''ٹھیک ہے۔ خدا حافظ۔'' ڈیانا نے گزرتی ہوئی ایک ٹیکسی کو روکا اور اس میں بیٹھنے لگی۔ کیلی سوچ رہی تھی کہ اس وقت وہ ایک اجنبی سڑک پر اکیلی کھڑی ہے اور اسے نہیں معلوم کہ جانا کہاں ہے۔ ٹیکسی آگے بڑھنے لگی تو اُس کی ہچکچاہٹ ختم ہوگئی۔ ''اے رکو......'' اس نے پکارا۔

ٹیکسی رکی تو وہ اس کی طرف لپکی اور دروازہ کھول کر بیٹھ گئی۔ ''کیا ہوا؟ تم نے ارادہ کیوں بدل دیا؟'' ڈیانا نے اُس سے پوچھا۔

''مجھے اچانک خیال آیا کہ ابھی تک میں بروک لین دیکھ ہی نہیں سکی ہوں۔'' کیلی نے بات بنائی۔

ڈیانا نے بے یقینی سے سر جھٹکا۔ لیکن کہا کچھ نہیں۔

''کہاں لے چلوں آپ کو؟'' ٹیکسی ڈرائیور نے پوچھا۔

''بروک لین چلو۔'' ڈیانا نے کہا۔

ٹیکسی آگے بڑھ گئی۔ ''کوئی خاص جگہ بروک لین میں؟''

''بس تم چلاتے رہو۔''

اس بار کیلی نے ڈیانا کو بے یقینی سے دیکھا۔ ”تمہیں نہیں معلوم کہ ہمیں کہاں جانا ہے!“

”جب وہ جگہ نظر آئے گی تو مجھے معلوم ہو جائے گا۔“

کیلی اب سوچ رہی تھی کہ میں خوامخواہ ٹیکسی کی طرف آئی۔

وہ دونوں خاموش بیٹھی تھیں۔ بیس منٹ بعد ٹیکسی بروک لین کا پل پار کر رہی تھی۔ ڈیانا نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا۔ ”دراصل ہمیں کسی ہوٹل کی تلاش ہے۔ اور مجھے یہاں کے بارے میں بالکل اندازہ نہیں......“

”آپ فکر نہ کریں۔ میں آپ کو لے چلتا ہوں۔ اس ہوٹل کا نام پیراگون ہوٹل ہے۔ پسند آئے گا آپ کو۔“

⁂

دو دن میں انہوں نے چار ہوٹل تبدیل کیے۔ اب وہ ایڈمز ہوٹل میں تھیں۔ وہ پانچ منزلہ عمارت تھی۔ دروازے پر دربان تھا۔ یہ ہوٹل انہیں دوسرے ہوٹلوں کے مقابلے میں کہیں بہتر لگا۔ لیکن کیلی کا منہ پھولا ہوا تھا۔

دربان نے بڑے احترام سے سر جھکا کر ان کا خیر مقدم کیا۔ ”آپ قیام کریں گی؟

”ہاں۔“ ڈیانا نے جواب دیا۔

”آپ کا سامان؟“

اس وقت تک ڈیانا خاصی رواں ہو چکی تھی۔ ”ایرلائن والوں نے ہمارا سامان گم کر دیا ہے۔“ وہ بولی۔ ”یہاں قریب میں کوئی ایسا بازار ہے، جہاں سے ہم اپنی ضرورت کی چیزیں خرید سکیں؟“

”جی...... اس بلاک کے آخر میں ملبوسات کی ایک بڑی دکان ہے۔ لیکن بہتر ہے، آپ پہلے کمرا لے لیں۔ پھر وہ آپ کا خرید کیا ہوا سامان خود یہاں بھجوا دیں گے۔“

”چلو...... ٹھیک ہے۔ کمرا تو مل جائے گا نا؟“

”جی ہاں۔ سال کے اس حصے میں رش نہیں ہوتا۔“

وہ اندر گئیں۔ استقبالیہ کلرک نے انہیں بھرنے کے لیے رجسٹریشن فارم دیے۔ کیلی نے دستخط کرتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔ ”ایمیلی برونٹے۔“

ڈیانا نے کلرک کے چہرے کو ٹٹولا۔ مگر وہاں کوئی ردعمل نہیں تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ اُس نے مشہور زمانہ ادیبہ کا نام کبھی نہیں سنا تھا۔ اس نے اپنے فارم پر اپنا نام میری کسات تحریر کر دیا۔

کلرک نے فام لیتے ہوئے پوچھا۔ ”آپ کریڈٹ کارڈ سے ادائیگی کریں گی؟“

”جی ہاں، ہم......“

''نہیں۔'' ڈیانا نے جلدی سے کیلی کی بات کاٹ دی۔

کیلی نے ہچکچاتے ہوئے اسے دیکھا اور اثبات میں سر ہلا دیا۔

''آپ کا سامان؟'' کلرک نے پوچھا۔

''کچھ دیر بعد پہنچے گا۔'' ڈیانا نے کہا۔ ''ہم کچھ دیر بعد واپس آئیں گے۔''

''آپ کا سوئٹ نمبر 515 ہے۔''

وہ دونوں ہوٹل سے نکلیں۔ کلرک انہیں بہت غور سے دیکھ رہا تھا ''دو نہایت حسین عورتیں اور تنہا......افسوس......صد افسوس'' وہ بڑبڑایا۔

......٭......

دکان کافی بڑی تھی اور وہاں خواتین کے لیے ہر طرح کے ملبوسات، ہینڈ بیگ اور سوٹ کیس دستیاب تھے۔ کیلی نے دکان کا جائزہ لیتے ہوئے طمانیت سے سر ہلایا۔

ایک سیلز گرل، ان کی طرف بڑھی۔ ''میں آپ کی کیا مدد کر سکتی ہوں۔''

''ہم خود ہی جائزہ لے لیں گے۔''

ان دونوں نے ایک ایک ٹرالی لی اور اسے دھکیلتی ہوئی آگے بڑھ گئیں۔

ان کے پاس جسم پر موجود کپڑوں کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ ضرورت کی ہر چیز لے کر اپنی ٹرالی میں ڈالتی رہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے ان کی ٹرالیاں بھر گئیں اور چھلکنے لگیں۔ ''میں آپ کی مدد کروں......؟'' سیلز گرل نے پوچھا۔

''شکریہ۔'' انہوں نے دوسری ٹرالیاں پکڑ لیں اور پرانی سیلز گرل کے حوالے کر دیں۔

''اب پتا نہیں، شاپنگ کا موقع کب ملے۔'' کیلی نے کہا۔

وہ پھر مصروف ہو گئیں۔ وہ شاپنگ ایسی بھرپور تھی کہ اُس کے لیے انہیں چار سوٹ کیس خریدنے پڑ گئے۔

وہ ادائیگی کے لیے کاؤنٹر پر گئیں تو کیشیر نے پوچھا۔ ''کریڈٹ کارڈ......''

''جی نہیں۔ ہم نقد ادائیگی کریں گی۔ ڈیانا نے کیلی کے کچھ کہنے سے پہلے ہی جواب دیا۔

انہوں نے پرس کھولے اور آدھا آدھا بل ادا کیا۔ دونوں ایک ہی بات سوچ رہی تھیں۔ نقد رقم بہت تیزی سے ساتھ چھوڑ رہی ہے۔

کیلی نے کیشیر سے کہا۔ ''ہم ایڈمز ہوٹل میں مقیم......''

''آپ کا سامان وہاں بھجوا دوں؟'' کیشیر نے کہا۔ ''نام بتائیے......''

''کیلی ایک لمحے کو ہچکچائی۔ ''شارلوٹ برونٹے......''

''ایمیلی......ایمیلی برونٹے۔'' ڈیانا نے جلدی سے کہا۔

کیشیر کے چہرے پر الجھن تھی۔ وہ ڈیانا کی طرف مڑی۔ ''آپ کا نام......''

کیلی کے چکر میں ڈیانا بھول گئی تھی کہ اس نے ہوٹل میں کیا نام لکھا تھا۔ اس بار کیلی نے اُس کی مدد کی۔ ''میری کساٹ۔''

''جی...... بہت بہتر۔'' کیشیر بری طرح بڑبڑا گئی۔ یہ عجیب عورتیں ہیں۔ اپنا نام یاد نہیں اور دوسری کا دونوں کو یاد ہے!

......✪......

ان کی اگلی منزل کاسمیٹکس کی دکان تھی۔ وہاں بھی انہوں نے دل کھول کر شاپنگ کی وہ ہوٹل پہنچیں تو چاروں سوٹ کیس ان کے کمرے میں موجود تھے۔

''مجھے نہیں معلوم کہ ان میں تمہارے کون سے ہیں اور میرے کون سے؟'' کیلی نے گھبرا کر کہا۔

''ٹھیک کہتی ہو۔''

وہ سوٹ کیس خالی کرنے میں مصروف ہوگئیں۔ ہر چیز سلیقے سے رکھ دی گئی۔ پھر ڈیانا بستر پر دراز ہوگئی۔

دروازے پر دستک ہوئی اور ہوٹل کی خادمہ اندر آئی۔ اس کے ہاتھ میں دھلے ہوئے تولیے تھے۔ باتھ روم میں تولیے لٹکا کر وہ باہر آئی تو اُس نے کہا۔ ''کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے طلب کر لیجیے گا۔''

''شکریہ۔'' کیلی نے کہا۔

ڈیانا سرہانے رکھے ہوٹل کے بروشر کا جائزہ لے رہی تھی۔ ''تمہیں پتا ہے کہ یہ ہوٹل کب تعمیر ہوا تھا؟'' اس نے کیلی سے پوچھا۔

کیلی نے اُس کی سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا۔ ''کپڑے پہنو۔ ہمیں یہاں سے نکلنا ہے۔''

''یہ ہوٹل......''

''میں نے کہا، کپڑے پہنو۔ ہم یہاں سے جا رہے ہیں۔'' کیلی نے سخت لہجے میں اُس کی بات کاٹ دی۔

ڈیانا نے اسے غور سے دیکھا۔ ''مذاق کر رہی ہو؟''

''نہیں۔ جلدی کرو۔ یہاں کوئی خوف ناک بات ہونے والی ہے۔'' کیلی کے لہجے میں گھبراہٹ تھی۔

''ڈیانا بھی اٹھ بیٹھی۔ ''کیا ہونے والا ہے؟'' ورنہ ہم مر جائیں گے۔''

''وہ بے حد خوف زدہ تھی۔ لیکن خوف کی وجہ سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔'' کیلی...... معقولیت سے بات کرو۔ اگر کوئی......''

''خدا کے لیے ڈیانا، جلدی کرو...... کیلی گڑگڑائی۔

اس بار ڈیانا اٹھ بیٹھی۔ اس نے جلدی سے کپڑے پہنے۔ ''اور ہمارے سوٹ کیس......؟''

''نہیں۔ سب کچھ چھوڑ دو۔''

''سب چھوڑ دوں؟'' ڈیانا نے کیلی کو حیرت سے دیکھا۔ ''یہ سب کچھ ہم نے ابھی خریدا......''

''میں کہتی ہوں، جلدی کرو۔ زندگی سے بڑھ کر کچھ نہیں ہوتا۔''

ڈیانا کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ لیکن کیلی کی بات ماننی ہی تھی۔ وہ کپڑے لے کر باتھ روم میں چلی گئی۔

''جلدی......جلدی کرو۔'' کیلی نے گھٹی گھٹی آواز میں پکارا۔

ڈیانا کپڑے بدل کر جلدی سے نکلی اور کیلی کے پیچھے پیچھے کمرے سے نکل آئی۔ مگر اسے لگ رہا تھا کہ کیلی پاگل ہو گئی ہے......اور خود وہ بھی۔

وہ لابی میں پہنچے تو کیلی کا ساتھ دینے کے لیے ڈیانا کو دوڑنا پڑ رہا تھا۔ ''مجھے کچھ بتاؤ بھی تو۔ ہم کہاں جا رہے ہیں؟''

باہر نکل کر کیلی نے ادھر ادھر دیکھا۔ ''وہ......سڑک کے پار ایک پارک ہے نا۔ میں وہاں کچھ دیر بیٹھنا چاہتی ہوں۔''

ڈیانا بہت جزبز ہو رہی تھی۔ مگر وہ خاموشی سے کیلی کے پیچھے پیچھے پارک میں داخل ہو گئی۔ وہ دونوں ایک بینچ پر بیٹھ گئیں۔

''ہم یہاں کیوں آئے ہیں؟'' ڈیانا نے پوچھا۔

اسی لمحے ہوٹل کے اندر زبردست دھماکہ ہوا۔ جہاں وہ بیٹھی تھی، وہاں سے انہیں صاف دکھائی دی۔ دھماکہ ہوٹل میں چوتھی منزل کے ایک کمرے میں ہوا تھا۔ کھلی ہوئی کھڑکی سے انہیں فضا میں اٹھتا ہوا ملبہ نظر آ رہا تھا۔

ڈیانا بے یقینی سے دیکھ رہی تھی......اور وہ گنگ تھی۔ ''یہ......یہ تو بم تھا'' چند لمحے بعد سنبھل کر اُس نے کہا۔ اُس کے لہجے میں دہشت تھی۔ ''اور دھماکہ ہمارے ہی کمرے میں ہوا ہے۔'' وہ کیلی کی طرف طرف مڑی۔ ''تت......تمہیں کیسے پتا چلا؟''

''وہ ہوٹل کی خادمہ!''

''کیا ہوا اسے؟'' ڈیانا کے لہجے میں الجھن تھی۔

ہوٹل کی خادمائیں تین سو ڈالر قیمت کے مانولو بلاہنک جوتے نہیں پہنتیں۔'' کیلی نے سادگی سے کہا۔

ڈیانا سے تو سانس بھی نہیں لی جا رہی تھی۔ ''انہوں......انہوں نے ہمیں ڈھونڈا کیسے؟''

''مجھے نہیں معلوم۔'' کیلی نے کہا۔ ''لیکن یہ ذہن میں رکھو کہ ہمارا پالا کس سے پڑا ہے۔''

وہ دونوں دیر تک خاموش بیٹھی رہیں۔ خوف دھیرے دھیرے ان کے وجود میں سرایت کر رہا تھا۔ پھر ڈیانا نے ہی خاموشی توڑی۔ ''جب تم ٹینر کنگسلے سے اُس کے آفس میں ملیں تو اُس نے تمہیں کچھ دیا تھا؟''

کیلی نے نفی میں سر ہلایا۔ ''نہیں۔ تمہیں کچھ دیا تھا اُس نے؟''

مگر پھر ان دونوں کو ایک ہی لمحے خیال آیا۔ انہوں نے بیک وقت کہا۔ ''اس کا وزٹنگ کارڈ!''

انہوں نے اپنے اپنے بیگ کھول کر ٹینر کنگسلے کا دیا ہوا کارڈ نکالا۔ ڈیانا نے اپنا کارڈ پھاڑنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ تو مڑ بھی نہیں رہا تھا۔ ''اس میں یقیناً کوئی چپ موجود ہے۔'' ڈیانا نے تند لہجے میں کہا۔

کیلی بھی کارڈ کو موڑ رہی تھی۔ ''میرے کارڈ میں بھی چپ ہے۔ اور اسی کی مدد سے خبیث ہر جگہ پہنچتے رہے ہیں۔''

ڈیانا نے کیلی کا کارڈ بھی جھپٹ لیا۔ ''مگر اب یہ نہیں ہوگا۔''

کیلی دیکھ رہی تھی۔ ڈیانا پارک سے نکلی اور دونوں کارڈ اچھال کر سڑک پر پھینک دیا۔ ایک منٹ میں متعدد گاڑیاں دونوں کارڈز کے اوپر سے گزر گئیں دور سے سائرن کی بتدریج قریب آتی آواز سنائی دے رہی تھی۔

کیلی بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔ ''چلو ڈیانا، اب ہم یہاں سے نکل لیں۔ اب وہ ہمارا پیچھا نہیں کر سکیں گے۔ اب ہم عافیت سے رہیں گے۔ میں تو پیرس جا رہی ہوں۔ تم اپنی سناؤ تم کیا کرو گی؟''

''یہ سمجھنے کی کوشش کروں گی کہ یہ سب کیوں ہو رہا ہے۔''

''محتاط رہنا۔''

''تم بھی۔''

ڈیانا ایک لمحے کو ہچکچائی۔ ''کیلی......شکریہ تم نے میری جان بچائی۔''

کیلی کھسیا گئی۔ ''میں نے تم سے ایک جھوٹ بولا تھا۔ اس پر میں شرمندہ ہوں۔''

''کیا......؟''

''تم بہت اچھی تصویریں بناتی ہو۔ مجھے پسند آئی تھیں۔ تم بہت اچھی آرٹسٹ ہو۔''

ڈیانا مسکرائی۔ ''شکریہ۔ میں نے بھی تمہارے ساتھ خراب رویہ رکھا۔ سوری۔''

''سوری تو مجھے کہنا چاہیے۔ میں نے تمہیں بہت ستایا ہے۔''

''چھوڑو ان باتوں کو۔'' ڈیانا نے اسے لپٹا لیا۔ ''مجھے تو خوشی ہے کہ ہم ملے......''

وہ کھڑی چند لمحے ایک دوسرے کو دیکھتی رہی۔ الوداع کہنا کسی ایک کے لیے بھی آسان نہیں تھا۔

ڈیانا نے کاغذ کے ایک ٹکڑے پر اپنا موبائل فون نمبر لکھ کر کیلی کی طرف بڑھایا۔ ''کوئی مسئلہ ہو تو مجھے فون کر لینا۔''

کیلی نے بھی اپنا فون نمبر لکھ کر دے دیا۔ ''یہ میرا نمبر ہے۔ اچھا خدا حافظ۔''

''خدا حافظ۔''

ڈیانا کیلی کو جاتے دیکھتی رہی۔ موڑ موڑنے سے پہلے کیلی نے پلٹ کر اسے دیکھا اور ہاتھ لہرایا۔ پھر وہ نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ ڈیانا نے سر گھما کر اس طرف دیکھا، جہاں وہ کمرا تھا، جس میں انہوں نے ذرا دیر قیام کیا تھا، جہاں اب سیاہ گڑھا تھا، جسے ان کا مقبرہ ہونا تھا۔ خوش قسمتی نے انہیں بچا لیا تھا۔

ڈیانا کے جسم میں خوف کی سرلہر دوڑ گئی!

پیٹر اور ڈیمین میں ابتدا ہی سے گاڑھی چھننے لگی تھی۔ اس حد تک کہ کیٹ کو رقابت محسوس ہونے لگی۔ اور اسے ڈیمین پر حیرت بھی ہوئی اور رشک بھی آیا۔ اس سے پہلے پیٹر نے کبھی کسی بالغ مرد کو اتنی آسانی سے قبول نہیں کیا تھا۔ عام حالات میں وہ یا تو چپ رہتا تھا پھر کاٹ دار گفتگو کرتا تھا۔ یا وہ ضرورت سے زیادہ نرم خو ہو جاتا تھا یا پھر جارحیت کا مظاہرہ کرتا تھا۔ لیکن ڈیمین کے ساتھ وہ بالکل نارمل رہتا تھا...... خوش مزاج، پرکشش، محبت بھرا...... جیسے ڈیمین کو وہ برسوں سے جانتا ہو۔

وہ اتوار کا دن تھا۔ وہ ہائیڈ پارک میں تھے۔ اژدھوں کے کیس کے باہر گھٹنوں کے بل جھکے ایک ماڈل سپر بوٹ سے کھیل رہے تھے۔ کیٹ انہیں دیکھ رہی تھی۔ بارہ سالہ پیٹر میں اتنی توانائی بھری ہے، یہ اس نے کبھی سمجھا نہیں تھا۔ پہلی بار اسے احساس ہوا کہ اُس کا بیٹا جوان ہو رہا ہے اور جوانی میں اپنے آں جہانی باپ جیسا خوب رو ہے۔

پیٹر کی دادی بڑے فخر سے کہا کرتی تھی کہ بڑا ہو کر رچرڈ جہاں سے گزرے گا، وہاں ٹوٹے ہوئے نسوانی دل بکھر جایا کریں گے۔ بی بی سی کے ایک چالیس سالہ رپورٹر نے بے حد سادگی سے کہا تھا کہ پیٹر حسین...... بے حد حسین لڑکا ہے۔ اور اُس کے بعد سے کیٹ نے اس مرد رپورٹر کو پیٹر کے قریب بھی نہیں بھٹکنے دیا تھا۔

اُس نے اپنا بیگ کھول کر اُس سے میں سے کیمرا نکالا اور کیمرے کی آنکھ سے ان دونوں کو دیکھنے لگی۔ وہ دونوں پانی کے کنارے جھکے ہوئے تھے۔ انہیں علم نہیں تھا کہ انہیں کیمرے سے دیکھا جا رہا ہے۔ اسی وقت ایک بے حد عجیب اور جسیم کتا نمودار ہوا اور کیٹ کو گھورنے لگا۔ کیٹ بے ساختہ گھبرا کر ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔ جبلی طور پر وہ خوف زدہ ہو گئی تھی۔ کتا بے حد سیاہ اور غیر معمولی طور پر بڑا تھا۔ اُس کا جبڑا غیر معمولی طور پر بڑا تھا۔ اُس کی بے حد خوف ناک آنکھوں میں زردی نمایاں تھی۔

اُس نے پھر ویو فائینڈر میں ڈیمین اور پیٹر کو دیکھا۔ خاصی کوشش کے بعد وہ کتے کو نظر انداز کرنے میں کامیاب ہوئی تھی۔ اُس نے بٹن دبا کر ایک تصویر کھینچی۔ پھر کیمرے کو ہٹاتے ہوئے وہ ان دونوں کی طرف بڑھی۔ پیٹر ڈیمین سے ماڈل بوٹ کے کنٹرول سسٹم کے بارے میں بات کر رہا تھا۔

کیٹ سوچ میں پڑ گئی۔ کیا ڈیمین وہی پرانا کھیل کھیل رہا ہے...... عورت کو حاصل کرنے کے لیے اُس کے بیٹے پر پوری توجہ نچھاور کرنے کا کھیل؟ لیکن اُس نے فوراً ہی اس خیال کو ذہن سے جھٹک دیا۔ ڈیمین ایسا نہیں تھا۔ اور سچ یہ ہے کہ اسے ایسا کرنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔

وہ آگے بڑھی تو پیٹر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ''ہے ممی۔'' اُس نے پکارا۔ اُس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ ''دیکھیں، ڈیمین نے مجھے کیا دیا ہے۔ قسم سے ممی، میں نے مانگا نہیں تھا۔ یقین کریں......'' آخر میں اُس کے لہجے میں معذرت در آئی۔ اس کے ہاتھ میں بوٹ کا کنٹرول تھا۔

کیٹ نے نفی میں سر ہلایا اور ڈیمین کی طرف مڑی۔ وہ جانتی تھی کہ بوٹ بہت زیادہ مہنگی ہے۔ ''یہ تم کیسے کر سکتے ہو؟'' اُس نے ڈیمین نے کہا۔

''کیوں نہیں کر سکتے۔'' پیٹر نے اسی کے لہجے میں کہا۔ ''بلکہ کر چکے ہیں۔''

ڈیمین نے کیٹ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''یہ پیٹر کے پاس زیادہ محفوظ ہے۔ اگر میں اسے کسی جہاز سے ٹکراؤں گا تو وہ بین الاقوامی بحران کہلائے گا۔''

اب ایسے میں کیٹ مزید کچھ نہیں کہہ سکتی تھی۔

وہ دونوں پیٹر کو کشتی چلاتے دیکھتے رہے۔ ''آپ اسے بگاڑنے کی کوشش نہ کریں۔'' کیٹ نے کہا۔

''بچے اسی کے مستحق ہوتے ہیں کہ وقتاً فوقتاً لاڈ پیار کر کے انہیں بگاڑا جائے۔''

''میں جانتی ہوں اور ایسا کرتی بھی ہوں۔ میرے شوہر کا انتقال ہوا تو پیٹر بہت چھوٹا تھا۔'' کیٹ نے کہا اور دل میں سوچا، میں یہ سب کچھ اسے کیوں سنا رہی ہوں۔ لیکن اس کے باوجود وہ خاموش نہیں ہوئی۔ ''آپ سوچ بھی نہیں سکتے کہ یہ لڑکا کس طرح مجھے اپنی انگلیوں پر نچاتا ہے۔''

''میرے ساتھ معاملہ مختلف ہے۔ یہاں یہ مجھے بگاڑ رہا ہے۔'' ڈیمین نے کہا۔ ''اور مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ دوبارہ لڑکا بننے کا موقع روز روز تھوڑا ہی ملتا ہے۔ تمہیں تو اس پر فخر کرنا چاہیے۔ میرا کوئی ایسا بیٹا ہوتا تو میں تو اس پر فخر کرتا۔''

''فخر تو میں بھی کرتی ہوں۔ لیکن اسے یہ بات بتایئے گا نہیں۔ ورنہ یہ اور پھول جائے گا۔''

پیٹر نے کچھ نہیں سنا۔ وہ اپنی کشتی میں مگن تھا۔

کیٹ نے ڈیمین کو غور سے دیکھا اور بالآخر وہ سوال کیا جو وہ کافی دیر سے کرنا چاہ رہی تھی۔ ''تم نے کبھی شادی کرنے کے بارے میں بھی سوچا؟''

ڈیمین نے نفی میں سر ہلایا۔ ''دراصل میں آسانی سے مطمئن ہونے والا نہیں۔ اور پھر وقت بھی نہیں ہے میرے پاس۔''

''جلدی بھی کیا ہے؟''

ڈیمین نے کندھے جھٹک دیے۔ وہ پیٹر کو بہ غور دیکھ رہا تھا۔ ''پتا ہے، کبھی کبھی میں سوچتا ہوں......'' کہتے کہتے وہ رکا۔ چند لمحے خاموش کھڑا رہا۔ پھر اُس نے پلٹ کر کتے کو دیکھا۔ کتا بھی اُسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی سکڑی ہوئی آنکھوں میں بے حد واضح ناپسندیدگی تھی۔

''پیٹر میرے پیچھے پڑا رہتا ہے۔ کہتا ہے، مجھے کتا دلائیں۔''

''تمہیں دلا دینا چاہیے۔'' ڈیمین نے کہا۔ وہ بدستور کتے کو گھور رہا تھا۔ ''لڑکوں اور کتوں کی آپس میں خوب بنتی ہے۔ میں چھوٹا تھا تو ہمارے گھر میں بھی ایک کتا تھا، تمہیں پتا ہے، دو ہزار سال پہلے کتے رومن فوج کے ساتھ مارچ کرتے تھے۔''

''واقعی؟''

''ہاں۔ یہ گناہ جتنی پرانی مخلوق ہے۔''

کتا اٹھا اور دور جانے لگا۔ ڈیمین اور کیٹ اُس کے پیچھے پیچھے تھے۔ پیٹر ماڈل بوٹ اٹھائے ان کے پیچھے چل رہا تھا۔ اس وقت کوئی ان کو دیکھتا تو انہیں ایک مثالی فیملی سمجھتا، جو پارک میں چہل قدمی کر رہی تھی۔

کیٹ کو اچانک خیال آیا کہ وہ اسی راستے پر چل رہے ہیں جو اینڈریو ڈوئل نے اپنی موت والے دن اختیار کیا تھا۔ اُس نے مختصراً اس کا تذکرہ کیا اور کہا کہ اسے اینڈریو ڈوئل کی موت کا دکھ ہے۔ لیکن ڈیمین کا انداز ہ ایسا تھا، جیسے اس نے کچھ سنا ہی نہیں۔ اور سنا ہے تو اسے کوئی اہمیت نہیں دی ہے۔

کیٹ نے یہ سوچتے ہوئے کندھے جھٹکے کہ اس وقت ڈیمین کا دھیان کسی اور طرف ہے۔

وہ اسپیکرز کارنر پہنچے تو پیٹر انہیں چھوڑ کر آئس کریم کی وین کی طرف بھاگا۔ کارنر پر ایک بوڑھا شخص تقریر کر رہا تھا۔ اُس کے گرد چھوٹا سا مجمع تھا۔ ''کرائسٹ کی پیدائش کا وقت آپہنچا ہے۔'' بوڑھا مقرر کہہ رہا تھا۔ ''سینٹ پال نے یہ بات تھیسالونین کو اپنے دوسرے خط میں لکھی تھی۔''

کیٹ اور ڈیمین لوگوں کے درمیان سے گزر رہے تھے۔

''لیکن یاد رکھنا......'' بوڑھے مقرر نے کہا۔ ''جب تک گناہ کر کے خوش ہونے والا، شیطان کا بیٹا اینٹی کرائسٹ نہیں آتا، کرائسٹ کا جنم بھی نہیں ہوگا۔ اور ہاں، دھوکہ نہ کھانا۔ کیونکہ شیطان خود کو روشنی کا فرشتہ بتائے......''

کیٹ سن رہی تھی۔ لیکن غور سے نہیں۔ اور اُس نے کچھ سمجھا بھی نہیں تھا۔

''ڈیمین، تم سوچو گے کہ میرا انداز پروفیشنلز والا نہیں ہے۔ میں جو سوال تم سے کرنا چاہتی تھی، وہ میں نے ابھی تک پوچھے ہی نہیں۔''

''مجھے اس بات کی خوشی ہے۔'' ڈیمین نے کہا۔ ''بہتر ہے کہ اپنے سوالات پروگرام کے لیے بچا رکھو۔''

بہت خوب کیٹ نے سوچا۔ تو یہ فیصلہ ہو چکا ہے۔ اب وہ صبح اسے اور خوش گوار لگ رہی تھی۔ یہ ملاقات پیشہ ورانہ انداز میں بڑی کارآمد ثابت ہو رہی تھی۔ برطانوی ٹیلی وژن پر ڈیمین تھورن پہلی بار اُس کے پروگرام میں آئے گا۔ اس نے دل ہی دل میں خود کو مبارک باد دی۔

اچانک اسے احساس ہوا کہ وہ اکیلی کھڑی ہے۔ ڈیمین چند قدم پیچھے رک گیا تھا اور سامنے کی طرف گھور رہا تھا۔

''......تو کرائسٹ کے دوسرے جنم کی ساعت آپہنچی ہے......''

کیٹ نے ڈیمین کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا۔ وہ مبلغ ایک باکس پر کھڑا تھا۔ اُس کے ہاتھ میں ایک پلے کارڈ تھا، جس پر یہی الفاظ لکھے تھے۔ وہ مسکراتی ہوئی پلٹی اور ڈیمین کے برابر جا کھڑی ہوئی۔

''......تمام پیش گوئیاں ایک ایک کر کے پوری ہو رہی ہیں۔'' مبلغ کہہ رہا تھا۔ اور اب سورج میں، چاند میں اور ستاروں میں نشانیاں نظر آئیں گی۔

''سو میرے دوستو، اس وقت کیسیوپیا نامی ستاروں کے جھرمٹ میں ستاروں کی ایک مقدس تثلیث بن رہی ہے، جو مسیح کی ولادت ثانی کی خبر دیتی ہے۔ جیسے پرانے زمانے میں ستارہ بیت اللحم عقل والوں کی رہنمائی کرتا تھا، ویسے ہی یہ تثلیث ہمارے عہد کو خوش خبری دے رہی ہے......''

اچانک مبلغ کی نظر ڈیمین پر پڑی اور جم کر رہ گئی۔ اب وہ دونوں پلکیں جھپکائے بغیر ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ دونوں کو گرد و پیش کا بالکل احساس نہیں رہا تھا۔

''خبردار ہو جاؤ لوگو کہ شیطان آ گیا ہے اور بہت غصے میں ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اُس کے پاس زیادہ مہلت نہیں......''

''کیا بات ہے ڈیمین؟'' پیٹر ڈیمین کو اُلجھن بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

''کچھ نہیں۔'' ڈیمین ایک ہی پل میں پرسکون ہو گیا۔ اُس نے وہ آئس کریم قبول کر لی، جو پیٹر اُس کے لیے لایا تھا۔

پیٹر نے ایک آئس کریم کیٹ کو بھی دی۔ اُس کے چہرے پر کھنچاؤ دیکھ کر وہ چونکا۔ مگر یہ دیکھ کر کہ اس تاثر کا سبب وہ جسیم کتا تھا، وہ مسکرایا۔

کتا اپنے پنجے مضبوطی سے زمین پر جمائے ساکت کھڑا تھا۔ اُس کی کمر کے بال کھڑے تھے اور وہ منہ ہی منہ میں غرا رہا تھا۔

''ہیلو ڈوگی۔'' پیٹر نے اُس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

''پیٹر۔ دور رہو اس سے۔'' کیٹ نے تیز لہجے میں کہا۔

پیٹر نے نفی میں سر ہلایا اور کتے کے لیے سیٹی بجانے لگا۔ ''ممی...... آپ ہی ایک ایسی ہیں جو اسے پسند نہیں کرتیں۔''

کتا کیٹ کے پیچھے درختوں کو گھور رہا تھا، جہاں ایک دراز قد شخص کھڑا انہیں دیکھ رہا تھا۔

''کم آن ڈوگی۔'' پیٹر نے انگلیاں چٹخاتے ہوئے کہا۔

کتا پیٹر کی طرف پلٹا۔ اس کی کمر کے بال بیٹھنے لگے۔ پھر وہ آگے آیا اور پیٹر کا ہاتھ چاٹنے لگا۔ اس کے بعد وہ ڈیمین کی طرف بڑھ گیا۔

کیٹ دور ہٹی اور مبلغ کو دیکھنے لگی۔ اسی لیے وہ اپنے بیٹے اور ڈیمین کے درمیان ہونے والی گفتگو نہیں سن سکی۔

''سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ ممی کو کیوں ناپسند کرتا ہے۔'' پیٹر کہہ رہا تھا۔

''اس لیے کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

کیٹ نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ ان کے درمیان نگاہوں کا تبادلہ ہوا ہے۔ ان کے درمیان ایک تفہیم طے پا رہی تھی۔

''اور تاریک قوتوں کا شہزادہ طاقت پکڑتا رہے گا۔'' مبلغ کی تقریر جاری تھی۔ ''وہ خوب پنپے گا۔ طاقت والوں کو تباہ کر دے گا۔ بہت سوں کو وہ امن کے ذریعے تباہ کرے گا۔ خوش حالی اُس کے ہاتھ میں ہو گی۔ وہ جیسے چاہے گا......''

٭

راہب سہ پہر سے انتظار کر رہے تھے اور فادر ڈی کارلو پہلوتہی کر رہا تھا۔ اس وقت وہ گریس اور گرد سے لتھڑی ہوئی کھڑکی میں کھڑا بیس منٹ سے سامنے والے سرخ اینٹوں سے بنے بوسیدہ مکانوں کو دیکھ رہا تھا۔

اُس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ مطلع ابر آلود تھا۔ اس نے نفی میں سر ہلایا۔ کیبل اسٹریٹ بڑی بے زار کر دینے والی جگہ تھی۔ جس مشن ہاؤس میں وہ آئے تھے، وہ سیلن زدہ اور گندا تھا۔

فادر ڈی کارلو نے اپنی پوری زندگی ایمان پر اور اپنے تخیل کی محدود چوحدی میں رہ کر گزاری تھی۔ باہر کی دنیا اُس کے لیے بے معنی بھی تھی اور اجنبی بھی۔ اور اُس کی اس کے نزدیک کوئی اہمیت بھی نہیں تھی۔ اُس کے باوجود لندن کا ایسٹ اینڈ اُس کے لیے بے زار کن تھا۔ اس کے مقابلے میں تو

سوبیا کو کا مشن ہاؤس جنت سے کم نہیں تھا۔ وہاں کم از کم دھوپ تو نکلتی تھی۔ آسمان تو نظر آتا تھا۔ اسے ان لوگوں پر ترس آنے لگا، جو یہاں زندگی گزارنے پر مجبور تھے۔

اُس نے راہبوں کو دیکھا جو اس نیم تاریک کمرے میں سکڑے سمٹے بیٹھے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کے لیے وہ ایک ایسا سفر تھا جو زندگی میں بس ایک بار ہی کیا جا سکتا ہے۔ اور خود فادر ڈی کارلو خود کو گڈریا محسوس کر رہا تھا جسے اپنی بھیڑوں کی رہنمائی کرنی تھی۔ وہ انہیں ایر پورٹ سے ایسے ہی لے کر آیا تھا۔ وہ حیرت سے ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔ کوشش کر رہے تھے کہ عورتوں کی طرف ان کی نظر نہ اٹھیں۔ ان کا انداز ایسا تھا، جیسے وہ کسی اور ہی دنیا میں آ گئے ہیں۔ ان کے پاس رقم بھی بہت تھوڑی تھی۔ ڈر تھا کہ موسم سرما تک تو جیسے تیسے گزارہ ہو جائے گا۔ مگر اس کے بعد وہ بھیک مانگنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ جہاز کے سفر کے دوران وہ دعائیں کرتے رہے تھے اور ایر پورٹ سے بس کے سفر کے دوران خاموش رہے تھے۔

شہر میں سفر کے دوران انکے موڈ تیزی سے تبدیل ہوتے رہے تھے۔ مے فیئر کو دیکھ کر انکی سانسیں رکنے لگی تھیں۔ لیکن پکاڈلی سرکس کی گندگی دیکھ کر انکے منہ بن گئے تھے۔ لیکن ایسٹ اینڈ میں اپنا ٹھکانہ دیکھ کر تو ان پر تھرتھری چڑھ گئی تھی۔ ٹیکسی مشن ہاؤس کے سامنے رکی تو انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر کندھے جھٹک دیے۔ ان میں سے ہر ایک کو امید تھی کہ یہ بس چند دنوں کی بات ہے۔ پھر وہ اپنے گھر واپس چلے جائیں گے

سیڑھیوں پر چڑھتے قدموں کی چاپ نے اسے چونکا دیا۔ اُس نے پلٹ کر دیکھا۔ میتھیوز اور پاؤلو کمرے میں داخل ہوئے۔ میتھیوز کے ہاتھ میں مسیح کی دوسری ولادت کا اعلان کرنے والا پلے کارڈ تھا۔ اُس کے چہرے پر جوش سنسنی تھی، اسے دیکھ کر پتا چلتا تھا کہ وہ اپنی کہانی سنانے کے لیے بے تاب ہے۔

فادر ڈی کارلو نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ سب بیٹھ گئے تو فادر ڈی کارلو نے میتھیوز کو اشارہ کیا کہ وہ اپنی کہے۔

''ہم نے آج اسے دیکھ لیا......'' میتھیوز نے کہا۔

''کسے؟''

''اینٹی کرائسٹ کو۔ وہ ہم سے صرف دس فٹ دور تھا۔ اُس کے ساتھ ایک عورت تھی اور ایک دس بارہ سال کا لڑکا۔''

''عورت کون تھی؟'' فادر ڈی کارلو نے پوچھا۔

اس بار جواب پاؤلو نے دیا۔ اُس نے اپنی جیب سے جیکٹ نکالی۔ ''وہ ٹی وی کی رپورٹر ہے۔ کسی نے اُس سے آٹو گراف لیے تھے۔ میں نے اُس سے پوچھا۔ اُس نے بتایا کہ اس کا نام کیٹ رینالڈز ہے۔ خاصی اہم شخصیت ہے وہ۔''

''اور لڑکا؟''

پاؤلو نے کندھے جھٹک دیے۔ ''شاید کیٹ کا لڑکا ہے۔''

فادر ڈی کارلو آگے کی طرف جھکا۔ کہنیاں میز پر ٹکاتے ہوئے وہ سوچنے لگا...... ایک عورت اور ایک لڑکا! یہ دجال کس چکر میں ہے؟ لیکن میتھیوز کو ابھی اور کچھ بھی کہنا تھا۔ ''پلیز فادر، مجھے موقع دو۔'' اُس نے کہا۔ ''تھورن نے مجھے اور میں نے اسے دیکھا۔ پہلا رابطہ

ہمارے درمیان ہوا ہے۔ مجھے چارہ بنالو فادر میں اسے ختم کروں گا۔''

فادر ڈی کارلو نے نفی میں سر ہلایا۔ اسے ان پر پیار آنے لگا۔ وہ کتنے بہادر...... مگر کتنے سادہ لوح تھے۔ بے حد سادہ لوح! ''اس نے تمہارے خیالات پڑھ لیے ہوں گے۔ ہمیں بے خبری میں اس پر حملہ کرنا ہوگا۔'' اس نے میتھیوز کو سمجھایا۔

فادر نے نیم تاریک کمرے میں ان سبھوں کو دیکھا۔ دن کی روشنی میں بھی وہاں اندھیرا تھا۔ وہ ساتوں میز کے گرد بیٹھے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کے پاس ایک خنجر تھا۔ جس نوع کا چیلنج انہیں درپیش تھا، اس کے سامنے یہ چھوٹی سی فوج بے حد ناکافی اور معمولی لگ رہی تھی۔

نشانہ لینے کے لیے ضروری ہے کہ ہدف غیر متحرک ہو۔'' ایک راہب نے کہا۔

''وہ بیٹھا ہوا ہو تو اچھا ہے۔ سو رہا ہو تو اور بھی بہتر ہوگا۔'' دوسرا بولا۔

فادر ڈی کارلو نے نفی میں سر ہلایا۔ ''اس کے گھر پر دن رات زبردست پہرہ ہوتا ہے۔''

''اور سفارت خانہ؟''

اس بار فادر ڈی کارلو نے جواب دینے کی بھی زحمت نہیں کی۔ البتہ پاؤلو نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ ''یہ ناممکن ہے۔''

فادر ڈی کارلو نے گروس وینز اسکوائر میں واقع سفارت خانے کی عمارت کا جائزہ لیا تھا۔ عمارت بہت بڑی تھی۔ مگر پہرے داروں کی تعداد بھی کم نہیں تھی۔ فادر یہ سوچ کر حیران تھا کہ برادر مارٹن اس عمارت پر محض ایک خنجر لے کر حملہ کرنا چاہتا ہے۔

پھر کسی نے کہا۔ ''وہ رہا بیٹھا ہوا ساکت ہدف۔''

فادر ڈی کارلو نے سر اٹھا کر برادر بینیٹو کے چہرے کو دیکھا۔ وہ ایک کارنر کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ وہاں ایک ٹوٹا پھوٹا ٹیلی ویژن موجود تھا...... ایک پائے سے محروم!

شروع میں تو فادر ڈی کارلو کی سمجھ میں ہی نہیں آیا کہ بینیٹو کیا کہنا چاہتا ہے۔ پھر بینیٹو اور پاؤلو نے وضاحت کی۔ ان کی بات سننے کے بعد فادر ڈی کارلو نے سر اوپر اٹھا کر خدا کا شکر ادا کیا، جس نے انہیں راہ دکھائی تھی......

☆

کیتھی اور ڈون ٹیٹر کنکسلے کے دفتر میں داخل ہوئی۔ اس کے ہاتھ میں صبح کے اخبارات تھے۔ ''پھر وہی گڑبڑ۔'' اُس نے ٹیٹر کو اخبار دیتے ہوئے کہا۔ تمام اخبارات میں وہی سرخیاں تھیں۔ جرمنی کے تمام بڑے شہروں پر دھند کا حملہ...... تمام جرمن ایئر پورٹس پر کام معطل...... اموات کی تعداد بڑھ رہی ہے۔

''یہ میں سینیٹر وان لوون کو بھجوادوں؟'' کیتھی نے پوچھا۔

''ہاں۔ فوراً بھجوادو۔'' ٹیٹر نے گمبھیر لہجے میں کہا۔

کیتھی تیز قدموں سے آفس سے نکلی۔

ٹیبز نے کلائی پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھا اور مسکرایا۔ اب تک تو بم پھٹ چکا ہوگا۔ اور وہ دونوں عورتیں فنا کے گھاٹ اتر چکی ہوں گی۔

انٹر کام پر اس کی سیکرٹری کی آواز ابھری۔ ''مسٹر کنکسلے، سینیٹر وان لوون فون پر ہیں اور آپ سے بات کرنا چاہتی ہیں۔ آپ فون ریسیور کریں گے؟''

''ہاں۔'' ٹیبز نے کہا اور ریسیور اٹھا لیا۔ ''ٹیبز کنکسلے۔'' اُس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

ہیلو مسٹر کنکسلے۔ سینیٹر وان لوون اسپیکنگ۔''

''شام بخیر سینیٹر۔''

''میں اور میری اسسٹنٹ لڑکیاں اس وقت آپ کے ہیڈ کوارٹر کے قریب ہی ہیں۔ اگر آپ کے لیے زحمت نہ ہو تو آپ کی طرف آجائیں؟''

''جی ہاں، ضرور۔'' ٹیبز نے پر جوش لہجے میں کہا۔ ''میں آپ کو بہت کچھ دکھاؤں گا یہاں۔''

''ٹھیک ہے ہم کچھ ہی دیر میں پہنچ رہے ہیں۔''

ٹیبز نے انٹر کام کا بٹن دباتے ہوئے کہا۔ ''ابھی چند منٹ میں میرے کچھ مہمان آرہے ہیں۔ میری طرف کوئی کال نہ بڑھانا۔''

اسے چند ہفتے قبل اخبار کے تعزیتی کالم میں چھپنے والا وہ تعزیتی اعلان یاد آرہا تھا، جس میں سینیٹر وان لوون کے شوہر ایڈمنڈ بارکلے کی موت کی خبر شائع ہوئی تھی۔ موت کا سبب ہارٹ اٹیک تھا۔ میں اس پر تعزیت بھی کرلوں گا۔ اُس نے سوچا۔

٭

پندرہ منٹ بعد سینیٹر وان لوون اپنی دونوں جوان اور پرکشش معاونین کے ساتھ وہاں پہنچ گئی۔ ٹیبز کنکسلے نے اٹھ کر ان کا خیر مقدم کیا۔

''مجھے خوشی ہے کہ آپ نے یہاں آنے کا فیصلہ کیا۔'' اُس نے کہا۔

سینیٹر نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ ''کورین مرفی اور کیرولی ٹروسٹ سے تم واقف ہو۔''

ٹیبز نے اثبات میں سر ہلایا اور دونوں لڑکیوں کی طرف مڑا۔ ''تم دونوں سے مل کر خوشی ہوئی۔'' پھر وہ سینیٹر کی طرف پلٹا۔ ''مجھے آپ کے شوہر کی موت کا بہت افسوس ہے۔''

''شکریہ۔ وہ بہت عرصے سے بیمار تھے۔ بالآخر چند ہفتے پہلے...... '' وہ ایسے مسکرائی، جیسے خود پر جبر کر رہی ہو۔ ''اور ہاں۔ یہ جو آپ گلوبل وارمنگ کے ذیل میں جو معلومات مجھے بھجواتے رہے ہیں، وہ بے حد متاثر کن ہیں۔''

''شکریہ سینیٹر۔''

''ہمیں دکھائیں تو کہ یہاں آپ کیا کچھ کر رہے ہیں۔''

''جی ہاں، ضرور۔ یہ فیصلہ آپ کو کرنا ہے کہ آپ کے پاس اس معائنے کے لیے کتنا وقت ہے۔ پانچ دن، دو دن یا چار گھنٹے۔''

کورین مرفی مسکرائی۔ ''میرا خیال ہے کہ چار دن کا دورہ......''

سینیٹر وان لووَن نے فوراً مداخلت کی۔ ''ہمارے پاس دو گھنٹے ہیں۔''

''جیسی آپ کی مرضی۔''

''کے آئی جی میں کتنے لوگ کام کرتے ہیں؟''

''دو ہزار کے لگ بھگ۔ ایک درجن کے قریب اہم ممالک میں ہمارے دفتر قائم ہیں۔''

کورین اور کیرولی بے حد متاثر نظر آ رہی تھی۔

''یہاں ہمارے 500 ملازمین موجود ہیں، ٹیئر نے اپنی بات جاری رکھی۔ تحقیقی اسٹاف اور عام ملازمین کے لیے الگ الگ حصوں میں بندوبست کیا گیا ہے۔ سائنس دانوں کا کم از کم آئی کیو 160 ہے۔''

''یعنی وہ جینئس ہیں۔'' کورین بولی۔

سینیٹر وان لووَن نے اسے ناپسندیدگی سے دیکھا۔

''میرے ساتھ آیئے۔''

ٹیئر ان تینوں کو ساتھ لے کر ایک بغلی دروازے سے نکلا اور ملحقہ عمارت میں داخل ہو گیا۔ وہاں وہ انہیں ایک کمرے میں لے گیا، جو مختلف النوع آلات سے بھرا ہوا تھا۔ وہاں ایک بے حد عجیب ساخت کی بڑی مشین بھی تھی۔

سینیٹر وان لووَن اُس کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ ''یہ کیا کرتی ہے؟''

''یہ ساؤنڈ اسپیکٹوگراف ہے سینیٹر۔ یہ آواز کو وائس پرنٹ میں تبدیل کرتی ہے۔ اور یہ ہر آواز کو الگ الگ شناخت کر سکتی ہے۔''

کس طرح۔'' کیرولی نے پوچھا۔

''فرض کرو، تمہارا ایک دوست تمہیں فون کرتا ہے تو تم اسے فوراً پہچان لیتی ہو۔ وجہ یہ ہے کہ اُس کی آواز کا پیٹرن تمہارے ذہن میں نقش ہوتا ہے۔ ہم نے اس مشین کو اس طرز پر پروگرام کیا ہے۔ اس میں ایک الیکٹرونک فلٹر لگا ہے، جو مختلف آوازوں کو ان کی فریکوئینسی کے ساتھ تجزیہ کرتے ہوئے ریکارڈ کرتا ہے پھر یہ انہیں الگ الگ جمع کرتا ہے اور بہ وقت ضرورت شناخت بھی کرتا ہے۔''

اس کمرے سے نکل کر وہ لوگ پوری عمارت میں گھومتے پھرے۔ انہوں نے عجیب عجیب مشینیں اور مائیکرواسکوپ دیکھے۔ وہاں بڑی بڑی لیبارٹریز تھیں، جہاں سائنس داں کام کر رہے تھے۔ انہماک کا یہ عالم تھا کہ کسی کو ان کی موجودگی کا احساس بھی نہیں ہوا۔

وہ سرخ اینٹوں سے بنی ایک عمارت کے سامنے سے گزرے، جس کے دروازے پر دُہرے قفل لگے تھے۔ ''یہاں کیا ہے؟'' سینیٹر وان لووَن نے پوچھا۔

''یہاں خفیہ نوعیت کی سرکاری ریسرچ ہو رہی ہے۔ سوری سینیٹر، یہ جگہ میں آپ کو نہیں دکھا سکوں گا۔'' ٹیئر نے جواب دیا۔

سینیٹر وائن لوئن نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''یہ سب کچھ مجھے تو بہت دل چسپ لگا۔''

''بہت زیادہ دل چسپ۔'' کورین مرفی مسکرائی۔ اُس کی نگاہیں ٹینر پر جمی تھیں۔

''مجھے تو بھئی بہت لطف آیا۔'' کیرولی بولی۔

ٹینر سینیٹر کی طرف متوجہ ہوا۔ ''یہ بتائیں، آپ کو اپنے ساتھیوں سے اس ماحولیاتی مسئلے پر بات کرنے کا بھی موقع ملا، جس پر ہمارے درمیان بات ہوئی تھی؟''

''ہاں۔ ہوئی تو ہے۔'' سینیٹر کے لہجے میں بے تعلقی تھی۔

''تو مجھے بتائیں کہ میرے لیے کیا احکامات ہیں؟''

''یہ تو قیاس کا کھیل نہیں ہے مسٹر کنگسلے۔ ابھی اس پر اور تبادلہ خیال ہوگا۔ اور جب ہم کسی نتیجے پر پہنچیں گے تو میں آپ کو بتا دوں گی۔''

ٹینر مسکرایا۔ ''شکریہ۔ اور آپ لوگوں کی آمد کا بھی شکریہ۔''

پھر وہ انہیں رخصت ہوتے دیکھتا رہا۔

دروازہ بند ہوا تو انٹر کام پر کیتھی کی آواز ابھری۔ ''مسٹر کنگسلے، سعیدہ پرنانڈز مسلسل آپ سے رابطے کی کوشش کر رہی ہے۔ وہ کہہ رہی تھی کہ معاملہ بہت ارجنٹ ہے۔ لیکن آپ نے مجھے منع کر دیا تھا کہ کوئی کال نہ ملائی جائے۔''

''ٹھیک ہے۔ اس سے بات کراؤ میری۔''

سعیدہ وہ عورت تھی، جس سے اُس نے ایڈمز ہوٹل بھیجا تھا...... دونوں عورتوں کے کمرے میں بم رکھوانے کے لیے۔

''لائن ون پر سعیدہ ہے سر۔ کیتھی نے کہا۔

ٹینر نے ریسیور اٹھایا۔ اسے خوش خبری کی امید تھی۔ ''کام ہو گیا نا سعیدہ؟'' اس نے پوچھا۔

''نہیں سر۔ مجھے افسوس ہے۔'' سعیدہ نے لہجے میں خوف تھا۔ ''وہ دونوں نکل گئیں مسٹر کنگسلے۔''

ٹینر کا جسم تن گیا۔ ''کیا...... کیا بکتی ہو؟''

''جی سر۔ بم پھٹنے سے پہلے ہی وہ کمرے سے نکل گئی تھیں۔ ہوٹل کے ایک ملازم نے انہیں لابی میں دیکھا تھا۔''

ٹینر نے ریسیور پٹخ دیا۔ پھر اُس نے انٹر کام پر سکریٹری سے کہا۔ ''فلنٹ اور کاربالو کو بھیجو۔''

ایک منٹ بعد ہیری فلنٹ اور ونس کاربالو اس کے دفتر میں داخل ہوئے۔ ٹینر غصے میں کھول رہا تھا۔ ''وہ منحوس عورتیں پھر بچ نکلیں۔ اب اس کے بعد میں مزید کوئی کوتاہی برداشت نہیں کروں گا۔ سمجھ رہے ہو نا۔ میں تمہیں بتاؤں گا کہ وہ کہاں ہیں۔ اور تم لوگوں کو انہیں ٹھکانے لگانا ہوگا۔ کوئی سوال؟''

''فلنٹ اور کاربالو نے ایک دوسرے کو دیکھا اور بولے۔ ''نہیں سر۔''

ٹیمز نے ایک بٹن دبایا۔ شہر کا الیکٹرونک نقشہ سامنے آیا۔ ''جب تک ان کے پاس میرے دیے ہوئے کارڈ موجود ہیں، وہ ہم سے چھپ نہیں سکتیں......''

وہ دیکھتے رہے۔ الیکٹرونک نقشے پر روشنی نمودار ہوئی۔ ٹیمز نے ایک بٹن دبایا۔ لیکن روشنی متحرک نہیں ہوئی۔

ٹیمز دانت پیسنے لگا۔ ''انہوں نے کارڈ سے جان چھڑالی ہے۔'' اس کا چہرہ تمتما رہا تھا۔ وہ فلنٹ اور کاربالو کی طرف مڑا'' میں چاہتا ہوں کہ وہ آج قتل کردی جائیں۔ کل کی صبح دیکھنا انہیں نصیب نہ ہو۔''

فلنٹ نے الجھن بھری نظروں سے ٹیمز کو دیکھا۔ ''یہ معلوم ہی نہ ہو کہ وہ کہاں ہیں تو ہم کیسے......''

ٹیمز نے اُس کی بات کاٹ دی۔ تم سمجھتے ہو کہ کوئی معمولی عورت میری ذہانت کو شکست دے سکتی ہے۔ جب تک ان کے سیل فون ان کے پاس ہیں، وہ ہم سے بچ کر کہیں نہیں جاسکیں گے۔''

''ان کے سیل فون کے نمبر آپ کے پاس ہیں؟'' فلنٹ نے پوچھا۔

ٹیمز نے جواب نہیں دیا۔ وہ پھر نقشے کا جائزہ لے رہا تھا۔ ''اب تک وہ جدا ہو چکی ہوں گی۔'' اس نے ایک اور سوچ دبایا۔ ''چلو پہلے ہم ڈیانا اسٹیونز کو ٹرائی کرتے ہیں۔'' اُس نے ایک نمبر دبایا۔

نقشے پر روشنیاں متحرک ہوئیں۔ ان کا رخ مین ہٹن کی طرف تھا۔ بالآخر وہ ایک اسٹور کے سامنے رک گئیں۔ وہاں ایک سائن تھی، جس پر لکھا تھا...... مال فار آل۔

''ڈیانا اسٹیونز اس وقت ایک شاپنگ مال میں ہے۔'' ٹیمز نے ایک اور بٹن دباتے ہوئے کہا۔ ''اب ہم کیلی ہیرس کو چیک کرتے ہیں۔''

روشنی دوبارہ متحرک ہوگئی تھی۔ اس بار اس کا رخ شہر کے ایک اور حصے کی طرف تھا۔ کچھ دیر بعد وہ ایک ایسے علاقے تک محدود ہوگئی، جہاں بس ایک کپڑوں کی دکان، ایک ریسٹورنٹ ایک فارمیسی اور ایک بس اسٹیشن تھا۔ پھر روشنی ایک بڑی اور کھلی عمارت کے سامنے رک گئی۔

''کیلی ہیرس بس اسٹیشن میں ہے۔'' ٹیمز نے کہا۔ ''ہمیں ان کو پکڑنے میں تیزی دکھانی ہوگی۔''

''کیسے؟'' کاربالو نے کہا۔ ''ایک اس سرے پر ہے تو دوسری اُس سرے پر۔ جب تک ہم وہاں پہنچیں گے۔ وہ جا چکی ہوں گی۔''

ٹیمز نے کہا۔ ''میرے ساتھ آؤ۔'' وہ انہیں لے کر ملحقہ کمرے میں چلا گیا۔ اس کمرے میں متعدد مانیٹر، کمپیوٹر اور مختلف رنگوں والے کی بورڈ تھے۔ ایک شیلف پر ایک چھوٹی سی بھدی مشین رکھی تھی۔ وہاں درجنوں سی ڈی اور ڈی وی ڈی رکھی تھیں۔ ٹیمز انہیں ٹٹولنے لگا۔ اس نے ایک سی ڈی جس پر ڈیانا اسٹیونز کا نام لکھا تھا، اس مشین میں داخل کردی۔

پھر وہ انہیں سمجھانے لگا۔ ''اسی مشین میں ڈیانا اور کیلی دونوں کی آوازوں اور لہجوں کا پیٹرن ریکارڈ ہے اور اُس کا تجزیہ بھی موجود ہے۔ ابھی میں ایک بٹن دباؤں تو اس کے بعد میں جو کچھ بھی کہوں گا، وہ ڈیانا کی آواز اور اُس کے لہجے میں منتقل ہو جائے گا۔'' یہ کہہ کر ٹیمز نے موبائل فون اٹھایا اور اس پر چند نمبر دبائے۔

دوسری طرف سے کیلی ہیرس نے محتاط انداز میں کہا۔ ''ہیلو؟''

''کیلی...... شکر ہے کہ تم مل گئیں۔'' ٹیمز بول رہا تھا۔ مگر کاربالو اور فلنٹ کو ڈیانا اسٹیونز کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

ڈیانا...... تم نے بروقت فون کیا۔ میں بس نکلنے ہی والی تھی۔''

فلنٹ اور کاربالو حیرت سے سن رہے تھے۔ ''تم کہاں جا رہی ہو کیلی؟''

''شکاگو...... اور وہاں سے پیرس۔''

''مگر کیلی، ابھی تم نہیں جاسکتیں۔''

ایک لمحے کی ہچکچاہٹ آمیز خاموشی۔ پھر کیلی نے پوچھا۔ ''کیوں؟''

''کیونکہ مجھے حقیقت کا پتا چل گیا ہے۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ ہمارے شوہروں کو کس نے قتل کیا اور کیوں کیا۔''

''او مائی گاڈ...... تمہیں کیسے پتا چلا...... تمہیں یقین ہے ڈیر؟''

''ہاں۔ بلکہ میرے پاس ثبوت بھی موجود ہے۔''

''بہت خوب ڈیانا۔ یہ تو کمال ہی ہو گیا۔''

ثبوت میرے پاس ہے۔ اور میں ڈیلمونٹ ہوٹل کے پینٹ ہاؤس اے میں ہوں۔ یہاں میں ایف بی آئی جاؤں گی۔ اور میں چاہتی کہ تم میرے ساتھ چلو لیکن اگر تم گھر واپس جانا چاہتی ہو تو......''

''نہیں...... نہیں...... مارک کے قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچانا میری ذمہ داری ہے۔''

فلنٹ اور کاربالو دونوں طرف کا ایک ایک لفظ سن رہے تھے۔ پس منظر سے انہیں شکاگو جانے والی بس کا اناؤنسمنٹ سنائی دے رہا تھا۔ ''میں تمہارے ساتھ چلوں گی ڈیانا۔ تم نے ڈیلمونٹ ہوٹل بتایا ہے نا؟''

''ہاں...... ڈیلمونٹ ہوٹل...... 86 ویں اسٹریٹ۔ پینٹ ہاؤس اے۔''

''بس تو میں فوراً آ رہی ہوں۔ پھر ملتے ہیں۔''

اور رابطہ منقطع ہو گیا۔

ٹیمز نے پلٹ کر فلنٹ اور کاربالو کو دیکھا۔ ''آدھا مسئلہ تو حل ہو گیا۔ اب ہم دوسرا آدھا مسئلہ حل کرتے ہیں۔''

ٹیمز نے وہ ڈسک مشین سے نکالی اور کیلی ہیرس کے نام والی ڈسک مشین میں ڈال دی۔ پھر اُس نے موبائل فون پر دوسرا نمبر ڈائل کیا۔

فوراً ہی ڈیانا کی آواز سنائی دی۔ ''ہیلو؟''

''اب ٹیمز نے بولا تو اُس کی آواز کیلی کی تھی۔ ''ڈیانا، میں......''

''کیلی، تم ٹھیک تو ہو؟''

''ہاں۔اور میرے پاس خوش خبری ہے تمہارے لیے۔ مجھے پتا چل گیا کہ ہمارے شوہروں کو کس نے قتل کیا اور کیوں کیا؟''

''کیا......؟ کون؟......کیسے؟''

''ڈیانا، یہ بات فون پر نہیں کیا جاسکتی۔ میں 86 ویں اسٹریٹ پر ڈیلمونٹ ہوٹل کے پینٹ ہاؤس اے میں ہوں۔تم مجھ سے ملنے آسکتی ہو؟''

''ہاں۔میں فوراً آرہی ہوں۔''

''بہت خوب۔تو میں تمہاری منتظر ہوں۔''

ٹیٹر نے فون بند کیا اور فلنٹ کی طرف مڑا۔اُس نے فلنٹ کی طرف ایک چابی بڑھائی۔''یہ پینٹ ہاؤس اے کی چابی ہے۔تم وہاں جاؤ اور ان کے آنے کا انتظار کرو۔اب تمہیں نہ صرف انہیں ٹھکانے لگانا ہے...... بلکہ ان کی لاشوں کو بھی۔بس اب مجھے خوش خبری ہی سنانا۔''

فلنٹ پلٹا اور دروازے سے نکل گیا۔کاربالو اسے دیکھتا رہا۔پھر بولا''میرے لیے کیا حکم ہے مسٹر ٹنکسلے۔''

''تمہیں سعیدہ ہرنانڈز کی فکر کرنی ہے۔''

......✲......

پینٹ ہاؤس اے میں دونوں عورتوں کا انتظار کرتے ہوئے فلنٹ یہ تہیہ کر چکا تھا کہ اس بار کوئی گڑبڑ نہیں ہوگی۔وہ جانتا تھا کہ جن لوگوں سے اس طرح کی غلطی ہوتی ہے، ٹیٹر انہیں ختم کرا دیتا ہے۔لیکن فلنٹ کا ابھی مرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔اُس نے گن نکالی، چیمبر چیک کیا اور بیرل پر سائیلنسر فٹ کرنے لگا۔اب اسے بس ان کی آمد کا انتظار کرنا تھا۔

......✲......

ڈیلمونٹ ہوٹل سے چھ بلاک دور ٹیکسی میں بیٹھی کیلی ہیرس کے جسم میں سنسنی دوڑ رہی تھی۔ڈیانا نے اسے خبر ہی ایسی سنائی تھی۔مارک...... انہوں نے تمہارے ساتھ جو کیا، میں اُس کا بدلہ لینے والی ہوں۔اُس نے سوچا۔

......✲......

دوسری طرف ڈیانا بے تاب ہو رہی تھی۔ڈراؤنا خواب ختم ہونے والا تھا۔کیلی نجانے کیسے معاملات کی تہ تک پہنچ گئی تھی۔اور اُس کا کہنا تھا کہ اُس کے پاس ثبوت بھی موجود ہے۔وہ اس وقت رچرڈ کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

ٹیکسی ڈرائیور نے اُسے چونکا دیا۔''ہم ڈیلمونٹ ہوٹل پہنچ گئے خاتون۔''

......✲......

ڈیلمونٹ ہوٹل کی لابی سے گزر کر لفٹ کی طرف بڑھتے ہوئے ڈیانا کا دل بہت تیز دھڑک رہا تھا۔وہ کیلی سے ملنے کو بے تاب ہو رہی تھی۔

لفٹ کا دروازہ کھلا اور نیچے آنے والے باہر آئے۔

''آپ کو اوپر جانا ہے۔''لفٹ آپریٹر نے پوچھا۔

''ہاں۔ پینٹ ہاؤس فلور پلیز۔''ڈیانا نے لفٹ میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

اُس کا دماغ بہت تیزی کام کر رہا تھا۔ جس پروجیکٹ پر رچرڈ اور مارک کام کر رہے تھے، وہ اتنا خفیہ تھا کہ اس کی وجہ سے انہیں قتل کر دیا گیا۔ اب یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ کیلی کو وہ راز کیسے معلوم ہو گیا؟

''پینٹ ہاؤس فلور آ گیا لیڈی۔''لفٹ آپریٹر نے کہا۔

✿

پینٹ ہاؤس اے کی نشست گاہ میں فلنٹ دروازے کے پاس کھڑا باہر کی سن گن لے رہا تھا۔ مسئلہ یہ تھا کہ دروازہ بہت موٹا اور بھاری تھا اور اس کی وجہ بھی فلنٹ کو معلوم تھی۔ وہ دروازہ یہ سوچ کر لگایا گیا تھا کہ اندر کی آوازیں باہر نہ جائیں۔ مگر معاملہ دو طرفہ تھا۔ باہر کی آوازیں بھی اندر آسانی سے نہیں آتی تھیں۔

پینٹ ہاؤس سوئٹ میں بورڈ کے اجلاس ہوتے تھے۔ ٹینر سال میں تین بار بیرون ملک کے آئی جی کے منیجرز کو یہاں مدعو کرتا تھا۔ کاروباری معاملات نپٹ جاتے تو وہاں حسین لڑکیاں اجلاس کے شرکا کا دل بہلانے کے لیے لائی جاتی تھیں۔ ایسے کئی موقعوں پر فلنٹ نے وہاں گارڈ کی حیثیت سے پہرہ دیا تھا۔ اسے وہ نظارے یاد آنے لگے۔ وہ مسکرا دیا۔ مارنے سے پہلے کھیلا بھی تو جا سکتا ہے! چڑی اور وہ بھی دو دو!!

✿

لفٹ سے نکلتے ہوئے ڈیانا نے پوچھا۔''پینٹ ہاؤس کس طرف ہے؟''

''کاریڈور کے آخر میں...... بائیں جانب۔ لیکن وہاں کوئی نہیں ہوگا۔''

''کیا......؟''ڈیانا ٹھٹک گئی۔ اُس نے پلٹ کر لفٹ آپریٹر کو دیکھا۔

''وہاں تو بس بورڈ کے اجلاس ہوتے ہیں۔ اور اگلا اجلاس ستمبر میں ہونا ہے۔''

ڈیانا مسکرائی۔''میں بورڈ کے اجلاس میں شرکت کے لیے آئی بھی نہیں ہوں۔ وہاں میری ایک دوست میری منتظر ہے۔ مجھے اُس سے ملنا ہے۔''

لفٹ آپریٹر ڈیانا کو دیکھتا رہا۔ وہ کاریڈور کے آخر میں بائیں جانب مڑی تھی۔ لفٹ آپریٹر نے کندھے جھٹکے اور بٹن دبایا۔ لفٹ کے دروازے بند ہونے لگے۔ پینٹ ہاؤس کے دروازہ کے قریب پہنچ کر ڈیانا کے قدم تیز ہو گئے۔ اُس کے جسم میں ہیجان دوڑ رہا تھا۔

✿

پینٹ ہاؤس اے میں فلنٹ دروازے پر دستک کا منتظر تھا۔

اسے یہ جاننے کا اشتیاق تھا کہ پہلے کون پہنچے گی...... سیاہ فام یا سنہرے بالوں والی؟ بہر حال اسے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ وہ نسلی منافرت کا قائل تھا نہ نسلی امتیاز کا۔ جو پہلے مل جائے وہی ٹھیک ہے۔

باہر چاپ سی ابھری۔ گن پر اُس کے ہاتھ کی گرفت سخت ہوگئی۔

......✿......

کیلی اپنے اندر امنڈنے والے اضطراب سے لڑنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ڈیلمونٹ ہوٹل تک پہنچنے میں اسے کئی دشواریوں اور رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑا تھا ٹریفک کا رش۔ سگنل کی سرخ روشنیاں، سڑکیں جن کی مرمت ہو رہی تھیں! اسے ایسا لگ رہا تھا کہ کوئی ان دیکھی طاقت اسے ڈیلمونٹ ہوٹل پہنچنے سے روکنا چاہتی ہے۔ بہر حال وہ رکی تو نہیں۔ لیکن لیٹ ضرور ہوگئی۔

ہوٹل میں داخل ہوئی۔ لابی میں پہنچ کر وہ تیزی سے لفٹ کی طرف بڑھی۔ ''پینٹ ہاؤس پلیز۔'' اس نے لفٹ آپریٹر سے کہا۔

......✿......

پانچویں منزل پر ڈیانا پینٹ ہاؤس اے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اسی لمحے برابر والے پینٹ ہاؤس کا دروازہ کھلا اور ایک پورٹر سامان سے لدی ہوئی ٹرالی دھکتا ہوا باہر آیا۔ ڈیانا کا راستہ رک گیا۔

''میں ابھی ایک منٹ میں اسے ہٹا دوں گا میڈم۔'' پورٹر نے معذرت بھرے لہجے میں کہا۔

پورٹر دوبارہ سوئٹ میں گیا اور وہاں سے دو سوٹ کیس اور لے کر آیا۔ ڈیانا نے نکلنے کی کوشش کی۔ لیکن وہاں بالکل گنجائش نہیں تھی۔

پورٹر سامان کو سیٹ کر رہا تھا۔ بالآخر اس نے ٹرالی کا ہینڈل تھاما اور کہا۔ ''سوری میڈیم، میری وجہ سے آپ کو دیر ہوئی۔''

ڈیانا پینٹ ہاؤس کی طرف بڑھی۔ دروازے پر پہنچ کر اُس نے دستک دینے کے لیے ہاتھ اُٹھایا۔ اسی وقت عقب سے کسی نے اسے پکارا'' ڈیانا۔''

ڈیانا نے پلٹ کر دیکھا۔ کیلی لفٹ سے نکل کر آرہی تھی۔ ''کیلی!'' ڈیانا پلٹی اور کیلی کی طرف بڑھ گئی۔

......✿......

پینٹ ہاؤس اے کے اندر ہیری فلنٹ دروازے سے کان لگائے کھڑا تھا۔ اسے ایسا لگ رہا تھا کہ دروازے کے باہر کوئی موجود ہے۔ اس کا جی چاہا کہ دروازہ کھول کر دیکھے۔ لیکن اس طرح اُس کا منصوبہ برباد ہو جاتا۔ باس نے کہا تھا...... جیسے ہی وہ اندر داخل ہوں، انہیں شوٹ کر دینا۔

اور وہ حکم کی خلاف ورزی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

......✿......

کاری ڈور میں ڈیانا اور کیلی ایک دوسرے سے لپٹ رہی تھیں۔ کیلی نے کہا۔ ''سوری...... میں کچھ لیٹ ہوگئی۔ دراصل ٹریفک بہت زیادہ

تھا۔تم نے عین اس وقت مجھے فون کیا، جب میں شکاگو کے لیے نکلنے والی تھی۔''

ڈیانا کی آنکھوں میں الجھن جھانکنے لگی۔''میں نے......میں نے تمہیں......''

''ہاں۔تم نے فون کیا تو میں بس میں بیٹھ رہی تھی۔''

ایک لمحے خاموشی رہی۔ پھر ڈیانا نے کہا۔''میں نے تمہیں فون نہیں کیا کیلی۔تم نے مجھے فون کیا تھا۔اور تم نے کہا تھا کہ تمہیں وہ تمام ثبوت مل گئے ہیں، جن کی ہمیں ضرورت تھی۔'' وہ کہتے کہتے رک گئی۔ کیلی کے چہرے پر زلزلے کا سا تاثر تھا۔

''میں نے......نہیں......میں نے تو......''

ان دونوں نے پلٹ کر پینٹ ہاؤس اے کے دروازے کو دیکھا۔ پھر ڈیانا نے گہری سانس لے کر کہا۔''جلدی سے نکل لو یہاں سے۔''

''ہاں۔ٹھیک کہہ رہی ہو تم۔''

وہ دونوں لفٹ کے بجائے زینے کی طرف لپکیں۔ایک منزل نیچے اترنے کے بعد انہوں نے لفٹ کو بلانے کے لیے بٹن دبایا۔

تین منٹ بعد وہ ہوٹل سے نکل چکی تھیں۔

......✿......

پینٹ ہاؤس اے کے اندر ہیری فلنٹ بار بار گھڑی دیکھ رہا تھا۔''اتنی دیر کیوں ہو گئی ان منحوس عورتوں کو۔'' وہ بڑبڑایا۔

......✿......

وہ دونوں سب وے کی ایک پُر ہجوم گاڑی میں تھیں۔''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیسے ممکن ہوا۔'' ڈیانا نے کہا۔''بلاشبہ وہ تمہاری ہی آواز تھی۔''

''اور مجھے فون تم نے ہی کیا تھا۔میرا مطلب ہے، وہ تمہاری ہی آواز تھی۔'' کیلی نے کہا۔''یہ لوگ ہزار ہاتھوں والے عفریت ہیں جو ہماری گردن پکڑنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

''مارنے سے پہلے ہمیں پکڑنا چاہتے ہیں۔'' ڈیانا بولی۔

''لیکن اس بار انہوں نے ہمیں تلاش کیسے کیا؟ ہم نے وزٹنگ کارڈ سے بھی جان چھڑا لی ہے۔اور ہمارے پاس ایسا کیا ہے، جس سے......''

''انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا......پھر اپنے اپنے موبائل فون کو۔ پھر کیلی نے کہا۔''لیکن انہیں ہمارے فون نمبر کیسے معلوم ہوئے؟''

''یہ نہ بھولا کرو کہ ہمارا واسطہ کس طرح کے لوگوں سے پڑا ہے۔ بہر حال یہ جگہ نیویارک میں سب سے محفوظ ہے۔ہم سب وے میں ٹھہر سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ......'' وہ کہتے کہتے رکی۔اُس کا چہرہ سپید پڑ گیا۔''ہمیں فوراً یہاں سے نکلنا ہوگا۔''اب اُس کے لہجے میں سنگینی تھی۔''اگلے ہی اسٹاپ پر اتر جائیں گے ہم۔''

''کیا؟ ابھی تو تم کہہ رہی تھیں کہ......'' پھر بات کیلی کی سمجھ میں بھی آگئی۔

وہ دونوں دروازے کی طرف لپکیں۔ انہیں اگلے اسٹاپ پر اترنا تھا۔ وہ دروازے کے قریب کھڑی تھیں۔ قریب کی سیٹوں پر بیٹھے دو فوجی جوان انہیں للچائی ہوئی نظروں سے گھور رہے تھے۔

کیلی نے انہیں مسکرا کر دیکھا۔ ''اس وقت تو ہم مصروف ہیں۔ مگر تین گھنٹے بعد آپ لوگوں سے مل سکتے ہیں۔''

''لیکن ملیں گے کیسے؟'' فوجی نے کہا۔

''یہ موبائل فون رکھ لیں۔ میں تمہیں فون کر کے بتادوں گی۔''

ڈیانا نے جلدی سے اپنا موبائل دوسرے جوان کو دے دیا۔

اسی لمحے گاڑی رکی اور وہ دونوں اتر گئیں۔

.......✿.......

پینٹ ہاؤس اے میں فون کی گھنٹی بجی۔ فلنٹ نے ریسیور اٹھایا۔

ایک گھنٹا ہو گیا۔ کیا بات ہے فلنٹ؟'' ٹیئر نے کہا۔

''وہ دونوں آئی ہی نہیں۔''

''کیا کہہ رہے ہو؟''

''جی ہاں جناب۔ میں کب سے ان کا انتظار کر رہا ہوں۔''

''تم واپس آجاؤ۔'' ٹیئر نے کہا۔ اور ریسیور پٹخ دیا۔

ابتدا میں یہ ٹیئر کے لیے ایک عام سا معاملہ تھا، جس سے اسے نمٹنا تھا۔ مگر اب یہ اُس کے لیے ذاتی معاملہ ہو گیا تھا۔ اس نے اپنا موبائل فون اٹھایا اور اس پر ڈیانا اسٹیونز کا نمبر ملایا۔

دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ ''ارے جاناں...... تم نے اتنی جلدی فون کر دیا۔ چلو اچھا ہے۔ آج کی رات کو یادگار بناتے ہیں۔''

ٹیئر کو شاک لگا۔ وہ کچھ بول بھی نہیں سکا۔

''کیا بات ہے جانم، تم بولتیں کیوں نہیں؟'' فوجی جوان نے پکارا۔

ٹیئر نے جلدی سے فون بند کر دیا۔ دونوں چڑیلوں نے اپنے موبائل فونز سے بھی جان چھڑا لی تھی!

.......✿.......

وہ سائیڈ اسٹریٹ پر واقع ایک سستا سا بورڈنگ ہاؤس تھا۔ ٹیکسی گزر رہی تھی کہ ڈیانا کی نظر اس کے بورڈ پر پڑی۔ اُس نے ٹیکسی رکوا دی۔

وہ دونوں اتریں اور بورڈنگ ہاؤس میں داخل ہوئیں۔ لینڈ لیڈی ادھیڑ عمر عورت تھی۔ چہرے بشرے سے خوش مزاج لگ رہی تھی۔ ’’میں ایلس فنلے ہوں۔‘‘ اُس نے کہا۔ ’’میں آپ کو ایک بہت اچھا کمرا دوں گی۔ ناشتے کے ساتھ کرایہ چالیس ڈالر یومیہ۔‘‘

’’بہت مناسب ہے۔‘‘ ڈیانا نے کہا اور کیلی کو غور سے دیکھا۔ اس کے چہرے پر عجیب سا تاثر تھا۔ ’’کیا بات ہے کیلی؟‘‘

’’کچھ نہیں۔‘‘ کیلی نے ایک لمحے کو آنکھیں بند کرلیں۔ جس بورڈنگ ہاؤس میں وہ ٹوائلٹ صاف کرتی رہی تھی، مہمانوں کے لیے کھانا پکاتی رہی تھی اور اپنے سوتیلے باپ کی نشے میں ڈوبی آواز سنتی رہی تھی، اس کے مقابلے میں اس بورڈنگ ہاؤس کو جنت کہا جاسکتا تھا۔

’’یہ جگہ بہت اچھی ہے۔‘‘ بالآخر اس نے مسکراتے ہوئے کہا

☼

اگلی صبح ٹینر نے فلنٹ اور کاربالو کو طلب کیا۔ ’’انہوں نے میرے وزٹنگ کارڈ ضائع کردیے ہیں۔ اور انہوں نے اپنے موبائل فون سے بھی جان چھڑالی ہے۔‘‘ اُس نے کہا۔

’’اس کا مطلب ہے کہ اب ہم انہیں نہیں پاسکیں گے۔‘‘ فلنٹ بولا۔

’’نہیں مسٹر فلنٹ۔ میری زندگی میں تو یہ ممکن نہیں۔ البتہ اب ہم ان کے پیچھے نہیں جائیں گے۔ وہ خود چل کر ہمارے پاس آئیں گی۔‘‘

فلنٹ اور کاربالو نے حیرت سے ایک دوسرے کو پھر ٹینر کو دیکھا۔ ’’کیا مطلب جناب؟‘‘

’’ڈیانا اسٹیونز اور کیلی ہیرس پیر کی صبح سوا گیارہ بجے یہاں آئیں گی...... کے آئی جی میں!‘‘

☼

برادر بینیٹو پھوار میں ایک گھنٹا بھیگتا رہا۔ وہ بہت بے آرام ہو رہا تھا۔ بھیگنے کی وجہ سے نہیں، بلکہ اس لباس کی وجہ سے جو اُس نے پہنا ہوا تھا۔ وہ تنگ لباس پہننے کا عادی نہیں تھا۔ اسے حیرت ہو رہی تھی کہ لوگ فیشن کے نام پر خود کو کتنی تکلیف دیتے ہیں۔ وہ سوچ رہا تھا کہ پادریوں کے چوغے سے بہتر اور آرام دہ کوئی لباس ہو ہی نہیں سکتا۔

وہ اس وقت شیفرڈبش کے علاقے میں ایک پبلک ہاؤس کے ڈوروے میں کھڑا لوگوں کی آمدورفت کا جائزہ لے رہا تھا۔ ایک کپڑے میں لپٹا ہوا خنجر اس کی جیب میں رکھا، اس کی ران میں مس ہو رہا تھا۔ وہ جیب میں ہاتھ ڈالے اُس کے دستے پر بنی شبیہہ کو سہلا رہا تھا۔

ٹورسٹ بس اسٹوڈیو کے سامنے رکی۔ اس میں سے سیاح اترے۔ بینیٹو آگے بڑھا اور اس کے درمیان گھل مل گیا۔ اندر داخل ہوتے ہوئے اس سیکورٹی گارڈ کو مسکرا کر دیکھا۔ اندر استقبالیہ ڈیسک پر اُس نے کلرک کو بھی اپنی معصوم مسکراہٹ سے نوازا۔ صرف چند منٹ میں وہ اسٹوڈیو میں داخل ہو چکا تھا۔ پھر وہ سیاحوں سے الگ ہوا اور ٹوائلٹ روم میں گھس گیا۔ ایک ٹوائلٹ میں گھس کر اُس نے دروازہ اندر سے بند کرلیا۔ اب آگے بس قسمت کا کھیل تھا۔ وہ اپنی کامیابی کے لیے دعا ہی کرسکتا تھا۔

وہ انتظار کرتا رہا۔ اور جب پر اعتماد ہو گیا تو اُس نے باہر آ کر راہ داری میں جھانکا۔ باہر نکل کر پندرہ منٹ وہ ادھر ادھر گھومتا رہا پھر۔ بالآخر

اسے ایک نوٹس بورڈ نظر آیا۔ اُس سے اسے اپنی منزل کا پتا چلا۔ مزید دس منٹ کی جستجو کے بعد وہ اسٹوڈیو نمبر چار تک پہنچا۔ راہ داری میں ادھر ادھر دیکھنے کے بعد اُس نے اسٹوڈیو کے دروازے کو آزمایا۔ دروازہ کھلا تھا۔ وہ چپکے سے اندر چلا گیا۔ اور دروازے کو دوبارہ بند کر دیا۔ وہ جگہ خالی تھی اور وہاں اندھیرا تھا۔ تاہم دو منٹ میں اس کی نگاہ اندر کی تاریکی سے ہم آہنگ ہوگئی۔ وہاں بے شمار آلات تھے اور دیگر سامان بھی تھا۔ سب سے بڑھ کر وہاں چھپنے کی کئی جگہیں تھیں۔

وہ ایک جگہ دبک کر بیٹھ گیا۔ اب بس اسے پروگرام شروع ہونے کا انتظار کرنا تھا!

⁂

چالیس منٹ بعد ڈیمین تھورن آ گیا۔ کیٹ اور پروگرام پروڈیوسر کے ساتھ مختصر سی گفتگو کے بعد اسے میک اپ روم میں لے جایا گیا۔ اس کے دو باڈی گارڈ اُس کے ہمراہ تھے۔ باروے ڈین اُس کے پیچھے چل رہا تھا۔

میک اپ کرنے والی خاتون اُس کے پاؤڈر لگا رہی تھی۔ ڈیمین اُس کے کندھے کے اوپر سے ڈی وی مانیٹر کو دیکھ رہا تھا، جس پر پروگرام 'ورلڈ ان فوکس' کے افتتاحی سیکونسز دکھائے جا رہے تھے۔ اسکرین پر پناہ گزینوں کے ہجوم ابھر آئے۔ وہ ایک چڑھے ہوئے دریا کے پاس جمع تھے۔ پھر منظر تبدیل ہوا۔ اب اسوان ڈیم نظر آ رہا تھا۔ اس میں دو بڑے شگاف تھے، جن سے پانی باہر نکل رہا تھا۔ کسی نے نہیں دیکھا کہ وہ منظر دیکھ کر ڈیمین کے ہونٹوں پر ایک لمحے کے لیے کیسی شیطانی مسکراہٹ تھرکنے لگی تھی۔ مگر فوراً ہی معدوم ہوگئی تھی۔

پھر کمرا کیٹ رینالڈز کی آواز سے بھر گیا، جو دو اسپیکرز سے نشر ہو رہی تھی۔ اسرائیلی حکومت تردید کر رہی ہے کہ اسوان ڈیم کی تباہی میں بالواسطہ یا بلاواسطہ اُس کا ہاتھ ہے۔ اس تباہی میں کم از کم پچاس ہزار مصری زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ جبکہ ماہرین کا کہنا ہے کہ مرنے والوں کی اصل تعداد اس سے دگنی ہوگی۔

''دریائے نیل کے کنارے پر موجود بے خانماں پناہ گزینوں پر ایک اور آفت ٹوٹ پڑی ہے...... اور وہ ہے ٹائیفائیڈ۔ اس کے علاوہ وہ مزید کئی متعدی بیماریوں کے امکانات میں گھرے ہوئے ہیں......''

ڈیمین نے سر گھما کر دروازے کی طرف دیکھا۔ وہاں اس کے دونوں گارڈ کھڑے مانیٹر کو دیکھ رہے تھے۔

'......اُدھر کمبوڈیا میں اصل امداد کسی حکومت کی طرف سے نہیں آئی ہے۔' کیٹ کی آواز بدستور آ رہی تھی۔ ''نہ ہی کسی فلاحی تنظیم نے امداد فراہم کی ہے۔ امداد فراہم کرنے والی امریکا کی تھورن کارپوریشن ہے......''

ڈیمین اسوان ڈیم کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اسرائیل کی حمایت کرنے والے بھی یہی سمجھ رہے تھے کہ اس تخریب کاری میں اسرائیل کا ہاتھ ہے۔ کون سوچ سکتا ہے کہ یہ سب ایک سائنسی ایجاد کا کیا دھرا ہے...... ایک بین الاقوامی تھنک ٹینک کے آئی جی کی ایجاد کردہ ایک مشین کا کمال، جس کا موجد انسانیت کی فلاح چاہتا تھا۔ لیکن اُس کے بھائی ٹیبر کنکسلے نے سازش کر کے اس مشین پر قبضہ کر لیا۔ اور اب وہ اس مشین سے دولت کمانا چاہتا ہے۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ٹیبر شیطان کا چیلا ہے۔ دوسرے لفظوں میں وہ ڈیمین تھورن کا شاگرد ہے۔ ٹیبر کنکسلے کی مدد سے

ڈیمین تھورن اب عناصر فطرت پر حکمرانی کرنے والا ہے۔ عناصر جن کے حسنِ ترتیب سے زندگی ہے اور جن کا بکھر جانا قیامت ہے۔

میک اپ کرنے والی عورت اب پیچھے ہٹ کر ڈیمین کو غور سے دیکھ رہی تھی۔

مانیٹر پر اب تھورن ریلیف یونٹس کی کارکردگی کے مناظر دکھائے جا رہے تھے۔ جہازوں سے سویا کی بڑی بڑی بوریاں اتاری جا رہی تھیں۔ متاثرین میں غذائیں اور ادویات تقسیم کی جا رہی تھیں۔

'اس ہفتے کے اختتام تک تھورن کارپوریشن دنیا بھر میں 80 لاکھ ٹن سویا تقسیم کر چکی ہوگی۔' کیٹ کہہ رہی تھی۔

میک اپ کرنے والی عورت نے ڈیمین کی پیشانی پر پف کرنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ مگر ڈیمین نے اُس کی کلائی تھام لی۔ ''رہنے دو۔ میں خود ہی کرلوں گا۔'' اس نے کہا۔

عورت نے پف اسے دیا اور خود پیچھے ہٹ کر ڈریسنگ ٹیبل سے ٹک کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے نزدیک یہ ڈیمین کا انکسار تھا۔ آدھی سے زیادہ قوم کو بھوک سے بچانے والا شخص اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنا چاہتا تھا۔ وہ یہ حقیقت کیسے جان سکتی تھی کہ ڈیمین اپنے بالوں کے نیچے چھپے 666 کے شیطانی نشان کو ایکسپوز ہونے سے بچا رہا ہے۔ اس عورت نے یہاں بڑے نام ور لوگوں کا میک اپ کیا تھا۔ ان کے رویے دیکھے تھے۔ وہ جانتی تھی کہ کیمرے کے سامنے ہر آدمی کچھ عجیب سا ہو جاتا ہے۔

اپنے پیشے کے دیگر لوگوں کی طرف میک اپ کرنے والی وہ عورت بھی بہت باریک بین تھی اور اُس کا مشاہدہ بہت اچھا تھا۔ پروگرام کے بعد اُس نے اپنی ایک سہیلی کو بڑی رازداری سے بتایا کہ ڈیمین تھورن میں کوئی عجیب سی بات ہے۔ اُس کی جلد بے حد سخت، کھردری اور بدصورت ہے۔ دوسری طرف اُس کی انگلیاں ایسی ہموار ہیں، جیسے نشاناتِ انگشت سے محروم ہوں۔

ڈیمین نے اپنے بال سیٹ کیے اور دوبارہ مانیٹر کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''اگرچہ تھورن کارپوریشن کے ناقدین کی تعداد بھی کم نہیں۔'' کیٹ کہہ رہی تھی۔ ''روس کی خبر رساں ایجنسی تاس کا کہنا ہے کہ تھورن کارپوریشن کا عمل انسانی المیوں سے سرمایہ دارانہ استفادے سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ دوسری طرف مصری حکومت نے انکشاف کیا ہے کہ تھورن کارپوریشن بازار کی قیمتوں کے مقابلے میں تقریباً پچاس فیصد رعایت کے ساتھ انہیں سویا فراہم کر رہی ہے۔''

دروازہ کھلا اور ایک جوان آدمی نے اندر جھانکا۔ ''آپ تیار ہیں؟'' اُس نے ڈیمین سے پوچھا۔

ڈیمین نے اثبات میں سر ہلایا۔

''تو تشریف لے آیئے۔''

ڈیمین نے مسکرا کر میک اپ کرنے والی خاتون کا شکریہ ادا کیا پھر وہ اپنے باڈی گارڈز کے ساتھ کمرے سے نکل گیا۔

کیٹ کی آواز راہداری میں بھی گونج رہی تھی۔ ''تھورن کارپوریشن کی اس کارکردگی کا مرکز وہ شخص ہے، جو جیتے جی ایک لجنڈ کا روپ دھار چکا ہے۔ اور وہ ہے......''

ڈیمین نے اسٹوڈیم میں قدم رکھا اور وہ مسکرایا۔ اسٹوڈیو میں اندھیرا تھا۔ صرف وہ جگہ روشنی میں نہائی ہوئی تھی، جہاں کیٹ رینالڈز بیٹھی تھی۔ تین کیمرے مختلف زاویوں سے اسے دکھا رہے تھے۔

مسکراتا ہوا فلور منیجر ڈیمین کی طرف بڑھا۔ وہ ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ ڈیمین کا ہاتھ تھام کر سانپوں کی طرح لہراتے کیبلز کے درمیان وہ سیٹ کی طرف بڑھا۔ سیٹ پر چند فٹ دور وہ رک گیا۔ اسی وقت ایک تاریک گوشے سے ہاروے ڈین ان کی طرف بڑھا۔

''یہاں آدھا گھنٹا لگے گا۔'' ڈیمین تھورن نے سرگوشی میں کہا۔ ''پھر ہم پیری فورڈ واپس چلیں گے۔ بوہر کا فون آیا تھا اسرائیلی پیپرز کے متعلق......''

ہاروے ڈین اپنے دماغ کی ڈائری میں وہ سب نوٹ کر رہا تھا۔

اسٹوڈیو کے افتادہ تر گوشے میں تاریکی کے درمیان برادر بینیٹو دبے پاؤں بڑھ رہا تھا۔ اس کا ہاتھ مضبوطی سے خنجر کے دستے کو تھامے ہوئے تھا اُس کے پورے جسم میں پسینہ پھوٹ رہا تھا۔ پیشانی بھی پسینے سے تر تھی۔

''گزشتہ ہفتے مسٹر تھورن کو برطانیہ میں امریکا کا سفیر مقرر کیا گیا۔ انہیں برطانیہ میں امریکا کا کم عمر ترین سفیر ہونے کا اعزاز حاصل ہوا ہے۔ وہ یہاں موجود ہیں۔ پروگرام کے آخری حصے میں آپ کی ان سے ملاقات ہوگی۔'' کیٹ کہہ رہی تھی۔

فلور منیجر ڈیمین کو لے کر سیٹ کی طرف بڑھا۔ برادر بینیٹو چند قدم پیچھے ہٹ گیا۔ فلور منیجر نے کیٹ کے مقابل رکھی مہمان کی خالی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

لیکن پہلے میں اسی عظیم الشان کیریئر کے متعلق کچھ بتاؤں، جس کا موازنہ ابھی تک جان ایف کینیڈی سے کیا جا رہا ہے......''

ڈیمین کرسی پر بیٹھ چکا تھا۔ برادر بینیٹو دل ہی دل میں اپنے اور اُس کے درمیان فاصلے کا حساب لگا رہا تھا۔ وہ دس سے بارہ قدم کا فاصلہ تھا۔ اُس نے آنکھیں بند کیں اور چند لمحے دعا کرتا رہا۔ پھر اُس نے آنکھیں کھولیں اور پنجوں کے بل کھڑا ہو گیا، جیسے شکار پر جھپٹنے کے لیے تیار ہو رہا ہو۔

''میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں؟''

کانوں میں گونجنے والی اس سرگوشی نے برادر بینیٹو کو چونکا دیا۔ اُس نے سر گھما کر دیکھا۔ ہاتھ میں ایک کلپ بورڈ لیے وہ شخص اس کے پیچھے کھڑا اسے متجسس نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

''کیا کہا؟'' بینیٹو نے اپنی الجھن چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

''تمہارا اس پروگرام سے تو کوئی تعلق نہیں ہے؟'' وہ سوال نہیں تھا۔ بلکہ چیلنج تھا۔

''مجھے اسٹیج نمبر 8 کی تلاش ہے۔'' بینیٹو نے جلدی سے کہا۔

''اور یہ اسٹیج نمبر چار ہے۔'' اُس شخص نے مربیانہ انداز میں کہا۔ ''اسٹیج نمبر 8 راہ داری کے پار اُس طرف ہے۔''

بینیٹو اُس کا شکریہ ادا کر کے اندھیرے میں پلٹ گیا۔ کیٹ کی آواز اُس کا تعاقب کر رہی تھی۔ وہ ڈیمین تھورن کے تعلیمی پس منظر کے بارے میں بتا رہی تھی۔

دروازے پر پہنچ کر بینیٹو نے پلٹ کر دیکھا۔ کلپ بورڈ ہاتھ میں لیے وہ شخص اب بھی اسے دیکھ رہا تھا۔ بینیٹو سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کرے۔ اسی الجھن میں وہ دروازے سے ہٹ کر اس طرف چل دیا، جہاں لائٹنگ کے آلات کا ڈھیر لگا تھا۔

کلپ بورڈ والا شخص آنکھوں پر ہاتھ رکھے اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے پلٹ کر دوسرے شخص سے سرگوشی میں کچھ کہا، جو پروگرام کی طرف متوجہ تھا۔ پھر وہ دونوں اندھیرے میں دروازے کی طرف بڑھنے لگے۔ وہاں صرف سیٹ پر روشنی تھی۔ اسی لیے باقی ہر جگہ اندھیرا کچھ زیادہ ہی گہرا محسوس ہو رہا تھا۔

بینیٹو تیزی سے داہنی جانب بڑھا۔ وہ بے سوچے سمجھے حرکت کر رہا تھا۔ وہ یہ سوچنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اب کیا کرے...... کہاں چھپے...... اور کوئی دیکھ لے تو اس سے کیا کہے۔ بے دھیانی میں اُس کا کندھا کسی چیز سے ٹکرایا۔ اس نے سر گھما کر دیکھا۔ وہ ایک آہنی سیڑھی کا نچلا حصہ تھا۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ سیڑھی ایک لائٹنگ پلیٹ فارم کا حصہ تھی۔ وہاں سیٹ کو روشن کرنے کے لیے بڑی لائٹس لٹکائی جاتی تھی۔

اس کی تلاش میں آنے والے دونوں افراد اُس سے بہ مشکل دس فٹ دور تھے۔ سوچنے کی مہلت بالکل نہیں تھی۔ وہ اس سیڑھی پر چڑھا اور بہت تکلیف دہ صورتِ حال میں اس سے لٹک کر چپک گیا۔

''اپنے چچا کی موت کے بعد ڈیمین تھورن نے تھورن انڈسٹریز کا چارج سنبھالا۔ یہ 93ء کی بات ہے۔ اس کے بعد صرف سات برس میں اُس نے تھورن انڈسٹریز کو دنیا کی سب سے بڑی ملٹی نیشنل کارپوریشن بنا دیا۔ اس وقت یہ کمپنی غذائی اجناس سے لے کر نیوکلیر ہتھیاروں تک ہر چیز فراہم کرتی ہے......''

دونوں افراد اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر اُدھر دیکھ رہے تھے۔ پھر انہوں نے کندھے جھٹکے اور دوبارہ سیٹ کی طرف چل دیے۔ بینیٹو نے سکون کی سانس لی۔ لٹکے لٹکے اس کے بازو دُکھ گئے۔ وہ اوپر چڑھنے لگا۔ یہاں تک کہ لائٹنگ پلیٹ فارم پر پہنچ گیا۔ ایک لمحے کو وہ رکا۔ پھر وہ سینے کے بل رینگتا آگے بڑھنے لگا۔

کیٹ کی آواز بہ دستور آ رہی تھی۔ ''اور اب 32 سال کی عمر میں ڈیمین تھورن نے سیاست کے میدان میں قدم رکھا ہے...... برطانیہ میں امریکا کے سفیر کی حیثیت سے۔ اور اُس کے ساتھ ہی وہ اقوام متحدہ کی یوتھ کونسل کے صدر بھی ہیں......''

اوپر پلیٹ فارم پر برادر بینیٹو کراہا۔

''...... دو سال بعد انہیں سینیٹ کا انتخاب لڑنا ہے۔ سیاسی پنڈتوں کی پیش گوئی ہے کہ ڈیمین تھورن امریکا کی تاریخ کے سب سے کم عمر منتخب صدر بننے کا اعزاز حاصل کر کے رہیں گے......''

بینیٹو نے نیچے دیکھا۔ بیس فٹ نیچے کیٹ رینالڈز اور ڈیمین تھورن بیٹھے تھے۔ بینیٹو ایک ایک انچ کھسک کر بیٹھ رہا تھا۔ وہ اس کوشش میں تھا کہ کس طرح اپنے شکار کے عین سر پر پہنچ جائے......

''......اتنی کم عمری میں اتنا کچھ حاصل کر لینا ایک غیر معمولی بات ہے۔ آپ اس سلسلے میں کیا کہتے ہیں مسٹر ایمبیسیڈر؟'' کیٹ کہہ رہی تھی۔

''میں کیا کہہ سکتا ہوں۔'' ڈیمین نے کہا۔ ''میں اتنا تو جانتا ہوں کہ سکندرِ اعظم سولہ سال کی عمر میں مقدونیہ کی افواج کا کمانڈر بنا تھا۔''

بینیٹو مایوس بھی تھا اور اعصاب زدہ بھی۔ وہ بے تابی سے آگے بڑھا۔ اُس کا پاؤں کسی چیز سے ٹکرایا۔ اگلے ہی لمحے وہ اپنی جگہ ٹھٹھر کر رہ گیا۔ وہ ایک بولٹ تھا، جو لڑھکتا ہوا پلیٹ فارم کے کنارے تک گیا اور پھر نیچے کھڑے ریکارڈنگ کریو کے ایک شخص کے پیروں کے پاس گر کر اچھلا۔ بینیٹو نے سانس روک لی اور ساکت وصامت کھڑا نیچے دیکھتا رہا۔

نیچے کھڑے دونوں افراد اب سر اٹھا کر اوپر دیکھ رہے تھے۔ لیکن آرک لائٹس کی تیز روشنی میں ان کے لیے کچھ دیکھنا ممکن نہیں تھا۔ انہوں نے نظریں ہٹا لیں اور سیٹ کی طرف متوجہ ہو گئے۔

بینیٹو چند لمحے خاموشی سے دعا کرتا رہا۔ پھر اُس نے ایک قدم آگے بڑھایا...... پھر دوسرا۔ وہ پھونک پھونک کر قدم رکھ رہا تھا۔

''کچھ لوگ آپ کو بیسویں صدر کا سکندرِ اعظم کہتے ہیں۔'' کیٹ کہہ رہی تھی۔ ''آپ سے امید کی جاتی ہے کہ آپ انسانیت کو مایوسی کے اتھاہ اندھیروں سے نکال کر روشنیوں کی طرف لے جائیں گے۔ یہ انسانی تاریخ کے ایک سنہرے دور کا آغاز ہو گا۔''

ڈیمین مسکرایا۔ ''مجھے لگتا ہے کہ آپ ان دنوں ٹی وی پر تھورن کارپوریشن کے کمرشل کچھ زیادہ ہی دیکھ رہی ہیں۔''

''دنیا پر آپ کا یہی امیج مرتسم ہو رہا ہے۔''

''یہ امیج تھورن کارپوریشن کا ہے، ڈیمین کا نہیں۔ لیکن یہ سچ ہے کہ میں مستقبل کے بارے میں بہت زیادہ پرامید ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ انسانیت کے مستقبل کے لیے تھورن کارپوریشن بڑھ چڑھ کر کام کرے۔''

اوپر بینیٹو رک گیا تھا۔ جھانکنا خطرناک تھا۔ مگر ضروری بھی تھا۔ اس نے جھانک کر دیکھا۔ اُس کا دل مایوسی سے بھر گیا۔ وہ اپنے شکار سے بہت دور تھا۔ اور وہ چھلانگ بھی نہیں لگا سکتا تھا۔ ورنہ اپنی گردن تڑوا بیٹھتا۔ مایوس ہو کر وہ متبادل امکانات پر غور کرنے لگا۔ کیوں نہ وہ پروگرام ختم ہونے کا انتظار کرے اور واپس جاتے ہوئے ڈیمین پر حملہ کرے۔ لیکن باڈی گارڈز کی موجودگی میں اس کی کامیابی کا امکان نہ ہونے کے برابر تھا۔

پلیٹ فارم سے کوئی دس فٹ نیچے، فلور سے دس فٹ اوپر لٹکتی ہوئی لائٹنگ بوٹس کا ایک سیٹ تھا۔ انہیں دیکھتے ہوئے بینیٹو کو جہاز پر موجود لائف بوٹس کا خیال آیا۔ پھر اسے اپنا ایک سمندری سفر یاد آیا۔ اور اُس کے انکل نے اسے ایک جہاز کی غرقابی کے متعلق جو بتایا تھا، وہ بھی یاد آنے لگا بینیٹو نے اپنے ہونٹ سکیڑے اور مٹھیاں بھینچ لیں۔ اسے دیکھنا تھا کہ زنجیریں مضبوط ہیں، اس کا بوجھ سہار سکتی ہیں یا نہیں۔ اس نے قریب ترین زنجیر کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ وہ لگ تو محفوظ ہی رہی تھی۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ زنجیر اوپر، بہت اوپر چھت سے جا کر مل رہی تھی۔ اس نے دل میں دعا کی

کہ زنجیر اس کے بوجھ سے ٹوٹ نہ جائے۔ پھر اُس نے زنجیر کو مضبوطی سے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ پھر ٹانگ کو زنجیر کے گرد لپیٹ کر وہ چبوترے سے نکل کر دبے پاؤں ایک لانچنگ بوٹ کی طرف بڑھا۔ جیب میں رکھا خنجر اسے اپنی ران میں چبھتا محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے اسے جیب سے نکالا اور مضبوطی سے تھام لیا۔ قریب ترین کشتی اب محض چند فٹ دور تھی۔ اس میں بیٹھنا مشکل نہیں تھا۔ بس فکر یہ تھی کہ جھول کر کشتی تک جاتے ہوئے اسے دیکھ نہ لیا جائے۔

٭

''آپ نے نوجوانوں میں ہمیشہ دلچسپی لی ہے ایمبیسیڈر۔'' کیٹ کہہ رہی تھی۔ ''آپ جبکہ یوتھ کونسل کے صدر بھی ہیں تو آپ کی منصوبہ بندی کیا ہے؟''

''مجھے بہت کچھ کرنا ہے۔'' ڈیمین نے کہا۔ ''لیکن میں سب سے زیادہ اہمیت اس کام کو دیتا ہوں کہ نوجوانوں کو بین الاقوامی معاملات میں بہت نمایاں رول دیا جائے۔ اس وقت ہم انہیں جس طرح سے نظرانداز کر رہے ہیں، یہ اچھا نہیں ہے......''

کیٹ نے سر کو تفہیمی جنبش دی اور کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا۔ لیکن ڈیمین تھورن اب تقریر کے موڈ میں تھا۔ ''میری سمجھ میں بڑوں کا یہ رویہ بالکل نہیں آتا۔ ہم اپنی زبان سے، اپنے عمل سے انہیں یہ جتاتے رہتے ہیں کہ وہ کچھ نہیں جانتے۔ انہیں کچھ نہیں آتا۔ اور ہم ہر بات کے بارے میں ان سے زیادہ جانتے ہیں......''

کیٹ نے نفی میں سر ہلایا۔ مگر ڈیمین کو اس وقت کوئی جواب درکار نہیں تھا۔ ''ہم انہیں ناسمجھ، سادہ لوح اور بے وقوف سمجھتے ہیں۔ ہم ان سے کہتے ہیں...... پہلے بڑے ہو جاؤ۔ پھر ہم تمہاری بات سنیں گے۔ لیکن اصل میں ہم یہ کہہ رہے ہوتے ہیں کہ پہلے تم بوڑھے ہو جاؤ۔ پھر تم بھی ہماری طرح سوچنے لگو گے۔ یوں ہم انہیں ایک طرف کھڑا کر دیتے ہیں......اور وہ بے چارے کھڑے رہتے ہیں۔ کیونکہ ان کے پاس کوئی چوائس نہیں ہوتی۔''

سیٹ پر موجود تمام لوگوں کی توجہ اب پوری طرح ڈیمین پر مرکوز تھی۔ ایسا بہت کم ہوتا تھا کہ انٹرویو ابتدا ہی میں تیز رفتار اور جذباتی اعتبار سے تند ہوں۔ لیکن یہ انٹرویو ایسا تھا کہ وہ اس کے سحر میں کھو گئے تھے۔ ان میں سے کسی کو اوپر راہب کی نقل و حرکت کا ذرا بھی احساس نہ تھا، جو ایک لانچنگ بوٹ سے دوسری میں آتے آتے اب ڈیمین کے سر کے عین اوپر پہنچ گیا تھا۔

بینیٹو نے خنجر کو بلند کر کے اُس کے دستے کو عقیدت سے بوسہ دیا اور دل میں اپنے خدا کو پکارا...... خداوند مجھے حوصلہ عطا فرما......

''ہم ان کو اپنے قیاسات کے پیمانے پر پرکھتے ہیں۔'' ڈیمین کہہ رہا تھا۔ ''ہم اپنی تنگی اور اپنی محدودیت انہیں منتقل کرنے میں لگے رہے ہیں۔ ہم انہیں جو تعلیم دیتے ہیں، وہ ان کے لیے برین واشنگ ہوتی ہے۔ اور جب وہ تعلیم مکمل ہو چکی ہوتی ہے تو گویا ان بے چاروں کے پر کٹ چکے ہوتے ہیں۔'' وہ اب کیمرے کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ ''ہم انہیں تحفظ فراہم کرنے کے نام پر ایک بے حد وسیع نااہلی سونپ دیتے ہیں۔''

بینیٹو اب جھک کر بڑھ رہا تھا۔ اُس کی نظر ڈیمین کے سر پر جمی تھی۔ وہ سیدھا ہونے لگا۔ اب وہ خود کو چھلانگ لگانے کے لیے متوازن کر رہا

تھا۔لیکن اس کوشش میں وہ کشتی کو غیر متوازن کر بیٹھا۔کشتی ہلی اور ایک سمت کو لڑھکی ۔اس کے نتیجے میں اسے سہارا دینے والی ایک زنجیر پر اثر پڑا۔کشتی نے ایک جھکولا کھایا اور اس کے نتیجے میں ایک اور زنجیر تڑخ گئی۔بینیٹو پھسلا اور گھٹنوں کے بل کشتی میں گرا۔وہ پھسلا تو آہنی بندشیں کھل گئیں۔

کیٹ نے سر اٹھا کر دیکھا۔اور چلا کر ڈیمین کو خبر دار کیا۔لیکن ڈیمین اس سے پہلے ہی اپنی سیٹ سے چھلانگ لگا چکا تھا۔بوٹ اُس کے بہت قریب سے گزری۔دو آرک لیمپ فرش سے ٹکرائے۔دھما کہ ایسا تھا، جیسے بم پھٹا ہو۔سیٹ کے عقب میں موجود نائیلون کے بھاری پردوں میں آگ لگ گئی جیسے وہ پٹرول میں تر بہ تر ہو بینیٹو نیچے گر رہا تھا۔مگر ایک کیبل اس کے ٹخنے کے اوپر لپٹ گیا۔اس کے نتیجے میں وہ نیچے گرنے کے بجائے لٹک کر رہ گیا۔اور سیٹ پر ادھر ادھر جھولنے لگا وہ چلایا۔لیکن اس کی چیخ میں غصے اور جنون سے زیادہ خوف جھلک رہا تھا۔وہ لٹک کر جھولتا ہوا تاریک گوشے کی طرف گیا۔وہاں وہ پلائی وڈ کے بنے ایک پارٹیشن سے ٹکرایا۔وہ مایوسی کے عالم میں پھر چلایا۔وہاں سے ٹکرایا۔وہ مایوسی کے عالم میں پھر چلایا۔وہاں سے ٹکرا کر وہ جھولتا ہوا پردوں کی طرف آیا۔اسے اس وقت شرمندگی کے ساتھ بس یہی احساس تھا کہ اس عالم میں وہ کتنا بے وقوف لگ رہا ہے۔اور جو ہونے والا ہے،اس میں اس کی کس درجہ تحقیر ہوگی۔پولیس اسے گرفتار کر کے لے جائے گی اب وہ فادر ڈی کار لو کو کیا منہ دکھائے گا۔وہ ایک بے وقوف اور ناکام آدمی ثابت ہونے والا ہے۔یہ اس کے لیے اتنا بڑا دکھ تھا کہ جب وہ جلتے ہوئے پردوں سے ٹکرایا اور آگ نے اُس کی جلد پر دستخط کیے تو اس طرف سے اسے کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔اسے تو بس یہی فکر تھی۔کہ وہ اسے اتاریں گے، گرفتار کریں گے اور لے جائیں گے۔

آگ نے سب سے پہلے اُس کے بالوں کو چھوا تھا۔وہ ایک لمحے میں سوکھی گھاس کی طرح چرمرا کر جل گئے۔چند لمحوں میں اُس کی بھویں اور پلکیں جل کر معدوم ہوئیں اور چہرہ سیاہ ہو گیا۔اس نے چیخنا چاہا۔لیکن اس بار کوئی آواز نہیں تھی۔اسے پھندے لگ رہے تھے۔اور وہ حیرت سے سوچ رہا تھا کہ ایسا کیوں ہے کہ اُس سے نہ سانس لی جا رہی ہے نہ ہی وہ کچھ دیکھ سکتا ہے۔اس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ جلتے ہوئے پردے کے درمیان پوری طرح گھرا ہوا ہے۔پردوں کی وجہ سے ہوا اس تک نہیں پہنچ پا رہی تھی اور وہ اندر ہی اندر روسٹ ہو رہا تھا۔

ڈیمین یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔اسٹوڈیو کے ٹیکنیکی عملے کے افراد جلتے اور جھولتے ہوئے شخص کے ادھر ادھر پریشانی کے عالم میں ناچتے پھر رہے تھے کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ایک شخص آگ بجھانے والا ایک آلہ لے آیا تھا اور اسی کی مدد سے شعلوں کو سرد کرنے کی کوشش کر رہا......وہ منظر دیکھتے ہوئے ڈیمین کو یاد آیا۔اس نے کہیں پڑھا تھا کہ دل اور دماغ وہ اعضاء ہوتے ہیں جو پکائے جائیں تو گلنے میں سب سے زیادہ وقت لیتے ہیں۔وہ اس خیال پر سوچ رہا تھا کہ اسے کوئی چیز نظر آئی۔وہ اُس کی طرف لپکا۔ہاروے ڈین نے چیخ کر اسے روکنا چاہا۔لیکن اُس نے اسے نظر انداز کر دیا۔اُس نے جھک کر چمکتی ہوئی اس چیز کو اٹھایا اور لپک کر دوبارہ دروازے کی طرف آ گیا۔

دروازے پر پہنچ کر اس نے پلٹ کر دیکھا۔جھولتے ہوئے شخص کا وجود اب ایک بہت بڑی آگ کی گیند میں تبدیل ہو چکا تھا۔پردے کے کچھ حصے پگھل چکے تھے اور ان کے درمیان سے اسے ایک سیاہ، جلا ہوا چہرہ نظر آیا۔وہ کہیں سے بھی کسی انسان کا چہرہ نہیں لگ رہا تھا۔یہ دیکھ کر ڈیمین کو طمانیت ہوئی کہ وہ اذیت کے عالم میں اب بھی پاؤں چلا رہا تھا۔

پھر ڈین اسے تقریباً دھکیل کر اسٹوڈیو سے باہر لے گیا۔

ڈیمین کو اپنی مضافاتی رہائش گاہ پیری فورڈ پہنچنے میں چالیس منٹ لگے۔ اپنی بڑی لیموزین میں مغرب کی طرف سفر کرتے ہوئے ڈیمین اور ہاروے ڈین کے درمیان ایک لفظ کا بھی تبادلہ نہیں ہوا۔ ڈیمین تمام وقت کار کی کھڑکی سے جھانکتا رہا تھا۔ جبکہ ہاروے ڈین جو عام حالات میں بہت باتونی آدمی تھا، اخبار پر نظریں جمائے بیٹھا رہا۔ حالانکہ وہ اخبار پڑھ نہیں رہا تھا۔ اس کا چہرہ زرد تھا اور وہ شاک میں تھا۔

خاموشی اس وقت ٹوٹی، جب وہ ڈیمین کی اسٹڈی میں پہنچے اور ڈین کے ہاتھ میں جن کی بوتل آئی۔ ''خدا کی پناہ...... مجھے تو رہ رہ کر اُس شخص کا خوف ناک چہرہ یاد آ رہا ہے۔'' اس نے پلٹ کر ڈیمین کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''تمہارے لیے جام بناؤں؟''

''ڈیمین نے نفی میں سر ہلایا۔ اپنا کوٹ اتار کر کرسی پر رکھا اور روشنی میں خنجر کا جائزہ لینے لگا۔ ''یہ حقیقت میں قاتلانہ حملہ تھا۔'' بالآخر اُس نے کہا تھا۔

ڈین نے پلٹ نے اسے دیکھا۔ اُس کی پھیلی ہوئی آنکھوں میں حیرت تھی۔

''بیٹھ جاؤ۔'' ڈیمین نے اُس سے کہا۔

ڈین بے حد فرماں برداری سے بیٹھ گیا اور جن کی چسکیاں لینے لگا۔ اب ڈیمین اسے تاریخ کے بارے میں بتا رہا تھا۔ وہ اسے ان لوگوں کے بارے میں بتا رہا تھا، جن کا خطاب بیوگن ہیگن تھا، جو صدیوں سے شیطان کے خلاف جنگ لڑ رہے تھے۔ نو سو سال پہلے ایک بیوگن ہیگن نے شیطان کے ایک بیٹے کو ختم کیا تھا۔ پھر 1710ء میں ایک اور بیوگن ہیگن نے شیطان کے نوزائیدہ بچے پر کامیابی سے وار کیا تھا۔ یہ بیوگن ہیگن جو تھے، یہ کرائسٹ کے شکاری تھے......

ڈین نے پھر بوتل کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

''تم میگیدو کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟'' ڈیمین نے اُس سے پوچھا۔

ڈین نے نفی میں سر ہلایا۔

''یہ یروشلیم کے قریب ایک زیر زمین قصبہ ہے، جسے کبھی ارمگیدون کہا جاتا تھا۔ ابھی بیس سال پہلے بیوگن ہیگن وہاں رہتا تھا۔ یہ خنجر اسی نے دریافت کیے تھے۔'' ڈیمین نے روشنی کے نیچے رکھ کر خنجر کا معائنہ کیا۔ ''بیوگن ہیگن ہی نے وہ خنجر میرے باپ کو دیے تھے۔ ایسے سات خنجر۔ رابرٹ تھورن نے ان کی مدد سے مجھے ختم کرنے کی کوشش کی تھی۔ یہ خنجر آخری بار میں نے چھ سال کی عمر میں اس وقت دیکھا تھا، جب میرے باپ رابرٹ تھورن نے اسے میرے سینے میں اتارنے کی نیت سے بلند کیا تھا۔'' ڈیمین نے ہاتھ گھمایا اور خنجر کے پھل سے رنگ برنگی شعاعیں منعکس ہونے لگیں۔ ''اس نے مجھے ختم کرنے کی کوشش کی۔ لیکن میرا حقیقی باپ، شیطان مجھے بچانے میں کامیاب ہو گیا۔''

ایک لمحے کو ڈیمین خنجر والا ہاتھ بلند کیے کسی مجسمے کی طرح ساکت وصامت کھڑا رہا انداز ایسا تھا، جیسے وہ کسی پر حملہ کرتے کرتے رکا ہو۔ پھر اُس نے خنجر والا ہاتھ جھکایا اور ایک کرسی پر ڈھے گیا۔

ڈین نے ایک گھونٹ میں اپنا جام خالی کر دیا۔ ''تم کہتے ہو کہ یہ سات خنجر تھے۔ تو پھر دوسرے چھ کہاں ہیں؟''

''یہی تو ہمیں معلوم کرنا ہے۔ یہ خنجر یہ ثابت کرتا ہے کہ تھورن میوزیم کے ملبے سے ساتوں خنجر نکالے جا چکے ہیں۔''

ڈین نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ چہرے پر ایسا تاثر تھا، جیسے اسے کچھ یاد آ رہا ہو۔

''تمہیں شاید معلوم ہو، میوزیم میں زبردست آگ لگی تھی۔ سب کچھ جل کر خاک ہو گیا تھا۔''

ڈین نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔

''سب کچھ ختم ہو گیا تھا وہاں...... کچھ بھی نہیں بچا۔ میرے انکل اور آنٹی بھی نہیں۔''

''تمہارے انکل بھی وہیں ختم ہوئے تھے؟ مگر ہوا کیا تھا؟''

''ایک بوائلر پھٹا تھا۔ اور انکل اور آنٹی بیس منٹ میں ہی دفن ہو گئے تھے۔ کسی کو نہیں معلوم تھا کہ وہ دونوں اس وقت میوزیم میں تھے۔''

لیکن یہ بات تمہیں کیسے معلوم......؟'' ڈین کو ڈیمین میں ایسی سخت تنبیہ نظر آئی کہ اُس نے اپنا جملہ ادھورا ہی چھوڑ دیا۔ یہ تاثر وہ پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ خوشی اور تنفر کا ملا جلا تاثر...... ایک عجیب امتزاج! پھر اسے اپنی حماقت پر جھنجلاہٹ ہوئی۔ ڈیمین کو سب کچھ معلوم ہو جاتا تھا...... سب کچھ معلوم ہو جاتا تھا۔ اس میں کچھ بھی تو نہیں چھپا رہتا تھا۔

''ایسا لگتا ہے کہ میوزیم میں سب کچھ تباہ ہو گیا...... سوائے ان خنجروں کے۔ اور اب یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ خنجر ان لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ گئے ہیں، جو جانتے ہیں کہ درحقیقت میں کون ہوں۔''

''اور جو تمہاری حقیقت سے واقف ہیں، وہ پیشن گوئی سے بھی بے خبر نہیں ہوں گے؟''

''ہاں۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ نزارین کی ولادت کا وقت بھی قریب ہے۔'' ڈیمین نے خنجر کے دستے پر کندہ مسیحؑ کی شبیہ کو غور سے دیکھا۔ ''تم فوراً پال بوہر سے رابطہ کرو۔ اس سے کہو کہ فوری طور پر شکاگو پہنچے۔ اس سے کہو......''

دروازے پر ہونے والی دستک نے اُس کی بات پوری نہیں ہونے دی۔ دروازہ کھلا اور بٹلر نے اندر جھانکا۔ ''میں معذرت خواہ ہوں جناب۔ لیکن ہارلے اسٹریٹ ہاسپٹل سے مسٹر ڈین کے لیے فون آیا ہے۔''

''اوہ باربرا۔'' ڈین نے اپنی پیشانی پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر احساس جرم کا سایہ سا لہرا گیا۔ ''وہ شام سے لیبر روم میں ہے۔'' اُس نے ڈیمین سے کہا۔ ''تم مائنڈ تو نہیں کرو گے......''

''ارے نہیں۔ ڈیمین نے کہا۔ تم کار لے جاؤ۔ لیکن پہلے ایمبیسی سے بوہر کو فون کر دو۔''

''لیکن بوہر اس وقت واشنگٹن میں ہے...... اسرائیلی آپریشن کے سلسلے میں مصروف۔ سٹریڈر کل صبح چار بجے اسوان ڈیم کا بم پھوڑنے والا ہے۔ تو بوہر کو وائٹ ہاؤس پہنچنا ہوگا......''

ڈیمین نے کڑی نظروں سے اسے دیکھا۔ ''بے وقوف آدمی، تم بات سمجھ ہی نہیں رہے ہو۔ وہ مجھے ختم کرنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ اور اگر وہ کامیاب ہو جاتے ہیں تو میرے ساتھ سب کچھ ختم ہو جائے گا...... سب کچھ، ہر کوئی۔''

ڈین پلٹا اور کمرے سے نکل گیا۔ خنجر ہاتھ میں لیے ڈیمین اب کمرے میں اکیلا تھا۔ وہ کھڑکی کی طرف بڑھا اور آسمان کو دیکھنے لگا۔ اس کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ وہ ایک ایسی سرگوشی تھی، جسے اُس کے سوا کوئی نہیں سن سکتا تھا۔

......۞......

کیبل اسٹریٹ میں فادر ڈی کارلو اور پانچ راہب ایک میز کے گرد بیٹھے پرانے ٹیلی وژن کے اسکرین کو گنگ ہو کر دیکھ رہے تھے۔ نیوز رپورٹ ختم ہوئی تو فادر ڈی کارلو نے اپنے سینے پر صلیب کا نشان بنایا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ اُس نے کھڑکی سے باہر جھانکا اور پھر پلٹ کر کمرے میں دیکھا۔ وہ اس خبر کو ہضم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسے بینیٹو سے اپنی پہلی ملاقات یاد آئی۔ بینیٹو ایک بے حد فرض شناس طالب علم تھا۔ خاموش طبع، سنجیدہ اور مخلص، اُس نے اپنی زندگی خدا کی سپرد کر دی تھی۔ اور اب خدا نے وہ زندگی۔ اپنی امانت واپس لے لی تھی۔ لیکن یہ کتنی اذیت ناک...... کتنی خوف ناک موت تھی۔

''مداخلت کار، جس کی شناخت نہیں ہو سکی......'' پاؤلو نے نیوز رپورٹ کے الفاظ دہرائے۔

فادر ڈی کارلو پلٹا۔ وہ خبر کو لفظ بہ لفظ یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ''خبر میں خنجر کا کوئی تذکرہ نہیں تھا۔'' اُس نے کہا۔

''نہیں۔ اور وہ تو اسے حادثہ قرار دے رہے ہیں۔'' پاؤلو نے کہا۔

''لیکن تھورن جانتا ہے کہ یہ حادثہ نہیں ہے۔ ڈی کارلو نے جیسے خود کلامی کی۔

''نہیں۔'' پاؤلا کی یادداشت بھی غضب کی تھی اور وہ جزئیات میں بھی تھا۔'' امریکی سفارت خانے اور ڈیمین دونوں کا کہنا ہے کہ حادثے کے بدقسمت شکار اور ان کے درمیان کوئی تعلق نہیں تھا۔''

فادر ڈی کارلو نے اسے محبت سے دیکھا اور مسکرایا۔ پاؤلو ذہین اور باصلاحیت تھا۔ لیکن سیدھا سادا آدمی تھا۔ اسکے نزدیک وہ بیان حتمی تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ سیاسی مصلحت کیا ہوتی ہے۔ اور پاؤلو ہی نہیں، وہ سبھی ایسے ہی تھے۔ لیکن ڈی کارلو جانتا تھا کہ ڈیمین تھورن اب چوکنا رہے گا۔ وہ جان چکا ہے کہ یہ اس پر حملہ تھا۔ اور اسکے چوکنا ہو جانے کے بعد اب ان کا کام اور مشکل ہو گیا ہے۔ لیکن پاؤلو کو یہ سب سمجھانا بے سود تھا۔

''ہماری پہلی ترجیح پیدائش کے بعد نومولود مسیح کو تلاش کرنا ہے۔ وقت اب قریب آ رہا ہے۔ برادر سائمن اور برادر انٹونیو آج رات میرے ساتھ چلیں گے۔ ہمیں مقام پیدائش کے بارے میں حتمی معلومات حاصل کرنی ہے۔'' اس نے کہا۔

برادر سائمن اور انٹونیو نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ انہیں خوشی تھی کہ یہ اعزاز انہیں ملا۔

''باقی لوگ ہماری واپسی کا انتظار کریں گے۔'' ڈی کالو نے مزید کہا۔ ''اس کے بعد آئندہ کا لائحہ عمل طے کیا جائے گا۔ ہم دوسری غلطی کے متحمل نہیں ہو سکتے۔''

وہ سب اٹھ کھڑے ہوئے......

......۞......

وہ دونوں ایک ہی وقت پر بیدار ہوئیں۔ کیلی نے بستر پر بیٹھے بیٹھے ڈیانا کو بڑے غور سے دیکھا۔ ''صبح بخیر۔ رات کیسی گزری؟''

''میں عجیب طرح کے خواب دیکھتی رہی۔''

''ادھر بھی یہی حال رہا۔''

''کیلی...... ہوٹل میں تم عین اس وقت لفٹ سے نکلیں اور تم نے مجھے پکارا، جب میں پینٹ ہاؤس کے دروازے پر دستک دینے والی تھی۔ تمہارا کیا خیال ہے، وہ اتفاق تھا؟''

''ہاں بھئی...... اور ایسا اتفاق جو ہم دونوں کے لیے لکی تھا۔'' کیلی نے کہا اور غور سے ڈیانا کو دیکھا۔ ''تم کہنا کیا چاہتی ہو؟''

''ابھی تک ہم دونوں بہت خوش قسمت ثابت ہوئی ہیں۔'' ڈیانا نے کہا۔ ''بہت زیادہ۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ کوئی ان دیکھی طاقت ہماری مدد کر رہی ہے۔''

''تمہارا مطلب ہے...... روحیں؟ ہمارے شوہروں کی روحیں؟''

''ہاں''

''دیکھو ڈیانا، میں ان باتوں میں یقین نہیں رکھتی۔''

''چلو چھوڑو۔ ناشتے کی فکر کریں۔ یہاں ہم محفوظ ہیں۔ میرا خیال ہے، فی الحال ہمیں کوئی خطرہ نہیں۔''

''خطرہ تو ہے۔'' کیلی نے منہ بنا کر کہا۔ ''تمہیں بورڈنگ ہاؤس میں ملنے والے ناشتے کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔ جلدی سے کپڑے بدلو۔ ناشتہ ہم باہر کریں گے۔''

''ٹھیک ہے۔ مگر پہلے میں ایک فون کر لوں۔'' ڈیانا ٹیلی فون کی طرف بڑھی۔ اُس نے ریسیور اٹھایا اور آپریٹر سے ایک نمبر ملانے کو کہا۔ ایک لمحے بعد رابطہ مل گیا۔ دوسری طرف سے کسی نے کہا۔ ''کے آئی جی۔''

''مجھے بیٹی بارکر سے بات کرنی ہے۔''

ایک منٹ ہولڈ کریں پلیز۔''

***

ٹینر نے نیلی روشنی دیکھ لی تھی اور کانفرنس لائن میں وہ گفتگو سن رہا تھا۔

''بیٹی بارکر تو اس وقت موجود نہیں۔ آپ پیغام نوٹ کرا دیں۔''

''جی نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں۔ شکریہ۔''

***

ڈیانا نے سر گھما کر کیلی کو دیکھا۔ ''بیٹی بارکر اب بھی کے آئی جی میں کام کر رہی ہے۔ بس کسی طرح اُس سے رابطہ ہو جائے۔''

ڈیانا نے سر ہلایا اور ڈائریکٹری اٹھالی۔ چند لمحے بعد اُس نے سر اٹھایا۔ ''ہاں...... نمبر موجود ہے۔''

اس بار بیٹی کے گھر کا نمبر ملایا گیا۔ چند لمحے بعد ڈیانا نے ریسیور رکھ دیا۔ ''اس کے گھر کا نمبر کٹ چکا ہے۔''

کیلی نے گہری سانس لی۔ ''اب میں نہالوں۔''

کیلی نہا کر نکلی تو ڈیانا باتھ روم میں چلی گئی۔

کچھ دیر بعد دونوں ریسٹورنٹ کی طرف جا رہی تھی۔ وہ ایک روشن اور چمک دار دن تھا۔ ''نیلا آسمان اچھا شگون ہے۔'' ڈیانا نے خوش ہو کر کہا۔

راستے میں انہیں ایک بوتیک شاپ نظر آئی۔ وہ دکان میں چلی گئیں۔ انہوں نے اپنے لیے ملبوسات اور ضروری چیزیں خریدیں۔ وہیں انہوں نے کپڑے بدلے اور پرانے لباس چینجنگ روم میں ہی چھوڑ دیے۔

وہ باہر آئیں تو انہوں نے ایک بار استعمال ہونے والے سیل فون خریدے۔ ان کے ذریعے وہ ایک ہزار منٹ گفتگو کر سکتی تھیں۔ انہوں نے ایک دوسرے کے فون نمبر اپنے اپنے فون میں محفوظ کر لیے۔

باہر نکل کر ڈیانا نے کہا۔ ''اب میرے پاس کیش ختم ہو رہا ہے۔''

''میرا بھی یہی حال ہے۔'' کیلی بولی۔

''اب کریڈٹ کارڈ استعمال کرنے پڑیں گے۔''

ناشتے میں ڈیانا کے برعکس کیلی نے اپنے لیے صرف آدھا گریپ فروٹ منگوایا۔

''آدھے گریپ فروٹ پر تو تمہارا گزارا نہیں ہوسکتا۔'' ڈیانا نے کہا۔

''برسوں پرانی عادت ہے۔'' کیلی نے کندھے جھٹک دیے۔ ''حالانکہ اب اس کی ضرورت نہیں۔ اب میں ماڈلنگ بھی نہیں کروں گی۔''

ڈیانا اسے غور سے دیکھ رہی تھی۔ ''کیوں؟''

''اب میرے لیے اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ مارک سے میں نے سمجھ لیا تھا کہ اصل میں اہمیت کس بات کی ہے......'' یہ کہتے کہتے کیلی کی آنکھیں بھر آئیں۔ ''کاش تم مارک سے ملی ہوتیں۔ ایسے میں تمہیں نہیں سمجھا سکتی۔''

''لیکن تمہیں زندگی تو گزارنی ہے نا۔''

''تم اپنی کہو۔ تم کام کب شروع کرو گی؟''

''میں نے کوشش کی تھی کام کرنے کی۔ مگر لگتا ہے، میں اب بھی پینٹ نہیں کرسکوں گی۔''

ناشتہ کر کے وہ باہر نکلیں تو صبح کے اخبار نیوز اسٹینڈ پر ترتیب سے رکھے جا رہے تھے۔ کیلی کی نظر ایک خبر پر پڑی۔ اُس نے اخبار خریدا اور ڈیانا سے کہا۔ ''یہ دیکھو......'' وہ صفحہ اول پر چھپا ایک آرٹیکل تھا......

کنگسلے انٹرنیشنل گروپ اپنے حال ہی میں مرنے والے ملازمین کے اعزاز میں ایک یادگاری سروس کا اہتمام کر رہا ہے۔ ان سلسلہ وار اموات نے دنیا میں تشویش کی لہر دوڑا دی ہے۔ اس یادگاری سروس کے دوران مرنے والوں کو ان کی بیش بہا خدمات کے حوالے سے خراج تحسین پیش کیا جائے گا۔ یہ تقریب پیر کے دن سوا گیارہ بجے مین ہٹن میں کے آئی جی کے ہیڈ کوارٹر میں منعقد ہوگی۔

''پیر......یعنی کل۔'' کیلی نے ڈیانا کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ ''تمہارے خیال میں اس تقریب میں کیا مقصد ہے۔''

''مجھے لگتا ہے، وہ ہمارے لیے جال بچھا رہے ہیں۔''

کیلی نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''میرا بھی یہی خیال ہے۔ مگر کنگسلے ہمیں اتنا بے وقوف سمجھتا ہے کہ ہم اس کے جال میں پھنس جائیں گی۔ ہم ہرگز......'' اسی لمحے کیلی نے ڈیانا کے چہرے کا تاثر دیکھا اور حیرت سے بولی۔ ''تو کیا ہم جائیں گے وہاں؟''

ڈیانا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''لیکن یہ ممکن نہیں ہے۔''

''ہمیں جانا ہی ہوگا۔ مجھے یقین ہے کہ بیٹی بارکر بھی وہاں ہوگی۔ مجھے اُس سے بات کرنی ہے۔ یہ بہت اہم ہے۔''

''تم سمجھتی ہو کہ ہم وہاں سے زندہ واپس آسکیں گے؟''

ڈیانا مسکرائی۔ ''تم فکر نہ کرو۔ میں کوئی ترکیب نکال لوں گی۔ مجھ پر بھروسہ کرو۔''

کیلی نے نفی میں سر ہلایا۔ ''کوئی مجھ سے کہے کہ مجھ پر بھروسہ کرو تو میں اور نروس ہو جاتی ہوں۔'' وہ چند لمحے سوچتی رہی۔ پھر اچانک اُس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ ''ایک آئیڈیا سوجھا ہے۔ ہاں...... ہاں، یہ ممکن ہے۔''

''آئیڈیا تو بتاؤ۔''

''تم حیران رہ جاؤ گی۔''

ڈیانا نے فکرمندی سے اسے دیکھا۔ ''تم واقعی سمجھتی ہو کہ تم ہمیں وہاں سے بہ عافیت نکال لاؤ گی۔''

''ہاں...... مجھ پر بھروسہ کرو۔''

وہ دونوں ناشتہ کرنے کے بعد بورڈنگ ہاؤس واپس گئیں۔ اس بار فون کال کیلی نے کی تھی۔

......✿......

اس رات وہ دونوں ٹھیک سے سو نہیں سکیں۔ کیلی فکرمند تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اگر اس کا منصوبہ ناکام ہو گیا تو وہ دونوں ہی ماری جائیں گی۔ اور جب اسے نیند آئی تو وہ خواب میں ٹینر کنگسلے کو دیکھتی رہی۔ وہ ہونٹوں پر تمسخرانہ مسکراہٹ لیے اسے گھور رہا تھا۔

......✿......

تقریب کے آئی جی پارک میں ہو رہی تھی۔ پارک کے آئی جی کمپلیکس کے عقب میں واقع تھا۔ وہاں صرف دو دروازے تھے۔ اور وہاں سو کے لگ بھگ افراد موجود تھے۔

پارک کے درمیان میں ڈائس بنایا گیا تھا۔ ڈائس پر کے آئی جی کے چھ ایگزیکٹیوز موجود تھے۔ ان میں رچرڈ اسٹیونز کی سیکریٹری بیٹی بارکر بھی تھی۔ وہ ایک پرکشش عورت تھی۔ عمر تیس بتیس کے لگ بھگ رہی ہو گی۔

ٹینر مائیکروفون پر بول رہا تھا۔ ''...... اس کمپنی کی تعمیر میں اس کے کارکنوں کی وفاداری اور پرخلوص کوششوں کا بڑا دخل ہے۔ ہم ان کے خلوص کو سلام کرتے ہیں۔ میں نے ہمیشہ اس کمپنی کو ایک فیملی سمجھا ہے۔ ہم سب مل کر ایک مشترکہ مقصد کے حصول کے لیے جدوجہد جو کرتے ہیں......'' تقریر کرتے ہوئے اس کی نظریں حاضرین کو ٹٹول رہی تھیں۔ ''یہاں کے آئی جی میں ہم دنیا کو رہنے کے لیے ایک بہتر مقام بنانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ اور مجھے اس احساس سے طمانیت ہوتی ہے......''

یہ وہ لمحہ تھا جب ڈیانا اور کیلی پارک میں داخل ہوئیں۔ ٹینر نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ گیارہ بج کر چالیس منٹ ہوئے تھے۔ وہ بے حد طمانیت سے مسکرایا۔ پرندے جال میں آ گئے۔ اُس نے تقریر جاری رکھی۔ ''ہماری ہر کامیابی آپ کی کوششوں کی مرہون منت ہے......''

ڈیانا نے پلیٹ فارم کی طرف دیکھا اور کیلی کو ٹہوکا دیتے ہوئے سنسنی آمیز لہجے میں کہا۔ ''وہ رہی بیٹی بارکر۔ مجھے اُس سے بات کرنی ہے۔''

''محتاط رہنا۔''

ڈیانا نے ادھر ادھر دیکھا۔ ''مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ ہمیں......'' اس وقت اُس نے پلٹ کر دیکھا۔ ہیری فلنٹ دو بدمعاشوں کے ساتھ ایک

گیٹ پر نمودار ہو گیا تھا۔ جبکہ دوسرے گیٹ پر کار بالو دو آدمیوں کے ساتھ کھڑا تھا۔ ''دیکھا تم نے۔'' ڈیانا نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔ اُس کا حلق خشک ہو گیا تھا۔

کیلی دیکھ چکی تھی۔ ''یہاں سے نکلنے کا کوئی اور راستہ بھی ہے؟''

''میرا خیال ہے، نہیں۔''

''ٹیلر کی تقریر جاری تھی۔'' ...... بدقسمتی سے حال ہی میں ہماری فیملی کے کئی ممبر المناک صورت سے دوچار ہوئے۔ ان کی موت نے ہم سبھی کو متاثر کیا ہے۔ فیملی میں ایسا ہی ہوتا ہے جو کوئی بھی ان کی موت کے راز سے پردہ اٹھائے گا اور اس کے ذمے داروں کی نشان دہی کرے گا، کے آئی جی اسے پچاس لاکھ ڈالر انعام دے گی......''

''یعنی یہ پچاس لاکھ ڈالر اپنی ایک جیب سے نکال کر دوسری جیب میں ڈال لے گا۔'' کیلی نے تبصرہ کیا۔

ٹیلر نے کیلی اور ڈیانا کی سمت دیکھا۔ اُس کی نگاہوں میں سرد مہری تھی۔ ''یہاں اس وقت ہماری فیملی کے دو متاثرہ اراکین بھی موجود ہیں۔ مسز مارک ہیرس اور مسز رچرڈ اسٹیونز سے درخواست کروں گا کہ وہ پوڈیم پر آ جائیں۔''

''ہمیں اوپر نہیں جانا ہے۔'' کیلی کے لہجے میں خوف تھا۔ ''ہمارے لیے بہتر یہی ہے کہ ہم لوگوں کے درمیان رہیں۔ اب ہم کیا کریں گے۔''

ڈیانا نے پریشان کیلی کو حیرت سے دیکھا۔ ''کیا مطلب ہے تمہارا؟ ہمیں یہاں سے بہ خیر و عافیت نکالنا تمہاری ذمہ داری ہے۔ تمہیں یاد نہیں، تم نے ہی تو منصوبہ بنایا تھا اب اس منصوبے پر عمل شروع کرو نا۔''

منصوبہ تو ناکام ہو گیا۔'' کیلی نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔

ڈیانا بھی نروس نظر آنے لگی۔ ''تو متبادل منصوبے پر عمل کیا جائے۔''

''سوری ڈیانا، کوئی متبادل منصوبہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔''

''ارے...... میں تو سمجھی تھی......'' ڈیانا کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ ''تو تم نے ہمیں یہاں لا پھنسایا...... یہاں سے بچ نکلنے کی کوئی ترکیب سوچے بغیر''

اسی لمحے لاؤڈ اسپیکر پر ٹیلر کی آواز ابھری۔ ''مسز اسٹیونز اور مسز ہیرس یہاں تشریف لے آئیں پلیز۔''

کیلی نے ڈیانا سے کہا۔ ''مجھے افسوس ہے ڈیانا۔''

قصور میرا ہے۔ میں ہی یہاں آنے پر مصر تھی۔'' ڈیانا نے کہا۔

اب تمام لوگ ان کی طرف متوجہ تھے۔ وہ دونوں پھنس چکی تھیں۔

''مسز اسٹیونز اور مسز ہیرس، پلیز......''

''اب ہم کیا کریں......'' کیلی نے سرگوشی میں کہا۔

''اب ہمارے سامنے کوئی راستہ نہیں۔ ہمیں اوپر جانا ہوگا۔'' ڈیانا نے گہری سانس لی۔ ''آؤ، چلیں۔''

وہ دونوں سست روی سے پوڈیم کی طرف بڑھیں۔ ان کے انداز میں ہچکچاہٹ تھی۔ ڈیانا بار بار کرکو دیکھ رہی تھی۔ بیٹی کی نگاہیں بھی اسی پر جمی تھیں۔

وہ دونوں پوڈیم کے قریب پہنچیں تو ان کے دل بری طرح دھڑک رہے تھے۔ ڈیانا رچرڈ کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

اچانک پارک کے عقبی حصے میں ہلچل سی مچ گئی۔ سب لوگ سر گھما کر اسی طرف دیکھنے لگے۔ وہ بین رابرٹس تھا۔ جو اپنے کیمرامینوں اور تیکنیکی عملے کے ساتھ نمودار ہوا تھا۔

ان دونوں نے بھی پلٹ کر دیکھا۔ کیلی کی باچھیں کھل گئیں۔ اُس نے ڈیانا کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔ ''میرا منصوبہ کامیاب ہوگیا۔''

ٹینر بھی یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اُس کے چہرے پر تناؤ تھا۔ اُس نے پکار کر کہا۔ ''سوری مسٹر رابرٹس، یہ ایک پرائیویٹ تقریب ہے۔ میں آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ اپنے عملے کے ساتھ یہاں سے رخصت ہو جائیں۔''

''صبح بخیر مسٹر کنگسلے۔ دراصل مسز ہیرس اور مسز اسٹیونز کو میرے شو کے ایک سگمینٹ کے سلسلے میں اسٹوڈیو میں حصہ لینا تھا۔ میں نے سوچا، تھوڑی سی ریکارڈنگ اس یادگاری تقریب کی بھی کر لی جائے۔'' بین رابرٹس نے جواب دیا۔

ٹینر نے نفی میں سر ہلایا۔ ''سوری، میں اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔''

''کوئی بات نہیں۔ میں مسز ہیرس اور مسز اسٹیونز کو اپنے ساتھ اسٹوڈیو لے جاتا ہوں۔''

''یہ ناممکن ہے۔'' ٹینر نے سخت لہجے میں کہا۔

بین نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ ''کیا ناممکن ہے؟'' اُس کے لہجے میں چیلنج تھا۔

ٹینر غصے سے بے حال ہو رہا تھا۔ ''میں...... میرا مطلب ہے کہ تم...... چھوڑو، کچھ نہیں......'' اُس سے بات بھی نہیں کی جا رہی تھی۔

اسی وقت کیلی اور ڈیانا بین تک پہنچ گئیں۔

''سوری، میں لیٹ ہو رہا ہوں۔ ایک قتل کے بارے میں بریکنگ نیوز آ رہی ہے۔ اور......''

''یہاں سے بھی تمہیں دہرے قتل کی ایک خبر ملنے والی تھی۔'' کیلی نے کہا۔ ''بس اب ہمیں یہاں سے لے چلو۔''

ٹینر بے بسی سے انہیں بین اور اس کے عملے کے ساتھ جاتے دیکھتا رہا۔

ہیری فلنٹ ہدایات کے لیے ٹینر کی طرف لپکا۔ لیکن ٹینر نے آہستہ سے نفی میں سر ہلایا۔ کھیل ابھی ختم نہیں ہوا تھا۔

......✿......

کیلی اور ڈیانا کار میں بین برٹس کے ساتھ تھیں۔ پیچھے دو گاڑیاں تھیں۔ ان میں عملے کے افراد اور ان کے آلات تھے۔

''اب مجھے بتاؤ کہ یہ کیا چکر ہے؟'' بین نے کیلی سے پوچھا۔

''کاش میں تمہیں بتا سکتی۔ مگر فی الوقت یہ ممکن نہیں۔ وقت آنے پر ضرور بتاؤں گی۔ یہ وعدہ رہا۔''

کیلی، میں رپورٹر ہوں۔ مجھے معلوم ہونا چاہیے......''

''آج تم ایک دوست کی حیثیت سے میری مدد کرنے آئے تھے۔''

''چلو ٹھیک ہے۔'' بین نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔ ''تمہیں کہاں چھوڑ دوں؟''

''ٹائمنز اسکوائر کے پاس...... 42ویں اسٹریٹ پر۔'' ڈیانا نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے۔''

بیس منٹ بعد وہ دونوں بین رابرٹس کی کار سے اتریں۔ ''بہت شکریہ بین۔ میں تمہاری یہ مدد کبھی نہیں بھولوں گی۔'' کیلی کے لہجے میں بے حد سچائی تھی۔ ''اور میں تم سے رابطے میں رہوں گی۔''

''اپنا خیال رکھنا۔''

کار آگے بڑھ گئی۔ کیلی نے ڈیانا سے کہا۔ ''ہم خالی ہاتھ ہیں۔ ہمارے پاس کم از کم ریوالور تو ہونا چاہیے تھا۔''

''ہمارے پاس ہتھیار تو ہے...... ہمارے دماغ۔'' ڈیانا بولی۔

''اب یہ بتاؤ، یہاں کیوں اتری ہو تم؟''

''اب چوہوں کی طرح بھاگنا ختم۔ اب ہم جارحانہ انداز اپنائیں گے۔''

''مگر کیسے؟''

''اب ہم ان پر وار کریں گے۔''

''مجھے لگتا ہے، تم ناول بہت پڑھتی رہی ہو۔ ارے کہاں ہم دو عورتیں اور کہاں اتنا بڑا ادارہ۔''

''سب سے پہلے ہمیں کے آئی جی کے ان ملازمین کی فہرست بنانی ہے جو گزشتہ چند ہفتوں میں مرے ہیں۔''

''تمہارا یہ خیال ہے کہ مارک اور رچرڈ کے علاوہ اور بھی ہیں۔''

''ہاں اخبار میں اس تقریب کا جو اعلان چھپا تھا، اس میں کے آئی جی کے ملازمین لکھا تھا۔''

''اب یہ بھی بتا دو کہ ان کے نام تمہیں کون بتائے گا۔''

''ابھی تمہیں بتاتی ہوں۔''

٭

بلیک ایگل انٹرنیٹ کیفے ایک بڑا کمپیوٹر ہال تھا۔ وہاں دورویہ کیبن بنے ہوئے تھے۔ وہاں چار سو ذاتی کمپیوٹر تھے اور تقریباً سب کے سب استعمال میں تھے۔ یہ اس طویل زنجیر کا حصہ تھے، جو پوری دنیا کو گرفت میں لیے ہوئے تھی۔

وہ اندر داخل ہوئیں۔ ڈیانا نے سب سے پہلے وینڈنگ مشین پر جا کر انٹرنیٹ پر ایک گھنٹے کا وقت خریدا۔

''اب کیا کرو گی؟'' کیلی نے پوچھا۔

''یہ کمپیوٹر سے پوچھنا۔''

وہ دونوں ایک خالی کیبن میں جا بیٹھے۔ ڈیانا انٹرنیٹ پر لاگ آن کرنے میں مصروف ہوگئی۔ راستہ ہونے پر اس نے گوگل کی سائٹ کو سرچ کیا۔ اُس نے اموات اور کے آئی جی ٹائپ کیا۔

چند لمحے بعد ایک فہرست نمودار ہوئی۔ مختلف اخبارات میں ان کے مطلب کی خبریں شائع ہوئی تھیں۔ ان میں کے آئی جی برلن کی خبر بھی تھی۔ وہاں سے انہیں خرانز ور برگ کا نام ملا۔ ''یہ کون ہے؟'' کیلی نے پوچھا۔

''اس سے زیادہ اہم سوال یہ ہے کہ یہ کہاں ہے۔ یہ کے آئی جی، برلن میں کام کرتا تھا اور غائب ہو چکا ہے۔ اور اس کی بیوی سونجا پراسرار حالت میں ماری گئی۔''

ڈیانا نے ایک اور ویب سائٹ ٹٹولی۔ پھر اُس نے سر اٹھایا۔ ''اور یہ ہے فرانس میں...... مارک ہیرس۔'' اُس کے انداز میں ہچکچاہٹ تھی۔

کیلی نے افسردگی سے سر جھٹکا۔ ''آگے چلو۔''

''ڈیانا نے پھر کلک کیا۔ ''ڈینور میں گیری رینالڈز...... اور مین ہٹن میں......'' وہ کہتے کہتے ایک لمحے کو رکی۔ ''رچرڈ۔'' اُس نے ٹوٹتی ہوئی آواز میں کہا۔ ''بس یہی ہے۔''

''اب ہم کیا کریں گے؟''

''اب ہمیں ان کڑیوں کو ملانے کی ترکیب سوچنی ہوگی۔ آؤ چلیں۔''

وہ باہر نکل آئی۔ سڑک پر چلتے ہوئے اچانک انہیں ایک کمپیوٹر اسٹور نظر آیا۔ ''ایک منٹ۔'' کیلی نے کہا۔

کیلی اسٹور میں گھسی۔ ڈیانا اُس کے پیچھے تھی۔ کیلی سیدھی اسٹور کے منیجر کی طرف بڑھی۔ ایکسکیوزمی۔'' اُس نے منیجر سے کہا۔ ''میرا نام کیلی ہیرس ہے۔ میں ٹینر کنگسلے کی اسسٹنٹ ہوں۔ ہمیں کے آئی جی کے لیے تین درجن جدید ترین اور سب سے مہنگے کمپیوٹر کی ضرورت ہے۔ آج شام تک ڈیلیوری چاہیے۔ کیا یہ ممکن ہے؟''

منیجر کی باچھیں کھل گئیں۔ ''جی مسز ہیرس، کیوں نہیں۔ کمپیوٹر ہمارے گودام میں موجود ہیں۔ میں ذاتی طور پر آخری مرحلے تک اس ڈیلیوری کی نگرانی کروں گا۔ یہ بتائیں، ادائیگی نقد ہوگی یا میں کے آئی جی کے اکاؤنٹ میں ڈال دوں۔''

''ادائیگی ڈیلیوری کے وقت۔'' کیلی نے جواب دیا۔

باہر نکلتے ہوئے ڈیانا نے ستائشی لہجے میں کیلی سے کہا۔ ''زبردست سوجھی ہے تمہیں۔''

کیلی مسکرادی۔

.........☼.........

کیتھی نے ٹیز کی طرف کچھ اخبار بڑھائے۔ ''یہ دیکھ لیں مسٹر کنکسلے۔''

تقریباً تمام اخبارات نے وہ خبر نمایاں کر کے شائع کی تھی۔

آسٹریلیا میں عجوبہ......طوفان گردوباد

آسٹریلیا کی تاریخ میں پہلی بار وہاں زبردست آندھی آئی، جس نے چھ دیہات صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالے۔ ابھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جانی نقصان کتنا ہوا ہے۔

ماہرین موسمیات دنیا میں موسم کے بدلتے ہوئے رجحانات کو دیکھ کر ششدر رہ گئے ہیں۔

ان کے خیال میں یہ سب کچھ اوزون کی شکستہ تہ کی وجہ سے ہو رہا ہے۔

''انہیں ایک نوٹ کے ساتھ سینیٹر وان لوون کو بھجوا دو۔'' ٹیز نے کیتھی سے کہا۔ ''نوٹ میری طرف سے لکھنا۔ لکھنا......میرا خیال ہے کہ وقت بہت تیزی سے نکلا جا رہا ہے۔ بہترین خواہشات کے ساتھ۔ ٹیز کنکسلے۔''

''جی بہت بہتر۔'' کیتھی نے کہا اور کمرے سے نکل گئی۔

اس لمحے ایک آواز سنائی دی۔ ٹیز نے چونک کر ایک کمپیوٹر اسکرین کی طرف دیکھا۔ یہ اس کے آئی ٹی ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے الرٹ سگنل موصول ہوا تھا۔

ٹیز نے اپنے آئی ڈی ڈیپارٹمنٹ کے لیے اسپائیڈرز نصب کرائے تھے۔ وہ ہائی ٹیک سوفٹ ویر مستقل طور پر انٹرنیٹ کو کھنگالتے رہتے تھے۔ وہ ہر وقت معلومات کی جستجو میں لگے رہتے تھے۔ اس نے کمپیوٹر مانیٹر کو بڑی دلچسپی سے دیکھا۔

پھر اس نے ایک بزر دبایا۔ ''اینڈریو...... یہاں تو آنا۔''

''اینڈریو اپنے آفس میں کھلی آنکھوں سے خواب دیکھ رہا تھا۔ اس وقت اسے وہ حادثہ یاد آ رہا تھا، جو اُس کے ساتھ پیش آیا تھا۔ وہ اس وقت ڈریسنگ روم میں تھا اور اس اسپیس سوٹ کو دیکھ رہا تھا، جو آرمی والوں نے اسے بھجوایا تھا۔ اُس نے ریک سے خلائی سوٹ لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ مگر اس وقت ٹیز نے ایک اور سوٹ اور گیس ماسک اُس کی طرف بڑھایا۔ ''یہ پہن لو۔ یہ تمہیں خوش بختی دلائے گا۔'' ٹیز نے کہا......اسی لمحے ٹیز کی تحکمانہ آواز نے اسے چونکا دیا۔ ''اینڈریو...... یہاں تو آنا۔''

اینڈریو اٹھا اور تھکے تھکے قدموں سے ٹیز کے آفس کی طرف چل دیا۔

''بیٹھ جاؤ۔'' ٹیز نے کہا۔

اینڈریو بیٹھ گیا۔

''ان منحوس عورتوں نے برلن میں ہماری ویب سائٹ کو ہٹ کیا ہے۔اس کا مطلب سمجھتے ہو؟''

''ہاں......میں......نہیں......''

اس لمحے ٹینر کی سیکریٹری نے بزر دیا۔''کمپیوٹر یہاں پہنچ چکے ہیں مسٹر کنگسلے۔''

''کون سے کمپیوٹر؟''ٹینر نے حیرت سے کہا۔

''جن کا آپ نے آرڈر دیا تھا۔''

''ٹینر کا ذہن الجھ گیا۔وہ اٹھا اور استقبالیہ کمرے کی طرف گیا۔وہاں تین درجن کمپیوٹر رکھے تھے۔اسٹور منیجر بھی وہاں موجود تھا۔اس کے ساتھ تین اور آدمی تھے، جو ڈانگریاں پہنے ہوئے تھے۔

ٹینر کو دیکھ کر اسٹور منیجر کا چہرہ چمک اٹھا۔''سب کچھ آپ کی خواہش کے عین مطابق ہے سر۔''اُس نے کہا۔''ہمارے لائق اور کوئی خدمت ہو تو بلا جھجک حکم کریں......''

ٹینر حیرت سے کمپیوٹرز کو دیکھ رہا تھا۔''یہ آرڈر کس نے دیا؟''اُس نے پوچھا۔

''آپ کی اسسٹنٹ کیلی ہیرس نے۔انہوں نے کہا تھا کہ آپ کو فوری طور پر ان کی ضرورت ہے۔اسی لیے......''

''انہیں واپس لے جاؤ۔''ٹینر نے نرم لہجے میں کہا۔''جہاں وہ جانے والی ہے، وہاں اسے ان کی ضرورت نہیں پڑے گی۔''یہ کہہ کر ٹینر پلٹا اور اپنے آفس میں واپس چلا گیا۔''اینڈریو......تمہیں اندازہ ہے کہ انہوں نے ہماری ویب سائٹ پر حملہ کیا؟نہیں سمجھے!میں بتاتا ہوں۔وہ یہ دیکھ رہی ہیں کہ کون کون ہمارا شکار رہا ہے۔اور اس کے بعد وہ وجہ جاننا چاہیں گی۔''وہ اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔''اس کے لیے انہیں یورپ جانا ہوگا۔لیکن وہ وہاں نہیں پہنچ سکیں گی۔''

''نہیں......کیوں......؟''اینڈریو نے خواب ناک لہجے میں کہا۔

ٹینر نے بے حد نفرت سے اپنے بھائی کو دیکھا۔''کاش تمہاری جگہ کوئی صحیح الدماغ شخص میری بات سن رہا ہوتا۔یہ بتاؤ، انہیں روکا کیسے جائے؟''

اینڈریو نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔''بس روک دیا جائے۔''

تم تو ڈفر ہو......ڈفر۔''ٹینر نے نفرت سے کہا۔پھر وہ ایک کمپیوٹر کی طرف گیا اور کچھ ٹائپ کرنے لگا۔''ہمیں سب سے پہلے ان کے تمام اثاثے منجمد کرانے ہوں گے ان کے سوشل سیکورٹی نمبر ہمارے پاس ہیں۔یہ دیکھو، ڈیانا اسٹیونز......''وہ ٹائپ کرتا رہا۔یہ اس کے ہائی ٹیک سوفٹ ویئر کا کمال تھا کہ وہ کسی کے بھی مالی معاملات تک پہنچ سکتا تھا......بلکہ ان میں ردوبدل بھی کر سکتا تھا۔''یہ رہیں اس کی تفصیلات......''

''ہاں......یہ رہیں......''اینڈریو نے کہا۔

''اب میں یہاں انٹری کروں گا کہ اس کے کریڈیٹ کارڈ چوری ہوگئے ہیں اور پھر یہی کام کیلی ہیرس کے ساتھ کریں گے۔ اب ہم ڈیانا کے بینک کی ویب سائٹ کو دیکھتے ہیں۔'' اُس نے مزید چند بٹن دبائے۔ ذرا دیر میں وہ اس کا کریڈٹ ڈیٹا مکمل طور پر کینسل کر چکا تھا۔

''تمہیں پتا ہے اینڈریو، میں نے کیا کیا ہے؟'' ٹیز نے اینڈریو سے پوچھا۔

''نہیں ٹیز۔''

''میں نے اس کے کریڈٹ کو ڈیبٹ میں تبدیل کر دیا ہے۔ اب بینک کا وصولی ڈیپارٹمنٹ الٹا اُس کے پیچھے پڑ جائے گا۔ چلو اب کیلی ہیرس کے ساتھ بھی یہی کرتے ہیں۔''

اس کام سے نمٹ کر ٹیز اینڈریو کی طرف بڑھا۔ ''لو بھئی ہوگیا کام۔ اب ان کے پاس نہ کوئی پیسہ ہے نہ کریڈٹ کارڈ۔ اب وہ یہاں پھنس چکی ہیں۔ وہ اس ملک سے نکل نہیں سکتیں۔ اب بولو، تم اپنے چھوٹے بھائی کو کیا کہو گے؟''

''میں وہ رات کو میں ٹی وی پر فلم دیکھ رہا تھا۔ اس میں......''

ٹیز غصے میں آپے سے باہر ہوگیا۔ اُس نے اینڈریو کے منہ پر اتنے زور کا گھونسہ مارا کہ وہ کرسی سے لڑھک گیا۔ ''تم بولنے کی ہمت کیسے کرتے ہو خبیث۔'' وہ دھاڑا۔ ''جب میں بولوں تو تم صرف دھیان سے سنا کرو۔''

دروازہ کھلا اور ٹیز کی سیکریٹری کیتھی اندر آئی۔ ''سب ٹھیک ہے نا مسٹر کنگسلے؟'' اس نے پوچھا۔

''سب ٹھیک ہے۔ بس اینڈریو کرسی سے گر گیا تھا۔''

کیتھی نے ٹیز کے ساتھ مل کر اینڈریو کو اٹھایا۔ ''کیا میں گر گیا تھا؟'' اینڈریو نے بے حد معصومیت سے پوچھا۔

''ہاں اینڈریو۔ مگر تم ٹھیک ہو۔'' ٹیز نے بے حد نرمی سے کہا۔

کیتھی نے سرگوشی میں کہا۔ ''مسٹر کنگسلے، میرے خیال میں آپ کو اپنے بھائی کے لیے کسی ہوم میں بندوبست کرنا چاہیے۔''

''وہ تو ہے۔ مگر کیتھی، میں اس کا دل نہیں توڑنا چاہتا۔ کے آئی جی ہی اس کا گھر ہے اور پھر میں اس کا خیال رکھ سکتا ہوں۔'' ٹیز نے کہا۔

آپ عظیم انسان ہیں مسٹر کنگسلے، کیتھی نے ستائشی لہجے میں کہا۔

ٹیز نے انکسار سے سر جھکاتے ہوئے کندھے جھٹک دیے۔ ''آخر یہ میرا بھائی ہے۔'' اُس نے کہا۔

............☼............

دس منٹ بعد ٹیز کی سکریٹری دوبارہ آفس میں آئی۔ گڈ نیوز مسٹر کنگسلے۔ ابھی ابھی یہ فیکس بیلیٹروان لون کے آفس سے آیا ہے۔''

''دکھاؤ تو۔''

ٹیز نے فیکس کا جائزہ لیا......

ڈیر مسٹر کنگسلے

آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ ماحولیات کے بارے میں سینیٹ کی سلیکٹ کمیٹی نے دنیا بھر میں تیزی سے بدلتے موسموں کے رجحانات پر نظر رکھنے اور اس پر موثر انداز میں نمٹنے کے لیے فوری طور پر بھاری فنڈز کی منظوری دے دی ہے۔

خلوص کیش

سینیٹر وان لوون

.........✲.........

انگلیوں میں سنسناہٹ سی ہوئی تو ڈیمین کی پلکیں جھپکیں۔ وہ دیر سے آسمان کو دیکھے جا رہا تھا...... اتنے انہماک سے کہ وقت کا احساس بھی کھو بیٹھا تھا۔ اُس نے سر جھکا کر اپنے ہاتھوں کو دیکھا، جن سے وہ خنجر تھامے ہوئے تھا۔ اس کی پوریں سفید ہو رہی تھیں۔ اور انگلیاں نیلی۔ اس نے خنجر چھوڑ دیا اور دونوں ہاتھوں کو باہم رگڑنے لگا۔ اسی لمحے اس کی نظر اپنی کلائی پر بندھی گھڑی پر پڑی۔ وہ بدنما اور بدصورت گھڑی تھی...... دینے والے کی بدذوقی کی مظہر۔ لیکن دینے والا امریکی صدر تھا۔ اسی لیے ڈیمین بری لگنے کے باوجود کلائی پر وہ گھڑی باندھتا تھا۔ اسی کو تو ڈپلومیسی کہتے ہیں۔ اور صدر صاحب نے گھڑی اسے دیتے ہوئے بڑے فخر سے بتایا تھا کہ اس گھڑی سے نہ صرف وقت بلکہ دن، تاریخ، سال، درجہ حرارت، ہوا میں نمی کا تناسب اور خدا جانے کیا کیا معلوم کیا جا سکتا ہے۔

گھڑی شاک پروف، واٹر پروف، طوفان پروف، آسمانی بجلی سے محفوظ اور مقناطیسیت سے محفوظ تھی۔ صدر نے کہا تھا، آپ اسے باندھ کر ایورسٹ پر چڑھ جائیں یا صحارا میں صحرانوردی کریں، اس سے گھڑی کی کارکردگی پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ بلکہ آپ سمندر میں ہزاروں فیدم کی گہرائی میں چلے جائیں، تب بھی یہ گھڑی آپ کو درست ترین معلومات فراہم کرے گی۔ اس پر ڈیمین نے ان کا شکریہ ادا کیا تھا۔ لیکن وہ سوچ رہا تھا کہ شاید زندگی بھر اسے کوہ پیمائی کا موقع ملے گا، نہ صحرانوردی کا۔ اور غوطہ خوری کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

بہرحال یہ مارچ کی 23 تاریخ تھی اور دس بج کر 35 منٹ ہوئے تھے۔ ڈیمین نے سیٹی بجانے والے انداز میں ہونٹ سکوڑے۔ اسے احساس ہوا کہ اسے کھڑکی میں کھڑے آدھا گھنٹا ہو گیا ہے۔ اس نے ایک بار پھر آسمان کو دیکھا اور پھر اپنے ہاتھ کو۔ اس کی انگلیاں نارمل ہو چکی تھیں۔ وہ پلٹا اور کمرے سے نکل کر پہلی منزل پر لے جانے والے زینے کی طرف بڑھا۔ ''جارج۔'' اس نے پکارا

ایک دروازہ کھلا اور بٹلر نے جھانکا۔

''اب آج مجھے کسی اور چیز کی ضرورت نہیں پڑے گی۔'' اس نے کہا۔

یہ حکم تھا کہ اب اسے ڈسٹرب نہ کیا جائے۔ بٹلر نے مودبانہ انداز میں کہا۔ ''بہت بہتر جناب۔''

ڈیمین بٹلر کے دروازہ بند کرنے کا انتظار کرتا رہا۔ وہ شام کے اس ڈرامے اور جھلس کر کوئلہ بن جانے والے شخص کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ وہ شخص جو نائیلون کے جلتے ہوئے پردوں میں الجھا ایک زنجیر سے پنڈولم کی طرح جھولتا رہا تھا۔ اس نے اپنی ہتھیلی کو پھیلا کر دیکھا۔ اس پر اب بھی خنجر کا نقش تھا۔ اسے دیکھ کر اس کے وجود میں سرد اور تند غصے کی لہر دوڑ گئی۔

وہ گیلری کی طرف گیا۔ سامنے ہی داخلی ہال نظر آ رہا تھا۔ ریلنگ کو انگلی سے سہلاتے ہوئے اس کے دماغ میں ایک یاد کا جھما کا سا ہوا، جس نے اُسے ہلا کر رکھ دیا۔ وہ بچپن کی ایک بھولی بسری یاد تھی۔ وہ ایک ٹرائی سائیکل چلا رہا تھا۔ اس کی ماں ایک اسٹول پر کھڑی گیلری کے باہر پودوں کو پانی دے رہی تھی۔ اسے یاد تھا کہ وہ ایک دائرے میں سائیکل چلا رہا تھا اور ہر چکر میں سائیکل کی رفتار بڑھا رہا تھا۔ ساتھ ہی وہ منہ سے موٹر جیسی آوازیں بھی نکالتا رہا تھا۔ اور وہ شرارت بھرے انداز میں سائیکل کو ماں کے قریب...... اور قریب لے جاتا رہا تھا۔ اسے ماں کے چہرے پر تشویش کا تاثر یاد آیا۔ اس کا منہ کھلا تھا۔ وہ اسے کہنا چاہتی تھی کہ وہ دور رہے۔ لیکن وہ سائیکل کو تیز کرتے ہوئے اس سے قریب تر ہوتا جا رہا تھا۔ پھر سائیکل اسٹول سے ٹکرائی تھی۔ ماں کے حلق سے چیخ نکلی تھی اور وہ نیچے فرش پر جا گری تھی۔ اسے خوب یاد تھا۔ خوف اور شاک کے باوجود فتح کا ایک سنسنی آمیز احساس اس کے رگ و پے میں دوڑ رہا تھا۔ اسے ایسا لگا تھا، جیسے اس نے کوئی زبردست، شاندار کام کیا ہو۔

وہ وہاں سے ہٹا اور ایک تاریک راہ داری میں آ گیا۔ وہ نپے تلے قدموں سے آگے بڑھ رہا تھا۔ ایک طرف مڑ کر وہ دوسری...... اور پھر تیسری راہ داری میں آیا۔ وہ ایک کھلے دروازے سے گزرا تو کتا کمرے سے باہر آیا اور اُس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ اندھیرے میں کتے کی زرد آنکھیں بجھتے ہوئے انگاروں جیسی لگ رہی تھیں۔

بالآخر وہ ایک تنگ راہ داری میں رکا۔ اُس نے جھک کر ایک دروازے کو کھولا اور اندر داخل ہو کر اسے بند کر دیا۔ کتا دروازے کے باہر جم کر بیٹھ گیا تھا اور اب اس طرف دیکھے جا رہا تھا، جدھر سے وہ آئے تھے۔ اس کی زبان باہر نکلی ہوئی تھی۔ وہ گول ساخت کا ایک سیاہ گرجا تھا۔ اس کی چھت کو چھ ستون سہارا دیے ہوئے تھے۔ گرجا بالکل خالی تھا۔ بس وہاں کمرے کے بیچوں بیچ ایک صلیب تھی۔ اس پر کرائسٹ کا قد آدم مجسمہ مصلوب تھا۔ اور وہ مجسمہ بالکل عریاں تھا۔

چھت سے روشنی کی ایک لکیر سیدھی کرائسٹ کی شبیہ پر پڑ رہی تھی۔ دوسری نظر میں اندازہ ہوتا تھا کہ وہ مجسمہ باطنی ناپاکی کا مظہر ہے اور حقیقی الیے کا مضحکہ اڑانے کے لیے ہے۔

دور افتادہ دیوار پر ایک خوب صورت بچے کی شبیہ اسے گھور رہی تھی۔ وہ ایک پاگل آدمی کی پینٹ کی ہوئی تصویر تھی۔ وہ پاگل آدمی، جس کا دعویٰ تھا کہ اس نے شیطان کو دیکھا ہے۔ شیطان خود اُس کے پاس آیا تھا۔ اور شیطان کو دیکھنے کے بعد اُس نے زندگی بھر شیطان ہی کو پینٹ کیا تھا...... شیطان کی زندگی کے مختلف ادوار ہیں۔ اس بچے کو بھی اُس نے ان گنت بار پینٹ کیا تھا۔ ایک تصویر اُس نے دیوار پر بنائی تھی...... اور وہ دیوار صدیوں کی دست برد سے محفوظ رہی تھی۔ بعد میں اسے ماہر آثار قدیمہ کارل بیوگن ہیگن نے دریافت کیا تھا۔ جن لوگوں نے بھی اس دیوار کو دیکھا تھا، ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں رہا تھا۔ کیونکہ وہ چہرہ ڈیمین تھورن کے بچپن کا چہرہ تھا۔ ڈیمین نے نظر بھر کر بچپن کے اس چہرے کو دیکھا اور پھر خلا میں گھورنے لگا۔

''اے میرے باپ، سناٹوں کے مالک، تباہ کاری اور بربادی کے خداوند عظیم، اے تو کہ انسان تجھے گالیاں دیتا ہے، دشمن جانتا ہے اور دوسری طرف تجھ سے ہم آغوش ہونے کے لیے تڑپتا ہے، میں تجھ سے مدد مانگتا ہوں۔ مجھے طاقت دے کہ میں دنیا کو کرائسٹ کے دوسرے نزول کی ابتلا سے بچا سکوں۔ یہ مصیبت دو ہزار سال سے دنیا پر مسلط ہے اور اب دنیا کو اس سے چھٹکارا ملنا چاہیے۔'' وہ عاجزانہ یہ دعا کرتا ہوا صلیب کی طرف

بڑھا اور مصلوب کو تکنے لگا ''اے عظیم باپ، انسانیت کو جہنم کا راستہ دکھا، اس میں شیطنت کی روح پھونک دے۔ اسے اذیت کی جنت تک پہنچا دے۔'' اس نے دونوں ہاتھ اٹھائے اُس کی ہتھیلیاں اوپر کی سمت تھیں۔ گرجا کی تاریکی میں اُس کی زرد آنکھیں بجھتے ہوئے انگاروں جیسی لگ رہی تھی۔ اب وہ مصلوب مجسمے کے سر کو گھور رہا تھا۔ ''نزارین...... اے مسیح۔'' اُس نے پکارا۔ ''تم انسان کو کیا دے سکتے ہو؟'' اس نے توقف کیا، جیسے کسی جواب کا منتظر ہو۔'' جب سے تم پیدا ہوئے تم نے انسانوں کی خواہشات کا گلا گھونٹنے اور اسے اخلاقیات کا درس دینے کے سوا کچھ نہیں کیا۔'' وہ ایک قدم آگے بڑھا۔ اب اس کی سانسیں مجسمے کی گردن کو چھو رہی تھیں۔ اُس نے صلیب کو یوں تھاما، جیسے ٹوٹے پھوٹے جسم والے اس مجسمے کو توڑ پھوڑ دینا چاہتا ہو۔ اب اس کے منہ سے کف نکل رہا تھا۔ اُس نے سرگوشی میں کہا۔ ''تم نے جوانوں کی امنگوں کو تباہ کر دیا۔ تم نے انہیں پہلے ازلی گناہ کی لذت سے محروم کرنا چاہا۔ تم نے مجھ سے، میرے باپ سے جنگ کی۔ تم نے ہمیں تباہ کرنے، مٹا ڈالنے کی کوشش کی۔ لیکن تم ناکام ہو جاؤ گے نزارین...... ماضی کی طرح تم اب بھی ہار جاؤ گے...... اور تم ہمیشہ شکست خوردہ رہو گے۔''

اُس نے الفاظ اتنی تندی اور سختی سے ادا کیے تھے کہ وہ نڈھال ہو گیا تھا، جیسے جسم کی تمام توانائیاں خرچ ہو گئی ہوں۔ اُس نے سر جھکا لیا۔ اُس کے بال مجسمے کے کندھوں پر پڑے تھے۔ اُس کے ہاتھوں نے مجسمہ کے شکستہ جسم کو مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا۔

چند لمحے بعد اُس نے سر اٹھایا۔ اب وہ بولا تو اُس کی آواز پوری طرح اس کے قابو میں تھی۔ ''میں شیطان کا نطفہ ہوں نزارین اور مادہ گیدڑ کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ تم نے صلیب پر جو اذیت سہی، جس کے دنیا گیت گاتی ہے، میرے باپ کی اذیت کے سامنے تمہاری وہ اذیت ایک ذرے سے زیادہ نہیں۔ میرے باپ کی عظمت ملیامیٹ ہوئی۔ وہ مرتبے سے محروم ہوا۔ جنت سے نکالا گیا۔ اس پر لعنت کی گئی۔ کون اندازہ لگا سکتا ہے، کون تصور کر سکتا ہے اس اذیت کا اُس نے ہاتھ بڑھا کر مجسمے کا سر تھام لیا۔ سر پر رکھے ہوئے تاج کے کانٹے اُس کی ہتھیلیوں میں چبھنے لگے۔'' میں کانٹوں کو تمہارے منحوس پنجر میں اتار دوں گا نزارین۔''

وہ پیچھے کی طرف ہٹا، آنکھیں بند کیں اور دہاڑنے لگا۔ اُس کی آواز ٹوٹ ٹوٹ رہی تھی اور اُس میں اذیت تھی۔ ''شیطان...... میرے محبوب باپ، میں تیری اذیت کا بدلہ ضرور لوں گا۔ میں کرائسٹ کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دوں گا۔''

وہ مٹھیاں بھینچ کر چلایا۔ کانٹوں کے تاج کے آہنی کانٹے اُس کی ہتھیلیوں میں پیوست ہو گئے۔ اُس کے ہاتھ سے بہہ نکلنے والا خون کرائسٹ کی آنکھوں میں گیا۔ اب ایسا لگا کہ مسیح خون کے آنسو رویا ہے۔ اُس کے چہرے کی اذیت اور دکھ جیسے دو چند ہو گیا تھا۔

......✿......

جنوب کی سمت بیس میل دور جان فاویل ڈاؤنز کے علاقے میں ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس کے وجود میں اس وقت تجسس اور ہیجان لہریں لے رہا تھا۔ اُس نے موسم کی پیش گوئی چیک کی تھی۔ اُس نے اس خدا سے دعا کی تھی، جسے برسوں پہلے وہ ترک کر چکا تھا۔ اُس نے دعا کی تھی کہ مطلع صاف رہے، ابر آلودہ نہ ہو، جیسا کہ محکمہ موسمیات والے کہہ رہے ہیں۔ اور اُس کی دعا قبول ہو گئی تھی۔ اب وہ اسی قران کو ریکارڈ کر سکے گا۔ تین ستاروں کا قران! یہ اس کا سوچا ہوا نام تھا۔ وہ اسے تثلیث مقدس تو نہیں کہہ سکتا تھا۔ مذہبی اصطلاحات استعمال کر کے وہ معاملات کو پیچیدہ نہیں بنانا چاہتا تھا۔

پادری نے پہلی بار اس سے رابطہ کیا تھا اور آنے کی اجازت چاہتی تھی۔ تب فاویل خود پر خفا ہوا تھا۔ وہ دیر تک بڑبڑاتا رہا تھا کہ معاملات ہاتھ سے نکلے جا رہے ہیں اسے پہلی بار ہی پادری کو اطلاع نہیں دینی چاہیے تھی۔ وہی اس کی غلطی تھی۔ اُس نے تو ایک اخلاقی فرض نبھایا تھا۔ مگر وہ اس کے گلے پڑ گیا تھا۔ اور اب اس کے معمولات ڈسٹرب ہو رہے تھے۔ مگر جب اُس نے اس پر سوچا، غور کیا تو وہ خود متجسس ہو گیا۔ تب اُس نے سوچا، اس میں حرج ہی کیا ہے۔ غیر سائنسی لوگوں کا ردعمل دیکھنا بھی دل چسپ ہو گا۔ اُس نے کارنر پر گاڑی کو موڑا۔ پھر اُس نے سر اٹھا کر آبزرویٹری کی بہت بڑی ریسیونگ ڈش کو دیکھا۔ اسے اپنے ایک دوست کے الفاظ یاد آئے۔ اس نے کہا تھا کہ شادی کے پندرہ سال بعد بھی اپنی بیوی کی قربت میں اُس کے جسم میں سنسنی دوڑنے لگتی ہے۔ جان فاویل اپنے کام کے بارے میں یہی کہتا تھا۔

وہ لفٹ میں بیٹھ کر اوپر پہنچا۔ اُس کا ٹیکنیشین بیری پہلے ہی اپنے کام میں مصروف تھا۔ دونوں کے درمیان علیک سلیک ہوئی۔ پہلے چند گھنٹوں کے دوران وہ دونوں معمول کے کاموں میں مصروف رہے۔ لیکن وہ دونوں ہی ارتکاز سے محروم تھے۔ وہ بار بار اپنی گھڑی دیکھتے۔ یہاں تک کہ بزر کی آواز سنائی دی۔ بیری نے بڑھ کر فون اٹھایا۔ اور سنتا رہا۔ پھر وہ فاویل کی طرف مڑا۔ ''وہ دیوانہ راہب آ گیا ہے۔''

''میری باتیں مت کرو۔'' فاویل نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''اسے اندر بلا لو۔''

''اسے نہیں، انہیں۔'' بیری نے کہا اور نیچے کا دروازہ کھولنے والا بٹن دبا دیا۔

کیا مطلب ہے؟'' فاویل بری طرح چونکا۔

''وہ تین افراد ہیں۔''

''لعنت ہو۔'' فاویل غرایا۔ وہاں اتنے افراد کے لیے جگہ کہاں تھی۔ وہ جھنجلاہٹ میں بڑبڑاتا رہا۔

چند لمحے بعد فادر ڈی کارلو اندر آیا۔ اس کے پیچھے برادر انٹونیو اور سائمن تھے۔ انہیں دیکھتے ہی فاویل کا چڑچڑا پن ختم ہو گیا۔ مہمان اتنے شریف النفس منکسر المزاج اور باوقار تھے کہ ان پر جھنجلایا ہی نہیں جا سکتا تھا۔

فادر ڈی کارلو نے اپنے ساتھیوں کا ان سے تعارف کرایا۔ ''ہم سب آپ کے شکر گزار ہیں کہ آپ نے ہمیں مقدس تثلیث کے بارے میں اطلاع دی۔''

''اس کی ضرورت نہیں۔'' فاویل نے جلدی سے کہا۔

''خدا تمہیں اس کی جزائے عظیم دے گا۔'' فادر ڈی کارلو بولا۔

''دیکھیے، میں عقیدے کے معاملے میں آپ سے مختلف......''

''اس کے باوجود وہ تمہیں جزا دے گا۔ ڈی کارلو نے سادگی سے کہا۔

فاویل نے کندھے جھٹکے اور انہیں آبزرویٹری دکھانے لگا۔ وہ انہیں بتا رہا تھا کہ یہ دوربین دنیا بھر میں اپنی نوعیت کی بہترین دوربین ہے۔

اس نے انہیں کمپیوٹر، ڈیٹا پینلز اور مانیٹرز دکھائے۔ پھر اُس نے لائٹ باکس کے سامنے چاندز جا جیسے رکھ دیے۔ پھر وہ تینوں سیاروں کی نقل وحرکت کے بارے میں بتانے لگا۔ وہ اتنا تیز بول رہا تھا۔'' کہ انہیں سوال کرنے کی مہلت ہی نہیں مل رہی تھی۔

''ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ولادت کہاں ہوگی؟'' ڈی کارلو نے کہا۔

''ابھی دیکھ لیتے ہیں۔ ویسے ہم مقام کا تعین پوری قطعیت کے ساتھ کر سکتے ہیں۔''

فاویل بین کی طرف واپس گیا۔ بیری بار بار اپنی گھڑی کو دیکھ رہا تھا، جیسے فاویل کو یاد دلا رہا ہو کہ ان راہبوں سے جلد از جلد جان چھڑانا بہتر رہے گا۔ فاویل نے سر کو تفہیمی جنبش دی اور تینوں راہبوں کو دور افتادہ گوشے کی طرف لے گیا۔ اُس نے انہیں ایک اسکیننگ مانیٹر کے سامنے بٹھا دیا۔'' آپ صرف دیکھتے رہیں۔ باقی کام ہم پر چھوڑ دیجیے گا۔'' اُس نے کہا۔

مانیٹر اسکرین پر اوپر داہنی جانب ہندسوں کے دو سیٹ نظر آ رہے تھے۔ فادر ڈی کارلو نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔'' اور یہ نمبر''

''یہ دن، گھنٹے اور منٹ ہیں۔'' فاویل نے کہا۔'' اور تیز چلنے والا ٹائمر سیکنڈز کا ہے۔''

وہ تینوں اسکرین کی طرف متوجہ تھے۔ سب سے جوان راہب کا منہ کھلے کا کھلا تھا۔ فاویل کنسول کی طرف بڑھ گیا۔ وہ ایک بے حد پیچیدہ آلہ تھا۔ ایک بار بیری نے اسے اسٹار شپ برج سے تشبیہ دی تھی۔ اس نے ہنس کر کہا تھا کہ ایک دن وہ آبزرویٹری کو اڑا کر لے جائے گا اور مریخ پر اترے گا۔ لیکن اس وقت بیری بھی مذاق کے موڈ میں نہیں تھا۔ فاویل نے نظر اٹھا کر بیری کو دیکھا جو کنٹرولز پر بیٹھا تھا۔ پھر وہ خود اپنے سامنے رکھے دو مانیٹرز کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ان میں سے ایک پر ستاروں کی فیلڈ نظر آ رہی تھی۔ دوسرے پر مغربی کرے کا گرڈ مالا نقشہ نظر آ رہا تھا۔ اُس نے کارنر میں موجود متحرک ہندسوں کو دیکھا، انگلیاں چٹخائیں اور انٹرکام کی طرف جھکا۔ اب اُس کا ہیجان ختم ہو چکا تھا۔ اُس کی پوری توانائی اور توجہ اسکرین پر مرکوز تھی۔ اب وہ ایک پروفیشنل تھا۔

''ایکس رے 84 پر لاؤ۔'' اُس نے انٹرکام پر کہا۔

اُس نے پیچھے ہٹتے ہوئے مانیٹر کو تھوڑا سا گھمایا اور اُس کے بعد پھر آگے کی طرف جھک گیا۔

''فرم اے آر 4، 44 درجے 21 دقیقے۔'' اُس نے انٹرکام پر مزید ہدایات دیں۔

دوربین اُس کے بتائے ہوئے ایریا پر مرکوز ہو گئی۔ اُس نے اتنی تیزی سے اسٹار فیلڈ میں زوم ان کیا تھا کہ فادر ڈی کارلو کو چکر سا آ گیا۔

''بس روک دو۔''

''مانیٹر اسکرین پر موجود تصویر ساکت ہو گئی۔

سپلر پولا رائزنگ فلٹر ون اے۔''

اسکرین پر اندھیرا چھا گیا۔ فاویل نے وقت کے سیکونس کو چیک کیا۔ تینوں راہبوں کے حلق میں بلا ارادہ استعجابیہ آواز نکلی۔ اسکرین پر

انہیں آسمان کا شارپ فوکس نظر آرہا تھا۔

لیکن فاویل نے وہ استعجابیہ آواز نہیں سنی۔ اب وہ اپنی مشین میں گم خلا کا ایک مسافر تھا..... آبزرویٹری سے دور۔ اب آبزرویٹری میں آگ بھی لگ جاتی تو شاید اسے پتا نہ چلتا۔

اسکرین پر چند لمحے اندھیرا رہا۔ پھر اچانک دو نچلے کونوں سے اور اوپری حصے کے درمیان ایک روشنی سی رسنے لگی۔ فادر ڈی کارلو نے اپنی سانس روک لی۔ اُس کے دونوں ہاتھ خود بہ خود ملے اور دعائیہ انداز میں پھیل گئے۔

اب وہ تینوں روشنیاں بتدریج ایک دوسرے کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ چمک دھیرے دھیرے کم ہو رہی تھی۔ اس کی وجہ سے اب وہ تین سورج صاف نظر آرہے..... تین روشن، دہکتے ہوئے کرے۔ فادر ڈی کارلو پلکیں جھپکانے لگا۔ تینوں کروں سے دہکتے ہوئے شعلوں کی بے حد بڑی اور لمبی زبانیں سی کپکپاتی نظر آرہی تھیں۔ اُس نے سر گھما کر جان فاویل کو دیکھا۔ وہ اس سے بات کرنا، معلومات حاصل کرنا، اس کا تبصرہ سننا چاہتا تھا۔ لیکن جان فاریل اپنے کام میں پوری طرح منہمک تھا۔ وہ کبھی تینوں روشن کروں کو دیکھتا اور کبھی ہندسوں کو اور اس کے بعد روشن نقطوں والے نقشے کو، جس پر تین متحرک دائرے ایک دوسرے کی طرف بڑھتے نظر آرہے تھے۔

فاول نے ایک بار پھر انٹر کام پر ہدایت دیں۔ نقشہ کلوز اپ میں چلا گیا۔ مرکزیت ایک دوسرے کی طرف بڑھتے ہوئے روشن کروں کو حاصل ہوگئی تھی اب وہ تینوں آپس میں ضم ہو رہے تھے۔ ان کی چمک سب سے زیادہ جزائر برطانیہ کے علاقے میں تھی۔

ڈی کارلو نے اسکرین کے کارنر میں متحرک ہندسوں کو دیکھا، جو سیکنڈز کو ظاہر کر رہے تھے۔

0012

0011

0010

009

008

007

اُس نے سینے پر صلیب کا نشان بنایا اور سانس روک لی۔

جان فاول کی آنکھیں اب تیزی سے حرکت کر رہی تھیں..... مانیٹر اور نقشے کے درمیان! اس کی انگلیاں کنسول کو تھپتھپا رہی تھیں۔ اب دونوں مانیٹرز سے منعکس ہونے والی روشنی اتنی تیز تھی کہ پوری آبزرویٹری جگمگا اٹھی تھی۔ تینوں راہب اس بین الکائناتی روشنی میں نہائے ہوئے تھے۔ لیکن ان میں سے کسی ایک کی بھی پلکیں تک نہیں جھپک رہی تھیں۔

003

002

001

000

نقشے پر جو روشنی ہوئی، اُس نے جیسے دونوں مانیٹر اسکرین دہکا ڈالے۔ تینوں روشن دائرے اب ایک دوسرے سے وابستہ و پیوستہ ہو کر دھڑک رہے تھے۔ اور وہ مقام جنوبی انگلینڈ تھا۔

تینوں راہب گھٹنوں کے بل گر گئے اور دعا کرنے لگے۔ فادر ڈی کارلو کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

٭

شمال میں بیس میل دور ڈیمین تھورن یوں جھٹکے سے بستر پر اٹھ بیٹھا، جیسے اسے کرنٹ لگا ہو۔ وہ یوں تن کر بیٹھا تھا، جیسے کسی نے اسے آہنی تاروں سے باندھ دیا ہو۔ آدھے گھنٹے تک وہ اپنے ڈراؤنے خواب میں کروٹیں بدلتا، بل کھاتا، اور ایڑیاں رگڑتا رہا تھا۔ اس نے سمجھ لیا تھا کہ اُس کا ڈراؤنا خواب حقیقت بن چکا ہے۔ پسینے سے نہ صرف اُس کا جسم، بلکہ اوڑھنے والے چادریں اور نیچے بچھے ہوئے گدے بھی تر ہو گئے تھے۔ اُس کی آنکھوں میں دہشت کی چمک تھی اور اُس کا منہ ایک خاموش چیخ کی وجہ سے کھلا ہوا تھا۔ اُس کی مضطرب انگلیاں اُس کی ران میں گڑی جا رہی تھی، جیسے کوئی طاقت اُس کی روح کو کھینچ کر اُس کے جسم سے جدا کر رہی ہو۔

ڈیمین تھورن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے!

٭

''تمہارے پاس پاس پورٹ ہے؟'' ڈیانا نے پوچھا۔

''ملک سے باہر میں اسے ہمیشہ ساتھ رکھتی ہوں۔'' کیلی نے کہا۔

ڈیانا نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''میرا پاسپورٹ بینک کے والٹ میں ہے۔ وہ نکالنا ہوگا۔ اور رقم کی بھی ضرورت پڑے گی۔''

٭

وہ بینک میں داخل ہوئیں۔ ڈیانا نیچے والٹ میں چلی گئی۔ وہاں اُس نے اپنا سیفٹی ڈپازٹ باکس کھولا۔ اُس نے پاسپورٹ نکال کر اپنے بیگ میں رکھا۔ پھر وہ اوپر آئی تو کیشیر کے پاس گئی۔ ''میں اپنا اکاؤنٹ بند کرنا چاہتی ہوں۔'' اُس نے کہا۔

''جی ضرور۔ آپ کا نام؟''

''ڈیانا اسٹیونز۔''

کیشیر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''ایک منٹ پلیز۔'' پھر وہ فائلنگ کیبنٹ کی طرف بڑھا۔ اُس نے کارڈز سے بھری ہوئی دراز کھولی اور کارڈ ٹٹولنے لگا پھر اُس نے ایک کارڈ کھینچ کر باہر نکالا اور چند لمحے اسے بہ غور دیکھتا رہا۔ اس کے بعد وہ واپس آیا۔ ''آپ کا اکاؤنٹ تو پہلے ہی بند ہو

چکا ہے۔ مسز اسٹیونز اُس نے کہا۔

''تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے۔''

کیشیر نے کارڈ ڈیانا کے سامنے رکھ دیا۔ اُس پر چھپا تھا موکل کی وفات کی وجہ سے اکاؤنٹ بند کر دیا گیا ہے۔

ڈیانا بے یقینی سے اس عبارت کو دیکھتی رہی۔ پھر اُس نے کیشیر کو دیکھا۔ ''کیا مجھے دیکھ کر تمہیں لگتا ہے کہ میں وفات پا چکی ہوں؟''

''ج......جی......نہیں تو۔ آئی ایم سوری۔ آپ کہیں تو میں منیجر سے......''

''نہیں......'' بات اچانک ڈیانا کی سمجھ میں آنے لگی۔ اُس کے جسم میں سرد لہری دوڑ گئی۔ ''نہیں، شکریہ۔''

وہ دروازے کی طرف لپکی، جہاں کیلی اُس کا انتظار کر رہی تھی۔ ''سب ٹھیک تو ہے۔ کیلی نے پوچھا۔

''پاسپورٹ تو مجھے مل گیا۔ لیکن کم بختوں نے میرا اکاؤنٹ بند کرا دیا۔''

''یہ کیسے ممکن......''

''بہت آسان بات ہے۔ وہ کے آئی جی ہیں اور میں ایک معمولی فرد۔'' یہ کہتے کہتے ڈیانا چونکی۔ ''او مائی گاڈ۔''

''اب کیا ہوا؟''

''مجھے ایک فون کرنا ہے فوری طور پر۔'' ڈیانا جلدی سے فون بوتھ کی طرف بڑھی۔ اُس نے ایک نمبر ملایا۔ اور بیگ سے اپنا کریڈٹ کارڈ نکالا۔ پھر اُس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ ''یہ اکاؤنٹ ڈیانا اسٹیونز کے نام ہے......''

''آئی ایم سوری مسز اسٹیونز۔ ہمارا ریکارڈ بتاتا ہے کہ آپ کا کریڈٹ کارڈ چوری ہو گیا ہے۔'' دوسری طرف سے اُس کی بات کاٹ کر کہا گیا۔ ''آپ کہیں تو ہم دو تین دن میں نیا کریڈٹ کارڈ جاری کر سکتے ہیں۔''

''اس کی ضرورت نہیں۔'' ڈیانا نے ریسیور پٹخ دیا۔ ''انہوں نے میرے کریڈٹ کارڈ بھی منسوخ کر دیے ہیں۔'' اُس نے کیلی سے کہا۔

کیلی نے گہری سانس لے کر کہا۔ ''اب میں بھی دو ایک کالز کر لوں۔''

کیلی نے آدھے گھنٹے تک فون کرتی رہی۔ پھر وہ ڈیانا کی طرف آئی۔ اُس کا غصے سے برا حال تھا۔ ''یہ لوگ تو ہشت پا ہیں۔ میرے ساتھ بھی وہی کچھ ہوا ہے۔ لیکن خیر......میرا پیرس والا اکاؤنٹ تو ہے۔''

''ہمارے پاس اتنا وقت نہیں کیلی۔ ہمیں فوری طور پر یہاں سے نکلنا ہے۔ یہ بتاؤ، اس وقت تمہارے پاس کتنی رقم ہے؟''

''اتنی تو ہے کہ ہم بروک لین واپس جا سکتے ہیں تمہاری کیا پوزیشن ہے؟''

''میں تمہیں نیو جرسی تک پہنچا سکتی ہوں۔''

''تب تو ہم دونوں پھنس چکی ہیں۔ تم ان کا مقصد سمجھ رہی ہو نا۔ وہ نہیں چاہتے کہ ہم یورپ جا کر اس معاملے کی تفتیش کریں۔''

''اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔''

کیلی کسی گہری سوچ میں تھی۔ ''ایسی کوئی بات نہیں۔'' وہ بولی۔ ''یورپ تو ہم جائیں گے۔''

''کیسے؟ خلائی جہاز میں بیٹھ کر؟'' ڈیانا نے طنز کیا۔

''دیکھتی رہو۔''

.......✿.......

ففتھ ایونیو جیولری شاپ کے جوزف بیری نے ان خوب صورت عورتوں کو آتے دیکھا تو اپنے ہونٹوں پر پیشہ ورانہ مسکراہٹ سجا لی۔ ''کہیے...... میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں؟''

کیلی نے کہا۔ ''میں اپنی انگوٹھی فروخت کرنا چاہتی ہوں۔''

جوزف بیری کی مسکراہٹ ہوا ہوگئی۔ ''مجھے افسوس ہے۔ ہم جیولری نہیں خریدتے۔''

''اس کا تو آپ کو واقعی افسوس ہونا چاہیے۔''

جوزف بیری پلٹنے لگا۔ اسی لمحے کیلی نے اپنی مٹھی کھولی اور جوزف کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں۔ اس انگوٹھی میں بہت اعلیٰ درجے کا بہت بڑا زمرد لگا تھا۔ ''یہ پلاٹینم کی انگوٹھی ہے۔ سات قیراط کا زمرد ہے اور اس کے گرد تین قیراط کے ہیرے ہیں۔'' کیلی نے کہا۔

جوزف پلٹنا بھول گیا تھا اور مبہوت ہو کر انگوٹھی دیکھ رہا تھا۔ اس نے جوہریوں والا عدسہ آنکھ سے لگایا اور انگوٹھی کو دیکھنے لگا۔ ''خوبصورت...... بے حد خوبصورت۔ لیکن میں دکان کے ضابطے سے مجبور''

''میں اس کے بیس ہزار ڈالر مانگ رہی ہوں۔ صرف بیس ہزار ڈالر۔''

''بیس ہزار ڈالر کہا ہے نا آپ نے؟''

''جی ہاں۔ لیکن نقد۔''

''ڈیانا نے کیلی کو کڑی نظروں سے دیکھا۔ ''کیلی...... یہ کیا......''

جوزف بیری نے جلدی سے کہا۔ ''میں ابھی کچھ کرتا ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ دکان کے اندرونی حصے میں چلا گیا۔

کیلی نے ڈیانا سے کہا۔ ''ہمارے لیے یہاں سے نکلنا بہت ضروری ہے۔ جان ہے تو جہان ہے۔''

''ڈیانا کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ ''لیکن کیلی......''

''ارے کوئی بات نہیں۔ یہ محض ایک انگوٹھی ہی تو ہے۔'' کیلی نے کہا۔

مگر کیلی جانتی تھی کہ وہ محض ایک انگوٹھی نہیں۔ وہ تو محبت کی ایک بہت قیمتی......

وہ یادوں میں کھوگئی۔

.......✿.......

وہ اُس کا برتھ ڈے تھا۔فون کی گھنٹی بجی۔اُس نے ریسیور اٹھایا۔دوسری طرف مارک تھا۔شاید اُس نے سالگرہ مبارک کہنے کے لیے فون کیا تھا۔

لیکن مارک نے کہا۔''آج فرصت ہے تمہیں؟''

''کیا ارادہ ہے؟''

''ہائکنگ کا ارادہ ہے۔چلوگی؟''

''بات کیلی کی توقع کے برعکس تھی۔اسے مایوسی ہوئی۔ایک ہفتہ پہلے ان کے درمیان سالگرہ کے بارے میں گفتگو ہوئی تھی۔لیکن اب مارک شاید بھول چکا تھا۔''کیوں نہیں۔''اُس نے بجھے بجھے لہجے میں کہا۔

''میں ایک گھنٹے میں تمہیں لینے آرہا ہوں۔''مارک نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

ایک گھنٹے بعد وہ دونوں ہائکنگ کے لباس میں کار میں تھے۔''ہم کہاں جارہے ہیں؟''کیلی نے پوچھا۔

''فاؤنٹین بلیو۔''

''تم وہاں جاتے رہتے ہو؟''

''جایا کرتا تھا۔وہاں میرا احساس تنہائی کم ہوجاتا تھا۔''مارک مسکرایا۔''لیکن تم سے ملنے کے بعد میں نے وہاں جانا چھوڑ دیا۔''

وہ واقعی خوبصورت جگہ تھی۔لیکن کیلی کی مایوسی بڑھتی جارہی تھی۔کاش مارک نے اسے ایک برتھ ڈے کارڈ ہی دے دیا ہوتا۔

کار سے اتر کر وہ جنگل کی طرف چل دیے۔''تم ایک میل چل سکتی ہو؟''مارک نے اُس سے پوچھا۔

کیلی ہنس دی۔''ہر روز میں اس سے زیادہ دوڑتی ہوں۔''

مارک نے اُس کا ہاتھ تھام لیا۔''آؤ پھر......ہوجائے۔''

وہ دوڑتے ہوئے جنگل میں داخل ہوئے۔اب وہ اکیلے تھے۔سرسبز جنگل میں بیشتر درخت بہت پرانے تھے۔درختوں سے چھن کر آتی ہوئی دھوپ بہت اچھی لگ رہی تھی ہوا میں ہلکی سی خنکی تھی۔

''کیوں......ہے نا خوب صورت جگہ؟مارک نے پوچھا۔

''واقعی بہت خوبصورت ہے۔''کیلی نے کہا۔''لیکن سنو......تمہیں تو کام پر ہونا چاہیے تھا۔''

''میں نے آج چھٹی لے لی۔''

اب وہ جنگل میں چہل قدمی کررہے تھے۔کوئی پندرہ منٹ بعد کیلی نے پوچھا۔''اور کتنی دور جانا ہے؟''

''کچھ آگے میری ایک پسندیدہ جگہ ہے۔بس ہم پہنچنے ہی والے ہیں۔''

چند منٹ بعد وہ ایک مسطح قطعہ زمین پر پہنچ گئے۔وہاں شاہ بلوط کا ایک بہت بوڑھا درخت تھا۔''یہ لو......ہم پہنچ گئے۔''مارک نے کہا۔

''واہ...... بڑی پرسکون جگہ ہے یہ۔'' کیلی نے کہا۔ اسی لمحے اسے بوڑھے درخت کے تنے پر کندہ حروف نظر آئے۔ اُس نے آگے جا کر دیکھا۔ لکھا تھا...... سالگرہ مبارک ہو کیلی۔

کیلی کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ گویا مارک اُسکے جنم دن کو بھولا نہیں تھا۔

''مجھے لگتا تھا کہ اُس درخت کے اندر بھی کچھ ہے۔'' مارک نے کہا

درخت کے اندر!'' کیلی نے حیرت سے کہا اور قریب جا کر اسے غور سے دیکھا۔ آنکھ کی سطح پر درخت کا تنا کھوکھلا تھا۔ پھر وہاں ایک خلا سا نظر آیا۔ اُس نے خلا میں ہاتھ ڈالا۔ وہاں ایک پیکٹ موجود تھا۔ اُس نے پیکٹ باہر نکالا۔ وہ ایک گفٹ باکس تھا۔

''اسے کھول کر تو دیکھو۔'' مارک بولا۔

کیلی نے باکس کھولا۔ اُس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ چھوٹے چھوٹے ہیروں کے درمیان گھرا ہوا وہ بڑا سا زمرد جگمگا رہا تھا۔ اس میں سے شعاعیں پھوٹ رہی تھیں، جیسے درختوں سے چھن کر آتی ہوئی دھوپ ہے۔ وہ بے یقینی اسے دیکھتی رہی۔ پھر سرگوشی میں بولی۔ ''بہت...... بہت...... بہت شکریہ مارک۔''

''تم طلب کرتیں تو میں آسمان سے چاند بھی توڑ لاتا۔ میں تم سے اتنی محبت کرتا ہوں کیلی کہ تمہارے لیے کچھ بھی کر سکتا ہوں۔''

وہ اس سے لپٹ گئی۔

''بس اب ہمیں شادی کر لینی چاہیے...... آج ہی۔'' مارک نے کہا۔

''نہیں۔'' کیلی کی آواز اچانک کرخت ہو گئی۔

مارک نے حیرت سے اسے دیکھا۔ ''کیوں؟''

''یہ نہیں ہو سکتا۔''

''کیلی تمہیں اب بھی میری محبت پر یقین نہیں ہے؟''

''یہ بات نہیں۔''

''تم مجھ سے محبت نہیں کرتیں؟''

''میں تم سے محبت کرتی ہوں۔''

''تو پھر شادی کیوں نہیں کرنا چاہتیں؟''

''میں چاہتی تو ہوں۔ لیکن کر نہیں سکتیں۔''

''میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ سمجھاؤ تو۔''

'' کیلی نے سمجھ لیا کہ اب مارک کو سب کچھ بتانا پڑے گا۔ سوتیلے باپ کا وہ خوف ناک تجربہ...... اور اسے سننے کے بعد مارک کبھی اس

سے ملنا پسند نہیں کرے گا۔ لیکن اور کوئی صورت نہیں تھی۔" میں تمہارے لیے...... صحیح معنوں میں کبھی بیوی نہیں بن سکوں گی۔" بالآخر اُس نے لب کشائی کی۔

"کیا مطلب؟ میں کچھ سمجھا نہیں۔"

"اب کیلی کو مشکل ترین بات کہنی تھی۔ "تمہیں میری قربت میسر نہیں آسکتی۔ میں چاہوں بھی تو تمہیں کچھ نہیں دے سکتی۔ وجہ یہ ہے کہ آٹھ سال کی عمر میں......" پھر وہ بولتی ہی چلی گئی۔ "اب میں کیا کروں۔" اُس نے آخر میں کہا۔ "میں بہت ڈرتی ہوں۔ سچ پوچھو تو میں مکمل عورت ہوں ہی نہیں۔ آدھی عورت ہوں میں۔" اب وہ خود کو رونے سے روکنے کے لیے گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔

مارک نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ "مجھے افسوس ہے کیلی۔ میں تمہاری اذیت کو سمجھ سکتا ہوں۔"

کیلی خاموش رہی۔ اس کے پاس کہنے کو اب کچھ تھا ہی نہیں۔

"شادی میں اس بات کی بے شک بڑی اہمیت ہوتی ہے۔"

"کیلی نے سر کو تفہیمی جنبش دی اور دانتوں سے اپنے ہونٹ کاٹنے لگی۔ وہ جانتی تھی کہ اب وہ کیا کہے گا۔

"لیکن یہ جسمانی قربت یہ تو سب کچھ نہیں ہوتی۔ میرے نزدیک شادی زندگی کے ہر لمحے کو ایک ایسے شخص کے ساتھ شیئر کرنے کا نام ہے ،جس سے آپ محبت کرتے ہیں۔ خوشی ہو یا غم ،اسے محبوب کے ساتھ بانٹنے کا نام شادی ہے۔"

کیلی سن ہو کر رہ گئی۔ یہ سب اُس کے لیے بالکل خلاف توقع تھا۔

"جسمانی قربت وقت کے ساتھ ساتھ اپنی کشش کھو بیٹھتی ہے۔ لیکن محبت کبھی کم نہیں ہوتی...... نہ دل سے، نہ روح سے۔ میں پوری سچائی کے ساتھ تم سے کہوں کہ میں اپنی زندگی کا ہر لمحہ تمہارے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں۔ اور میں جسمانی قربت کے بغیر بھی کام چلا سکتا ہوں۔"

کیلی نے اپنی آواز کی لرزش پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "نہیں مارک...... میں دانستہ تمہیں محرومی نہیں دے سکتی۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ ایک دن ایسا آئے گا، جب تمہارے پاس پچھتاؤوں کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔ اور پھر تمہیں کسی ایسی عورت سے محبت ہو جائے گی جو تمہیں وہ سب کچھ دے سکے گی جو میں نہیں دے سکتی۔ پھر تم مجھے چھوڑ دو گے اور میرے پاس ٹوٹے ہوئے دل کے سوا کچھ بھی نہیں ہوگا۔"

مارک نے بڑھ کر کیلی کو اپنی باہوں میں لے لیا۔ "جانتی ہو، میں تمہیں نہیں چھوڑ سکتا۔ پوچھو کیوں؟ کیونکہ تم میرے وجود کا حصہ ہو۔ بہترین حصہ! سنو کیلی "ہم شادی کر رہے ہیں۔"

کیلی نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "سوچ لو کہ تم خود کو کس مصیبت میں پھنسا رہے ہو۔"

مارک مسکرایا۔ "تم اپنی سوچو۔ تم تو کسی مصیبت میں نہیں پھنس رہی ہو۔"

کیلی ہنس دی۔ "مجھے یقین نہیں آتا۔ کیا واقعی......"

''بس اب تم ہاں کہہ دو۔''

کیلی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ''میں انکار کیسے کر سکتی ہوں۔''

مارک نے زمرد کی وہ انگوٹھی اسے پہنا دی۔

دونوں چند لمحوں تک گنگ کھڑے رہے۔ پھر کیلی نے کہا۔ ''کل میں تمہیں اپنی کچھ ساتھی ماڈلز سے ملواؤں گی.....''

''میرے خیال میں تو یہ خلاف ضابطہ ہے۔''

''اب ضابطے بدل چکے ہیں۔''

''مارک کھلکھلا کر ہنس دیا۔

.......✡.......

اگلی صبح کیلی ہیرس کے ساتھ سیلون کی طرف جا رہی تھی......اسے اپنی ساتھی ماڈلز سے ملوانے۔ اُس نے آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مارک سے کہا۔ ''لگتا ہے۔ بارش ہونے والی ہے۔ لوگ موسم کی سختی کے متعلق باتیں تو بہت کرتے ہیں۔ لیکن اس سلسلے میں کوشش کوئی نہیں کرتا۔''

مارک نے سر گھما کر اسے عجیب سی نظروں سے دیکھا۔

کیلی نے اُس کے تاثر کو دیکھ کر جلدی سے معذرت کی۔ ''سوری۔ تم تو سائنس داں ہو۔ مجھے تم سے ایسی بات نہیں کہنی چاہیے۔''

مارک نے جواب میں کچھ نہیں کہا۔

وہ سیلون پہنچے۔ ڈریسنگ روم میں چھ سات ماڈل گرلز موجود تھیں۔ کیلی نے وہاں پہنچتے ہی کہا۔ ''میں ایک اہم اعلان کر رہی ہوں۔ اتوار کو میری شادی ہے اور اس میں تم سب کو شرکت کرنی ہے۔''

اگلے ہی لمحے ڈریسنگ روم قہقہوں سے بھر گیا۔ ''ہمیں اس پراسرار ہینڈسم سے ملواؤ نا۔'' کسی نے کہا۔

''کیا ہم اسے جانتے ہیں؟'' دوسری نے پوچھا

''وہ کیسا لگتا ہے؟'' تیسری نے سوال اٹھایا۔

''بس یہ سمجھ لو کہ وہ کیری گرانٹ کی جوانی ہے۔'' کیلی نے فخریہ لہجے میں کہا۔

''تو ہم سے کب ملوا رہی ہو اسے؟''

''ابھی......اسی وقت۔'' کیلی نے دروازہ کو پوری طرح کھولتے ہوئے پکارا۔ ''اندر چلے آؤ مارک۔''

مارک ڈریسنگ روم میں داخل ہوا اور اگلے ہی لمحے وہاں سناٹا چھا گیا۔ پھر ایک ماڈل نے سرگوشی میں دوسری سے کہا۔ ''یہ کوئی مذاق ہے......؟''

''ایسا ہی لگتا ہے۔'' دوسری نے جواب دیا۔

''مارک ہیرس کا قد کیلی سے بارہ انچ کم تھا۔ اور وہ بے حد عام سا آدمی تھا، جس کے بالوں میں سفیدی جھلملا رہی تھی۔ پھر جب وہ پہلے شاک سے سنبھل گئیں تو تمام ماڈلز ان دونوں کو مبارک باد دینے لگیں۔

''بہت شاندار خبر ہے۔''

''ہم سب بہت خوش ہیں تمہارے لیے۔''

ہمیں یقین ہے، تم ایک دوسرے کے ساتھ بہت خوش رہو گے۔''

کیلی اور مارک ڈریسنگ روم سے نکل آئے۔ باہر آ کر مارک نے پوچھا۔ ''کیا ان لوگوں کو میں اچھا لگا؟''

کیلی مسکرائی۔ ''ظاہر ہے۔ کون ایسا ہے جو تمہیں ناپسند کر سکے......'' وہ چلتے چلتے رک گئی۔ ''ارے......''

''کیا ہوا؟''

''وہ فیشن میگزین کے سرورق پر میری تصویر چھپی ہے۔ وہ میں لانا بھول گئی۔ ابھی تمہیں لا کر دکھاتی ہوں۔''

کیلی ڈریسنگ روم کی طرف پلٹی۔ مگر دروازے پر ہی رک گئی۔ اندر اس کی ساتھی کہہ رہی تھی۔ ''کیلی کیا سچ مچ اس سے شادی کر رہی ہے؟''

''مجھے تو لگتا ہے کہ وہ پاگل ہو گئی ہے۔'' دوسری بولی۔

''ارے...... کیسے کیسے خوب رو اور دولت مند مردوں کو ٹھکرا چکی ہے۔ وہ تو کسی کو خاطر میں ہی نہیں لاتی تھی۔''

''پتا نہیں، اس شخص میں اسے کیا نظر آ گیا!''

کیلی کھڑی ان کی باتیں سنتی رہی۔

ایک منہ پھٹ ماڈل نے کہا۔ ''بہت سیدھی سی بات ہے۔''

''کچھ بتاؤ تو۔''

''تم لوگ ہنسو گی۔''

''اس کی پروا مت کرو۔''

''ایک محاورہ ہے...... خوبصورتی در حقیقت محبت سے دیکھنے والی آنکھ میں ہوتی ہے۔''

لیکن یہ سن کر ہنسا کوئی نہیں۔

......✿......

انہوں نے اپنا ہنی مون سینٹ موریٹز میں منایا۔ پیلس ہوٹل، جہاں انہوں نے قیام کیا، ایک پہاڑی پر بنایا گیا تھا۔ مارک نے وہاں ہنی مون سوئٹ پہلے ہی ریزرو کرالیا تھا۔

وہ وہاں پہنچے تو ہوٹل کے منیجر نے ان کا استقبال کیا۔ ''شام بخیر مسٹر اینڈ مسز ہیرس۔ آپ کا سوئٹ بالکل تیار ہے۔''

مارک چند لمحے سوچتا رہا۔ پھر ہچکچاتے ہوئے بولا ''آپ ہمارے سوئٹ میں دو الگ الگ بیڈ فراہم کر سکتے ہیں؟''

''منیجر بڑی مشکل سے اپنا لہجہ بے تاثر رکھ سکا۔ ''دو بیڈ؟''

''جی ہاں...... پلیز۔''

''جی...... کیوں نہیں۔''

''شکریہ'' مارک نے کہا اور کیلی کی طرف مڑا ''یہاں خوب صورت مقامات کی کمی نہیں۔ اینگاڈین میوزیم......''

☼

اب وہ دونوں اپنے سوئٹ میں اکیلے تھے۔ مارک نے کہا۔ ''کیلی ڈارلنگ، تمہیں اس صورت حال کے متعلق پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ مجھے کسی بات کی پروا نہیں۔ میرے لیے بس اتنا کافی ہے کہ تم میرے ساتھ ہو۔ یہ میرے لیے زندگی کی سب سے بڑی خوشی ہے۔''

کیلی اس سے لپٹ گئی۔ ''او مارک...... میں تمہارا شکریہ کیسے ادا کروں۔''

مارک مسکرایا۔ ''بس...... کچھ نہ کہو۔''

رات کا کھانا انہوں نے نیچے ریسٹورنٹ میں کھایا۔ پھر وہ اپنے بیڈ روم میں آگئے۔ وہاں ان کے لیے دو جڑواں بیڈ بچھا دیے گئے تھے۔

کیلی اپنے بستر پر لیٹی سوچتی رہی۔ یہ دنیا کی انوکھی سہاگ رات تھی۔ خدا نے اسے کتنا اچھا شوہر دیا...... پچھلے دکھوں اور اذیتوں کا انعام!

وہ اس سہاگ رات میں اپنے شوہر سے دور لیٹی اسی بھیانک رات کے بارے میں سوچ رہی تھی، جس نے اُس کی زندگی بدل ڈالی تھی...... تباہ کر دی تھی۔ اُس کے کانوں میں اپنے سوتیلے باپ کی منحوس آواز گونج رہی تھی...... شش منہ سے آواز نہ نکلے۔ اگر تم نے کسی کو کچھ بتایا تو میں تمہارا گلا گھونٹ دوں گا۔ اُس کے بعد جو کچھ ہوا، اُس نے اُس کے اندر بہت کچھ ختم کر دیا تھا۔ اُس کے وجود میں ایک حصہ قتل ہو گیا تھا۔ وہ اندھیرے سے...... مردوں سے اور محبت سے خوف کھانے لگی تھی۔ اور اب شاید زندگی بھر وہ ایسی ہی......

اسی لمحے اُس کے اندر ایک تحریک مچلی۔ نہیں...... وہ ایسا نہیں ہونے دے گی۔ اب سچی محبت کا سہارا اسے حاصل ہے تو اسے لڑنا ہوگا۔

اُس نے ایک عزم سے کروٹ بدلی اور مارک کو دیکھا۔ وہ دوسرے بیڈ پر لیٹا تھا...... دوسری طرف کروٹ لیے......! ''ہٹو...... میرے لیے جگہ بناؤ'' اُس نے سرگوشی میں مارک سے کہا۔

مارک اٹھ بیٹھا۔ اُس کے چہرے پر حیرت تھی۔ ''تم نے تو کہا تھا...... تم...... میں......''

اُس رات نے زندگی تباہ کر دینے والی بھیانک رات کے تمام نقش مٹا دیے۔ مارک نے لائٹ آف کی تو کیلی کا جسم تن گیا۔ اسے لگا وہ دہشت

سے چیخ اٹھے گی۔ اس نے آنکھیں بند کرلیں اور ہونٹ بھینچ لیے۔ چند لمحے بعد اُس نے آنکھیں کھولیں۔ ارے...... یہ محبت میں کیسا جادو ہے۔ اُس نے حیرت اور خوشی سے سوچا۔ میرا اندھیرے سے خوف بھی مٹ گیا! پھر وہ......

......❁......

کیلی؟ کیلی!

وہ چونک کر ماضی کے منظر سے نکل آئی۔ اُس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ نیویارک میں ففتھ ایونیو پر جیولری شاپ میں کھڑی تھی۔ جوزف بیری نوٹوں کی ایک گڈی اُس کی طرف بڑھا رہا تھا۔ ''یہ رہے آپ کے بیس ہزار ڈالر نقد۔''

کیلی کو سنبھلنے میں چند لمحے لگے۔ پھر اُس نے نوٹوں کی گڈی لیتے ہوئے کہا۔ ''شکریہ۔''

وہ دونوں باہر نکل آئیں۔ کیلی نے گن کر دس ہزار ڈالر ڈیانا کی طرف بڑھا دیے۔ ''یہ لو......''

''کیا مطلب؟''

''یہ تمہارا حصہ ہے۔''

''وہ کیوں......؟ نہیں، میں یہ نہیں لے سکتی۔''

''خدا ہمیں زندگی دے۔ جب چاہو واپس لوٹا دینا۔ اور اگر ہم زندہ ہی نہ رہے تو اس کی کوئی اہمیت نہیں۔ اب ہمیں جلد از جلد یہاں سے نکلنا ہے۔''

......❁......

گروس ویز اسکوائر میں صبح ہی سے مظاہرین چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں جمع ہو رہے تھے، دوپہر ہوتے ہوتے مجمع اتنا ہو گیا کہ سنوہل اسٹیشن سے پولیس کی اضافی نفری طلب کرنی پڑ گئی۔ پھر اخباری نمائندے اور ان کے پیچھے ٹیلی وژن والے بھی آپہنچے۔ کیمرے سیٹ کیے جانے لگے۔ اس دوران مجمع اور بڑھ گیا۔ اب وہاں اتنا ہجوم تھا کہ مظاہرین کے نعروں کی آواز آکسفورڈ اسٹریٹ اور پارک لین تک پہنچ رہی تھی۔

امریکی سفیر کی لیموزین نظر آئی تو مظاہرین کے ایک گروہ نے اُس کی طرف بڑھنے کی کوشش کی۔ لیکن پولیس نے رسی باندھ کر حد بندی کے ذریعے انہیں محدود کر دیا تھا۔ پھر پولیس کے جوان انہیں وہ حد پار کرنے سے روکنے کے لیے بھی موجود تھے۔

ڈیمین کار سے اترا اور مظاہرین کی طرف رخ کر کے کھڑا ہو گیا۔ وہاں جو بینر لگے تھے، وہ ان کا جائزہ لے رہا تھا۔

''انسانوں کے قاتل اسرائیل کی مذمت کرو۔''

''تمہاری آواز کیوں گم ہو گئی امریکا،''

''اسرائیلی بھیڑیوں کی حمایت ختم کرو''

ڈیمین تاریک شیشوں کا چشمہ لگائے ہوئے تھا۔ اُس کا چہرہ بے تاثر تھا۔ وہ پلٹا اور سفارت خانے کے داخلی دروازے کی سیڑھیوں کی

طرف بڑھ گیا۔ راہ میں جا بہ جا اخباری رپورٹر کھڑے تھے۔

''آپ کیسا محسوس کر رہے ہیں مسٹر ایمپسیڈر؟'' ان میں سے ایک نے اس سے پوچھا۔

''بہت اچھا۔''

''آپ کے خیال میں بی بی سی کے اسٹوڈیو میں پیش آنے والے حادثے کا آج کی اس خبر سے کوئی تعلق ہے؟''

''نہیں...... ہرگز نہیں۔'' ڈیمین نے تیز لہجے میں کہا۔

وہ دروازے تک پہنچ گیا تھا۔ اخباری نمائندے اور ٹیلی وژن کریو اب بھی اُس کے پیچھے لگے تھے۔ سب اپنی اپنی بول رہے تھے۔ مگر ایک آواز واضح طور پر سب سے بلند تھی۔

''شریڈر نے جو انکشاف کیا ہے کہ اسوان ڈیم کی تباہی میں اسرائیل کا ہاتھ ہے، اس کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟''

ڈیمین پلٹا اور سوال کرنے والے کا سامنا کیا۔ ''اگر یہ سچ ہے تو یہ عالمی امن کی کوششوں پر کیا جانے والا بہت کاری وار ہے۔'' اُس نے کہا۔

''کیا اس مذمت کی حیثیت سرکاری ہے؟'' ایک اور آواز ابھری۔

''تشدد کسی بھی روپ میں ہو، میں اس کی مذمت کرتا ہوں۔'' ڈیمین نے کہا۔ ''لیکن ابھی حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔''

''روس نے مصر کی ہر طرح کی مدد کی پیش کش کی ہے۔ اس پر آپ کا کیا ردعمل ہے؟''

سیکورٹی گارڈ نے دروازہ کھولا۔ ڈیمین نے معذرت خواہانہ انداز میں ایک ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔ ''مجھے افسوس ہے حضرات۔ فی الوقت میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتا، جو کہہ چکا ہوں۔''

وہ عمارت میں داخل ہو رہا تھا کہ کسی نے اُس کے نام سے اسے پکارا۔ اُس نے پلٹ کر دیکھا۔ کیٹ مجمعے کو چیرتی پھاڑتی اُس کی طرف بڑھ رہی تھی۔

''صبح بخیر مس رینالڈ۔'' اُس نے کہا اور سیکورٹی گارڈ کو اشارہ کیا کہ وہ کیٹ کو اندر آنے دے۔ اس پر وہاں موجود صحافیوں اور ٹی وی والوں نے عورتوں کو فوقیت دینے سے متعلق بے حد نامناسب فقرے چست کیے۔

کیٹ اندر آئی اور اُس کے ساتھ چلتی لفٹ کی طرف بڑھی۔ اُس کی سانس پھول رہی تھی۔

''میں نے کل رات آپ کو فون کیا تھا۔ مگر کسی نے ریسیو ہی نہیں کیا۔'' کیٹ نے کہا اور سر اٹھا کر ڈیمین کو دیکھا۔ اسٹوڈیو والے حادثے کی بنا پر وہ اب بھی اس سے شرمندہ لگ رہی تھی۔ ''ہم تلافی کے لیے کچھ نہیں کر سکتے کیا؟''

''مثلاً؟'' ڈیمین نے لفٹ میں داخل ہوتے ہوئے کہا اور ایک بٹن دبایا۔

کیٹ نے کندھے جھٹک دیے۔ معذرت کے سوا وہ کچھ بھی تو نہیں کر سکتی تھی۔ وہ ذہن پر زور دے رہی تھی کہ کیا کہے۔ مگر اُس کی سمجھ میں

کچھ نہیں آ رہا تھا۔

ڈیمین نے اس کی مشکل آسان کر دی۔ ''مثلاً یہ کہ وہ انٹرویو ہی مکمل کر لیا جائے؟''

''کیٹ نے شکر گزاری سے اثبات میں سر ہلایا۔

''لیکن میں اصرار کروں گا کہ انٹرویو میرے گھر میں ریکارڈ کیا جائے۔ تمہارا اسٹوڈیو میرے ذوق کے لحاظ سے کچھ زیادہ ہی ڈرامائی ہے۔''

کیٹ نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ وہ پر سکون ہو گئی۔

اُس لمحے لفٹ کا دروازہ کھلا۔ ڈیمین نے چشمہ اتارا۔ ''انٹرویو کے بعد تم چاہو تو میرے ساتھ ڈنر کر سکتی ہو۔'' وہ لفٹ کا دروازہ کھولے کھڑا تھا۔ ''بس ہم تینوں ہوں گے ڈنر میں۔''

کیٹ نے پلکیں جھپکائیں۔ بات اُس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

''تم، میں اور پیٹر۔'' ڈیمین نے وضاحت کی۔

پیٹر؟ کیٹ نے سوچا۔ مگر پیٹر کیوں؟ پھر نہ چاہتے ہوئے بھی لفظ اُس کے ہونٹوں سے پھسل پڑے۔ ''ٹھیک ہے ڈیمین، شکریہ۔ لیکن اس کے لیے پیٹر کو بھی آپ کے گھر آنا ہو گا۔''

''ہاں۔ یہی تو میں چاہتا ہوں۔'' ڈیمین نے کہا اور دروازہ چھوڑ دیا۔ لفٹ کا دروازہ بند ہوا اور وہ نیچے جانے لگی۔

کیٹ کو اب خود پر غصہ آ رہا تھا۔ کیوں اُس نے منہ سے یہ بات نکالی۔ اس کا انداز ایسا تھا، جیسے وہ کہہ رہی ہو کہ پیٹر کی کیا ضرورت ہے۔ بس ڈنر پر ہم دونوں ہوں...... چھوڑو اسے۔ اور اس کا انداز ایسا تھا، جیسے وہ گر جانے کی حد تک خود کو اس پر تھوپ رہی ہو۔ طشتری میں رکھ کر اپنے وجود کو پیش کر رہی ہو۔ اور اس کے ساتھ ہی اسے احساس ہوا کہ وہ خود اپنے بیٹے سے جل رہی ہے۔ ڈیمین کی خاطر وہ پیٹر سے حسد کر رہی ہے اور اسے یہ احساس بھی ہوا کہ جیسے پیٹر اور ڈیمین باہم راز دار ہیں اور اس کے پیٹھ پیچھے اُس کے بارے میں باتیں کرتے رہے ہیں۔

لفٹ سے اتر کر بھی وہ زیر لب منمناتی رہی۔ پھر اُس نے سر جھٹکا۔ ایک سیکورٹی گارڈ اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔

دروازے پر پہنچ کر وہ آپ ہی آپ مسکرائی۔ ڈیمین خود کو کیا سمجھتا ہے۔ اب وہ اسے ایک معزز خاتون بن کر دکھائے گی۔ کیا مطلب تھا اُس کا یہ کہنے کا کہ اپنے بیٹے کو ساتھ لانا۔ مطلب یہ کہ کوئی ان کے بارے میں کوئی ایسی ویسی بات نہ سوچے۔ کتنا معزز سمجھتا ہے وہ خود کو......

اور پھر اُس نے سوچا، یہ معزز شخص گزشتہ رات کہاں رہا ہے اور کیا کرتا رہا ہے۔ کیونکہ اُس کے چہرے اور متورم آنکھوں سے صاف لگتا ہے کہ گزشتہ رات وہ ایک لمحے کے لیے بھی نہیں سویا ہو گا!

......✲......

سفارت خانے کا فرنیچر اور اس کی آرائش یکسر تبدیل ہو چکی تھی۔ اینڈریوڈوائل کے زمانے میں چمڑے اور مہاگنی کا غلبہ تھا۔ جبکہ اب وہاں ریجنسی فرنیچر تھا۔

ہاروے ڈین کھڑکی میں کھڑا تھا۔ فون اُس کے کان سے لگا تھا اور اسے احساس ہو رہا تھا کہ یہ سب کچھ وہ پہلے ہی کر چکا ہے۔ اسے لگ رہا تھا کہ وہ شکاگو میں ہے اور بلوہ ہوتے دیکھ رہا ہے۔ مظاہرین اسے بالکل صاف اور واضح دکھائی دے رہے تھے۔ اور ساؤنڈ پروفنگ کے باوجود اسے ان کے نعروں کی گونج سنائی دے رہی تھی۔ وہ مجمعے کی تعداد کا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا۔

''وائٹ ہاؤس کو کب پتا چلا؟'' اُس نے ریسیور میں کہا۔ دوسری طرف سے جواب سن کر اُس نے اثبات میں سر ہلایا اور اپنی گھڑی میں وقت دیکھا'' ...... ہمارے وقت کے مطابق ڈھائی بجے۔ اس کا مطلب ہے کہ ردعمل سامنے آنے میں ...... کیا ...... تمہارے ہاں کے مطابق دوپہر کو ......''

اس نے داہنی سمت سے پولیس کی نفری کو اندر گھستے دیکھا۔ ''ایسا زبردست مظاہرہ میں نے کبھی نہیں دیکھا۔'' اُس نے طمانیت بھرے لہجے میں کہا۔ ''میں تو یہ سوچ کر حیران ہوں کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا، جو اس وقت اسرائیلی سفارت خانے میں ہیں۔''

وہ پلٹا اور کمرے کے وسط میں چلا آیا۔ ٹیلی فون کا تار اس کے عقب میں سانپ کی طرح لہراتا چل رہا تھا۔ اُس کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔

''نہیں بھئی، بیٹا ہے۔'' اُس نے ماؤتھ پیس سے کہا۔ ''اور خاصا بدصورت ہے۔ لیکن ایک نظر میں اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بہت وجیہہ نکلے گا۔''

دوسری طرف سے مبارک باد دی گئی۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ ڈیمین کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔ ''ٹھیک ہے پال۔ پھر ملاقات ہوگی۔'' اُس نے کہا۔

ڈیمین کے ہونٹوں پر سرکاری مسکراہٹ معدوم ہو چکی تھی۔ آفس کے بند دروازوں کے پیچھے وہ اپنے اصل موڈ کا اظہار کر سکتا تھا، جو کہ بہت خراب تھا۔

''یہ بوہر سے بات ہو رہی تھی میری۔'' ڈین نے اُسے بتایا۔ اسے فضا کی تبدیلی کا بالکل احساس نہیں تھا۔ ''اس نے این ایل ایف رپورٹ وائٹ ہاؤس بھیج دی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ رپورٹ بہت کمزور ہے۔''

ڈیمین نے جواب میں کچھ نہیں کہا اور کھڑکی کی طرف بڑھ گیا۔

''پھول بھجوانے کا شکریہ۔'' ڈین نے کہا۔ ''باربرا کو پھول بہت پسند آئے۔''

''اور خنجروں کے بارے میں کیا کہا اُس نے؟'' ڈیمین نے چڑچڑے پن سے کہا۔ وہ ڈین کو جتا رہا تھا کہ یہ وقت پھولوں پر بات کرنے کا نہیں ہے۔

ہاروے ڈین کی خوش دلی ہوا ہوگئی۔ وہ ایک دم سنجیدہ ہوگیا۔ ''بوہر نے اپنے چیلوں کو اس کام پر لگا دیا ہے۔'' اُس نے کہا۔ ''پتا چلا ہے کہ حال ہی میں ان کی نیلامی ہوئی تھی۔ وہاں ایک پادری نے ان کی بولی چھڑائی اور اس نے خنجر اٹلی کی ایک خانقاہ کو بھیج دیے۔'' وہ میز کی طرف بڑھا اور اپنے نوٹس کا جائزہ لینے لگا۔ ''اُس جگہ کا نام سوب......'' وہ اٹک گیا۔

''سوبیا کو ہوگا'' ڈیمین نے کہا۔ ''اور وہ خانقاہ سانتا بنی ڈکٹس کی ہوگی۔''

''جی ہاں، بالکل درست۔'' ڈین بولا۔ اسے خوشی تھی کہ ڈیمین کچھ بولا تو۔ اس سے اُس کا کچھ حوصلہ بڑھا۔ ''اب اٹلی میں ہمارے لوگ اس معاملے کی مزید چھان بین کر رہے ہیں۔ امید ہے......''

''اب بہت دیر ہوگئی۔ پرندے وہاں سے اُڑ چکے ہوں گے۔'' ڈیمین نے اُس کی بات کاٹ دی۔

ڈیمین پھر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ وہ یوں خود کلامی کر رہا تھا، جیسے اسے ہاروے ڈین کی موجودگی کا احساس ہی نہ ہو۔ ''وہ اس وقت انگلینڈ میں ہوں گے...... نزارین کی دوسری ولادت کے منتظر۔ اور وہ مجھے ختم کرنا چاہیں گے...... اس سے پہلے کہ میں انہیں ختم کر دوں۔'' وہ آسمان کو گھورنے لگا۔ ''اور وہ کل رات پیدا ہوگیا۔''

ہاروے ڈین نے پلکیں جھپکائیں۔ اُس کے نوٹس فرش پر گر گئے۔ اور بکھر کر ادھر ادھر اڑنے لگے۔ لیکن اسے اس کا احساس ہی نہیں تھا۔

''اُس کی پیدائش کے لمحے سے مجھے اُس کی موجودگی کا احساس مستقل ستا رہا ہے۔'' ڈیمین نے پلٹ کر ہاروے ڈین کو دیکھا۔ ''جیسے وہ کوئی وائرس ہے جو میری توانائیاں چاٹ رہا ہے۔ میری طاقت سلب کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔''

بات ہاروے ڈین کی سمجھ میں آ رہی تھی۔ پہلی بار اُس نے غور کیا کہ ڈیمن کس قدر تھکا ہوا اور نڈھال لگ رہا ہے۔ اس کی آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے تھے۔ چہرے پر لکیریں کھنچ گئی تھیں۔ اُس کے چہرے پر پہلے جیسی تازگی اور نوعمری نہیں تھی۔ اسے دیکھ کر لگتا تھا کہ ایک ہی رات میں وہ بوڑھا ہوگیا ہے۔ ''اب جب تک وہ زندہ رہے گا، اس کی طاقت بڑھے گی اور میری طاقت کم ہوگی۔'' ڈیمین نے کہا۔ پھر وہ دوبارہ پلٹا اور کھڑکی سے باہر جھانکنے لگا۔ حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں دیکھ رہا تھا۔ ''کیا تم اتنے بزدل ہو نزارین کہ اکیلے میرا سامنا نہیں کر سکتے۔'' اُس کے لفظوں میں چیلنج تھا۔ لیکن لہجے میں تھکن تھی۔ ''لیکن تم کہیں بھی چھپو، بالآخر میں تمہیں ڈھونڈ کر شکار کر لوں گا۔ اور میں اس بار تمہیں عدم کی صلیب پر لٹکا دوں گا۔ تا کہ انسانیت کو تقویٰ کی صلیب سے نجات مل جائے۔''

ہاروے ڈین کے جسم میں تھرتھری سی دوڑ گئی۔ وہ کھڑکی کی طرف بڑھا۔ جو کچھ ڈیمین دیکھ رہا تھا، وہ بھی دیکھنا چاہتا تھا۔ اس اذیت کو شیئر کرنا چاہتا تھا، جس سے ڈیمین گزر رہا تھا۔

نیچے لوگوں کا ہجوم تھا۔ ہاروے ڈین اسے ٹٹولتے والی نظروں سے...... بائیں سے دائیں دیکھتا رہا۔ اچانک اُس کی نظر ہجوم کے عین درمیان ایک پلے کارڈ پر جم گئیں۔ وہ ٹھٹک کر رہ گیا۔ اُس نے ڈیمین کو پکارا اور اس سمت اشارہ کیا۔ ڈیمن نے اشارے کی سمت اُس پلے کارڈ کو دیکھا......

''جشن مناؤ۔ مسیح علیہ السلام دوبارہ پیدا ہو گئے ہیں۔''

اور وہ دونوں اُس شخص کو دیکھنے لگے، جس کے ہاتھ میں وہ پلے کارڈ تھا۔ وہ شخص چوغہ پہنے ہوئے تھا۔ اسی لمحے اُس نے بھی ان دونوں کو دیکھا۔ وہ پلکیں جھپکائے بغیر فاتحانہ نظروں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

ڈیمین کا جسم تھرتھرایا اور وہ یوں جھٹکے سے پیچھے ہٹا، جیسے کسی نے اسے زوردار گھونسہ مارا ہو۔ اُس نے نفی میں سر ہلایا اور کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔

.......⁂.......

رات کا آغاز ہوا اور مظاہرہ دم توڑنے لگا۔ مظاہرین چھوٹے چھوٹے گروہوں میں منتشر ہو کر اسکوائر سے ہٹنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے اسکوائر خالی ہو گیا۔ لیکن وہ شخص موجود رہا۔ وہ بنچ پر بیٹھا کبوتروں کو دانہ ڈالتا رہا۔ اُس کا پلے کارڈ بنچ پر اُس کے پہلو میں پڑا تھا۔

ہر چند منٹ بعد برادر میتھیوز سر اٹھا کر عمارت کو دیکھتا۔ عمارت میں ایک ایک کر کے لائٹس آف ہو رہی تھیں۔ مختلف دروازوں سے اسٹاف کے لوگ باہر نکل کر اپنے گھروں کو جا رہے تھے۔ پھر لیموزین آتی دکھائی تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ گھاس پر چلتا ہوا وہ آگے بڑھا۔ گاڑی رک گئی، انجن بند ہوا اور ڈرائیور نے اپنے چہرے پر کیپ جھکائی اور سیٹ سے ٹیک لگا کر اونگھنے لگا۔

اب عمارت میں صرف ایک کمرا روشن تھا۔ اور اس کی کھڑکی سے برادر میتھیوز کو وہ دونوں آدمی جھانکتے نظر آئے۔

''جشن مناؤ۔ کیونکہ مسیح علیہ السلام دوبارہ پیدا ہو چکے ہیں۔'' برادر میتھیوز نے دھیمی آواز میں کہا۔

اندر سفارت خانے میں ہاروے ڈین بے چین اور مضطرب تھا۔ وہ پوری شام ضائع ہو گئی تھی۔ کام کا ڈھیر لگتا رہا تھا۔ لیکن ڈیمین نے کام کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ تو بس گم صم سا کھڑکی سے باہر اسکوائر میں دیکھتا رہا تھا۔ اور وہ خاموش بھی تھا۔ ہاروے ڈین صرف کمرے کے سوگوار ماحول سے بچنے کے لیے بلا ضرورت واش روم کے چکر لگاتا رہا تھا۔

اور ڈیمین اب بھی باہر دیکھے جا رہا تھا۔

''یہ کیا کر رہا ہے آخر؟ کیوں بیٹھا ہے وہاں؟'' ہاروے ڈین بڑبڑایا۔

''میرا انتظار کر رہا ہے۔'' ڈیمین نے مشینی انداز میں کہا۔ ''وہ میرے لیے جال بچھائے بیٹھا ہے۔''

''بے وقوف ہے...... پاگل کہیں کا۔'' ہاروے ڈین نے نفرت سے کہا۔ اس کا جی چاہا کہ وہ پولیس کو اس شخص کے بارے میں مطلع کر دے۔ اس کی یہاں موجودگی ہی توہین تھی۔ ''وہ یہ کیوں سمجھتا ہے کہ تم اس کے جال میں جا پھنسو گے؟''

''کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میں کیا کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔''

ڈین نے کندھے جھٹک دیے۔ اُس کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آ رہا تھا۔ اسے اسٹوڈیو میں وہ جھلسی ہوئی لاش یاد آئی۔ پھر اسے ایک خیال آیا۔ ''ممکن ہے، اس کے پاس بھی ایک خنجر ہو۔'' اُس نے کہا۔

ڈیمین ڈیسک کی طرف گیا اور وہاں سے ایک دوربین اٹھا لایا۔ کھڑکی میں آ کر اُس نے دوربین کو اُس شخص پر فوکس کیا۔ ''یقیناً...... اس

کے پاس بھی خنجر ہے۔'' اُس نے کہا۔ ''اگر نہ ہوا تو میں سمجھوں گا کہ میں نے اپنا وقت ضائع کیا ہے۔''

ہاروے ڈین نے سر جھٹکا۔ یہ سب اُس کی سمجھ سے باہر تھا۔ ڈیمین معمول میں بات کر رہا تھا۔ لیکن شاید بہتری بھی اسی میں تھی۔ اس نے سوچا، جتنا کم معلوم ہو، اتنا ہی اچھا ہے۔ کون الجھن میں پڑے۔

.......۞.......

لیک فلگسن ایونیو پر ڈیانا نے ایک ٹیکسی کو رکنے کا اشارہ کیا۔

''کہاں جا رہی ہو تم؟''

''لاگارڈیا ایئر پورٹ۔''

''کیلی نے حسرت سے دیکھا۔ ''جانتی ہو کہ وہ تمام ایئر پورٹس کی نگرانی کر رہے ہوں گے!''

''ہاں، مجھے یہی امید ہے۔''

''تو پھر تم خودکشی......'' کیلی کہتے کہتے رک گئی۔ ''اس کا مطلب ہے کہ تمہارا کوئی منصوبہ ہے۔''

''بالکل۔'' ڈیانا نے کہا۔ ''چلو میرے ساتھ۔'' اس نے کیلی کا ہاتھ تھام لیا۔

.......۞.......

لاگارڈیا کے ٹرمینل میں ڈیانا اطالیہ ایئر لائنز کے کاؤنٹر کی طرف بڑھی۔ کیلی اُس کے پیچھے تھی۔

''صبح بخیر خواتین۔'' کاؤنٹر پر بیٹھے ایجنٹ نے کہا۔ ''کہیے...... میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟''

''ڈیانا مسکرائی۔ ''ہمیں لاس اینجلز کے دو ٹکٹ درکار ہیں۔''

''کب جانا چاہیں گی آپ؟''

''پہلی دستیاب فلائٹ پر۔ میں ڈیانا اسٹیونز اور یہ کیلی ہیرس۔''

''کیلی نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

''ٹکٹ ایجنٹ شیڈول چیک کر رہا تھا۔ پھر اس نے سر اٹھاتے ہوئے کہا۔ ''سوا دو بجے کی فلائٹ کے ٹکٹ مل سکتے ہیں آپ کو۔''

''جی...... بہت مناسب ہے۔''

''ادائیگی کیش سے کریں گی یا کریڈٹ کارڈ سے؟''

''کیش سے۔'' ڈیانا نے کہا اور رقم نکال کر ادائیگی کر دی۔

''یہ تو تم خود کو مشتہر کر رہی ہو۔ تاکہ کنگسلے کو ہمیں ڈھونڈنے میں پریشانی نہ ہو۔'' کیلی نے کہا۔

''تم پریشان بہت ہوتی ہے۔'' ڈیانا نے بے پروائی سے کہا۔

اب وہ امریکن ایئر لائنز کے بوتھ کے سامنے سے گزر رہی تھیں۔ وہاں سے ڈیانا نے میامی کی فلائٹ کے لیے دو سیٹیں بک کرا لیں۔ فلائٹ

تین گھنٹے بعد روانہ ہونے والی تھی۔ اُس نے وہاں بھی نقد ادائیگی کی۔

وہ وہاں سے ہٹیں تو کیلی نے کہا۔ ’’اس سے تو تم کسی بچے کو بھی بے وقوف نہیں بنا سکتیں۔ وہ تو جینئیس لوگ ہیں۔‘‘

’’تم دیکھتی رہو۔‘‘ ڈیانا نے کہا اور باہر جانے والے دروازے کی طرف چل دی۔

کیلی اس کے ساتھ تھی۔ ’’اب کہاں جارہی ہو؟‘‘ اس نے پوچھا۔ پھر جلدی سے بولی ’’بتانے کی ضرورت نہیں۔ میں جاننا بھی نہیں چاہتی۔‘‘

’’وہ ٹرمینل سے نکلیں۔ باہر ٹیکسیوں کی قطار تھی۔ اسی وقت ایک ٹیکسی گیٹ کے پاس آئی۔ ڈیانا نے اسے روک لیا۔ ’’ہمیں کینیڈی ایر پورٹ جانا ہے۔‘‘ ’’بیٹھ جائیے۔‘‘

ٹیکسی چلی تو ڈیانا نے ڈرائیور سے کہا۔ ’’تمہیں یہ خیال رکھنا ہوگا کہ کوئی ہمارا تعاقب نہ کر پائے۔‘‘

ڈرائیور نے عقب نما میں اسے دیکھا اور مسکرایا۔ ’’آپ نے بہت اچھی ٹیکسی کا انتخاب کیا ہے مادام۔ بے فکر ہو جائیں۔‘‘ یہ کہہ کر اُس نے ایکسلیٹر پر دباؤ ڈالا اور بالکل اچانک یوٹرن لیا۔ پہلے کارنر پر اُس نے گاڑی اسٹریٹ پر لی اور پھر ایک گلی میں موڑ لیا۔

دونوں عورتوں نے پیچھے دیکھا۔ ان کے عقب میں کوئی کار نہیں تھی۔

اگلے آدھے گھنٹے میں ڈرائیور اسی انداز میں ٹیکسی چلاتا رہا۔ اس دوران وہ کئی سائیڈ اسٹریٹس سے گزرے۔ بالآخر ٹیکسی کینیڈی ایر پورٹ پہنچ کر رک گئی۔ ’’یہ لیجیے...... آگیا ایر پورٹ۔‘‘ ڈرائیور نے فاتحانہ لہجے میں کہا۔

ڈیانا نے پرس سے کچھ نوٹ نکال کر ڈرائیور کو دیے۔ ’’کرائے کے علاوہ یہ تمہارا انعام ہے۔‘‘

ڈرائیور نے نوٹ لیے اور مسکرایا۔ ’’شکریہ خاتون۔‘‘

وہ دونوں عورتوں کو ٹرمینل میں داخل ہوتے دیکھتا رہا۔ وہ اندر چلی گئیں تو اُس نے اپنا موبائل فون اٹھایا۔ ایک نمبر ملایا۔ ’’ٹینر کنگسلے سے بات کرائیے پلیز......‘‘

❁

ڈیلٹا ایر لائن کے کاؤنٹر پر ٹکٹ ایجنٹ نے سامنے رکھے بورڈ کا جائزہ لیا۔ جی ہاں۔ آپ کی مطلوبہ فلائٹ پر دو سیٹیں دستیاب ہیں۔ ’’اُس نے کہا، فلائٹ شام پانچ بج کر پچاس منٹ پر روانہ ہوگی۔ میڈرڈ میں جہاز ایک گھنٹا رکے گا۔ اور بارسلونا صبح نو بج کر بیس منٹ پر پہنچے گا۔‘‘

’’ٹھیک ہے۔‘‘

’’آپ کیش دیں گی یا کریڈٹ کارڈ......‘‘

’’ڈیانا نے پرس سے رقم نکالی اور ٹکٹ ایجنٹ کی طرف بڑھائی۔ پھر وہ کیلی کی طرف مڑی۔ ’’آؤ...... اب لاؤنج میں چلیں۔‘‘

❁

آدھے گھنٹے بعد ہیری فلنٹ موبائل پر ٹینز کنگسلے سے بات کر رہا تھا۔ ''جو آپ چاہتے تھے، وہ میں معلوم کر چکا ہوں۔ وہ ڈیلٹا کی فلائٹ سے بارسلونا جا رہی ہیں۔ فلائٹ کا ٹائم پانچ بج کر پچاس منٹ ہے۔ جہاز ایک گھنٹا میڈرڈ میں رکے گا اور صبح نو بجے پر بارسلونا پہنچے گا۔''

''گڈ۔ تم کمپنی کے جیٹ کے ذریعے بارسلونا پہنچو مسٹر فلنٹ اور وہاں ان کا خیر مقدم کرو...... گرم جوشی سے۔''

''ٹینز نے فون رکھا ہی تھا کہ اینڈریو اندر آیا۔ ''یہ شیڈول دیکھو......'' اس کے کوٹ کے کالر میں کورونیشن لگا تھا۔

''یہ کیا بکواس ہے۔'' ٹینز غرایا۔

''تم ہی نے تو کہا تھا......''

''میں کالر کے اس پھول کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔''

''اینڈریو کا چہرہ کھل اٹھا۔ ''تمہاری شادی میں میں تمہارا سربالا بنوں گا۔''

ٹینز کا منہ بن گیا۔ ''یہ تم کیا کہہ......'' پھر اچانک ہی بات اس کی سمجھ میں آگئی۔ ''یہ تو سات سال پرانی بات ہے احمق۔ اور شادی تو ہو ہی نہیں پائی تھی۔ اچھا، اب تم یہاں سے دفع ہو جاؤ۔''

''اینڈریو اپنی جگہ کھڑا رہا۔ اس کے چہرے پر شاک کا تاثر تھا۔ وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ کیا ہو رہا ہے۔

''چلے جاؤ۔''

ٹینز اینڈریو کو جاتے دیکھتا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا...... اب وقت آگیا ہے کہ اینڈریو سے جان چھڑائی جائے...... اسے کہیں بھجوا دیا جائے!

......✿......

جہاز ٹیک آف کر چکا تھا۔ کیلی کھڑکی سے نیویارک کو دور ہوتے دیکھ رہی تھی۔ ''تمہارا کیا خیال ہے، ہم بچ نکلیں گے؟''

''ڈیانا نے نفی میں سر ہلایا۔'' جلد یا بہ دیر، انہیں پتا چل ہی جائے گا۔ مگر یہ تو ہے کہ ہم نیویارک سے نکل آئے۔'' اس نے اپنے بیگ سے کمپیوٹر کا پرنٹ آؤٹ نکالا اور اُس کا جائزہ لینے لگی۔ ''برلن میں سونجا ور برگ۔ وہ مرچکی ہے اور اُس کا شوہر غائب ہے۔ ڈین ور میں گیری رینالڈز ......'' وہ ہچکچائی۔ مگر پھر بولی۔ ''اور مارک اور رچرڈ......''

کیلی نے پرنٹ آؤٹ دیکھا۔ ''تو ہمیں پیرس، برلن اور ڈین ور جانا ہے۔ پھر نیویارک واپس آنا ہے۔''

''ہاں۔ ہم سان سبستان سے سرحد پار کر کے فرانس میں داخل ہوں گے۔''

......✲......

کیلی فرانس پہنچنے کے لیے بے تاب تھی۔ وہاں وہ سام میڈوز سے بات کرنا چاہتی تھی۔ اُس کا خیال تھا کہ وہ اُس کی مدد کر سکے گا۔ دوسری طرف انجلو بھی تو اُس کا منتظر ہوگا۔

''تم کبھی اسپین گئی ہو؟'' ڈیانا نے اُس سے پوچھا۔

''مارک ایک بار مجھے وہاں لے گیا تھا۔ وہ بے حد......'' وہ کہتے کہتے رک گئی۔ خاصی دیر وہ خاموش رہی۔ پھر بولی۔ ''شاید زندگی بھر اب یہ میرا مسئلہ رہے گا۔ میرے پاس ہر حوالہ مارک کا ہے۔ شاید تمہارا اور رچرڈ کا بھی کچھ ایسا ہی تعلق تھا۔ بعض شادیاں ایسی ہی ہوتی ہیں۔''

''تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔'' ڈیانا نے نرم لہجے میں کہا۔ ''یہ بتاؤ، مارک کیسا تھا؟''

''اُس میں معصومیت ننھے بچوں کی سی تھی۔ دل بچے کا اور دماغ جینیئس کا۔ جب وہ پہلی بار مجھے ڈیٹ پر لے کر گیا تو اُس نے بہت خراب فٹنگ والا گرے سوٹ پہنا تھا۔ جوتے براؤن تھے، شرٹ گرین اور سرخ چمک دار ٹائی۔ شادی کے بعد میں نے ہمیشہ اس کے لباس کا خاص طور پر خیال رکھا۔'' کیلی کی آواز حلق میں پھنسنے لگی۔ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد وہ پھر بولی۔ ''مارک مجھے تحفوں کی شکل میں سرپرائز دیتا رہتا تھا۔ لیکن اُس کا سب سے بڑا تحفہ یہ تھا کہ اُس نے مجھے محبت کرنا سکھا دیا۔'' اُس کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔ اُس نے رومال سے انہیں خشک کرتے ہوئے کہا۔ ''اب مجھے رچرڈ کے بارے میں بتاؤ۔''

ڈیانا مسکرائی۔ ''وہ بہت رومان پسند تھا۔ وہ بہت ذہین سائنس داں تھا۔ گھر میں چھوٹی چھوٹی چیزیں مرمت کرنا اسے بہت پسند تھا۔ لیکن اس کے مرمت کرنے کے بعد مجھے کسی ایکسپرٹ کو بلا کر دوبارہ مرمت کرانی پڑتی تھی۔ مگر میں نے اسے کبھی اس بات کی خبر نہیں ہونے دی۔''

آدھی رات تک وہ دونوں باتوں میں لگی رہیں۔ ڈیانا کو احساس ہو رہا تھا کہ ان دونوں نے پہلی بار اپنے شوہروں کے بارے میں بات کی ہے۔ ایسا لگتا تھا کہ دونوں کے درمیان جو اجنبیت کی دیوار کھڑی تھی، گر گئی ہے۔

کیلی نے جماہی لیتے ہوئے کہا۔ ''بھئی اب کچھ دیر سو لیا جائے۔ مجھے لگتا ہے کہ کل کا دن بہت تھکا دینے والا اور سنسنی خیز ہوگا۔''

یہ کہتے ہوئے اسے اندازہ نہیں تھا کہ آنے والے دن کی سنسنی خیزی اس کے تصور سے کہیں بڑھ کر ہوگی۔

......✲......

بارسلونا کے ایل پراٹ ایئرپورٹ پر ہیری فلنٹ ہجوم میں جگہ بناتا آگے بڑھ رہا تھا۔ وہ اس بڑی کھڑکی کی طرف گیا، جہاں سے رن وے کا منظر نظر آتا تھا۔ پھر اُس نے سر گھما کر اس بورڈ کا جائزہ لیا، جس پر آمد اور روانگی والی پروازوں کی تفصیل موجود تھی۔ یہ دیکھ کر اسے اطمینان ہوا کہ نیو یارک سے آنے والی فلائٹ لیٹ نہیں ہے۔ اسے آدھے گھنٹے میں یہاں پہنچ جانا تھا۔ سب کچھ منصوبے کے عین مطابق ہو رہا تھا۔ اسے بس انتظار کرنا تھا۔

.......۞.......

تیس منٹ بعد نیو یارک سے آنے والی پرواز کے مسافر اترنے لگے۔ ان کے انداز میں ہیجان تھا۔ کیونکہ ان میں اکثریت سیاحت کی غرض سے آنے والوں کی تھی ان میں بچے بھی تھے اور نو بیاہتا جوڑے بھی، جو ہنی مون منانے نکلے تھے۔

ہیری فلنٹ ایسی جگہ کھڑا تھا، جہاں وہ کسی کی نظر میں آئے بغیر عام مسافروں کو دیکھ سکتا تھا۔ وہ کیلی اور ڈیانا کا منتظر تھا۔ فلائٹ کے مسافروں کی آمد کا سلسلہ رک گیا۔ مگر وہ دونوں ابھی تک نظر نہیں آئی تھیں۔ اُس نے پانچ منٹ مزید انتظار کیا۔ پھر وہ بورڈنگ گیٹ کی طرف چل دیا۔

''سر...... آپ وہاں نہیں جا سکتے۔'' سیکورٹی افسر نے روک دی۔

''ایف اے اے۔'' فلنٹ نے سخت لہجے میں کہا۔ ''ہمیں اطلاع ملی ہے کہ جہاز کے ٹوائلٹ میں ایک پیکٹ چھپایا گیا ہے۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فوری طور پر جا کر اسے چیک کروں، یہ کہہ کر وہ بے پروائی سے جہاز کی طرف بڑھ گیا۔

جہاز سے اب عملے کے افراد باہر آ رہے تھے۔ ''میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں؟'' ایک فلائٹ اٹینڈنٹ نے پوچھا۔''

''ایف اے اے انسپکشن۔'' فلنٹ نے کہا۔

وہ سیڑھیاں چڑھ کر جہاز میں داخل ہوا۔ مگر وہاں کوئی مسافر موجود نہیں تھا۔

''کوئی مسئلہ ہے جناب؟'' ایک اور فلائٹ اٹینڈنٹ نے پوچھا۔

''ہاں۔ یہاں بم کی موجودگی کی اطلاع ملی ہے۔''

ہیری فلنٹ نے پورے جہاز کو چھان مارا۔ لیکن وہاں کوئی نہیں تھا۔ دونوں عورتیں نجانے کہاں غائب ہو گئی تھیں۔

.......۞.......

''وہ جہاز پر موجود نہیں تھیں مسٹر کنگسلے۔''

ٹینر کی آواز خطرناک حد تک نرم اور دھیمی تھی۔ ''تم نے انہیں جہاز پر سوار ہوتے دیکھا تھا مسٹر فلنٹ؟''

''جی ہاں جناب۔''

''اور جہاز کے ٹیک آف کے وقت بھی وہ جہاز میں ہی تھیں؟''

''جی ہاں جناب۔''

''تو سیدھی سی بات ہے۔ وہ اڑتے ہوئے جہاز سے تو نہیں اتر سکتیں۔ یہ ممکن ہے کہ وہ میڈوڈ میں اتر گئی ہوں۔''

''جی...... جی ہاں جناب۔''

''اس کا مطلب ہے کہ وہ میڈرڈ سے فرانس میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتی ہیں۔'' ٹیمز نے کہا۔ ''اب ان کے سامنے چار امکانات ہیں۔ نمبر ایک، وہ بارسلونا کے لیے دوسری فلائٹ پکڑ سکتی ہیں۔ نمبر دو وہ ٹرین، بس یا کار میں سفر کر سکتی ہیں۔ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ وہ سان سباستین کے بارڈر سے کار میں سرحد پار کر کے فرانس میں داخل ہوں گی۔''

''اگر......''

''میری بات مت کاٹو مسٹر فلنٹ۔ میڈرڈ سے سان سباستین تک پانچ گھنٹے کی ڈرائیو ہے۔ اب میں وہ بتاؤں گا جو تم سے چاہتا ہوں۔ تم جہاز کے ذریعے میڈرڈ جاؤ۔ وہاں ایرپورٹ پر کار کرائے پر دینے والی ہر ایجنسی کو چیک کرو۔ یہ معلوم کرو کہ انہوں نے کس طرح کی کار کرائے پر لی ہے۔ اس کا کلر، میک، ہر چیز......''

''بہت بہتر جناب۔''

''پھر تم کمپنی کے جہاز سے سان سباستین جاؤ۔ وہاں ایک بڑی کار کرائے پر لو اور ہائی وے پر ان کا انتظار کرو۔ میں یہ نہیں چاہوں گا کہ وہ سان سباستین پہنچ پائیں۔ اس سے پہلے ہی تمہیں ان کا استقبال کرنا ہوگا۔ اور ہاں مسٹر فلنٹ، یاد رکھو۔ ان کی موت حادثہ نظر آنی چاہیے۔''

......✿......

ڈیانا اور کیلی نے میڈوڈ ایرپورٹ پر ایک اوسط درجے کی کار رینٹل ایجنسی سے کرائے پر لی۔ انہوں نے مشہور ایجنسیوں کو نظر انداز کر دیا تھا۔

سان سباستین جلد از جلد پہنچنے کا راستہ بتاؤ۔'' ڈیانا نے کہا۔

''پانچ گھنٹے کی ڈرائیو ہے...... اور راستہ بہت آسان ہے۔'' ایجنسی کے کلرک نے کہا اور انہیں راستہ سمجھانے لگا۔

تھوڑی دیر بعد کیلی اور ڈیانا روانہ ہو گئیں۔

......✿......

کے آئی جی کا پرائیویٹ جیٹ ایک گھنٹے بعد میڈرڈ ایرپورٹ پر اترا۔ ہیری فلنٹ اترا اور کرائے پر کار دینے والی ایجنسیوں سے پوچھ گچھ کرنے لگا۔ ''یہاں مجھے اپنی بہن اور اس کی سہیلی سے ملنا تھا۔'' وہ ہر جگہ یہی کہتا۔ ''میری بہن اور سہیلی یوریشین ہے اور بہت پرکشش عورت ہے۔ وہ دونوں ڈیلٹا کی فلائٹ سے نیویارک سے یہاں آئی ہیں۔ یہاں انہوں نے کار تو کرائے پر نہیں لی۔''

ہر بڑی ایجنسی سے اسے نفی میں جواب ملا۔ تب وہ چھوٹی ایجنسیوں کی طرف متوجہ ہوا۔ بالآخر ایلسا پر اسے مثبت جواب ملا۔ ''جی سینوز، مجھے وہ دونوں یاد ہیں۔ وہ......''

''کون سی کار لی انہوں نے؟''

''سرخ رنگ کی پی جو......''

''اس کا پلیٹ نمبر بتا سکتے ہو مجھے؟''

''ایک منٹ سینور۔ جی......یہ رہا۔''

فلنٹ نے نمبر نوٹ کر لیا۔

دس منٹ بعد فلنٹ دوبارہ کمپنی کے جیٹ میں بارسلونا روانہ ہو گیا۔ اس کا پروگرام تھا کہ وہاں سے وہ کرائے پر ایک کار لے گا اور ان کا پیچھا کرے گا۔ پھر جہاں سڑک سنسان نظر آئی، وہاں وہ ان کے لیے حادثاتی موت کا اہتمام کرے گا۔

☆

ڈیانا اور کیلی کو بارسلونا سے نکلے آدھا گھنٹا ہوا تھا۔ وہ خاموش ڈرائیو تھی۔ ہائی وے پر ٹریفک زیادہ نہیں تھا۔ گرد و پیش کے نظارے خوب صورت تھے کھیت لہلہا رہے تھے۔ فضا پھولوں کی خوشبو سے بوجھل تھی۔ ایک طرف پھلوں کے باغات تھے۔

''ہم تقریباً نکل ہی آئے۔'' ڈیانا نے کہا۔ اسی لمحے اُس نے سامنے دیکھا اور اس کا منہ بن گیا۔ اُس کا پاؤں بریک پر پڑا۔ ان سے کوئی دو فٹ آگے ایک جلتی ہوئی کار دکھائی دے رہی تھی۔ اس کے گرد مجمع لگا تھا۔ اور کچھ باوردی افراد نے سڑک بلاک کر دی تھی۔

''یہ کیا ہو رہا ہے؟'' ڈیانا نے کے لہجے میں الجھن تھی۔

''اس وقت ہم باسک علاقے میں ہیں۔ باسک لوگ گزشتہ پچاس سال سے ہسپانویوں سے لڑ رہے ہیں۔''

ہری وردی میں ملبوس ایک مسلح شخص کار کی طرف بڑھا۔ اُس نے انہیں گاڑی سائیڈ پر لگانے کا اشارہ کیا۔

کیلی نے زیرِ لب ڈیانا سے کہا۔ ''یہ ای ٹی اے والا ہے۔ رکنا مناسب نہیں۔ ورنہ پتا نہیں۔ کتنی دیر رکنا پڑے۔''

آفیسر کار کے پاس آ گیا تھا۔ ''میں کیپٹن ارادی ہوں۔ آپ دونوں نیچے اتر آیئے پلیز۔''

ڈیانا اسے دیکھ کر مسکرائی۔ ''میں آپ کی جنگ میں آپ کا ساتھ ضرور دیتی۔ لیکن اس وقت تو ہم خود حالت جنگ میں ہیں۔'' اتنا کہہ کر اُس نے ایکسلیٹر دبایا اور گاڑی تیزی سے جلتی ہوئی کار کے پاس سے گزر کر آگے بڑھ گئی۔

کیلی نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ ''کیا ہم فائرنگ کی زد میں ہیں؟''

''ایسی کوئی بات نہیں۔ تم بے فکر رہو۔''

کیلی نے آنکھیں کھولیں اور سائیڈ مرر میں دیکھا۔ وہ خوف سے ٹھٹھر گئی۔ ایک سیاہ کار ان کی کار کے پیچھے آ رہی تھی۔ اور ڈرائیو کرنے والے شخص کو پہچاننے میں وہ کبھی غلطی نہیں کر سکتی تھی۔

''ارے......گوڈزیلا ہمارا تعاقب کر رہا ہے۔'' اس نے گھبرا کر کہا۔

''کیا کہہ رہی ہو۔ اتنی جلدی انہوں نے کیسے تلاش کرلیا ہمیں؟'' ڈیانا نے کہا اور ایکسلیٹر کو آخری حد تک دبا دیا۔ لیکن سیاہ کار ان کی گاڑی کے مقابلے میں کہیں زیادہ تیز رفتار تھی۔ ان کی اپنی گاڑی 110 میل کی رفتار سے جارہی تھی۔

''تم بہت خطرناک ڈرائیونگ کررہی ہو۔'' کیلی نروس ہورہی تھی۔

کوئی ایک میل آگے ڈیانا کو فرانس اور اسپین کی سرحد پر کسٹم چیک پوسٹ نظر آرہی تھی۔

''تم مجھے مارو۔'' ڈیانا نے اچانک کیلی سے کہا۔

''مذاق کررہی ہو؟'' کیلی اور نروس ہوگئی۔

''میں کہہ رہی ہو۔ میرے منہ پر گھونسہ مارا۔''

''تم کیا چاہتی......''

''کیلی......خدا کے لیے۔ جو میں کہہ رہی ہوں، وہ کرو۔ جلدی کرو۔''

کیلی نے ہچکچاتے ہوئے اس کے منہ پر تھپڑ مارا۔

''اس سے کام نہیں چلے گا۔ گھونسہ مارو۔ اور پوری قوت سے مارو۔''

اب سڑک پر ان دو کاروں کے درمیان صرف دو کاریں تھیں۔ ''جلدی کرو۔'' ڈیانا دہاڑی۔

کیلی نے ڈیانا کے رخسار پر گھونسہ مارا۔

''اور زور سے۔''

کیلی نے دوبارہ گھونسہ مارا۔ اس بار اس کی انگوٹھی کے نگ نے ڈیانا کے رخسار کو پھاڑ دیا۔ لمحوں میں اس کا چہرہ خون خون ہوگیا۔ کیلی خون دیکھ کر خوف زدہ ہوگئی۔ ''سوری ڈیانا، میں یہ نہیں......''

اس لمحے وہ چیک پوسٹ پر پہنچ گئے تھے۔ ڈیانا نے بریک لگائے۔ گاڑی رکی اور ایک گارڈ اُس کی طرف بڑھا۔ اس نے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''شام بخیر خواتین۔''

''شام بخیر، ڈیانا نے سر گھماتے ہوئے کہا۔ تاکہ گارڈ اُس کا پھٹا ہوا رخسار اور بہتا ہوا خون دیکھ لے۔''

اور ردعمل توقع کے عین مطابق تھا۔ گارڈ کا منہ کھل گیا۔ ''یہ کیا ہوا سینورا؟'' اُس نے پوچھا۔

ڈیانا دانتوں سے اپنا نچلا ہونٹ کاٹنے لگی۔ ''یہ میرے سابقہ شوہر کا کیا دھرا ہے۔ مجھے مار کر وہ بہت خوش ہوتا ہے۔ اب اس وقت بھی وہ میرا پیچھا کررہا ہے۔ میں جانتی ہوں کہ کوئی میری مدد نہیں کرسکتا۔ کوئی مجھے اُس سے نہیں بچا سکتا۔ یہ پٹنا میرا مقدر ہے۔''

گارڈ نے پلٹ کر آنے والی کاروں کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر سنگینی تھی۔ ''کون سی کار ہے موصوف کی؟'' اُس نے پوچھا۔

''دو گاڑیوں کے پیچھے جو سیاہ گاڑی ہے، وہ اسکی ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ اس بار وہ مجھے قتل ہی کردے گا۔ اسکے تیور بہت خراب ہیں۔''

''میں دیکھتا ہوں۔'' گارڈ غرایا۔ ''آپ لوگ پلیز جائیں۔ اب آپ کو اس کی طرف سے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں دیکھ لوں گا۔ اسے۔''

ڈیانا نے اسے تشکر بھری نظروں سے دیکھا۔ ''شکریہ جناب...... بہت بہت شکریہ۔''

انہوں نے سرحد پار کی اور فرانس میں داخل ہو گئیں۔ ''ڈیانا......؟'' کیلی نے کہا۔

''ہاں...... کیا بات ہے؟''

''کیلی نے اپنا ہاتھ اُس کے کاندھے پر رکھ دیا۔ ''مجھے افسوس ہے کہ میں نے تمہیں......'' اُس نے ڈیانا کے زخمی رخسار کی طرف اشارہ کیا۔

ڈیانا ہنسنے لگی۔ ''ارے نہیں۔ اسی وجہ سے تو گوڈزیلا سے پیچھا چھوٹا ہے ہمارا۔ ارے، تم رو رہی ہو!'' اُس نے حیرت سے کہا۔

''یہ شکر گزاری کے آنسو ہیں۔ تم صرف حسین نہیں ہو ڈیانا، ذہین بھی ہو...... بے حد ذہین۔''

......✿......

ہیری فلنٹ بارڈر چیک پوسٹ پر پہنچا تو گارڈ اسی کا منتظر تھا۔ ''آپ کار سے اتر آیئے پلیز۔''

''میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔'' فلنٹ نے کہا۔ ''میں جلدی میں ہوں۔ مجھے......''

''میں کہتا ہوں، کار سے اتر آؤ۔'' اس بار گارڈ کا لہجہ سخت تھا۔

فلنٹ نے اسے غور سے دیکھا۔ ''کیا بات ہے؟ مسئلہ کیا ہے؟''

''ہمیں اطلاع ملی ہے کہ اس گاڑی کے ذریعے منشیات اسمگل کی جا رہی ہے۔ اس گاڑی کی تلاشی لی جائے گی۔''

''فلنٹ کو غصہ آ گیا۔ اُس نے غرا کر کہا۔ ''تم پاگل ہو گئے ہو۔ میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ میں جلدی میں ہوں۔ اور میں اور اسمگلنگ''

اچانک ایک خیال نے اسے چونکا دیا۔ ''اوہ...... اب میں سمجھا۔'' اس نے جیب سے سو ڈالر کا ایک نوٹ نکال کر گارڈ کی طرف بڑھایا۔ ''لو...... یہ لو اپنا چائے پانی کا خرچا۔ اور اس اطلاع کو بھول جاؤ۔''

''جوز...... ذرا یہاں تو آؤ۔'' گارڈ نے اپنے ساتھی کو پکارا۔

اس کی پکار پر ایک باوردی کیپٹن کار کی طرف چلا آیا۔ گارڈ نے سو ڈالر کا نوٹ اُس کی طرف بڑھا دیا۔ ''اس شخص نے مجھے یہ رشوت دینے کی کوشش کی ہے۔'' گارڈ نے کہا۔

کیپٹن نے سخت لہجے میں فلنٹ سے کہا۔ ''تم شرافت سے نیچے اتر آؤ۔ میں رشوت دینے کے الزام میں تمہیں گرفتار کر رہا ہوں۔''

''نہیں۔ تم اس وقت مجھے گرفتار نہیں کر سکتے۔'' فلنٹ نے احتجاج کیا۔ ''میں اس وقت ایک اہم جاب......''

''اور اب تم پر دوسرا الزام گرفتاری کے خلاف مزاحمت کا ہے۔'' کیپٹن نے کہا اور گارڈ کی طرف متوجہ ہوا۔ ''تم اضافی مدد طلب کرو۔''

فلنٹ نے گہری سانس لے کر ساتھ ہائی وے کو دیکھا۔ سرخ پی جو نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی۔

⁂

ڈیانا اور کیلی فرانس کے مضافاتی علاقے سے گزر رہی تھی۔ ڈیانا نے کہا۔ ''تم کہہ رہی تھیں کہ پیرس میں تمہارا کوئی دوست ہے؟''

''ہاں...... سام میڈوز۔ وہ مارک کے ساتھ کام کرتا تھا۔ مجھے امید ہے کہ وہ ہماری مدد کرے گا۔'' اس نے اپنے بیگ سے اپنا موبائل فون نکالا اور پیرس کا ایک نمبر ڈائل کیا۔

''کے آئی جی۔'' دوسری طرف سے آپریٹر نے کہا۔

''میں سام میڈوز سے بات کرنا چاہتی ہوں۔''

''چند لمحے بعد لائن پر سام میڈوز کی آواز ابھری۔ ''ہیلو؟''

''سام، میں کیلی بات کر رہی ہوں۔ میں فرانس واپس آ گئی ہوں۔''

''مائی گاڈ، میں تمہارے لیے بہت پریشان تھا۔ خیریت تو ہے نا؟''

کیلی نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ ''ہاں...... میں ٹھیک ہوں۔''

''مجھے تو یہ ڈراؤنا خواب لگ رہا ہے۔ یقین ہی نہیں آتا کسی طرح۔''

''میرا بھی یہی حال ہے۔ کیلی نے دل میں سوچا۔ ''سام، میں تمہیں کچھ بتانا چاہتی ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ مارک کو قتل کیا گیا ہے۔''

سام میڈوز کے جواب نے کیلی کے جسم میں خوف کی سرد لہر دوڑا دی۔ ''میرا بھی یہی خیال ہے کیلی۔''

کیلی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ بات کس طرح کرے۔ ''میں حقیقت جاننا چاہتی ہوں۔ تم میری مدد کرو گے سام؟''

''سنو کیلی، یہ باتیں فون پر نہیں کی جا سکتیں۔''

''مم...... میں سمجھ رہی ہوں......''

''آج رات میرے گھر آؤ۔ کھانا میرے ساتھ ہی کھانا۔''

''ٹھیک ہے۔''

''سات بجے کا وقت مناسب رہے گا۔''

''میں پہنچ جاؤں گی۔''

کیلی نے فون بند کیا اور ڈیانا سے بولی۔ ''آج شاید مجھے کچھ سوالوں کا جواب مل جائیں گے۔''

''تم یہاں یہ کام کرو۔ میں برلن جا کر فرانز ور برگ کے ساتھ کام کرنے والوں سے مل کر پوچھ گچھ کروں گی۔'' ڈیانا نے کہا۔

کیلی نے کچھ نہیں کہا۔ وہ بجھ سی گئی تھی۔

ڈیانا نے غور سے دیکھا۔ ''کیا بات ہے؟''

''کچھ نہیں بس یہ...... دراصل ہم دونوں کی جوڑی بہت اچھی رہی ہے۔ مجھے تم سے جدا ہونا اچھا نہیں لگ رہا ہے۔ کیوں نہ ہم ساتھ ہی پیرس چلیں۔ پھر میں تمہارے ساتھ برلن......''

''ہم جدا نہیں ہو رہے ہیں۔ بس وقت بچا رہے ہیں۔ تم یہاں سام میڈوز سے معلومات حاصل کرو گی۔ پھر تم مجھے فون کر لینا اور ہم برلن میں ملیں گے۔ اس وقت تک ممکن ہے، میں بھی کچھ معلومات حاصل کر چکی ہوں۔ اور فون کے ذریعے ہم بہر حال رابطے میں رہیں گے۔''

......✿......

وہ پیرس پہنچ گئیں!

ڈیانا نے عقب نما آئینے میں دیکھا اور مسکرائی۔ ''کوئی سیاہ کار نہیں۔ لگتا ہے، ان سے پیچھا چھوٹ گیا ہمارا۔''

کیلی نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ اب وہ ایئر پورٹ کے قریب تھے۔ ''تم یہاں مجھے اتار دو۔ میں ٹیکسی پکڑ لوں گی۔''

''او کے پارٹنر۔'' ''اپنا خیال رکھنا۔''

''شکریہ پارٹنر۔ تم بھی اپنا خیال رکھنا۔''

......✿......

دو منٹ بعد کیلی ٹیکسی میں بیٹھی اپنے اپارٹمنٹ کی طرف جا رہی تھی۔ گھر جانے کے خیال سے ہی اسے خوشی ہو رہی تھی۔ پھر اُس کے بعد وہ سام میڈوز سے اس کے اپارٹمنٹ میں ڈنر پر ملے گی۔

ٹیکسی بلڈنگ کے سامنے رکی تو اُس نے سکون کا سانس لی۔ وہ گھر واپس آ گئی تھی۔

دربان نے اُس کے لیے دروازہ کھولا۔ کیلی نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ کہنے والی تھی...... میں واپس آ گئی مارٹن...... لیکن وہ کہتے کہتے رک گئی۔ دربان تو کوئی اجنبی تھا۔

''شام بخیر مادام۔'' دربان نے کہا۔

''شام بخیر۔ مارٹن کہاں ہے؟''

''مارٹن اب یہاں کام نہیں کرتا۔ وہ جا چکا ہے۔''

''اوہ...... آئی ایم سوری۔'' کیلی افسردہ ہو گئی۔

''پلیز مادام، میں اپنا تعارف کرا دوں۔ میرا نام جیروم مالو ہے۔''

کیلی نے سر کو اثباتی جنبش دی۔

وہ لابی میں داخل ہوئی۔ استقبالیہ ڈیسک پر بھی ایک اجنبی کھڑا تھا۔ برابر میں ٹیلی فون آپریٹر نکولا سوئچ بورڈ پر مصروف تھی۔

اجنبی مسکرایا۔ ''گڈ ایوننگ مسز ہیرس۔ ہم آپ کے منتظر تھے۔ میں انفانسے جیرارڈ ہوں۔ اس بلڈنگ کا سپرنٹنڈنٹ۔''

کیلی نے الجھن بھری نظروں سے ادھر ادھر دیکھا۔ ''فلپ کہاں ہے۔''

''اوہ وہ...... فلپ اور اس کی فیملی اسپین میں کہیں شفٹ ہوگئی ہے۔''

کیلی کو اب تشویش ہو رہی تھی۔ ''اور ان کی بیٹی؟''

''وہ ان کے ساتھ گئی ہے۔''

کیلی کو یاد تھا۔ فلپ نے فخریہ لہجے میں اسے بتایا تھا کہ اس کی بیٹی کو لاسوربون میں داخلہ گیا ہے۔ یہ اُس کی بیٹی کا خواب تھا۔ کیلی نے اپنی آواز کی لرزش پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ''کب گئے وہ لوگ؟''

''ابھی چند روز پہلے۔ لیکن آپ فکر نہ کریں مادام۔ آپکا ہر طرح سے خیال رکھا جائے گا۔ آپکا اپارٹمنٹ آپ کیلئے تیار کر دیا گیا ہے۔''

نکولا نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور بولی۔ ''خوش آمدید مادام۔'' لیکن اُس کی نگاہیں کچھ اور ہی کہہ رہی تھیں۔

''انجلو کہاں ہے؟''

''اوہ...... آپ کا کتا! اُسے تو فلپ اپنے ساتھ لے گیا ہے۔''

''اب کیلی پر خوف طاری ہونے لگا تھا۔ اسے سانس لینے میں بھی دشواری ہو رہی تھی۔

''چلیں مادام؟ ہم نے آپ کے اپارٹمنٹ میں آپ کے لیے ایک سرپرائز کا اہتمام کیا ہے۔'' نئے سپرنٹنڈنٹ نے کہا۔

یہ تو یقینی ہے۔ کیلی نے دل میں سوچا۔ پھر جلدی سے بولی۔ ''ایک منٹ، میں ایک اہم چیز لانا بھول گئی ہوں۔'' اور اُس نے الفانسے کو بولنے کا موقع بھی نہیں دیا اور تیزی سے باہر نکل آئی۔

الفانسے اور جیروم باہر فٹ پاتھ پر کھڑے اسے جاتے دیکھ رہے تھے۔ وہ بے بس تھے۔ کسی طرح اسے روک نہیں سکتے تھے۔

کیلی نے ایک ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھ گئی۔ خدا کی پناہ! وہ سوچ رہی تھی فلپ اور اس کی فیملی کے ساتھ کیا کیا ہے انہوں نے؟ اور میرا انجلو!

''کہاں جائیں گی ماموزیل؟'' ڈرائیور نے اسے چونکا دیا۔

''بس تم چل دو۔ میں بعد میں بتاؤں گی......'' کیلی نے کہا۔ وہ سوچ رہی تھی۔ آج شام مجھے سام میڈوز سے کچھ اہم سوالوں کے جواب مل جائیں گے۔ مگر اس سے پہلے مجھے چار گھنٹے گزارنے ہیں......

.........✿.........

اپنے اپارٹمنٹ میں سام میڈوز فون پر گفتگو کر رہا تھا۔ ''ہاں...... میں اس کی اہمیت سمجھ رہا ہوں۔ آپ فکر نہ کریں۔ میں سنبھال لوں گا...... جی ابھی...... کچھ دیر میں وہ ڈنر کے لیے میرے گھر آنے والی ہے۔ جی۔ جی ہاں...... میں نے اس کی لاش ٹھکانے لگانے کے لیے ایک مناسب آدمی

کی خدمات حاصل کر لی ہے۔ شکریہ جناب...... یہ آپ کی بڑی عنایت ہے مسٹر کنکسلے۔"

سام میڈوز نے ریسیور رکھا اور کلائی پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھا۔ اس کی حسین مہمان کی آمد میں چند ہی منٹ باقی تھے۔

.......✿.......

ٹرین کی کھڑکی سے باہر برادر میتھیوز فادر ڈی کارلو کو دیکھتا رہا، جو دور ہوتے ہوتے محض ایک چھوٹا سا نقطہ معلوم ہو رہا تھا۔ برادر میتھیوز نے آخری بار الوداعی انداز میں ہاتھ ہلایا۔ پھر وہ اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ ابھی دوپہر نہیں ہوئی تھی۔ اور وہ خود کو نڈھال محسوس کر رہا تھا۔ اُس کی رات دراصل اچھی نہیں گزری تھی۔ وہ رات بھر کروٹیں بدلتا اور پاؤں پٹختا رہا تھا۔ ڈراؤنے خواب کی وجہ سے اُس کی آنکھ بار بار کھلتی رہی تھی۔ اسے یاد نہیں تھا کہ اُس کا وہ ساتھی راہب کون تھا، جو اسے جگاتا تھا اور بار بار اُس کی خیریت پوچھتا تھا۔ شاید وہ سائمن تھا، یا پھر مارٹن؟ بیدار ہونے پر بھی وہ پوری طرح ڈراؤنے خواب سے نہیں نکل پاتا تھا۔ اسی لیے اسے نہیں معلوم ہو سکا کہ جب خواب میں اس پر ہذیانی کیفیت طاری ہوتی تھی تو اس کیفیت سے اسے نکالنے کے لیے کون جگاتا تھا وہ پوری رات ایک ایسے راہب کو دیکھتا رہا تھا، جس کا جسم تو انسانی تھا۔ لیکن چہرہ کسی درندے کا تھا۔

اُس کا جسم تھرتھرا کر رہ گیا۔ گزشتہ رات جیسی اذیت سے وہ صرف اس عرصے میں گزرا تھا، جب وہ جوان تھا اور خیر و شر کی قوتیں اُس کی روح پر قبضہ کرنے کے لیے آپس میں لڑ رہی تھیں۔ اس کے بعد تو بس کل رات ہی......

اور بالآخر جب وہ ڈراؤنے خواب سے نجات پا کر سو گیا تھا تو اُس کے ساتھیوں نے اسے چارپائی پر لٹا دیا تھا۔ وہ پھر پریشان ہو کر جاگا تھا۔ لیکن فادر ڈی کارلو نے چند لمحوں میں اسے پرسکون کر دیا تھا۔

صبح اُس کی آنکھ کھلی تو وہ پریشان ہو گیا۔ وہاں فادر ڈی کارلو کے سوا کوئی نہیں تھا۔

"سب جا چکے ہیں۔ اب تمہاری باری ہے۔" فادر نے کہا تھا۔

وہ کھڑکی مضافات کے گزرتے منظر دیکھتا رہا۔ لیکن درحقیقت وہ کچھ بھی نہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ گزشتہ تیس سال سے وہ خدا کی پناہ میں تھا...... عافیت اور سکون کی باہوں میں۔ اس عرصے میں اسے نہ کبھی کسی خوف نے ستایا اور نہ ہی کسی شک نے۔ لیکن کل رات وہ خوف زدہ بھی تھا اور بے یقین بھی۔

اسے یاد تھا۔ جوانی میں خواہشات اور ترغیب نے اسے کیسے کیسے ستایا تھا۔ شیطان نے اسے ممنوعہ لذتوں کا راستہ دکھایا تھا۔ مگر بڑی کوشش اور جدوجہد کے بعد اسے سیدھا راستہ مل گیا تھا۔ اسے خدا کی رحمت کے سائے میں امان مل گئی تھی۔ اسے یاد تھا، برادر بینیٹو نے بھی ایسی ہی لڑائی لڑی تھی۔ فرق بس یہ تھا کہ بینیٹو کی جنگ ابھی حال ہی کی بات تھی۔ اور اب بینیٹو خدا کے پاس جا چکا تھا۔

میتھیوز نے سر جھکایا اور خدا سے دعا کرنے لگا...... طاقت اور مضبوطی کی دعا!

اسے اچانک احساس ہوا کہ خانقاہ میں جانے کے بعد سے یہ پہلا موقع ہے کہ وہ اکیلا ہے۔ سوبیا کو میں وہ کبھی تنہا نہیں رہا تھا۔ کبھی وہ

گاؤں جاتا تھا تو بھی اکیلا نہیں، دوسروں کے ساتھ ہی جاتا تھا۔

اُس نے دوسرے مسافروں کا جائزہ لیا۔ برابر والی سیٹ پر جو شخص بیٹھا تھا، وہ اپنا بریف کیس کھول کر اُس کا جائزہ لے رہا تھا۔ سامنے ایک فیملی تھی، جو کھانا کھا رہی تھی۔ ان کے ہاتھوں میں سینڈوچ تھے اور تھرماس سے پیالیوں میں کافی انڈیل رہے تھے۔ آگے دو عورتیں بیٹھی تھیں۔ وہ شرم وحیا سے عاری تھیں۔ ان کے لباس ایسے تھے کہ جسم چھپا کم اور دکھا زیادہ رہے تھے۔ میتھیوز نے جلدی سے منہ پھیر لیا۔

اُس نے کندھے سے لٹکا ہوا بیگ ریک پر نہیں رکھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ غلطی سے اُس کا بیگ کسی اور کے ہاتھ میں چلا جائے۔ ویسے اسے بیگ کی پہلو والی جیب میں رکھے خنجر کا نقشہ صاف نظر آ رہا تھا۔

خنجر کا خیال آتے ہی اسے پسینہ آنے لگا۔ کیا وقت آنے پر وہ خنجر کو استعمال کر سکے گا؟ کیا وہ اسے گوشت اور ہڈیوں کے درمیان دستے تک اتار سکے گا؟ وہ اذیت بھری انسانی چیخ برداشت کر سکے گا؟

رات کا ڈراؤنا خواب اسے پھر یاد آنے لگا اور گھبرا کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ دن میں خواب دیکھنا ٹھیک نہیں ہے۔ وہ ارتکاز سے محروم ہوگا تو دہشت اُسے اسیر کرے گی۔ وہ بے مقصد باہر دیکھتا رہا۔ گاڑی کے اندر دیکھنا بھی خطرے سے خالی نہیں تھا۔ وہاں وہ بے شرم عورتیں جو تھیں۔

''مجھے موقع دو فادر مجھے موقع دو۔'' اتوار کے دن اُس نے فادر سے کیسے کیسے خوشامد کی تھی۔ مگر اس وقت موقع بینیٹو کو ملا تھا۔ ہاں...... اب اس کی باری تھی۔ اب ایک خیال زبردستی اُسکے ذہن میں بار بار سر اُٹھا رہا تھا۔ کیوں میں نے اتنی خوشامد کی...... اصرار کیا۔ نہ کیا ہوتا تو اس وقت وہ بھی دوسروں کے ساتھ ہوتا اور کسی خبر کا انتظار کر رہا ہوتا۔

اُس کا منہ بن گیا۔ یہ کیا سوچ رہا ہوں میں؟ جو کچھ میں کرنے کے لیے نکلا ہوں، وہ تو بہت بڑا اعزاز ہے...... خوش نصیبی ہے۔ اسے وہ موقع یاد آیا، جب اُس نے پہلی بار دجال کو دیکھا تھا۔ اسے پہچان کر کیسی سنسنی اُس کے جسم میں دوڑی تھی۔ اور اُس نے کیسے دعا کی تھی، جیسے دعا کے لفظ اسے بچالیں گے۔ اور وہ آنکھیں کیسے اسے اپنی گدی میں چبھتی...... اترتی محسوس ہوئی تھیں۔ پھر اُس نے ان آنکھوں کو دیکھا تھا...... وہ زرد...... جانور جیسی آنکھیں۔ مگر وہ ڈیمین تھورن کو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتا رہا۔ اُس نے نظر نہیں جھکائی تھی، وہ ڈٹ گیا تھا۔

اور فادر ڈی کارلو نے اُس کی بات سن کر کہا تھا۔ ''یہ بات طے ہے کہ جیسے تم اُس کے خیالات پڑھ رہے تھے، وہ بھی تمہارے خیالات پڑھ رہا ہوگا۔''

فادر کے اس جملے نے ہی اسے راہ دکھائی تھی۔ اُس نے سوچا، اینٹی کرائسٹ دجال یقیناً میرا پیچھا کرے گا تاکہ نومولود مسیح تک پہنچ سکے۔ اسی وقت اس نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ وہ دجال کے شکار کے لیے چارہ بننا چاہتا ہے۔ اور اس خیال سے وہ بہ یک وقت خوف زدہ بھی تھا اور مبتلائے ہیجان بھی۔

اُس نے سوچا ممکن ہے، ڈیمین تھورن بھی اس ٹرین میں ہو۔ فرسٹ کلاس میں سفر کر رہا ہو، لیکن نہیں...... اُس نے فوراً ہی اس خیال کو رد کر دیا۔ ڈیمین تھورن کے پاس وسائل کی کمی نہیں۔ اُس کے پاس اپنا ٹرانسپورٹ ہے۔ اُس کا تعاقب کرنا ڈیمین کے لیے کوئی مسئلہ نہیں۔ اور اسی

بات پر تو میتھیوز انحصار کر رہا تھا۔

اُس نے بیگ میں ہاتھ ڈال کر وہ کتاب نکالی جو اُس نے اٹلی میں خریدی تھی۔ وہ پڑھنے کی کوشش کرتا رہا۔ لیکن اس کا دھیان کتاب میں نہیں تھا۔ وہ پھر کھڑکی سے باہر مضافات کے اُڑتے ہوئے منظر دیکھنے لگا۔ ٹرین اب آکسفورڈ کے پاس پہنچ رہی تھی۔ اُس کے یونیورسٹی ٹاؤن پہنچتے پہنچتے میتھیوز کو اونگھ آ گئی۔ یہی وہ وقت تھا کہ گزشتہ رات کے ڈراؤنے خواب والے مردہ خور جانور پھر اُس پر حملہ آور ہو گئے۔

وہ گھبرا کر جاگا تو اس کا منہ کھلا ہوا تھا اور حلق سے پھنسی پھنسی آوازیں نکل رہی تھیں۔ وردی پہنے ہوئے ایک شخص اُس پر جھکا کھڑا تھا۔ ''تم ٹھیک تو ہو؟'' وہ پوچھ رہا تھا۔

اُس نے سر گھما کر دیکھا۔ دوسرے تمام مسافر بھی کھڑے اسی کی طرف دیکھ رہے تھے۔

اُس نے سر کے اشارے سے بتایا کہ وہ ٹھیک ہے۔ پھر اُس نے معذرت کی۔ تب وہ سب اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے۔

اسکے بعد اُس نے راستے بھر پلک جھپکنے کی بھی ہمت نہ کی۔ اسے احساس تھا کہ ساتھی مسافر اسے تجسس بھری نظروں سے گھور رہے ہیں۔

سہ پہر کے بعد وہ ٹرین سے اترا۔ برج بار کر کے وہ ایک چھوٹے پلیٹ فارم پر پہنچا اور وہاں کھڑی ایک چھوٹی ٹرین میں بیٹھا۔ اس میں چھوٹے چھوٹے ڈبے تھے، جن میں راہ داری بھی نہیں تھی۔ اُس نے پلٹ کر دیکھا۔ بڑی ٹرین سے کوئی اس کے پیچھے نہیں اترا تھا اور اُس کے پیچھے اس ٹرین میں نہیں آیا تھا۔ وہ اپنی نشست پر پھیل کر بیٹھ گیا۔

سفر کا یہ دوسرا مرحلہ خاموشی سے کٹا۔ انجن کے شور اور ڈبوں کی کھڑکھڑاہٹ کے سوا وہاں کوئی آواز نہیں تھی۔ باہر اب زیادہ ہریالی نظر آ رہی تھی۔ کبھی کبھی کوئی سنسان، خالی اسٹیشن نظر آتا تھا۔ ٹرین کئی بار رکی۔ لیکن نہ کوئی ٹرین سے اترا، نہ ہی کوئی ٹرین پر سوار ہوا۔ میتھیوز نے بیگ سے خنجر نکالا اور اُس سے کھیلنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے پھر کتاب پڑھنے کی کوشش کی۔ لیکن اس سے پڑھا نہیں گیا۔

منزل پر پہنچا تو پہلی بار اُس نے سکون کی سانس لی۔

اسٹیشن پر کوئی ٹکٹ چیک کرنے والا نہیں تھا۔ وہ مضافاتی علاقہ تھا۔ باہر نکل کر وہ ایک کچی سڑک پر چلنے لگا۔ کندھے پر بیگ لٹکائے ہوئے وہ بس اسٹاپ پر پہنچا اور بس کا انتظار کرنے لگا۔

''چارہ''......! اُس کے ذہن میں یہ لفظ گونجا۔ اُس کے تصور میں کانٹے کی طرف لپکتی ہوئی مچھلیاں...... اور شیر کے انتظار میں ممیاتی بکریاں نظر آئیں۔ اُس کے جسم میں تھرتھری سی دوڑ گئی۔ یہاں وہ خود چارہ تھا...... انسانی چارہ!

اُس نے ادھر ادھر دیکھا۔ کہیں کچھ بھی نہیں تھا۔ درختوں پر بیٹھے کوے کائیں کائیں کر رہے تھے۔ کچھ دیر بعد بس آتی دکھائی دی۔ اُس نے سکون کی سانس لی۔

بس میں ڈرائیور کے عین پیچھے کی سیٹ پر دو افراد بیٹھے تھے۔ وہ انہیں نظرانداز کر کے بس کے عقبی حصے کی طرف چل دیا۔

بس روانہ ہو گئی۔ میتھیوز نے پلٹ کر دیکھا۔ بس کے پیچھے کوئی آدھے میل کے فاصلے پر رینج روور آ رہی تھی۔ فاصلہ کچھ کم ہوا تو ڈرائیور کی

شکل دیکھنے میں کامیاب ہوگیا۔ایک لمحے کے لیے ڈرائیور سے اُس کی نظریں چار ہوئیں۔ رینج روور کی رفتار کم ہوئی اور دونوں گاڑیوں کے درمیان فاصلہ بڑھنے لگا۔اب وہ دوسوگز پیچھے رہ کر بس کا تعاقب کر رہی تھی۔

میتھیوز کی کیفیت ایسی تھی کہ اس کے ہر مسام جاں میں جیسے اُس کا دل دھڑک رہا ہو۔اس کے ہاتھ کپکپا رہے تھے۔اسے احساس تھا کہ اسے چارے کی حیثیت سے قبول کرلیا گیا ہے۔

اُس کے دل میں ایک عجیب سی خواہش سر اٹھا رہی تھی۔کاش،اس کے اولاد ہوتی......اور وہ اپنے بیٹے کو یہ کہانی سناتا۔اس کا بیٹا سنتا اور اُس پر فخر کرتا۔لیکن فوراً ہی اُس نے خود کو روک دیا۔وہ غرور کی طرف بڑھ رہا تھا۔وہ گناہ گار ہو رہا تھا۔

بس درمیان میں دو بار رکی۔دوسرے اسٹاپ پر دونوں مسافر اتر گئے اور بس میں وہ اکیلا رہ گیا۔اب سڑک بھی دوطرفہ ٹریفک کے لیے ہوگئی تھی۔پہلے جو اکا دکا سرائیں اور فارم ہاؤس نظر آرہے تھے،وہ بھی اب نہیں تھے۔بس کہیں دو چار بھیڑیں سبزہ چرتی نظر آجاتی تھی۔سڑک پر بس کے سوا کوئی اور گاڑی نظر نہیں آرہی تھی۔البتہ آدھے میل پیچھے رینج روور اب بھی چلی آرہی تھی۔

میتھیوز نے بیگ کھولا اور وہ چھوٹا سا ریڈیو سیٹ نکالا جو فادر ڈی کارلو نے اُسے دیا تھا۔اُس نے اس کے کنٹرولز کو چھیڑا اور پھر اسے کان سے لگایا۔اس سے پہلے اُس نے دوطرفہ ریڈیو کبھی دیکھا بھی نہیں تھا۔فادر نے بتایا تھا کہ اسے واکی ٹاکی کہتے ہیں۔بہرحال اسے خوشی تھی کہ رابطے کا یہ ذریعہ اُس کا پاس ہے اور اس کے ذریعے وہ جانی پہچانی آوازیں سن سکتا ہے۔اپنی بات ان سے کہہ سکتا ہے اور ان کی بات سن سکتا ہے۔اور وہ زیادہ دور بھی نہیں ہوں گے۔

اس نے نقشے کو چیک کیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

انجن کی آواز تبدیل ہونے لگی۔ڈرائیور گیئر لگا رہا تھا۔پھر گاڑی نے ایک گہرا موڑ کاٹا اور اُس کی رفتار کم ہونے لگی۔

''یہ آخری اسٹاپ ہے۔'' ڈرائیور نے اسے بتایا۔

بس رکی۔میتھیوز نے ڈرائیور کا شکریہ ادا کیا اور بس سے اُتر آیا۔نیچے اتر کر ایسا لگا،جیسے وہ مسلسل کئی دن سے حالت سفر میں ہے۔بس چلی گئی۔میتھیوز وہیں کھڑا رینج روور کے آنے کا انتظار کرتا رہا۔لیکن وہ نہیں آئی۔بلکہ اُس کی آواز تک سنائی نہیں دی۔

اُس نے پھر نقشے کا جائزہ لیا۔لکڑی کے جنگلے کو پھلانگ کر وہ غیر مزروعہ زمین پر پہنچا۔وہاں گھاس اور جھاڑیاں بے ترتیبی میں تھیں۔چلنے کے نتیجے میں دوران خون بحال ہوا اور اُس کی ٹانگوں میں جان آنے لگی۔اُس نے گہری سانس لے کر پھیپھڑوں میں ہوا بھری۔دل چاہ رہا تھا کہ وہ پلٹ کر دیکھے۔لیکن اُس نے قوت ارادی کے زور پر خود کو باز رکھا۔قریب ہی ایک بھیڑ چر رہی تھی۔اس نے سر اٹھا کر بے نیازی سے اسے دیکھا اور پھر دوبارہ چرنے میں مشغول ہوگئی۔

وہ چند گز آگے ہی گیا ہوگا کہ اسے رینج روور کی آواز سنائی دی۔اُس نے پلٹ کر دیکھا۔وہ ابھی بھی اس سے کوئی آدھے میل دور تھی۔

''گڈ'' وہ بڑبڑایا اور دلدلی زمین میں آگے بڑھنے لگا۔

وادی میں پہنچنے میں اسے بیس منٹ لگے۔ سامنے ایک ٹیلے پر اسے ایک معبد کھنڈر سا دکھائی دیا۔ چھت تو شاید اس کی بہت پہلے گر چکی تھی۔ وہ جھٹ پٹے کا سماں تھا۔ کھنڈر اندھیرا لگ رہا تھا۔ میتھیوز اداس ہو گیا۔ اس اجڑے ہوئے معبد کو دیکھ کر اسے اپنی خانقاہ بری طرح یاد آئی تھی۔

قریب جانے پر اسے سفید نشان نظر آیا۔ وہاں رک کر اس نے بیگ سے ریڈیو نکالا اور یہ یاد کرنے کی کوشش کرنے لگا کہ اسے کون سا بٹن دبانا ہے۔ انہوں نے اسے بتایا تھا کہ اس میں کوئی پیچیدگی نہیں اور اس کا استعمال بہت آسان ہے۔ اُس نے ایک بٹن دبایا اور ریڈیو کو اپنے منہ کے پاس لے گیا۔ اس میں بولتے ہوئے اسے اپنے بے وقوف ہونے کا احساس ہو رہا تھا۔

اُس کی آواز نے چرتی ہوئی بھیڑوں کو ہڑبڑا دیا۔

''میتھیوز، آدھے کلومیٹر کے نشان پر، تھوران میرے متوازی مجھ سے پانچ سو میٹر دور شمال مغرب میں ہے۔ وہ نیلا کوٹ پہنے ہے۔ اوور۔''

اب وہ مشین کو دیکھ کر پلکیں جھپکا رہا تھا۔ اسی لمحے اسے جواب مل گیا۔ ''منصوبے کے مطابق آگے بڑھو......اور اینڈ آؤٹ۔''

میتھیوز نے مسکرایا۔ جدید سائنس بھی کیا کمال ہے۔ برادر مارٹن کی آواز کتنی صاف آ رہی تھی۔ لگتا تھا، وہ دو قدم کے فاصلے پر کھڑا بات کر رہا ہے۔ اس نے ریڈیو بیگ میں ٹھونسا اور دوبارہ چل پڑا۔ رینج اوور کے انجن کی آواز بدستور سنائی دے رہی تھی۔ مگر پھر ایسا لگا کہ وہ رک گئی۔ میتھیوز کو اپنی سانسوں کے سوا کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔

......✿......

کتا اس پورے سفر کے دوران ساکت رہا۔ وہ کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا ونڈ اسکرین سے باہر دیکھتا رہا۔ گاڑی رکی تو اس نے متوقع نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا۔ کار کا دروازہ کھلا تو وہ نیچے اترا اور دلدلی زمین کی طرف چل دیا۔ اسے کسی ہدایت کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ ایسے حرکت کر رہا تھا کہ آواز بالکل نہیں تھی۔ ہر قدم اسے اپنے شکار کے قریب لے جا رہا تھا۔

......✿......

وقت تقریباً ہو چکا تھا۔ میتھیوز قبرستان پہنچ چکا تھا۔ اُس نے سر اٹھا کر معبد کی بلند و بالا کھنڈر نما عمارت کو دیکھا۔ معبد کی ٹوٹی ہوئی کھڑکیوں سے چاند دکھائی دے رہا تھا۔ اُس نے دل ہی دل میں فادر ڈی کارلو کو سراہا، جس نے موقع کی مناسبت سے بے حد ڈرامائی مقام کا انتخاب کیا تھا۔ یہ کھنڈر سہی، اجاڑ اور ویران سہی، مگر ہے تو خدا کا گھر۔

اس کا دل طمانیت سے بھر گیا۔ اس نے اپنے حصے کا کام کر دیا تھا۔ اب دوسرے جانیں اور ان کا کام۔

وہ بڑی احتیاط سے قبروں کے درمیان قدم اٹھاتا آگے بڑھا۔ اس نے کتبوں کی تحریر پڑھنے کی کوشش کی۔ لیکن وقت نے انہیں بری طرح دھندلا دیا تھا۔ کتبوں کے لفظ کہیں کہیں تو پوری طرح مٹ چکے تھے۔ وہ ایک قدیم قبرستان تھا۔ قبروں کے درمیان حرکت کرتے سائے نظر آ رہے تھے۔ اُس کے قریب پہنچنے پر ایک بھیڑ ممیانے لگی۔ پھر وہ ڈر کر بری طرح بھاگ کھڑی ہوئی۔

میتھیوز اسے دیکھ کر مسکرایا۔ اسے بھیڑ کے خوف زدہ ہونے پر حیرت ہوئی تھی۔ بھیڑ کو کسی راہب سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اسی لمحے اس نے پلٹ کر دیکھا تو اسے وہ ڈراؤنا خواب نظر آیا۔ وہ کھلا ہوا جبڑا جہنم کا دروازہ تھا......

..........۞..........

وہ دونوں شام سے ہی نگرانی کر رہے تھے۔ حوصلہ مجتمع رکھنے کے لیے وہ غیر اہم باتوں پر گفتگو کرتے رہے تھے۔ وہ نارمل باتیں کر رہے تھے......ایب نارمل چیز سے دھیان ہٹانے کے لیے۔

پاؤلو نے کتنی بار میتھیوز کو دنیا کا بہادر ترین آدمی قرار دیا تھا، مارٹن کو اس کی گنتی بھی یاد نہیں تھی۔ ویسے یہ حقیقت بھی تھی۔ خود کو دجال کے لیے انسانی چارہ بنا کر پیش کرنا دلیری ہی کا کام تھا۔لیکن جب پاؤلو بار بار یہی بات دہراتا رہا تو مارٹن کو اکتاہٹ ہونے لگی۔ اس نے جھنجلا کر پاؤلو سے خاموش رہنے کو کہا۔ میتھیوز کے پہنچنے پر اُس نے خدا کا شکر ادا کیا اور پاؤلو سے کہا کہ وہ چٹان سے ٹک کر بیٹھ جائے۔

اب اندھیرا ہو گیا تھا۔ وہ دونوں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سامنے دیکھ رہے تھے۔ لیکن انہیں کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ انہیں ایک بھیڑ کے میانے اور اس کے اندھا دھند بھاگنے کی آواز سنائی دی۔ اسی لمحے چاند بادلوں کی اوٹ سے نکل آیا۔لیکن اب بھی وہ کچھ نہیں دیکھ سکتے تھے۔

''وہ اب کسی بھی لمحے یہاں پہنچ جائے گا۔'' پاؤلو نے سرگوشی میں کہا۔

اسی لمحے مارٹن نے دیوار کے اوپر جھانکتے ہوئے اپنے سر کو تیزی سے نیچے کر لیا۔ اُس نے وہ لمبا نیلا کوٹ دیکھ لیا تھا، جس کے بارے میں میتھیوز نے ریڈیو پر بتایا تھا۔ اس نے پاؤلو کا ہاتھ تھاما اور معبد کے ٹوٹے ہوئے دروازے کی طرف رینگ گیا۔ وہ دونوں تیزی سے سنگی قربان گاہ کی طرف لپکے، جو معبد میں سب سے نمایاں مقام تھا۔ وہاں وہ دونوں تاریکی میں دبک گئے۔

ٹوٹی ہوئی چھت سے انہیں آسمان پر تارے نظر آ رہے تھے۔ دونوں نے اپنے اپنے طور پر خاموشی سے دعا کی، پھر اپنے اپنے خنجر کی طرف ہاتھ بڑھائے۔ مارٹن نے پاؤلو کو دیکھا اور سر کو اثباتی جنبش دی۔ وہ سانس روکے کھڑا تھا اور اس کے جسم میں تناؤ تھا۔

باہر سے آہٹیں سنائی دے رہی تھیں۔ سیڑھیاں چار فٹ اونچی تھیں۔ وہ جانتے تھے کہ اوپر آتے آتے وہ تھک چکا ہوگا۔ پاؤلو کو یاد تھا کہ لوہے کی زنگ آلود سیڑھیاں چڑھ کر اوپر پہنچا تھا تو اُس کے بازو دکھ چکے تھے اور اُس کی سانس سینے میں نہیں سما رہی تھی۔ اور اب بھی انہیں پھولی ہوئی سانسوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ اوپر آ رہا تھا۔

وہ دیوار سے اور چپک گئے۔ دروازے میں ایک ہیولا نمودار ہوا۔

یہ کام قربان گاہ پر ہونا ہے۔ پاؤلو نے خود سے کہا اور قدم آگے بڑھایا۔ دوسرے دونوں راہب اُس کے پیچھے تھے۔

سب سے پہلے پاؤلو نے چھلانگ لگائی۔ خنجر اُس کے ہاتھ میں تھا۔ اُس نے بائیں ہاتھ میں گردن تھامی اور سیدھے ہاتھ سے خنجر اس میں اتارا، جیسا کہ اسے سمجھایا گیا تھا۔ خنجر ہڈی سے ٹکرایا اور جھٹکا لگنے کے نتیجے میں اُس کا ہاتھ کہنی تک جھنجھنا گیا۔ وہ خنجر چھوڑ کر بھاگ جانا چاہتا تھا۔ لیکن ہدایت کے مطابق اسے ابھی اور زور لگانا تھا۔ خنجر کو دستے تک اتارنا ضروری تھا۔

لیکن ردعمل کے طور پر کوئی چیخ نہیں ابھری۔ اسے ایسا لگا کہ اس نے خنجر کسی مردہ جسم میں اتارا ہے۔ اب مارٹن اس کے برابر آ کھڑا ہوا تھا اور چیخ کر کچھ کہہ رہا تھا۔ مگر پاؤلو کی سمجھ میں ایک لفظ بھی نہیں آیا۔ خنجر والا ہاتھ بلند ہوا اور نیچے آیا۔ خنجر پاؤلو کے چہرے کے بہت قریب سے گزرا تھا۔ خنجر کوٹ سے منسلک کنٹوپ سے ٹکرایا اور پھسل کر ریڑھ کی ہڈی میں اتر گیا۔

پاؤلو اور مارٹن کے جسم لرز رہے تھے۔ وہ پیچھے ہٹے۔ خنجروں کو انہوں نے چھوڑ دیا تھا اور اب سحر زدہ سے اس جھولتے ہوئے جسم کو دیکھ رہے تھے۔ ان کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ جسم قربان گاہ پر اوندھے منہ گرا۔ ناک کی ہڈی ٹوٹنے کی آواز بے حد واضح تھی۔

ایک لمحے کو خاموشی رہی۔ پھر پاؤلو ایک قدم آگے بڑھا۔ اُس نے سینے پر صلیب کا نشان بنایا اور منہ ہی منہ میں کچھ دعائیں بدبدانے لگا۔

مارٹن اب بھی بری طرح دہشت زدہ تھا اور اُس کا جسم لرز رہا تھا۔ اُس نے ایک طرف ہٹتے ہوئے گرے ہوئے جسم کو سیدھا کیا تھا۔ پھر وہ دونوں حیرت سے برادر میتھیوز کے چہرے کو دیکھتے رہے۔ ان کے ذہن اور جسم شل ہو گئے تھے۔

چند لمحوں کے بعد وہ سنبھلے تو اچھل کر پیچھے ہٹے۔ انہوں نے اپنے اپنے لبادے سے ہاتھ پونچھے اور پھر ایک دوسرے کو تکنے لگے۔ ان کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ مگر کوئی آواز نہیں تھی۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہوا ہے۔

پاؤلو نے سر اٹھایا اور آسمان کو دیکھنے لگا۔ وہ اس وقت میتھیوز کے بے جان چہرے کے سوا کچھ بھی دیکھ سکتا تھا۔

''خداوند...... ہمارے دماغوں کو اینٹی کرائسٹ کی گرفت سے محفوظ فرما۔ خداوند، ہمیں دجال سے بچا......''

اُس پھنکارتی ہوئی آواز نے پاؤلو کو پلٹ کر دیکھنے پر مجبور کر دیا۔ مارٹن اُس سے پہلے ہی پلٹ چکا تھا اور اب ساکت و صامت کھڑا اس سیاہ جسیم کتے کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ دونوں ایک ساتھ پیچھے ہٹے۔ کتا باری باری ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ اُس کے جبڑے کھلے تھے اور کمر کے بال کھڑے تھے۔

پاؤلو کو کھڑکی کا خیال آیا۔ وہ کھڑکی سے چھجے پر کود سکتے تھے۔ بس پھر انہیں موذی کتے کے مایوس ہو کر جانے کا انتظار کرنا تھا۔ اسے اپنے بازو پر مارٹن کی سخت گرفت کا احساس ہوا۔ وہ قربان گاہ کی کھڑکی کی طرف بڑھا۔ باہر جھانکنے پر اسے وہ منظر نظر آیا، جس نے میتھیوز کو پاگل کر دیا تھا۔

کھڑکی کے فریم میں گیدڑ کی وہ کھوپڑی تھی، جس نے آسمان کو پوری طرح چھپا لیا تھا۔ اور وہ بے نور آنکھیں انہیں گھورتی محسوس ہو رہی تھیں۔ اور وہ کھوپڑی اندر سے روشن تھی۔

وہ منہ سے بے معنی آوازیں نکالتے پیچھے ہٹے۔ مارٹن قربان گاہ سے ٹکرا کر لڑکھڑایا۔ اپنا توازن قائم رکھنے کی کوشش کے دوران اُس کے ہاتھ میں میتھیوز کے بال آ گئے۔ اُس کی انگلیاں میتھیوز کی زندگی سے محروم آنکھوں میں گھس گئیں۔ وہ چلاتے ہوئے ایڑیوں کے بل گھوما، دوبارہ لڑکھڑایا اور قربان گاہ کی سل پر ڈھیر ہو گیا۔ وہاں گرتے ہوئے اسے فرش پر ایک زنگ آلود، ادھ کھلا جنگلا نظر آیا۔ جبلی طور پر وہ گھسٹتا ہوا اس کی طرف بڑھا اور جھانک کر دیکھا۔ وہ ایک پرانا کنواں تھا۔ اس کی دیواریں سیاہ اور ہموار تھیں۔ وہ بغیر ہچکچاہٹ کے اس میں اترنے لگا۔ جنگلے کی سلاخوں کو تھام کر اس نے کنویں کی دیوار سے نکلے ہوئے کونوں پر پاؤں جمائے اور پاؤلو کو پکارا۔

پاؤلو بھی اسی طرف آ گیا۔ وہ دونوں کنویں میں لٹک گئے۔ کنویں کی تہ میں ٹوٹی ہوئی چٹانوں کا ڈھیر تھا اور فاصلہ کوئی پچاس فٹ کا ہوگا وہ دونوں دیوار سے پیٹھ لگائے پاؤں جمانے کے لیے مزید گگریں ٹٹول رہے تھے۔

دونوں لٹکے رہے۔ پاؤلو اپنے گھٹنوں کے درمیان دیکھ کوئی گگر تلاش کر رہا تھا۔ کتنے کے لپکنے کی آہٹ سن کر اُنے اوپر دیکھا۔ اسی وقت کتا نمودار ہوا۔ وہ ان دونوں کو گھور رہا تھا۔ اس کے کھلے ہوئے جبڑوں سے بہنے والی رال مارٹن کے چہرے پر گر رہی تھی۔ کوئی ایک منٹ تک وہ وہیں کھڑا رہا۔ پھر جنگلے سے آواز سی ابھری اور کھلا ہوا پٹ بند ہونے لگا۔ اس کے ساتھ وہ دونوں بھی حرکت میں آئے۔ ان کے ہاتھ گرل کے درمیان دب رہے تھے۔ انگلیوں کی پوریں سفید پڑ رہی تھی۔ اب وہ دیوار کے سہارے سے محروم تھے اور کنویں میں جھول رہے تھے۔

گرل پوری طرح سے بند ہوئی۔ کتا غرایا۔ پاؤلو نے اسے دیکھا۔ اُس کی میتھیو کے خون سے چپچپاتی ہوئی انگلیاں اب گرل سے پھسل رہی تھی۔ اُس نے ایک ہاتھ ہٹا لیا۔ اب وہ صرف ایک ہاتھ کے زور پر لٹکا ہوا تھا۔ پھر اُس نے خود کو جھلاتے ہوئے پیروں سے دیوار کو چھوڑا۔ وہ اب بھی کسی گگر کی تلاش میں تھا۔ اسی لمحے کتا مارٹن کی انگلیوں پر چڑھ گیا۔ مارٹن تکلیف سے چلایا اور اس نے کتے کی ٹانگ پکڑنے کی کوشش کی۔

''ہلو مت۔'' پاؤلو نے سرگوشی میں کہا۔ ''اسے چھوڑ دو......''

''مارٹن کا چہرہ اذیت سے چیخ رہا تھا۔ مارٹن نے نفی میں سر ہلایا۔ اُس کا منہ کچھ کہنے کے لیے کھلا۔ مگر اسی لمحے اس کی انگلیوں کی گرفت کمزور ہوتے ہوتے ختم ہوئی اور وہ کنویں میں گرنے لگا۔ پاؤلو نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ لیکن وہ کان تو کسی طرح بند نہیں کر سکتا تھا۔ اسے مارٹن کی چیخیں اور پھر ان چیخوں کی بازگشت سنائی دیتی رہی۔ پھر مارٹن کے جسم کے چٹانوں سے ٹکرانے کی آواز......اور چیخوں کی بازگشت اب بھی سنائی دے رہی تھی، جیسے قبر سے کوئی مردہ چیخ رہا ہو۔

کتا پھر غرایا اور نظروں سے دور ہو گیا۔ پاؤلو نے آنکھیں کھولیں۔ وہ مضبوط اور جان دار آدمی تھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ زیادہ سے زیادہ مزید ڈیڑھ منٹ اس طرح لٹکا رہ سکتا ہے۔ جینے کے لیے یہ بہت......بہت زیادہ مختصر وقت تھا۔ وہ رونے لگا۔ آنسو اس کی ٹھوڑی کو بھگو رہے تھے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ موت کی اذیت بھی مختصر ہی ہو تو اچھا ہے......

⁂

برلن۔ جرمنی

ٹمپلهوف ایئرپورٹ پر ٹیکسی کے لیے ڈیانا کو پندرہ منٹ قطار میں لگنا پڑا۔ بالآخر اُس کی باری آئی۔

ڈرائیور نے مسکراتے ہوئے جرمن زبان میں اُس سے کچھ پوچھا۔

''تم انگلش بولتے ہو؟''

''جی ہاں فراؤلین۔'' ڈرائیور نے انگلش میں کہا۔

''پلیز......مجھے کمپنسکی ہوٹل لے چلو۔''

''جی بہتر۔''

پچیس منٹ بعد ڈیانا ہوٹل میں کمرا لے رہی تھی۔ ''مجھے ایک کار بھی چاہیے..... ڈرائیور کے ساتھ۔'' اس نے کاؤنٹر کلرک سے کہا۔

''مل جائے گی فراؤلین۔'' پھر اُس نے ادھر ادھر دیکھا۔ ''آپ کا سامان؟''

''سامان آنے والا ہے۔''

کچھ دیر بعد کار آ گئی۔ ڈرائیور نے پوچھا۔ ''آپ کہاں جائیں گی فراؤلین۔''

اسے سوچنے کے لیے مہلت درکار تھی۔ ''کچھ دیر بس ڈرائیو کرتے رہو پلیز۔''

''جی بہت بہتر۔ برلن میں قابل دید مقامات کی کمی نہیں فراؤلین۔''

.......✿.......

برلن ڈیانا کے لیے حیران کن تھا۔ وہ جانتی تھی کہ جنگ عظیم کے دوران بمباری نے اسے تقریباً مٹا ڈالا تھا۔ لیکن اب اس کے ساتھ ایک جدید شہر تھا۔ جدید طرز کی عمارتیں اور خوش حالی کی تمام تر علامتیں نظر آ رہی تھیں۔

وہاں سڑکوں کے نام اسے بہت عجیب اور نامانوس لگے۔

ڈرائیو کے دوران ڈرائیور اسے مختلف پارکوں اور عمارتوں کے بارے میں دلچسپ تاریخی حقائق سناتا رہا۔ لیکن ڈیانا درحقیقت کچھ نہیں سن رہی تھی، وہ سوچ رہی تھی کہ اسے کیا کرنا ہے۔ اسے فراؤلین وربرگ کے کام کے ساتھیوں سے بات کرنی تھی۔ شاید وہ اسے کام کی کوئی بات بتا پائیں۔ انٹرنیٹ سے پتا چلا تھا کہ اپنی بیوی کے قتل کے بعد فرانز وربرگ غائب ہو گیا تھا۔

اُس نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے ڈرائیور سے کہا۔ ''سائبرلین کمپیوٹر کیفے کہاں ہے؟''

''جی ہاں فراؤلین۔''

''مجھے وہاں لے چلو پلیز۔''

''جی ضرور۔ وہ بہت شان دار جگہ ہے..... بہت مشہور۔ وہاں سے آپ کو ہر طرح کی معلومات مل سکتی ہے۔''

مجھے بھی یہی امید ہے ڈیانا نے دل میں سوچا۔

.......✿.......

سائبرلین کیفے مین ہٹن والے انٹرنیٹ کیفے جتنا بڑا تو نہیں تھا۔ لیکن رش وہاں بھی اتنا ہی تھا۔ ڈیانا جیسے ہی کیفے میں داخل ہوئی، کاؤنٹر کے عقب سے ایک عورت نکل کر اُس کی طرف بڑھی۔ ''ابھی دس منٹ میں ایک کمپیوٹر خالی ہونے والا ہے فراؤلین۔'' وہ بولی۔

''میں منیجر سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ ڈیانا نے کہا۔

''میں ہی منیجر ہوں۔''

''اوہ۔''

''آپ کس سلسلے میں بات کرنا چاہتی ہیں؟''

''میں آپ سے سونجاور برگ کے بارے میں بات کرنا چاہتی ہوں۔''

عورت نے نفی میں سر ہلایا۔''وہ تو یہاں نہیں ہیں۔''

''میں جانتی ہوں کہ وہ مر چکی ہے۔'' ڈیانا نے کہا۔''میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ وہ کیسے مری تھی۔''

عورت اب ڈیانا کو بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔''وہ ایک حادثہ تھا۔اور جب پولیس نے اُس کے کمپیوٹر کو ضبط کر کے اس کا معائنہ کیا تو......''

اُس کے چہرے پر اچانک مکاری نظر آئی۔''آپ چند سیکنڈ رکیں...... میں ایک ایسے شخص کو بلاتی ہوں جو اس سلسلے میں آپ کی مدد کر سکتا ہے۔میں ابھی آئی۔''

وہ تیز قدموں سے کیفے کے عقبی حصے میں گئی۔اُس کے اوجھل ہوتے ہوئے ڈیانا جلدی سے کیفے سے نکلی اور اپنی کار میں بیٹھ گئی۔وہ سمجھ گئی تھی کہ اب یہاں سے کوئی مدد نہیں مل سکے گی۔اس نے فرانزور برگ کی سکریٹری سے بات کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

ایک فون بوتھ سے اُس نے کے آئی جی کا نمبر ملایا۔''کے آئی جی برلن۔'' دوسری طرف سے جواب ملا۔

''مجھے فرانزور برگ کے سکریٹری سے بات کرنی ہے۔'' ڈیانا نے کہا۔

''آپ کون؟''

''میں سوزان اسٹریٹ فورڈ ہوں۔''

''ہولڈ آن پلیز۔''

......✿......

دوسری فصل

اکثر خواب سچے ہوتے ہیں۔وہ انسان کو نیند میں اس کی بھولے ہوئے ماضی بلکہ مستقبل کی تصویر بھی دکھاتے ہیں۔خواب میں وہ ماضی میں گم شدہ اپنی شخصیت کی شناخت بھی کر سکتا ہے۔قدرت کبھی کبھی انسان کو ایسے موقع فراہم کرتی ہے۔علیم الحق حقی نے ایک بار پھر ایک نہایت منفرد موضوع پر قلم اُٹھایا اور تخلیق پائی یہ کہانی...... دوسری فصل، جسکی بنیاد ہندوؤں کے عقیدہ آوا گون (دوسرا جنم) پر رکھی گئی ہے۔ناول

دوسری فصل کو **ناول** سیکشن میں دیکھا جا سکتا ہے۔

مین ہٹن ......نیویارک

ٹینر کے آفس میں نیلی لائٹ روشن ہوگئی تھی۔ وہ اپنے بھائی کو دیکھ کر مسکرایا۔ ''یہ ڈیانا اسٹیونز کی کال ہے بھائی۔ دیکھیں، ہم اس کی کیا مدد کرسکتے ہیں۔'' اُس نے کال کو لاؤڈ اسپیکر پر منتقل کر دیا۔

کے آئی جی آپریٹر کہہ رہی تھی۔ ''وہ اس وقت یہاں موجود نہیں۔ کہیں تو ان کی اسسٹنٹ سے بات کرادوں۔''

''جی ضرور......شکریہ۔''

''ایک منٹ پلیز۔''

چند لمحے بعد ایک نسوانی آواز ابھری۔ ''ہائیڈی فرونگ اسپیکنگ میں آپ کی کیا خدمت کرسکتی ہوں؟''

ڈیانا نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ ''میں سوزان اسٹریٹ فورڈ ہوں......وال اسٹریٹ جرنل کی رپورٹر۔ حال ہی میں کے آئی جی کے ملازمین کی جو اموات ہوئی ہیں، میں ان پر کام کررہی ہوں۔ یہ بتائیں، میں آپ سے انٹرویو کرسکتی ہوں؟''

''دیکھیں، میں کوئی پکی بات......''

''مجھے بس کچھ بیک گراؤنڈ انفارمیشن چاہیے۔''

ٹینر بہت غور سے سن رہا تھا۔

''آج لنچ میرے ساتھ کریں۔''

''سوری......میں مصروف ہوں۔''

''ڈنر؟''

''ہائیڈی کے انداز میں ہچکچاہٹ تھی۔ تاہم اُس نے کہا۔ ''ہاں......یہ ممکن ہے۔''

''تو کہاں ملیں گی آپ؟''

''روکینڈورف اچھا ریسٹورنٹ ہے۔ ساڑھے آٹھ بجے وہاں ملئے۔''

ٹینر نے سر گھما کر اینڈریو کو دیکھا۔ ''مجھے یہ فیصلہ بہت پہلے کرلینا چاہیے تھا۔ میں یہ معاملہ گریگ ہولیڈے کے سپرد کررہا ہوں۔ اس نے کبھی مجھے مایوس نہیں کیا۔ اور وہ ہے تو مہنگا۔ لیکن کام پکا کرے گا......'' وہ آپ ہی آپ مسکرایا۔ ''اور ہم تو بھاری قیمت دے سکتے ہیں۔''

......۞......

پیرس......فرانس

کیلی سام میڈوز کے اپارٹمنٹ کے دروازے پر ہچکچائی۔ معاملات اب اختتام کو پہنچ رہے تھے۔ اسے بالآخر اہم سوالوں کے جواب ملنے والے تھے۔ مگر اب اسے ڈر لگ رہا تھا۔ جانے سننے کو کیا ملے۔

پھر بھی اُس نے اطلاعی گھنٹی کا بٹن دبایا۔

دروازہ کھلا اور سام میڈوز کی شکل نظر آئی تو اس کا ہر خوف مٹ گیا۔ اسے دیکھ کر اسے خوشی کا اور بے حد سکون کا احساس ہوا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ یہ شخص مارک سے کتنا قریب رہا تھا۔

''کیلی۔'' سام نے کہا اور گرم جوشی سے اسے لپٹا لیا۔

''اوہ سام۔''

سام نے اُس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔ ''آؤ۔ اندر چلو۔''

کیلی اندر چلی گئی۔ وہ دو بیڈ روم کا پرکشش اپارٹمنٹ تھا۔ ایک زمانے میں اس عمارت میں فرانس کے شرفا رہتے تھے۔

ڈرائنگ روم بے حد کشادہ اور آراستہ تھا۔ ایک طرف بار تھا۔ دیواروں پر قیمتی پینٹنگز آویزاں تھی۔ ''میں کیا بتاؤں کہ مجھے مارک کی موت کا کتنا دکھ ہوا ہے۔'' سام نے رنجیدہ لہجے میں کہا۔

کیلی نے اس کا بازو تھپتھپایا۔ ''میں جانتی ہوں سام۔'' اس نے سرگوشی میں کہا۔

''مجھے تو یقین ہی نہیں آتا۔''

''میں یہ جاننے کی کوشش کر رہی ہوں کہ ہوا کیا تھا۔'' کیلی بولی۔ ''اس لیے میں تمہارے پاس آئی ہوں۔ مجھے امید ہے کہ تم میری مدد کرو گے۔'' وہ صوفے پر بیٹھ گئی۔ سکون کے احساس کے باوجود اس کے اعصاب کشیدہ ہو رہے تھے۔

سام کے چہرے پر سایہ سا لہرا گیا۔ ''پوری کہانی تو یہاں کسی کو بھی معلوم نہیں۔ مارک ایک خفیہ پروجیکٹ پر کام کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ کے آئی جی کے دو تین آدمی بھی شریک تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ مارک نے خودکشی کی ہے۔''

''مگر میں اس پر یقین نہیں کر سکتی۔'' کیلی نے پرزور لہجے میں کہا۔

''یقین تو مجھے بھی نہیں ہے۔'' سام نے نرم لہجے میں کہا۔ ''اور اصل وجہ تم جانتی ہو۔ صرف تمہاری وجہ سے میں اس پر یقین نہیں کرتا۔''

کیلی نے الجھن بھری نظروں سے اسے دیکھا۔ ''میں سمجھی نہیں......''

''تم جیسی حسین اور خوب صورت عورت کے ہوتے مارک کیسے خودکشی کر سکتا تھا۔ تم جیسی حسین عورت کو تو کوئی بھی نہیں چھوڑے گا۔'' سام غیر محسوس طور پر اس کی طرف کھسک رہا تھا۔ ''جو کچھ ہوا، وہ بہت بڑا المیہ ہے کیلی۔ لیکن زندگی کا سفر کسی المیے کی وجہ سے رکتا نہیں۔ وہ جاری رہتا ہے۔'' اس نے کیلی کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ ''تنہا تو کوئی نہیں جی سکتا۔ آدمی کو آدمی کی ضرورت رہتی ہے۔ ہے نا؟ مارک چلا گیا۔ مگر میں تو موجود ہوں نا۔ تم جیسی عورت کو تو ہر حال میں مرد کی ضرورت ہوتی ہے......''

''میرے جیسی......!''

''مارک نے مجھے بتایا تھا کہ تم کتنی پرجوش اور گرم عورت ہو...... خواہشات سے بھری ہوئی۔''

کیلی نے حیرت سے سر گھما کر اسے دیکھا۔ یہ تو ممکن ہی نہیں تھا کہ مارک اس کے بارے میں ایسی کوئی بات کہے۔ اس طرح کی باتیں تو وہ کسی سے کرنے والا ہی نہیں تھا۔ وہ تو بے حد شرمیلا آدمی تھا۔

سام کا ہاتھ اب اُس کے کندھے پر آ پہنچا تھا۔ ''مارک مجھے تمہاری قربت، تمہاری خلوت کے بارے میں بتاتا رہتا تھا۔''

کیلی کا وجود خطرے کے احساس سے جھنجھنا اٹھا تھا۔

''اور کیلی، اگر تمہیں اس سے کچھ سکون کا احساس ہو تو میں تمہیں بتاؤں کہ مارک کو تکلیف بالکل نہیں ہوئی ہوگی۔''

کیلی نے سام کی آنکھوں میں دیکھا اور سب کچھ سمجھ گئی۔

''ابھی تھوڑی دیر بعد ہم کھانا کھائیں گے۔'' سام نے کہا۔ ''کیوں نہ اس سے پہلے ہم کچھ وقت بیڈ روم میں گزاریں۔'' اس کا لہجہ معنی خیز تھا۔

کیلی کو چکر آنے لگے۔ تاہم اُس نے خود کو سنبھالا اور مسکرائی۔ اس کا ذہن بہت تیزی سے کام کر رہا تھا۔ ''ضرور سام، کیوں نہیں۔'' اُس نے لگاوٹ بھرے لہجے میں کہا۔ وہ جانتی تھی کہ طاقت میں وہ سام سے بہت کم ہے۔ لڑ نہیں سکتی۔

سام اب دست درازی کر رہا تھا۔ ''بے بی، تم ہو بہت خوبصورت۔''

کیلی مسکرائی۔ ''مگر سام، پہلے کھانے کا کچھ کرو۔ بھوک بہت لگ رہی ہے مجھے۔''

''کھانا تقریباً تیار ہے۔''

کیلی سام کے روکنے سے پہلے ہی بستر سے اٹھ کر کچن کی طرف چل دی۔ لیکن ڈنر ٹیبل کو دیکھ کر اسے شاک لگا۔ ٹیبل ایک آدمی کے لیے سیٹ کی گئی تھی۔ اسی کا مطلب بھی اُس کی سمجھ میں آ گیا۔

کیلی پلٹی۔ ڈرائنگ روم میں سام دروازے کو لاک کر رہا تھا۔ پھر کیلی نے اسے چابی کو میز کی دراز میں رکھتے دیکھا۔

کیلی دوبارہ کچن میں گئی اور کسی ہتھیار کی تلاش میں اِدھر اُدھر دیکھا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ چاقو چھریاں کس دراز میں رکھی ہوں گی۔ چولہے پر ایک دیگچی تھی، جس میں پانی ابل رہا تھا۔ ایک چھوٹی دیگچی میں چٹنی تھی۔ سام کچن میں داخل ہوا اور اُس نے کیلی کو لپٹا لیا۔

کیلی بے پروائی سے چٹنی والی دیگچی کو دیکھتی رہی، جیسے سام کا لپٹنا معمول کے مطابق ہو۔ ''چٹنی تو زبردست لگتی ہے۔'' اُس نے چٹخارہ لے کر کہا۔

''اسے چھوڑو جان۔ بیڈ روم میں چلو۔ یہ بتاؤ، مارک کے ساتھ تم کیا کچھ کرتی تھیں۔''

کیلی کا ذہن تیزی سے سوچنے کی کوشش کر رہا۔ ''مارک کو تو میں پاگل بنا دیتی تھی۔''

سام کا چہرہ جیسے کھل اٹھا۔ ''کیسے؟''

''میں گرم بھیگے کپڑے سے'' یہ کہہ کر کیلی نے بڑی صافی اٹھائی۔ ''میں ابھی دکھاتی ہوں۔''

''ضرور۔''

''کیلی نے گرم پانی کی دیگچی اٹھائی اور پورا پانی سام کے چہرے کی طرف اچھال دیا۔

سام کی چیخیں بے حد بھیانک تھیں۔ کھولتا ہوا پانی اُس کی آنکھوں میں بھی گیا تھا۔ وہ گر کر تڑپنے لگا۔ اُس کے چیخیں نہیں رک رہی تھیں۔

کیلی تیزی سے ڈرائنگ روم میں گئی، اس نے دراز سے چابی نکال کر دروازہ کھولا اور بھاگتی ہوئی اپارٹمنٹ سے نکل آئی۔ اندر سے اب بھی سام میڈوز کی چیخیں سنائی دے رہی تھیں۔

....

وہ موسم کا پہلا گرم دن تھا۔ موسم بہار کی دھوپ ڈیمین کے کنٹری ہاؤس کے ڈرائنگ روم میں اٹکھیلیاں کر رہی تھی۔ وہاں ٹیلی وژن کا عملہ اپنے آلات میں الجھا ہوا تھا۔ کیٹ کھڑکی میں کھڑی باہر لہلہاتے کھیتوں کو دیکھ رہی تھی۔ ڈیمین کی جاگیر اسے بہت پسند آئی تھی۔ یہاں آنے سے پہلے دیہی زندگی نامی رسالے میں اُس نے پیری فورڈ کے بارے میں پڑھا تھا۔ یہ قلعہ سترھویں صدی میں تعمیر کیا گیا تھا۔ جاگیر چار سو ایکڑ پر پھیلی ہوئی تھی۔ عمارت کے دو ونگ تھے اور جدید طرز کی انیکسی تھی۔ عمارت میں 63 کمرے تھے۔

پڑھنا ایک بات ہے اور دیکھنا دوسری۔ وہ جگہ سچ مچ ایسی قابل دید تھی کہ اس کی خوب صورتی کو احاطہ تحریر میں نہیں لایا جا سکتا تھا۔ ڈیمین پر تنقید کی جاتی تھی کہ اسے اور اُس کے ملازمین کو ہرگز اتنے کمروں کی ضرورت نہیں۔ وہ صرف دکھاوے اور تراہٹ کے لیے پیری فورڈ میں رہ رہا ہے۔ ڈیمین نے ایک بار اُس کا جواب دیتے ہوئے کہا تھا۔ ''یہ وہ جگہ ہے جہاں میرے والدین رہتے تھے۔ مجھے اس جگہ سے محبت ہے۔ میں اس ماحول کا بچپن سے عادی ہوں۔ اس لیے مجھے یہاں رہنا اچھا لگتا ہے۔''

کیٹ نے پلٹ کر اپنے عملے کو دیکھا۔ وہ کام میں مصروف تھا۔ لیکن صاف ظاہر تھا کہ وہ گرد و پیش سے بھی پوری طرح محظوظ ہو رہے ہیں۔ وہ بہت خوش نظر آ رہے تھے اور چہک رہے تھے۔ یہ سب دھوپ کا اور اس ماحول کا کمال تھا۔

ڈیمین ٹیرس پر ڈین کے ساتھ تھا۔ دونوں موسم بہار کے پھولوں کو بڑی بدمزگی سے دیکھ رہے تھے۔ ان دونوں کو ہی خزاں زیادہ اچھی لگتی تھی۔ وہ دونوں ساتھ ساتھ ٹہل رہے تھے۔ ڈین سوچ رہا تھا کہ نجانے ڈیمین اب نارمل کب ہوگا۔ ڈیمین کے مزاج کا چڑچڑاپن اور بوجھل پن اس کے اسٹاف پر بھی اثر انداز ہو رہا تھا۔ خود ڈین بھی اپنے آپ کو دباؤ میں محسوس کر رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ ڈیمین کا ڈپریشن چھوت کی بیماری ہے۔ ڈین خود بھی چڑچڑا ہو رہا تھا اور ان دنوں اس کی نیند بھی کم ہو گئی تھی۔ ادھر یہ کیٹ رینالڈ بھی وبال بن گئی تھی۔ وہ کچھ زیادہ ہی سر پر سوار رہنے لگی تھی۔ سچ پوچھو تو مصیبت آئی بھی کیٹ ہی کے توسط سے تھی۔ بہرحال ڈین جانتا تھا کہ اسے یہ سب کچھ سوچنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

خاموشی اسے بوجھ لگنے لگی تو اُس نے خاموشی کو توڑنے کا فیصلہ کر لیا۔ ''تو چار مل گئے۔'' اُس نے کہا۔

''ہاں۔ اور ابھی تین خنجر باقی ہیں۔'' ڈیمین نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''لیکن اب میں وقت ضائع کرنے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔'' وہ چند لمحوں کے لیے خاموش ہو گیا۔ پھر وہ دوبارہ بولا تو اُس کا لہجہ بے حد نرم تھا۔ ''نزارین سے...... نومولود مسیح سے یقینی نجات پانے کی واحد صورت یہ ہے

کہ ملک میں 24 مارچ کو رات بارہ بجے سے طلوع آفتاب کے درمیان پیدا ہونے والے ہر بچے کو قتل کر دیا جائے۔''

پہلے تو ڈین کو یقین ہی نہیں آیا کہ اُس نے جو کچھ سنا، ڈیمین نے واقعی وہی کچھ کہا ہے۔ مگر اس میں شبے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ اُس نے ڈیمین کے چہرے کو غور سے دیکھا۔ مگر وہاں سنگینی کے سوا کچھ نہیں تھا۔

''لیکن یہ ضروری تو نہیں کہ وہ اسی ملک میں ہو۔'' ڈین نے کمزور لہجے میں کہا۔

''پیش گوئی کے مطابق اسے یہیں پیدا ہونا ہے۔'' ڈیمین نے کہا۔

وہ ساتھ ساتھ چلتے باغیچے میں آ گئے۔ ڈیمین نے ایک کلی توڑی اور اسے نوچ نوچ کر پھینکنے لگا۔ ''باربرا کا کیا حال ہے؟'' اس نے پوچھا۔

''ٹھیک ہے۔'' ڈین نے جواب دیا۔

''اور تمہارا بیٹا؟''

''ڈین نے اپنے جسم میں دوڑنے والی تھرتھراہٹ کو چھپانے کی کوشش میں کندھے جھٹکے۔ ڈیمین اسے کچھ جتا رہا تھا...... ایک خوف ناک سمت میں اشارہ کر رہا تھا۔ ''وہ بھی ٹھیک ہے۔'' اُس نے کہا۔

عقب سے کسی کے چیخنے کی آواز سنائی دی۔ ڈین نے پلٹ کر دیکھا۔ پیٹر دوڑتا ہوا ان کی طرف آ رہا تھا۔ اور وہ اتنا خوش تھا کہ ڈین نے کبھی کسی کو اتنا خوش نہیں دیکھا تھا۔

لیکن ڈیمین نے لڑکے کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ اس کی نگاہیں بدستور ڈین پر مرکوز تھیں۔ ''تمہارا بیٹا بھی تو 24 مارچ کو ہی پیدا ہوا ہے؟'' اُس نے کہا۔

''کون؟'' ڈین نے تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہی میں عافیت جانی۔

''تمہارا بیٹا۔''

''نہیں۔'' وہ پہلا موقع تھا کہ ڈین نے ڈیمین سے جھوٹ بولا۔ جھوٹ بولنے کی نہ تو کبھی ضرورت پڑی تھی اور نہ ہی اس کا کوئی فائدہ تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ڈیمین اُس کے خیالات تک پڑھ لینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ''نہیں بھئی۔ وہ 23 مارچ کے آخری لمحوں میں پیدا ہوا تھا...... آدھی رات سے چند منٹ پہلے۔'' اُس نے مزید کہا۔

اسی وقت پیٹر آ گیا۔ ''ممی نے کہلوایا ہے کہ ان کی تیاری مکمل ہے۔'' اُس نے ڈیمین کو بتایا۔

''ان سے کہو، آدھا منٹ اور رکیں۔'' ڈیمین نے کہا۔

پیٹر بھاگتا ہوا گھر کی طرف چلا گیا۔

ڈیمین اب کلی کی پتیوں کو انگلیوں میں مسل رہا تھا۔ ''مسیح کو ختم کر دو۔'' اُس نے دھیرے سے کہا۔

ڈین نے بے بسی سے کندھے جھٹکے۔ یہ کہنا آسان تھا۔ لیکن اس پر عمل...... ''لیکن کیسے؟'' وہ بولا تو اُس کے لہجے میں چڑچڑاپن تھا۔

''چیلے اسی لیے تو ہوتے ہیں۔ بس جو کہہ دیا۔ وہ کردو۔'' ڈیمین نے سادگی اور قطعیت سے کہا۔ ''تمام چیلوں کو اتوار کے روز یہاں انگلینڈ طلب کرلو۔ ہفتے کو میں کیٹ اور پیٹر کو شکار کے لیے کورن وال لے جارہا ہوں۔ وہاں میں اپنا راستہ آپ بنالوں گا۔''

ڈیمین پلٹا۔ اسی لمحے پیٹر نے اسے پکارا اور پھر دوبارہ گھر کی طرف بھاگنے لگا۔ ڈیمین نے مسکرا کر ڈین کو دیکھا۔ ''اپنا سر اونچا رکھو اور ٹھوڑی اوپر۔'' اُس نے کہا اور پیٹر کے پیچھے چل دیا۔

ڈین اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ ٹھوڑی اوپر! کیوں نہیں، اس نے جھنجلا کر سوچا۔ تا کہ گھونسہ لگے تو ہونٹ اچھی طرح سوج جائے۔ اُس لمحے اسے کیٹ نامی اس عورت سے شدید نفرت کا احساس ہوا۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ اسے منحوس لگتی تھی۔ اور پال بوہر سے پہلی ملاقات کے بعد برسوں میں یہ پہلا موقع تھا کہ ڈین خوف زدہ ہورہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں وہ کوئی خوف ناک غلطی تو نہیں کر بیٹھا ہے۔ اس کے اندر بغاوت کا ایک ننھا سا شعلہ بھڑکنے لگا۔ لیکن اس نے فوراً ہی اسے بجھا دیا۔ پھر وہ اسٹڈی کی طرف چل دیا، جہاں میز پر فائلیں رکھی تھیں۔ اور کوئی جگہ نہیں تھی، جہاں وہ جاسکتا۔ بہت پہلے اُس نے اپنی روح کو بیچ دیا تھا...... اور اب اُس کی واپسی کی کوئی صورت نہیں تھی۔ اب تو پچھتانے کا بھی کوئی فائدہ نہیں تھا۔

بہرحال اپنی ڈیسک پر پہنچ کر ریسیور اٹھاتے ہوئے اُس نے دل میں قسم کھا کر عہد کیا کہ ایک کام ایسا ہے، جو وہ کسی قیمت پر بھی نہیں کرے گا۔ چاہے اس کا بدترین حشر کردیا جائے۔ ہرگز نہیں...... ہرگز ہرگز نہیں......

⁂

مشرق کی سمت تیس میل دور، انگلستان کے پیشۂ قانون کے قلب چانسری لین میں فرینک چیزز نامی ایک جوان بیرسٹر نے ایک فون ریسیو کیا، دوسری طرف کی بات بہت غور سے سنتا رہا اور پھر ریسیور رکھ دیا۔ سنسنی کے احساس سے اُس کا چہرہ تمتما اٹھا۔ پھر اُس نے اپنے کلرک کو بلایا اور کہا۔ ''اب تم چھٹی کرو۔ آج مجھے تمہاری ضرورت نہیں پڑے گی۔''

پھر اُس نے پورے آفس کا جائزہ لیا کہ کوئی وہاں موجود نہیں ہے اور سوئچ بورڈ کلیئر ہے۔ اس طرف سے مطمئن ہو کر اُس نے اپنی تجوری کھولی، اس میں سے ایک سیاہ ایڈریس بک نکالی اور اسے ٹیلی فون کے پاس رکھ لیا۔

یہ کتنی پرانی بات ہے۔ وہ سوچ رہا تھا۔ تین سال پہلے اسے کال کیا گیا تھا۔ پھر ایک سال کے مایوس کردینے والے انتظار کے بعد اسے پہلا بڑا کام ملا تھا۔ وہ اُس کے لیے بڑا اعزاز تھا...... اور اُس نے خوش اسلوبی اور کامیابی سے کام کیا۔ اُس نے اتوار کے عوامی اخبارات میں شیطان اور شیطنت کے بارے میں مضامین کی سیریز شروع کی تھی۔ اُس کے نتیجے میں دلچسپی رکھنے والوں نے اُس سے رابطے کیے تھے۔ ایک سے دوسرا اور دوسرے سے تیسرا یوں ممبر شپ چلتی رہی تھی۔ پھر اسے کنکروں اور شیشوں کے درمیان سے ہیروں کا انتخاب کرنا تھا۔ وہ ایک طویل اور صبر آزما کام تھا۔ دکھاوے والے اور شوقین لوگوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ مگر بہرحال اس نے بالآخر ایک تفصیلی فائل مرتب کرلی تھی۔

اور اب وقت آگیا تھا۔ پورے دن وہ بغیر کسی وقفے کے کام کرتا رہا۔ اُس نے اتنے فون کیے تھے کہ شام کو دفتر سے نکلتے وقت اُس کے کان میں فون کی گھنٹیاں بجے جارہی تھیں۔ تنہا اُس نے اتنے فون جو کیے تھے۔ لیکن وہ خوش اور مطمئن تھا۔ اسے اپنی مستعدی اور فرض شناسی پر فخر تھا۔

⁂

نرس لاموںٹ کے لیے اپنی شفٹ تبدیل کرنا ایک طرح کا روزمرہ کا معمول تھا۔ اس کی دوست شیرون جانتی تھی کہ ان دنوں لاموںٹ کا ایک نیا معاشقہ زور وشور سے چل رہا ہے۔ وہ یہ بھی جانتی تھی کہ اس بار لاموںٹ سنجیدہ ہے۔ چنانچہ لاموںٹ کی مختصری وضاحت کے بعد اُس نے ہتھیار ڈال دیے۔ ''ٹھیک ہے۔ میں آج ڈبل شفٹ کر لیتی ہوں۔'' اُس نے کہا۔ ''دنیا میں ایسے ہی کام چلتا ہے۔ میں تمہاری پیٹھ کھجاتی ہوں۔ وقت ضرورت تم میری پیٹھ کھجا دینا۔ حساب برابر۔''

نرس لاموںٹ نے اُس کا شکریہ ادا کیا، اپنا ویک اینڈ کا بیگ پیک کیا، ہاسپٹل سے نکلی اور سیدھی اسٹیشن چلی گئی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ پیر کے دن شیرون اس سے کرید کرید کر پوچھے گی، تفصیلات جاننا چاہے گی۔ سو اس کے لیے اسے زبردست رنگین قسم کی کہانی گھڑنی پڑے گی۔ جذبات انگیز، سنسنی آمیز کہانی، جو بے چاری شیرون کو بھڑکا سکے۔

........✡........

پمپ سٹیڈ میں ٹریور گرانٹ نے ایک منصوبہ بنایا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کے والدین اسے ویک اینڈ پر جانے کی اجازت ہرگز نہیں دیں گے۔ کیونکہ وہ صرف دس سال کا تھا۔ اور اگر وہ چپکے سے غائب ہو گیا تو وہ اُس کی گم شدگی کی رپورٹ درج کرا دیں گے۔ اور پھر مسئلہ کھڑا ہو گا۔ چنانچہ اس نے ویلیلے میں اپنے کزن کو فون کر کے کہا کہ وہ اس کے پاس قیام کرنا چاہتا ہے۔ یوں اسے کچھ آسانی بہرحال میسر آ جاتی۔ اور جب تک اُس کی ماں کو احساس ہو کہ وہ واپس نہیں آ رہا ہے وہ کورن وال پہنچ چکا ہو گا۔ وہاں سے وہ ماں کو فون کر کے کوئی کہانی سنائے گا کہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

فیصلہ کرنے کے بعد اُس نے جیب کا جائزہ لیا۔ اس کے پاس رقم کم تھی۔ اس سلسلے میں ایک تو وہ مسٹر چھنز سے مدد طلب کرے گا۔ اور دوسرا راستہ ماں کے پیسے چرانے کا تھا۔ بہرحال کام چل ہی جائے گا۔ چوری کرنا تو مستقبل میں بھی ہنر کے طور پر کام آئے گا......

........✡........

لیور پول میں واعظ گراہم نے اپنے ایک جاننے والے کو بلایا اور اُس سے مدد چاہی۔ ''میں چاہتا ہوں کہ اتوار کو تم میرے چرچ میں عبادت کراؤ اور وعظ دو۔'' اُس نے استدعا کی۔ ''مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے۔''

''کیا ضروری کام آن پڑا ہے؟''

''ایک عزیز کا انتقال ہو گیا ہے؟''

''آئی ایم سوری۔ تم بے فکر رہو۔ یہاں میں سنبھال لوں گا۔''

گراہم روس نے اپنی اقامت گاہ میں جا کر سیاہ لبادہ نکالا۔ کورن وال میں اس کی ضرورت پیش آئے گی......

........✡........

ڈاکٹر ہوریس فلمورڈیپارٹمنٹ آف ہیلتھ اینڈ سوشل سیکورٹی بورڈ کا ڈائریکٹر تھا۔ الیگزینڈر فلیمنگ ہاؤس میں اپنے دفتر سے اس نے اپنی

بیوی کو فون کر کے بتایا کہ اسے ویک اینڈ پر ایک ہنگامی کانفرنس میں شرکت کرنی ہے۔ بیوی کے ردعمل سے اسے اندازہ ہو گیا کہ اسے اس کی بات پر یقین نہیں آیا وہ ادھر ادھر فون کر کے لازمی طور پر تصدیق کرنے کی کوشش کرے گی۔ اور اُس کے واپس آنے پر دونوں کے درمیان زبردست جھگڑا ہوگا۔ بیوی یہ سمجھے گی کہ اس نے پھر مارگو کے ساتھ شب باشی کی ہے۔

خیر...... وہ جھگڑتی ہے تو جھگڑے۔ چیخے چلائے۔ اب تو اسے ان جھگڑوں میں بھی لطف آنے لگا تھا۔ پھیکی بے مزہ ازدواجی زندگی میں ان جھگڑوں ہی سے تو ذائقہ آتا ہے......

......۞......

پورے ملک میں، ہر شہر، ہر قصبے میں مرد، عورتیں اور بچے روانگی کے لیے اپنے اپنے بیگ تیار کر رہے تھے...... جانے کے لیے بہانے گھڑ رہے تھے...... روٹ چیک کر رہے تھے...... ان سب کی ایک ہی منزل تھی کورن وال۔ ان سب کو شیطان کی طرف سے بلاوا آیا تھا۔ اور وہ ڈیمین تھورن کے ہر حکم کی تعمیل کے لیے پوری طرح تیار تھے۔

......۞......

برلن...... جرمنی

روکینڈ ورف برلن کے بہترین ریستورانوں میں سے تھا۔ ڈیانا وہاں پہنچی تو منتظم مسکراتا ہوا اس کی طرف بڑھا۔ ''میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟'' اُس نے سرخم کرتے ہوئے کہا۔

''میں مس اسٹیونز ہوں۔ میرے اور مس فرونک کے لیے یہاں ایک میز ریزرو ہے۔''

''جی ہاں...... میرے ساتھ تشریف لے آیئے۔''

''منتظم اسے کارنر کی ایک میز پر لے گیا۔ ڈیانا نے محتاط نظروں سے گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ ریسٹورنٹ میں چالیس کے لگ بھگ افراد موجود تھے۔ ان میں بیشتر کاروباری لوگ تھے۔ ڈیانا کی میز کے عین سامنے ایک پرکشش آدمی اکیلا بیٹھا ڈنر کر رہا تھا۔

ڈیانا بیٹھی ہائیڈی فرونک کے بارے میں سوچتی رہی۔ کچھ جانتی بھی ہو گی وہ؟

ویٹر نے اسے چونکا دیا۔ وہ اُس کے لیے مینو لایا تھا۔

ڈیانا نے مینو کا جائزہ لیا۔ لیکن اسے وہاں کسی بھی ڈش کے بارے میں بھی معلوم نہیں تھا۔ اب ہائیڈی ہی اس کی مدد کر سکتی ہے۔ ڈیانا نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ ہائیڈی بیس منٹ لیٹ ہو چکی تھی۔

''آپ آرڈر دیں گی فراؤلین؟'' ہیڈ ویٹر نے پوچھا۔

''نہیں۔ پہلے میری مہمان آجائے۔ شکریہ۔''

گزرتے سیکنڈ منٹوں میں تبدیل ہوتے رہے۔ اب ڈیانا سوچ رہی تھی کہ کوئی گڑبڑ تو نہیں ہو گئی۔

پندرہ منٹ بعد ہیڈ ویٹر پھر آیا۔ ''کچھ لاؤں آپ کے لیے؟''

''نہیں شکریہ۔ میری مہمان بس آنے ہی والی ہوگی۔''

''لیکن نو بج گئے اور ہائیڈی فرونک نہیں آئی۔ ڈیانا کو گھبراہٹ ہونے لگی۔ اسے یقین ہو گیا کہ ہائیڈی اب نہیں آئے گی۔

اُس نے سر گھما کر ادھر ادھر دیکھا۔ ریسٹورنٹ کے دروازے کے قریب ایک میز پر اسے دو افراد بیٹھے نظر آئے۔ وہ حلیے اور صورت سے ہی بدمعاش لگ رہے تھے۔ ویٹر ان کے پاس آرڈر لینے کے لیے گیا تو انہوں نے جھڑک دیا۔ صاف پتا چل رہا تھا انہیں کھانے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ پھر وہ کھل کر ڈیانا کو گھورنے لگے۔

ڈیانا کو احساس ہوا کہ وہ ہائیڈی فرونک کے بچھائے ہوئے جال میں پھنس گئی ہے۔

اب ڈیانا کا دل اس بری طرح دھڑک رہا تھا کہ اسے لگتا تھا، وہ بے ہوش ہو جائے گی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا کہ فرار ہونے کا کوئی راستہ نظر آئے۔ لیکن کہیں کوئی راستہ نہیں تھا۔ اور وہ یہاں کتنی دیر بیٹھ سکتی تھی۔ بالآخر اٹھنا تو تھا۔ اور وہ اس کے منتظر تھے۔

اُس نے موبائل فون استعمال کرنے کا سوچا۔ مگر یہاں اس کی مدد کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ مجھے یہاں سے نکلنا ہے۔ اُس نے سوچا۔ مگر کیسے؟

ادھر ادھر دیکھتے ہوئے اُس کی نظر اکیلے بیٹھے پرکشش آدمی پر پڑی۔ وہ اب کافی کے گھونٹ لے رہا تھا۔

ڈیانا اسے دیکھ کر مسکرائی۔ ''شام بخیر۔'' وہ بولی۔

اس آدمی نے حیرت سے اسے دیکھا اور پھر مسکرایا۔ ''شام بخیر فراؤلین۔''

''ڈیانا نے لگاوٹ بھرے انداز میں کہا۔ ''میں دیکھ رہی ہوں کہ آپ اور میں دونوں اکیلے ہیں۔''

''جی ہاں۔''

''تو یہاں آ جائیے نا۔''

''وہ شخص ایک لمحے کو ہچکچایا۔ پھر مسکرایا۔ ''جی ضرور۔'' اُس نے کہا اور اُٹھ کر ڈیانا کی میز پر چلا آیا۔

''اکیلے کھانا کھانے میں کیا مزہ؟'' ڈیانا بولی۔

''آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔''

ڈیانا نے اُس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''میں ڈیانا اسٹیونز ہوں۔''

''اور میں گریگ ہالیڈے۔''

......۞......

پیرس......فرانس

کیلی ہیرس کو سام میڈوز والے تجربے نے دہلا دیا تھا۔ دیر تک وہ سڑکوں پر پھرتی رہی۔ بار بار وہ پلٹ کر دیکھتی کہ کہیں اُس کا تعاقب تو نہیں کیا جا رہا ہے۔ دوسری طرف خوف زدہ ہونے کے باوجود وہ معاملات نمٹائے بغیر پیرس سے نکلنا بھی نہیں چاہتی تھی۔

رات گزر گئی۔ صبح صادق کے قریب اُس نے ایک چھوٹے سے کیفے میں کافی پی۔ پھر اپنے مسئلے کا حل اسے غیر متوقع طور پر سوجھا۔ مارک کی سیکریٹری! وہ مارک پر جان چھڑکتی تھی۔ وہ اس کی ہر ممکن مدد کرے گی۔

صبح نو بجے اُس نے ایک فون بوتھ سے اُسے کال کیا۔ آپریٹر نے فرانسیسی لہجے میں جواب دیا۔ ''کنگسلے انٹرنیشنل گروپ۔''

''مجھے یونی ریناکس سے بات کرنی ہے۔''

''ہولڈ آن پلیز۔''

چند لمحے بعد کیلی کو یونی کی آواز سنائی دی۔ ''یونی ریناکس۔''

''یونی......میں کیلی ہیرس بات کر رہی ہوں......''

دوسری طرف لہجے میں گھبراہٹ در آئی۔ ''اوہ مسز ہیرس......''

......✿......

مین ہٹن......نیویارک

ٹینر کنگسلے کے دفتر میں نیلا بلب روشن ہو گیا تھا۔ ٹینر نے ریسیور اٹھایا اور پیرس میں ہونے والی گفتگو سننے لگا۔

مسٹر ہیرس کے ساتھ جو کچھ ہوا، اُس نے مجھے بہت دکھ دیا ہے مسز ہیرس۔''

''یونی، مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔ آج لنچ پر کہیں مل سکتی ہو؟''

''جی......کیوں نہیں۔''

''کسی پبلک پلیس پر۔''

''بارہ بجے لی سیل ٹی پیرس پر ملیے۔''

''ٹھیک ہے۔ میں پہنچ جاؤں گی۔''

ٹینر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھری۔ ٹھیک ہے بے بی۔ اپنا آخری لنچ کر لو۔ وہ بڑبڑایا۔ پھر اُس نے ایک مقفل دراز کھولی۔ اس میں ایک سنہری ٹیلی فون تھا۔ اُس کے ریسیور اٹھاتے ہی دوسری طرف سے آواز ابھری۔ ''مورننگ ٹینر۔''

''گڈ نیوز۔ دونوں مل گئی ہیں۔''

وہ چند لمحے سنتا رہا۔ پھر سر ہلاتے ہوئے بولا۔ وقت توقع سے زیادہ لگا ہے۔ لیکن خیر، اب ہم آگے بڑھ سکیں گے۔ جو تم محسوس کر رہی ہو، میں بھی وہی محسوس کر رہا ہوں۔ گڈ بائی ڈارلنگ۔''

..........✲..........

پیرس......فرانس

لی سیل اسٹیل اور شیشے کا بنا 690 فٹ اونچا مینار تھا۔ وہاں بے شمار آفس تھے اور وہ ایک معروف اور بارونق عمارت تھی۔

56 ویں منزل پر بار اور ریسٹورنٹ تھا۔ وہاں پہلے کیلی پہنچی۔ یونی پندرہ منٹ بعد آئی۔ وہ بار بار معذرت کر رہی تھی۔

کیلی اُس سے صرف چند ہی بار ملی تھی۔ لیکن وہ اسے اچھی طرح یاد تھی۔ یونی منحنی سی خاتون تھی۔ مارک ہمیشہ اس کی مستعدی کا ذکر کرتا تھا۔ ''تم آئیں یونی، میں تمہاری شکر گزار ہوں۔'' کیلی نے کہا۔

''مسٹر ہیرس شان دار آدمی تھے۔ میں ان کی خاطر کچھ بھی کر سکتی ہوں۔ آفس میں سبھی ان سے محبت کرتے تھے۔ جو کچھ ہوا، اس پر کسی کو بھی تو یقین نہیں آیا۔''

''میں اسی سلسلے میں تم سے بات کرنا چاہتی ہوں یونی۔ تم پانچ سال سے میرے شوہر کے ساتھ تھیں۔

''جی۔''

''اور تم اسے پوری طرح جانتی تھیں...... سمجھتی تھیں۔''

''جی بالکل۔''

آخری چند مہینوں میں تمہیں کوئی غیر معمولی بات، کوئی عجیب تبدیل نظر آئی تھی اس میں؟''

یونی اس سے نظریں چرانے لگی۔ ''میں یقین سے نہیں کہہ سکتی...... میرا مطلب ہے......

''کیسی ہی بات ہو، مجھے سچ سچ بتا دو۔'' کیلی نے بے حد خلوص سے کہا۔ ''اس سے مجھے یہ سمجھنے میں مدد ملے گی کہ درحقیقت ہوا کیا تھا۔ اچھا، یہ بتاؤ، اُس نے کبھی تم سے اولگا کے بارے میں بات کی تھی؟''

''یونی نے الجھن بھری نظروں سے اسے دیکھا۔ ''کون اولگا؟ نہیں تو۔''

''تمہیں اولگا کے بارے میں کچھ معلوم نہیں؟''

''بالکل نہیں۔''

کیلی کو ناقابل بیان سکون کا احساس ہوا۔ ''یونی...... کوئی ایسی بات ہے، جو تم مجھے نہیں بتا رہی ہو؟''

''جی، وہ......

اسی وقت ویٹر ان کی میز پر آ گیا۔ یونی نے اسے آرڈر نوٹ کرا دیا۔ ویٹر کے جانے کے بعد کیلی پھر یونی کی طرف متوجہ ہوئی۔ ''ہاں تو تم

کیا کہہ رہی تھیں۔"

"اپنی موت سے چند روز پہلے مسٹر ہیرس بہت نروس تھے۔انہوں نے واشنگٹن ڈی سی کی فلائٹ پر مجھ سے سیٹ بھی ریزرو کرائی تھی۔"

"وہ تو مجھے معلوم ہے۔میرے خیال میں وہ معمول کا بزنس ٹرپ تھا۔"

"نہیں۔میرے خیال میں وہ ایک غیر معمولی بات تھی۔مسٹر ہیرس کے انداز سے لگتا تھا کہ معاملہ بہت ارجنٹ ہے۔"

"تمہیں معاملے کی نوعیت کے بارے میں کچھ اندازہ ہے؟"

"نہیں، بالکل بھی نہیں۔اچانک ہی وہ بہت رازداری سے کام لینے لگے تھے۔"

اگلے ایک گھنٹے تک کیلی یونی سے سوال کرتی رہی۔مگر وہ اس کے سوا کچھ نہیں معلوم کر سکی کہ آخری دنوں میں مارک کو کچھ اہم کالز موصول ہوئی تھیں۔

کھانے کے بعد کیلی نے کہا۔"یونی، میں چاہتی ہوں کہ اس ملاقات کے بارے کسی کو پتا نہ چلے۔"

"آپ اس سلسلے میں بالکل فکر نہ کریں مسز ہیرس۔میں کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گی۔"یونی اٹھ کھڑی ہوئی۔"اب مجھے کام پر جانا ہے۔"اس کے ہونٹ لرزنے لگے۔"حالانکہ اب کے آئی جی میں میرا دل نہیں لگتا۔اب وہ بات کہاں۔"

"شکریہ یونی۔"

"اب کیلی سوچ رہی تھی کہ مارک واشنگٹن میں کس سے ملنے والا تھا۔اور برلن، ڈینور اور نیو یارک سے کن لوگوں نے مارک کو کالز کی تھیں اور ان کے درمیان کیا بات ہوئی تھی۔

⁂

کیلی لفٹ کے ذریعے لابی میں آئی۔وہ سوچ رہی تھی کہ اب ڈیانا کو فون کر کے معلوم کرے کہ اسے بھی کچھ معلومات حاصل ہوئی ہیں یا نہیں۔ممکن ہے......

اسی لمحے اُس کی چھٹی حس نے اسے خبردار کر دیا۔وہ اب داخلی دروازے کے قریب تھی کہ اُس کی نظر ان پر پڑی۔وہ دو لمبے تڑنگے مرد تھے اور دروازے کی دونوں جانب کھڑے تھے۔اسے دیکھ کر ان کے ہونٹوں پر خوف ناک مسکراہٹ مچلنے لگی۔پھر ان دونوں نے ایک دوسری کو معنی خیز نظروں سے دیکھا۔کیلی نے سوچا، کیا یونی نے مجھے دھوکہ دیا ہے۔بہر حال فی الوقت اس سے زیادہ اہمیت یہاں سے بچ نکلنے کی تھی۔جہاں تک اسے معلوم تھا، باہر نکلنے کا دوسرا دروازہ نہیں تھا۔

اب وہ دونوں لوگوں کی بھیڑ میں جگہ بناتے، لوگوں کو ادھر ادھر دھکیلتے کیلی کی طرف بڑھ رہے تھے۔

کیلی نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا۔وہ دیوار سے چپک گئی۔اُس کا ہاتھ دیوار کے ساتھ کسی چیز سے ٹکرایا۔اُس نے اس چیز کی طرف دیکھا۔دونوں خطرناک آدمی خاصا قریب آ گئے تھے۔کیلی نے وہ چھوٹا ہتھوڑا اٹھایا اور دیوار میں نصب فائر الارم یونٹ پر دے مارا۔شیشہ ٹوٹا اور الارم کی

آواز پوری عمارت میں گونجنے لگی۔

''آگ......آگ......'' کیلی چلانے لگی۔

لابی میں افراتفری مچ گئی۔ لوگ گھبرا کر دفاتر سے بھاگ کر نکلنے لگے۔ دکانوں اور ریستورانوں سے نکلنے والے الگ تھے۔ اور وہ سب کے سب دروازے کی طرف لپک رہے تھے۔ چند لمحوں میں لابی میں تل دھرنے کی جگہ بھی نہی رہی۔ دونوں خطرناک آدمی اسی ہجوم میں کیلی کو تلاش کرنے کی کوشش کررہے تھے۔ جبکہ کیلی جھک کر ہجوم میں جگہ بناتی دروازے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اور جب وہ دونوں وہاں پہنچے، جہاں انہوں نے کیلی کو آخری بار دیکھا تھا تو وہ غائب ہو چکی تھی۔

برلن......جرمنی

''میں ایک دوست کا انتظار کر رہی تھی۔'' ڈیانا نے گریگ ہالیڈے کو بتایا۔ ''مگر لگتا ہے کہ اب وہ نہیں آئے گی۔''

''یہ تو برا ہوا تمہارے ساتھ۔ تم برلن کس سلسلے میں آئی ہو......تفریح......سیاحت؟''

''جی ہاں۔''

''یہ بہت خوب صورت شہر ہے۔ میں ایک شادی شدہ آدمی ہوں۔ ورنہ تمہیں شہر کی سیر کراتا۔ خیر...... یہاں گائیڈز کی کمی نہیں۔ میں تمہیں کسی سے ملوا دوں گا۔''

''بہت شکریہ۔'' ڈیانا نے بے خیالی سے کہا۔ اُس نے دروازے کی طرف دیکھا۔ دونوں بدمعاش باہر جارہے تھے۔ شاید وہ باہر اُس کا انتظار کریں گے۔ اب اسے کچھ کرنا تھا۔

''درحقیقت میں یہاں ایک گروپ کے ساتھ آئی ہوں۔'' ڈیانا نے کہا اور گھڑی پر نظر ڈالی۔ ''وہ میرے منتظر ہوں گے۔ آپ کو زحمت تو ہوگی۔ لیکن اگر آپ مجھے ٹیکسی دلا دیں تو......''

''ضرور۔ کیوں نہیں۔''

''چند لمحے بعد وہ دونوں باہر جارہے تھے۔ ڈیانا پرسکون تھی۔ اگر وہ اکیلی ہوتو وہ دونوں یقیناً اس پر حملہ کرتے۔ لیکن اس شخص کی موجودگی میں وہ جرات نہیں کریں گے۔

وہ باہر نکلے تو دونوں بدمعاش کہیں نظر ہی نہیں آرہے تھے۔ ریسٹورنٹ کے سامنے ایک ٹیکسی کھڑی تھی۔ اس کے پیچھے ایک مرسڈیز تھی۔

مسٹر ہالیڈے، آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔ مجھے امید ہے......''

''ہالیڈے مسکرایا اور اُس نے اتنی سختی سے اُس کا ہاتھ پکڑا کہ اُس کی سانسیں رکنے لگیں۔

ڈیانا نے چونک کر اسے دیکھا۔ ''یہ کیا......''

''ٹیکسی کی کیا ضرورت ہے۔ آؤ، کار میں چلیں۔'' ہالیڈے نے نرم لہجے میں کہا اور اسے مرسڈیز کی طرف کھینچنے لگا۔ اس کی گرفت اب بھی بہت سخت تھی۔

''نہیں۔ میں اسے مناسب نہیں......''

مگر وہ اسے کھینچتا رہا۔ پھر ڈیانا کو مرسڈیز میں وہ دونوں بدمعاش بیٹھے نظر آئے۔ اب ڈیانا سمجھی کہ اس کے ساتھ کیا کھیل کھیلا گیا تھا۔ اب تو وہ خوف سے بے حال ہوگئی۔

''پلیز مجھے چھوڑ دو......''

مگر ہالیڈے نے اسے کار میں بیٹھا دیا اور خود بھی اُس کے برابر بیٹھ گیا۔

گاڑی بھاری ٹریفک میں شامل ہوگئی۔ ڈیانا کی کیفیت ہسٹیریائی تھی۔ ''سنو پلیز......''

''پرسکون ہو جاؤ۔'' گریگ ہالیڈے نے نرم لہجے میں اسے تسلی دی۔ ''میں تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔ میرا وعدہ ہے کہ کل تمہیں تمہارے گھر بھجوا دوں گا۔ اُس نے ڈرائیور کی سیٹ کے پچھلے حصے میں منسلک کپڑے کے تھیلے سے ایک ہائپوڈرمک سوئی نکالی۔ ''میں تمہارے ایک انجکشن لگاؤں گا۔ یہ بے ضرر ہے۔ بس دو ایک گھنٹے کے لیے سو جاؤ گی۔'' اس نے ڈیانا کی کلائی کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

''ارے مردود۔'' اچانک ڈرائیور چلایا۔ گاڑی کے سامنے اچانک ہی ایک آدمی آ گیا تھا۔ اسے بچانے کے لیے ڈرائیور نے پوری قوت سے بریک لگایا۔ اُس کے نتیجے میں ہالیڈے کا سر ہیڈ ریسٹ کے آہنی فریم ورک سے ٹکرایا۔ اسے چکر آنے لگا۔ ''یہ کیا حماقت......'' وہ ڈرائیور پر چلایا۔

ڈیانا نے جبلی طور پر ہالیڈے کا سرنج والا ہاتھ تھام کر موڑ دیا۔ سرنج ہالیڈے کے جسم میں گھس گئی۔

ہالیڈے نے سر گھما کر ڈیانا کو دیکھا اور حلق کے بل چلایا۔ ''نہیں۔'' اس کے چہرے پر لرزنے کا سا تاثر تھا۔

چند لمحوں میں ہالیڈے کا جسم تشنج کا شکار ہو گیا۔ اسے جھٹکے لگنے لگے۔ پھر اُس کا جسم اکڑنے لگا۔ چند ہی لمحوں میں وہ ختم ہو گیا۔

اگلی سیٹ پر بیٹھے دونوں آدمیوں نے پلٹ کر دیکھا۔ مگر اتنی دیر میں ڈیانا کار سے اتر کر مخالف سمت میں جانے والی ٹیکسی میں بیٹھ چکی تھی۔

......۞......

وہ خبر سننے کے بعد سے انٹونیو کے لیے سکون کا کوئی لمحہ نہیں تھا۔ وہ ان سب سے محبت کرتا تھا۔ خاص طور پر میتھیوز سے، جسے وہ تیس سال سے جانتا تھا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ مر چکے ہیں۔

ابتدا میں وہ دکھی تھا۔ مگر پھر بتدریج دکھ غصے میں تبدیل ہوتا گیا۔ پھر وہ شدید غصہ بتدریج ڈیمین تھورن کے لیے شدید ترین نفرت میں ڈھل گیا۔ اگر وہ اسے مل جاتا اور اس کے رحم و کرم پر بھی ہوتا تو وہ اسے آسانی سے......ایک زخم سے نہ مرنے دیتا۔ وہ اسے تڑپا تڑپا کر مارتا۔

اپنے بستر پر لیٹا وہ تصور میں ڈیمین تھورن کے جسم کے ٹکڑے کر رہا تھا۔ اسے نتائج کی پروا نہیں تھی۔ ویسے بھی اسے یقین تھا کہ خدا اس قتل پر اسے سزا نہیں دے گا۔ بلکہ شاید اسے انعام بھی ملے۔

وہ نفرت کی اس آگ کو ہوا دیتا رہا۔ اسے احساس تھا کہ یہ ایسی نفرت نہیں، جسے کہیں بھی نکال دیا جائے۔ اسے تو سنبھال کر رکھنا ضروری ہے...... اس کے اصل ہدف کے لیے۔ اسے یہ احساس بھی تھا کہ فادر کے سامنے زبان کھولتے ہوئے اسے محتاط رہنا ہوگا۔ کیونکہ اُس نے پہلے دو منصوبوں کی کھل کر مخالفت کی تھی۔ اُس کا خیال تھا کہ اسٹوڈیو میں جہاں ہر قدم پر محافظ موجود ہوں، حملہ کرنا پاگل پن ہے۔ اور اپنے ہی ایک بھائی کو چارہ بنا کر پیش کرنا بھی اُس کے نزدیک حماقت تھا۔ اس طرح انہوں نے ڈیمین تھورن کو منصوبہ بنا کر جوابی حملہ کرنے کا موقع دے دیا تھا۔

لیکن اس کے اعتراضات کی کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔ اب بعد میں اس کی بات درست ثابت ہوئی تو یہ اس کے لیے اور زیادہ اذیت ناک تھا۔ انٹونیو کا گمان تھا کہ تھورن کو بے خبری میں چھاپنا ہوگا۔ اور اس پر حملہ کھلے میں کرنا ہوگا، جیسے درندوں کا شکار کیا جاتا ہے۔

اس بار فادر ڈی کارلو نے اس سے اتفاق کیا۔ مگر اب کوئی اور راستہ بھی تو نہیں تھا۔ انٹونیو تو یہی سوچتا رہ گیا کہ کاش فادر نے اس کی بات پہلے ہی سن لی ہوتی۔ انٹونیو اپنے گروپ میں خود کو سب سے بڑا دنیادار اور عملی انسان سمجھتا تھا۔ وہ ایک کسان کا بیٹا تھا۔ وہ جانوروں سے پیار کرتا تھا۔ لیکن اپنے ساتھیوں کی طرح وہ ان کے معاملے میں جذباتی نہیں تھا۔ وہ درندوں پر انسانوں کی حکمرانی کا قائل تھا۔ اور کسی بڑے کاز کے لیے کسی جانور کی قربانی میں کوئی حرج نہیں تھا۔ اس پر انٹونیو رونے کا قائل نہیں تھا۔

ٹرین مغرب کی طرف سفر کر رہی تھی۔ انٹونیو نے اپنے برابر بیٹھے ساتھی کی طرف دیکھا۔ برادر سائمن نوجوان اور نازک طبع تھا۔ وہ سوتے میں کراہ رہا تھا، جیسے کوئی ڈراؤنا خواب دیکھ رہا ہو۔ انٹونیو نے اس کی پیشانی کو چھو کر دیکھا۔ وہ بھیگی ہوئی تھی۔ بے چارہ...... حساس لڑکا! انٹونیو کو اس پر ترس آنے لگا۔ خود اُس نے کبھی کوئی ڈراؤنا خواب نہیں دیکھا تھا۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک بار فادر ڈی کارلو نے وجہ یہ بیان کی تھی کہ وہ قوت متخیلہ سے محروم ہے لیکن ایک پادری اس سے زیادہ کیا کہہ سکتا ہے۔

سفر کے دوران انٹونیو اپنے منصوبے کے بارے میں سوچتا اور اُس کے نوک پلک درست کرتا رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ منصوبے کی جزئیات بہت اہم ہیں۔ اسے پرفیکٹ ٹائمنگ کے علاوہ خوش قسمتی کی بھی ضرورت ہوگی۔ دونوں چیزیں یک جا ہو گئیں تو کامیابی کا قوی امکان تھا۔

......☼......

معاملہ ابتدا ہی سے آسان تھا۔ گاؤں میں انہیں ایک شراب خانہ مل گیا۔ وہاں بیٹھ کر وہ مقامی کسانوں سے باتیں کرنے لگے۔ زبان کے معاملے میں البتہ انہیں دشواری پیش آ رہی تھی۔ مقامی لوگوں کی بولی کچھ مختلف تھی۔ بہر حال ایسا بھی نہیں تھا کہ کام ہی نہ چل پائے۔ وہ کھیل، سیاست اور ایسے موضوعات پر باتیں کر رہے تھے، جن کے بارے میں انٹونیو بہت کم جانتا تھا۔ لیکن انٹونیو سامع بہت اچھا تھا۔ شام ہوتے ہوتے اس نے اور سائمن نے کئی دوست بنا لیے تھے۔ رات کو گیسٹ ہاؤس میں بیڈ پر لیٹ کر انٹونیو نے سوچا کہ اگر وہ مذہب کی طرف نہ آ گیا ہوتا تو شاید ایک کامیاب بزنس مین ہوتا۔ کیونکہ اُس کا دماغ بہر حال سازشی تھا۔

اگلی صبح وہ ایک کسان کے ساتھ کھیتوں میں چلے گئے۔ اس کسان نے انٹونیو سے یہ نہیں پوچھا کہ وہ خصوصیت سے لومڑیوں میں کیوں دلچسپی لے رہا تھا۔ نہ ہی اُس نے یہ سوال کیا کہ اسے شکاری کتے اور گھوڑے کی کیوں ضرورت ہے۔ اس نے سادگی سے اسے یہ بتا دیا کہ یہ ضرورت کہاں سے پوری ہو سکتی ہے اس علاقے میں لوگ سوالات کرنے کے عادی نہیں تھے۔

وہ کھلے میدان میں کئی میل چلتے رہے۔ وہ جنگل سے گزرے۔ محرابی پل کے ذریعے دوسرے جنگل میں پہنچے اور پھر ایک گھاٹی میں۔ وہاں وہ رکے اور انہوں نے تقریباً سو فٹ نیچے بہتے ہوئے دریا کو دیکھا۔ مگر انٹونیو ستونوں کے سہارے وادی میں کھڑی آبی گزرگاہ کی چھت میں زیادہ دلچسپی لے رہا تھا۔ وہاں ایک چٹانی سل چٹخ گئی تھی اور اُس میں سے نیچے گیلی زمین کو دیکھا جا سکتا تھا۔ اور وہاں داخلی مقام کے قریب واضح نشانات نظر آ رہے تھے۔

.........✲.........

ایک گھنٹے سے لومڑی اپنے بھٹ میں تھی۔ وہ پر سکون تھی۔ بلکہ نیم بیداری کے عالم میں تھی۔ اُس نے پہلو بدلنے کی کوشش کی۔ لیکن وہاں اتنی جگہ نہیں تھی۔ ایک بار اُس نے جماہی لی اور اپنی پچھلی ٹانگوں کو جھٹکنے لگی۔

کچھ سننے سے پہلے ہی اُس نے خطرے کو سونگھ لیا تھا۔ اُس کے کان کھڑے ہو گئے اور گل مچھے پھڑکنے لگے۔ وہ اُٹھی اور پیٹ کے بل غار کے دہانے کی طرف بڑھی اوپر کی سمت سے اسے چیخنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ پھر غار کے دہانے کے سامنے کوئی رکاوٹ آئی، جس سے غار میں آنے والی روشنی رک گئی۔ پھر کسی کے نیچے چلانے کی آواز آئی۔

شکاری ٹیریئر اُس پر جھپٹا۔ اُسکی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ لومڑی نے اچھل کر کتے کی تھوتھنی پر پنجہ مارا۔ پنجہ لگا بھی۔ مگر لومڑی جانتی تھی کہ اُس کا کتے کے ساتھ کوئی جوڑ نہیں۔ وہ جارحیت محض دھیان بٹانے کے لیے تھی۔ مگر کتے نے اُسکا گلا دبوچنے کے لیے جست لگائی۔ لومڑی کی پچھلی ٹانگیں پھسلیں اور وہ پیچھے کی طرف گری۔ کتے نے دوبارہ چھلانگ لگائی۔ لیکن لومڑی بہت پھرتیلی تھی۔ اُس نے جھکائی دی اور تیزی سے روشنی کی سمت لپکی۔ مگر وہ کسی چیز سے ٹکرائی اور بری طرح گھبرا گئی۔ کیونکہ اب بھاگنے کی کوشش بے سود تھی۔ وہ آگے نہیں جا سکتی تھی۔ اُس نے پلٹنے کی کوشش کی۔ لیکن یہ بھی ممکن نہ تھا۔ وہ کسی طرف حرکت کرنے کے قابل نہیں تھی .... نہ آگے نہ پیچھے.........

سائمن بہت تیز ثابت ہوا اُس نے لومڑی کے پنجرے میں گھستے ہی پنجرہ کا دروازہ بند کر دیا۔ اُس نے کتے کو نظر انداز کر دیا، جو ابھی پلٹ کر آیا تھا لومڑی نے جہاں پنجہ مارا تھا، وہاں اُس کی تھوتھنی سے خون نکل رہا تھا۔ وہ تکلیف سے چلا رہا تھا۔

انٹونیو نے جو گھوڑے پر سوار تھا، فاتحانہ انداز میں جھکتے ہوئے پنجرے کو اٹھا لیا۔

.........✲.........

ایک گھنٹے بعد دیہی حویلی کے باہر شکار کی تیاری مکمل ہو چکی تھی۔ سواروں نے میٹھی شراب پی اور خالی جام ملازموں کو تھما دیے۔ فضا میں کتوں اور گھوڑوں کی سانسیں گونج رہی تھیں۔ کتے اور گھوڑے دونوں تفریح کے لیے بے تاب ہو رہے تھے۔

کیٹ وہاں موجود تھی۔ وہ پیٹر کا کوٹ جھاڑ رہی تھی۔ پیٹر بہت خوب صورت لگ رہا تھا۔ لیکن اسے احساس تھا کہ اس کی توجہ سے پیٹر چڑ رہا ہے۔ اس وقت وہ شکاری تھا...... ایک مرد! اور شکاریوں کو اپنی ماؤں کی نگہداشت کی ضرورت نہیں پڑتی۔

اس کے چڑچڑے پن کو محسوس کر کے کیٹ پیچھے ہٹ آئی۔ پیٹر آگے بڑھا اور شکاریوں سے گھل مل گیا۔

کیٹ کو خوف ہی محسوس ہو رہا تھا اور وہ اسے چھپانے کی کوشش بھی کر رہی تھی۔ کچھ بھی ہو، پیٹر ابھی بچہ ہی تھا۔ اور شکار مردوں کا کھیل تھا۔ جو جان لیوا بھی ثابت ہو سکتا تھا۔ لوگ گھوڑوں سے گر بھی جاتے ہیں۔ اور سر کے بل گریں تو...... اُس نے خیالات کے یورش سے بچنے کے لیے سر جھٹکا۔

ایک گھوڑے کی زوردار ہنہناہٹ نے اسے سر گھما کر دیکھنے پر مجبور کر دیا۔ ڈیمین ایک خوبصورت مشکی گھوڑے پر سوار باہر آیا۔ اُس کی باگیں کھنچیں اور گھوڑا الف ہو گیا۔ دوسرے گھوڑے نے بھی اُس کے خوف اور بے چینی کو محسوس کر لیا تھا۔ ان میں سے ایک ہڑبڑا کر پیچھے ہٹا اور اپنے سوار کو نیچے گرا دیا۔ دوسرے گھوڑے بھی ہنہنانے لگے۔

سب لوگ آپس میں باتیں کرنے لگے۔ وہ ایک ہی بات کہہ رہے تھے۔ یہ تو عجیب بات ہے۔ یہ گھوڑوں کو بیٹھے بٹھائے کیا ہو گیا۔ عام حالات میں تو یہ بہت پر سکون رہتے ہیں۔

بہر حال ایک سائیس نے چند ہی لمحوں میں ڈیمین کے بھڑکے ہوئے گھوڑے کو رام کر لیا۔ ڈیمین گھوڑے پر بیٹھا تو کیٹ کو وہ کسی ویسٹرن فلم کا اداکار لگا۔ اُس نے محسوس کیا کہ امریکیوں کا گھڑ سواری کا اسٹائل انگریزوں سے مختلف ہے۔ فوٹو گرافر ڈیمین کی تصویریں بنا رہے تھے۔ اخبار میں وہ تصویریں یقیناً بہت اچھی لگیں گی۔

پیٹر کو ٹٹو دیا گیا تھا۔ وہ بڑے پیشہ ورانہ انداز میں اچھل کر اُس پر بیٹھا اور کیٹ کو فخریہ نظروں سے دیکھ کر مسکرایا۔

کیٹ اُس کی طرف بڑھ گئی۔ تم سوزان کے ساتھ رہو...... پیچھے۔ شو بازی کر کے ڈیمین کو متاثر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔''

''جی مما۔'' وہ مسکرایا۔

کیٹ اس مسکراہٹ کو خوب پہچانتی تھی۔ وہ بہلانے والی مسکراہٹ تھی۔ اس مسکراہٹ کے ساتھ تو وہ کوئی بھی وعدہ کر سکتا تھا...... پورا نہ کرنے کی نیت سے۔

''فکر مت کرو پیٹر۔'' سوزان نے تسلی دی۔ ''خون تو تمہیں بہر حال لگے گا ہی۔''

''خون لگے گا ہی کا کیا مطلب؟'' پیٹر نے معصومیت سے ماں کو دیکھا۔

''تم خوب جانتے ہو اس کا مطلب۔''

''نہیں مما۔ سچ مچ مجھے نہیں معلوم۔''

''یہ شکار کی روایت ہے۔''

''کچھ بتائیں تو۔''

''کوئی پہلی بار شکار پر آیا ہو اور لومڑی شکار ہو تو لومڑی کا خون اس کے چہرے پر مل دیا جاتا ہے۔'' کیٹ نے مسکرا کر کہا۔ پھر اُس کے رخسار تھپتھپاتے ہوئے بولی۔ اب خوش؟''

پیٹر نے سر کو تفہیمی جنبش دی اور دانت نکال دیے۔

اسی وقت ایک ہارن بجا۔ پیٹر نے سر گھما کر دیکھا۔ وہ روانگی کا اعلان تھا۔

''اپنا خیال رکھنا۔'' کیٹ نے کہا۔

''آپ ہمیشہ میرے لیے فکر مند کیوں رہتی ہیں؟''

''کیونکہ میں تم سے محبت کرتی ہوں......''

پیٹر نے اپنے ٹٹو کو ایڑھ لگا دی......

''اور کیونکہ میرے پاس تمہارے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔'' کیٹ نے اُس کی پیٹھ دیکھتے ہوئے جملہ مکمل کیا۔

دیکھتے ہی دیکھتے گھڑسوار اور کتے میدان سے دور نکل گئے۔

وہ ایک پہاڑی کی طرف بڑھ رہے تھے۔ سب سے آگے ماسٹر تھا اور اُس کے پیچھے ڈیمین۔ شکاریوں کی کل تعداد 25 تھی۔ پیٹر سوزان کے ساتھ اور سب سے پیچھے تھا۔ ماسٹر آگے جنگل کی طرف اشارہ کر رہا تھا، جو کوئی چوتھائی میل دور تھا۔ کتے آگے آگے تھے اور اب پہاڑی سے اتر کر جنگل کی طرف دوڑ رہے تھے۔ ان کی ٹانگیں زمین کو تقریباً چھو رہی تھیں۔ ان کی رفتار بہت تیز تھی۔

جنگل کے کنارے وہ رک گئے۔ کچھ شکاری پرسکون تھے۔ مگر کچھ زیادہ بے تاب ہو رہے تھے۔ کتوں نے سر اٹھائے اور فضا میں جیسے کچھ سونگھنے لگے۔ پھر ان کے بھونکنے کی آواز نے خاموشی کا سینہ چیر دیا۔ پھر ماسٹر نے بگل بجایا اور اُس کے ساتھ ہی کتے پھر دوڑنے لگے۔ شکاری بھی جنگل میں داخل ہو گئے۔ ڈیمین سب سے آگے تھا۔

جیسے جیسے جنگل گھنا ہوتا گیا، گھوڑوں کی رفتار کم کر دی گئی۔ اسی لمحے ڈیمین نے ایک چیخ سنی اور پلٹ کر دیکھا۔ ایک سوار گھوڑے سے گر گیا تھا۔ ڈیمین نے تشویش سے پیٹر کو دیکھا۔ اسے خیریت میں دیکھ کر وہ مسکرایا۔ پیٹر کا ٹٹو جھاڑیوں کے درمیان سے گزر رہا تھا۔

لومڑی کو سب سے پہلے ڈیمین نے دیکھا۔ اُس کی آنکھیں سکڑ گئیں اور نتھنے پھڑکنے لگے۔ اس کے حلق سے ایک آواز سی نکلی۔ لیکن اس نے کہا کچھ نہیں۔ آداب کا تقاضا تھا کہ ماسٹر خود لومڑی کو دیکھے۔ اسے بتانا مناسب نہیں تھا۔

چند سیکنڈ بعد ماسٹر نے لومڑی کو دیکھا، چیخ کر اس کا اعلان کیا اور اپنے گھوڑے کو جنگل کے گھنے حصے کی طرف دوڑا دیا۔ کتے پہلے ہی لومڑی کے پیچھے لگ گئے تھے۔

ڈیمین نے اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگا دی۔ جلد ہی وہ ماسٹر سے بھی آگے نکل گیا۔ وہ گھوڑے کی پیٹھ سے چمٹا ہوا تھا اور اس کے بھنچے ہوئے

ہونٹوں پر غراہٹ تھی۔ ایک منٹ میں وہ کتوں تک جا پہنچا۔ کتوں نے پلٹ کر اسے دیکھا، چند لمحے اُس کی بو سونگھی اور پھر دوبارہ شکار کی طرف متوجہ ہو گئے۔

اُس کے عقب میں آنے والے دل ہی دل میں اس کی ماہرانہ گھڑ سواری کو سراہ رہے تھے۔ کیونکہ انہوں نے کبھی اتنے بھاری بھرکم گھوڑے میں اتنی تیز رفتاری نہیں دیکھی تھی۔

کوئی آدھا میل آگے انٹونیو نے دوربین سے یہ منظر دیکھا اور طمانیت سے مسکرا دیا۔ وہ ایک چوبی جنگلے کے پاس کھڑا تھا، جو جنگل کو ملکیت کے اعتبار سے تقسیم کرتا تھا۔ اُس نے دوربین آنکھوں سے ہٹائی۔ سب کچھ منصوبے کے عین مطابق ہو رہا تھا۔ ڈیمین توقع کے عین مطابق اپنے ساتھیوں سے دور ہو گیا تھا۔ انٹونیو کے منصوبے کا انحصار ہی اس توقع پر تھا کہ ڈیمین تیزی دکھائے گا۔ اس پر اس کا کوئی کنٹرول نہیں تھا۔ تاہم ڈیمین اُس کی توقع پر پورا اترا تھا۔ ایسا نہ ہوا ہوتا تو اس کا منصوبہ پہلے ہی مرحلے میں ناکام ہو جاتا۔

وہ پلٹا، اپنے گھوڑے کی طرف بڑھا اور اس پر سوار ہو گیا۔ شاٹ گن اُس کی پشت پر تھی اور زین کے اگلے سرے سے پنجرہ بندھا ہوا تھا۔ پنجرے میں بند لومڑی بار بار غرا رہی تھی۔ لیکن انٹونیو نے اسے کوئی توجہ نہیں دی۔

وہ کوئی سو گز دور درختوں کے اس جھنڈ میں چلا گیا، جسے اُس نے خاص طور پر منتخب کیا تھا۔ وہاں پہنچ کر وہ گھوڑے سے اترا اور اُس نے گھوڑے کو باندھ دیا۔ پھر اُس نے شاٹ گن کھولی اور اسے کندھے سے لٹکا کر شست باندھ لی۔

اب وہ گن کی سائٹ سے دیکھ رہا تھا۔ گن کا رخ راستے کی طرف تھا۔ وہ ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا۔ کاش یہ سب کچھ اتنا ہی آسان ثابت ہو، جتنا نظر آ رہا ہے لیکن اگر یہ سب کچھ شاٹ گن سے کیا جا سکتا ہوتا تو بلاشبہ کوئی دشواری نہیں ہوتی۔

اچانک لومڑی آتی نظر آئی۔ شاٹ گن کے ٹریگر پر اُسکی انگلی کا دباؤ بڑھ گیا۔ اُس نے فائر کیا۔ لومڑی اچھلی۔ اس نے دوسرا فائر کیا۔ اسے معلوم تھا کہ اتنے شکاریوں کی موجودگی میں فائر کی طرف کوئی توجہ نہیں دے گا۔ کوئی توجہ دے گا بھی تو یہی سمجھے گا کہ کوئی کسان کوؤں پر فائر کر رہا ہے۔

وہ لومڑی کی طرف لپکا اور اسے گھسیٹ کر جھنڈ کی طرف لے آیا۔ مردہ لومڑی کو اُس نے جھاڑیوں میں ڈال دیا۔ پھر اُس نے زمین پر بندھے ہوئے پنجرے کو کھولا اور اسے راستے پر لے گیا۔ چند لمحے وہ کتوں کی قریب آتی آوازیں سنتا رہا۔ وہ تقریباً پہنچ ہی گئے تھے۔ اُس نے جلدی سے پنجرے کا دروازہ کھولا۔ لومڑی موقع پاتے ہی پنجرے سے نکلی اور راستے پر بھاگ کھڑی ہوئی۔ وہ خود پنجرہ لے کر جھنڈ میں چلا آیا۔

اگلے ہی لمحے اس نے ڈیمین اور شکاری کتوں کو پنجرے سے نکلی ہوئی لومڑی کے تعاقب میں جاتے دیکھا۔ اُس نے مردہ لومڑی کو نکالا اور زین کے پچھلے حصے سے رسی کی مدد سے اُس کی دم کو باندھا۔ پھر وہ اچھل کر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اُس نے دوسرا راستہ اختیار کیا تھا۔ تاہم اسے امید تھی کہ وہ وقت پر اس راستے پر پہنچ جائے گا، جس پر ڈیمین اور کتے گئے ہیں۔

پھر ہوا بھی یہی۔ وہ ان کے درمیان سے گزر کر گھوڑے کو اس راستے پر مخالف سمت میں دوڑانے لگا، جدھر سے وہ لوگ آگے گئے تھے۔ کتے لومڑی کی بو پا کر الجھے۔ پھر انہوں نے لومڑی کو دیکھا تو وہ پلٹے اور گھسٹتی ہوئی مردہ لومڑی کا تعاقب کرنے لگے۔ آگے ایک دوراہا تھا۔ اس نے

گھوڑے کو سیدھے ہاتھ والے راستے پر ڈال دیا۔ شکاری کتے اب بھی اُس کے پیچھے آ رہے تھے۔

پھر عقب سے ٹاپوں کی آوازیں بھی آنے لگیں۔ شکاری بھی اندھا دھند مردہ لومڑی کا تعاقب کر رہے تھے۔ انہیں معلوم ہی نہیں تھا کہ ڈیمین آگے نکل چکا ہے۔ انٹونیو اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اُس نے انہیں تقسیم کر دیا تھا۔ تیزی سے گھوڑا دوڑاتے ہوئے اس نے رسی کو کھینچا۔ یہاں تک کہ لومڑی کی گردن اُس کے ہاتھ میں آ گئی۔ راستہ اب درختوں کے درمیان سے ہو کر پہاڑ سے گرنے والے ایک جھرنے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ دونوں طرف ڈھلوانیں تھیں۔ ایک جانب ایک متروک پون چکی تھی۔ اُس نے لومڑی کو رسی کی گرفت سے آزاد کیا۔ اور اسے پون چکی کی سمت اچھال دیا۔ مردہ لومڑی تیس فٹ نیچے جا کر گری۔

انٹونیو کو خوشی تھی۔ ایک راہب سے کوئی اتنی محنت اور طاقت کے کام کی امید نہیں کر سکتا، جو اُس نے اتنی آسانی سے کر دکھایا تھا۔ لیکن اس کے پاس خوش ہونے میں ضائع کرنے کے لیے وقت نہیں تھا۔ اس کے منصوبے میں ایک ایک سیکنڈ کی اہمیت تھی۔ اسے بروقت کہیں پہنچنا تھا......

⁂

ڈیمین گھوڑے کی پشت سے چپکا اسے تیز تر دوڑا رہا تھا۔ لومڑی اب اسے نظر آ رہی تھی۔ لیکن وہ اُس کی تیز رفتاری پر حیران تھا اتنی دیر دوڑائے جانے کے باوجود لومڑی تازہ دم تھی۔ بلکہ اس وقت وہ اس سے زیادہ تیز دوڑ رہی تھی، جتنا کہ ابتدا میں دوڑی تھی۔

جنگل اب چھدرا ہوتا جا رہا تھا۔ سامنے دریا والی گھاٹی نظر آ رہی تھی اور اس کے اوپر محرابی پل۔ لومڑی کا رخ اسی طرف تھا۔ پھر وہ پل پر چڑھ گئی۔

ڈیمین نے گھوڑے پر دباؤ اور بڑھا دیا۔ پل کے پار کھلا میدان تھا۔ وہاں کوئی آڑ نہیں تھی اور وہ لومڑی کو بہ آسانی شکار کر سکتا تھا۔

وہ پل پر پہنچا۔ فاصلہ اب بھی اتنا ہی تھا۔ لومڑی پل پار کرنے سے پہلے ایک لمحے کو رکی......اور اگلے ہی لمحے وہ غائب ہو گئی۔ وہاں یقیناً کوئی غار ہوگا۔ اس نے باگیں کھینچیں اور گھوڑے سے اتر گیا۔ آگے دوڑنے والے شکاری کتے بھٹ پر کھڑے غرا رہے تھے، جیسے شکار نکل جانے پر افسوس کر رہے ہوں۔

ڈیمین گھوڑے سے اترا اور سانس درست کرنے لگا۔ اُس نے سر سے ہیٹ اتار کر چہرے سے پسینہ پونچھا۔ یقیناً وہ ایک ناکام دن تھا۔ وہ جھک کر بیٹھا اور کتوں کو دیکھنے لگا، جو بری طرح بھونک رہے تھے۔ اور جب اُس نے سر اٹھایا تو ایک شخص کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا۔ وہ ایک جوان راہب تھا اور اُس کے ہاتھ میں خنجر تھا۔ وہ سیدھا کھڑا ہوا اور اپنی طرف بڑھتے ہوئے راہب کو گھورنے لگا۔ راہب نے پل پر قدم رکھنے کے بعد پلٹ کر پل کے دروازے کو بند کر دیا۔

پھر اُس نے پلٹ کر دیکھا تو اسے دوسرا راہب نظر آیا۔ وہ ادھیڑ عمر تھا اور گھوڑے پر سوار تھا۔ اُس کے ہاتھ میں بھی خنجر تھا۔ اُس نے جھک کر پل کے دوسری طرف کے دروازے کو بند کر دیا۔

ڈیمین کا جسم تن گیا۔ گویا انہوں نے دونوں طرف سے اسے گھیر لیا ہے۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ ہوا کیسے۔ انہیں کیسے معلوم تھا کہ

لومڑی اسی طرف آئے گی۔ یہ تو منصوبہ معلوم ہو رہا تھا۔ لیکن منصوبے میں جانور کہاں شریک ہوتے ہیں؟ بہر حال یہ ان سوالوں پر غور کرنے کا وقت نہیں تھا۔ وہ دونوں طرف سے اُس کی طرف بڑھ رہے تھے...... سامنے سے بھی اور پیچھے سے بھی۔

اُس نے کتوں کی طرف دیکھا، جو لومڑی کے بھٹ میں گھسنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔ غار کا دہانہ ان کے حساب سے بہت تنگ تھا۔

اُس نے پھر سر اٹھا کر دیکھا ادھیڑ عمر راہب کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔ وہ اب اس سے کوئی دس گز دور تھا۔

ڈیمین نے اپنی توجہ ادھیڑ عمر راہب کے گھوڑے پر مرکوز کر دی۔ وہ پلکیں جھپکائے بغیر اُس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ اُس نے اپنی پوری شیطانی قوت اپنی آنکھوں میں مرتکز کر لی تھی۔ اور وہ تصور کر رہا تھا...... تصور میں گیدڑوں کو ایک گھوڑے کا تعاقب کرتے، اُس کی ٹانگوں سے لپٹتے، انہیں بھنبھوڑتے دیکھ رہا تھا۔ وہ اُس کے پچھلے حصے میں دانت گاڑ رہے تھے۔ یہاں تک کہ گھوڑا گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ پھر اُس کی ایک ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اب وہ بھاگ نہیں سکتا تھا۔ اور گیدڑ اب اُس کا پیٹ پھاڑ رہے تھے...... اُس کی آنتیں چبا رہے تھے۔ گھوڑا چیخ رہا تھا...... اپنی بے نور ہوتی آنکھوں سے خود کو جیتے جی کھائے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

گھوڑا اچانک رک گیا۔ انٹونیو اسے آگے بڑھانے کے لیے اُس کے پیٹ پر گھٹنے مار رہا تھا۔ لیکن گھوڑے کو جیسے کچھ خبر ہی نہیں تھی۔ اُس کی آنکھیں پھیلتی جا رہی تھیں۔ وہ سر جھٹک کر ڈیمین کی نگاہوں سے چھپنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن اس نگاہ سے کہیں پناہ نہیں تھی۔

پھر بالکل غیر متوقع طور پر گھوڑا اپنی دونوں ٹانگیں اٹھاتے ہوئے جھٹکے سے پیچھے کو ہٹا۔ انٹونیو توازن برقرار نہ رکھ سکا اور اچھل کر پل کی ریلنگ کے اوپر گرا۔ صرف ایک لمحے کو وہ ادھر ادھر ڈولا۔ مگر پھر پل کی دوسری طرف لڑھک گیا۔ وہ کچھ پکڑنے کو ہاتھ چلاتا رہا۔ لیکن ہوا گرفت میں کہاں آتی ہے۔ فضا میں اس کی چیخ گونجی اور پھر وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

ڈیمین تیزی سے پلٹا۔ دوسرا راہب اس سے صرف چند گز کے فاصلے پر ٹھٹھک گیا تھا۔ اس کا چہرہ خوف سے سپید پڑ گیا تھا اور وہ ریلنگ کے نیچے گھاٹی میں دیکھ رہا تھا۔ انٹونیو کی چیخ دم توڑ چکی تھی۔ پھر وہ ڈیمین کی طرف پلٹا اور خنجر لیے شکاری کتوں کے درمیان سے گزرنے لگا۔ اس کے ہاتھ میں ذرا بھی لرزش نہیں تھی۔

ڈیمین اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں۔ البتہ اُس کی نگاہ سب سے جسیم کتے پر مرکوز ہو گئی تھی۔ اب وہ پھر ارتکاز سے کام لے رہا تھا۔ لیکن اس بار اس کا تصور پچھلے سے مختلف تھا۔

کتے نے جھرجھری لی اور ڈیمین کی آنکھوں میں دیکھا۔ پھر اُس کا سر ایک طرف جھکا اور آنکھیں سکڑنے لگیں۔ ایک لمحے کو وہ ساکت کھڑا رہا۔ پھر وہ پلٹا۔ سائمن اس وقت اس سے صرف ایک گز دور تھا۔ ایک لمحے کی ہچکچاہٹ کے بغیر کتا سائمن کے نرخرے پر جھپٹا۔ نرخرہ تو بچ گیا۔ لیکن اس کے دانت سائمن کے کندھے میں اتر گئے۔ سائمن کے ہاتھ سے خنجر چھوٹ گیا۔ وہ ایک قدم پیچھے ہٹا اور اپنے کندھے سے بہنے والے خون کو دیکھنے لگا۔ پھر اُس نے اپنے کندھے کو چھوا۔ ایک لمحے کو جیسے ہر چیز ساکت ہو گئی۔ ڈیمین، سائمن اور شکاری کتا، تینوں جیسے بت بن گئے۔ پھر ایک کتا عقب سے سائمن پر جھپٹا۔ اس نے سائمن کی گدی میں دانت گاڑ دیئے تھے۔ سائمن لڑکھڑاتا ہوا پیچھے ہٹا۔ کتا اُس کے اور ریلنگ کے درمیان

دب کر چلایا۔ مگر اس لمحے تیسرا اور فوراً ہی چوتھا کتا اس پر حملہ آور ہو گئے سائمن بری طرح ہاتھ پاؤں چلا رہا تھا۔ مگر دوسرے کتے بھی اُس پر جھپٹ پڑے تھے۔

ڈیمین گھڑی دیکھ رہا تھا۔ کتوں اور سائمن کے درمیان جدوجہد ڈیڑھ منٹ کی تھی۔ پھر سائمن کے حلق سے خون کا فوارہ بلند ہوا اور کتوں کی دعوت شروع ہو گئی۔

.........۞.........

حویلی کے باہر پیٹر کیٹ سے کہہ رہا تھا۔ ''ڈیمین کسی اور لومڑی کے پیچھے گئے ہوں گے۔ ہماری والی لومڑی تو آبشار میں گر گئی تھی۔''

''کیٹ نے کندھے جھٹک دیے۔'' اچھا ہوا۔ ورنہ بے چاری کی تکا بوٹی ہو جاتی۔''

پیٹر ہنس دیا۔ کیٹ نے اُس کا ہاتھ تھام لیا۔ اسی وقت پیٹر نے انگلی سے اشارہ کیا۔ کیٹ نے اشارے کی سمت دیکھا۔ ڈیمین گھوڑے پر سوار ان کی طرف آ رہا تھا۔ اس کے پیچھے کتے تھے۔ ان سبھوں کی تھوتھنیاں خون سے لتھڑی ہوئی تھیں۔

پیٹر نے اپنے ٹٹو کا رخ ڈیمین کی طرف کر دیا۔ اور اسے دھیمی رفتار میں بڑھایا۔ فاصلہ کم ہونے پر اُس نے ڈیمین سے کہا۔ ''آپ نے بھی لومڑی پکڑ لی؟''

''لیکن کتوں نے اُس کی کوئی نشانی بھی نہیں چھوڑی۔'' ڈیمین نے کہا۔ ''بہر حال میں نے کچھ خون تمہارے لیے بچا لیا ہے۔'' یہ کہہ کر اُس نے جیب سے خون سے تر ایک رومال نکالا۔

''آپ مجھے خون لگائیں گے؟''

''کیوں نہیں۔'' ڈیمین نے جھک کر خون آلود رومال پیٹر کے رخسار پر رگڑ دیا۔ پیٹر نے اپنے رخسار کو چھوا اور پھر خود آلود انگلیوں کو ہونٹوں سے لگا لیا۔

سو گز دور سے کیٹ انہی کو دیکھ رہی تھی۔ اسے پیٹر کا خون کو ہونٹوں پر لگانا پسند نہیں آیا۔ اسے ان دونوں کی قربت بھی اچھی نہیں لگی۔

.........۞.........

موبائل فون کی آواز نے کیلی کو چونکا دیا۔ اُس نے محتاط انداز میں فون ریسیور کیا۔ ''ہیلو؟''

''ہائی کیلی۔''

''ڈیانا! کہاں ہو تم؟''

''میونخ میں۔ اور تم کہاں ہو؟''

''میں فیری میں ہوں اور ڈوور جا رہی ہوں۔''

''سام میڈوز سے تمہاری ملاقات کیسی رہی؟''

کیلی کے کانوں میں سام کی چیخیں گونجنے لگیں۔''اس کے بارے میں ملاقات ہونے پر بتاؤں گی۔تم سناؤ، کچھ معلومات حاصل ہوئیں تمہیں؟''

''کچھ زیادہ نہیں۔اب ہمیں آگے کا لائحہ عمل طے کرنا ہوگا۔ہمارے آپشن ختم ہو رہے ہیں۔گیری رینالڈز کا جہاز ڈینوز کے قریب تباہ ہوا تھا۔میرا خیال ہے،ہمیں وہاں جانا ہوگا۔شاید وہی ایک امکان رہ گیا ہے اب۔''

''چلو ٹھیک ہے۔''

''تعزیتی خبر میں لکھا تھا کہ اُس کی بہن ڈینور میں رہتی ہے۔ممکن ہے،اسے کچھ معلوم ہو۔ایسا کرو،ڈینور میں براؤن پیلس ہوٹل میں ملتے ہیں۔

میری فلائٹ ایک گھنٹے بعد روانہ ہوگی۔

''مجھے ہیتھرو سے فلائٹ لینی ہے۔''

گڈ۔ہوٹل میں کمرا ہیریٹ بیچر کے نام بک ہوگا۔''

''کیلی......!''

''ہاں......کیا بات ہے؟''

''بس یونہی......تم جانتی ہو نا کہ میں کیا کہنا چاہ رہی ہوں؟''

''ہاں،جانتی ہوں۔اور میں بھی تم سے یہی کہہ رہی ہوں۔''

......۞......

ٹینر اپنے آفس میں اکیلا تھا اور سنہری ٹیلی فون پر بات کر رہا تھا۔''......کیسی خطرناک خبر ہے۔سام میڈوز کا بہت برا حال ہے......اور گریگ ہالیڈے مر چکا ہے......''ایک لمحے کو وہ خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔''منطقی طور پر اب وہ دونوں ڈینور کا رخ کریں گی۔بلکہ میرے خیال میں ان کے لیے اب وہی آخری امکان رہ گیا ہے۔ایسا لگتا ہے کہ اب مجھے ذاتی طور پر ان سے نمٹنا ہوگا۔سچ پوچھو تو میری نظروں میں ان کا مقام بلند ہو گیا ہے۔وہ قابلِ احترام ہیں۔سو اب مجھے خود ان کا معاملہ نمٹانا ہوگا......''وہ دوسری طرف سے کہی جانے والی بات سنتا رہا۔پھر ہنسنے لگا۔''ہاں ضرور......اچھا گڈ بائی......''

......۞......

اینڈریو اپنے آفس میں بیٹھا تھا۔اس کے تصور میں دھندلی دھندلی سی متحرک تصویریں تھیں......اور اُس کا ذہن ایسے خلاؤں میں تیر رہا تھا۔اُس نے خود کو اسپتال میں بیڈ پر پڑا دیکھا۔ٹینر اس سے کہہ رہا تھا۔تم نے مجھے حیران کر دیا اینڈریو۔تمہیں تو مر جانا چاہیے تھا۔اور اب ڈاکٹر کہتے ہیں کہ تمہیں چند دنوں میں چھٹی مل جائے گی۔خیر......میں تمہیں کے آئی جی میں آفس دوں گا۔تاکہ تم دیکھ سکو کہ تمہارے ادارے کو میں کس طرح

چلا رہا ہوں۔ تمہیں بہت سمجھایا تھا۔ لیکن تمہاری سمجھ میں تو بات آتی ہی نہیں تھی۔ اب خود دیکھ لینا۔ میں نے تمہارے کھٹارا ریسرچ گروپ کو کیسے سونے کی کان میں تبدیل کر دیا ہے۔ اب تم بیٹھ کر دیکھنا اور سیکھنا۔ میں نے سب سے پہلے تو تمہارے فلاحی منصوبوں کو ترک کیا۔ اینڈریو...... اینڈریو...... آواز کا حجم بڑھتا جا رہا تھا۔'' اینڈریو...... کیا تم بہرے ہو گئے ہو؟''

''ٹینر اسے پکار رہا تھا۔ اینڈریو اٹھا اور اپنے بھائی کے دفتر کی طرف چل دیا۔

ٹینر نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ اور زہریلے لہجے میں کہا۔'' کہیں میں تمہارے کام میں مداخلت کا مرتکب تو نہیں ہو رہا ہوں۔''

''نہیں...... میں تو بس......''

''ٹینر چند لمحے اسے بہت غور سے دیکھتا رہا۔'' تم سچ مچ کسی کام کے نہیں رہے۔ ہے نا اینڈریو۔ اب تم کچھ بوتے ہو اور نہ ہی کچھ کاٹتے ہو۔ بس تمہارا یہی ایک فائدہ ہے کہ تم سے میں بات کر سکتا ہوں۔ مگر اب میں زیادہ عرصہ تمہیں برداشت نہیں کر سکوں گا۔ ڈفر لوگ مجھ سے برداشت نہیں ہوتے۔ میں تمہیں کہیں بھجوا دوں گا......''

......✿......

ڈینور...... کولاراڈو

کیلی ڈیانا سے پہلے ڈینور پہنچی۔ اس نے فوراً ہی براؤن پیلس ہوٹل کا رخ کیا۔ اُس نے ہوٹل کے کلرک سے کہا۔'' میری ایک دوست بھی آنے والی ہے۔''

''تو آپ کو دو کمرے چاہئیں؟''

''نہیں۔ ایک ڈبل روم دے دیں۔''

......✿......

ڈیانا نے ایئرپورٹ سے ہوٹل کے لیے ٹیکسی لی۔ ہوٹل میں اُس نے کلرک کو اپنا نام بتایا۔

''جی مسز اسٹیونز، مسز بیچر آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔ روم نمبر 638۔''

ڈیانا نے یہ سن کر سکون کی سانس لی۔

کیلی اُس کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ گرم جوشی سے اُس سے لپٹ گئی۔'' میں نے تمہیں کتنا مس کیا ہے؟'' ڈیانا نے کہا۔

''میں نے بھی۔ سفر کیسا رہا؟''

'' خدا کا شکر ہے، کوئی خطرناک واقعہ پیش نہیں آیا۔'' ڈیانا نے اسے غور سے دیکھا۔'' تمہارے ساتھ پیرس میں کیا ہوا؟''

''کیلی نے گہری سانس لی۔'' ٹینر کنگسلے......'' پھر اُس نے ڈیانا کو تفصیل سنائی۔'' اور تمہارے ساتھ برلن میں کیا معاملہ رہا؟''

''ٹینر کنگسلے......'' ڈیانا نے بھی بے تاثر لہجے میں کہا اور اپنا تفصیل سنا دی۔

کیلی نے میز پر رکھی ٹیلی فون ڈائریکٹری اٹھائی اور ڈیانا کے پاس لے آئی۔ ''گیری رینالڈ کی بہن لوئیسا کا نمبر اب بھی ڈائریکٹری میں موجود ہے۔ وہ ماریان اسٹریٹ پر رہتی ہے۔''

''گڈ۔ اب آج تو دیر ہوگئی ہے۔ کل صبح اسے دیکھیں گے۔''

......۞......

رات کا کھانا انہوں نے کمرے میں کھایا۔ پھر دیر تک باتیں کرتی رہیں۔ بالآخر ڈیانا نے کہا۔ ''اب نیند آرہی ہے۔ شب بخیر'' یہ کہہ کر اُس نے سوئچ دبایا اور کمرے میں اندھیرا ہوگیا۔

''نہیں......'' کیلی اچانک چلائی۔ ''روشنی گل مت کرو۔''

ڈیانا نے جلدی سے دوبارہ روشنی کردی۔ ''سوری کیلی، میں بھول گئی تھی۔''

کیلی اپنے خوف پر قابو پانے کی کوشش کررہی تھی۔ چند لمحے تو وہ بول ہی نہیں سکے۔ پھر وہ بولی۔ ''کاش...... میں اس خوف پر قابو پا لوں۔''

''فکر مت کرو۔ تحفظ کا احساس ملے گا تو ڈر خود بخود ختم ہوجائے گا۔''

......۞......

اگلی صبح وہ دونوں ہوٹل سے نکلیں تو دروازے کے باہر ٹیکسیوں کی پوری قطار موجود تھی۔ وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھیں۔ انہوں نے ڈرائیور کو ماریان اسٹریٹ پر لوئیسا کے گھر کا پتا دیا۔

پندرہ منٹ بعد ڈرائیور نے ٹیکسی روک دی۔ ''لیجیے...... یہ پہنچ گئے۔''

کیلی اور ڈیانا نے کھڑکی سے باہر دیکھا تو ان کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔ ان کے سامنے ایک ایسا مکان تھا، جو جل کر سیاہ ہو چکا تھا۔ اس مکان میں کچھ بھی تو نہیں بچا تھا۔ وہ تو بس ایک جھلسا ہوا کھنڈر تھا۔

ڈیانا کی تو سانس بھی رکی جارہی تھی۔

''کم بختوں نے اسے بھی قتل کردیا ہوگا۔'' کیلی نے کہا۔ پھر اُس نے ڈیانا کو مایوسی سے دیکھا۔ ''اب تو ہمارے پاس ڈور کا کوئی سرا نہیں رہا۔''

ڈیانا سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اس نے کہا۔ ''نہیں...... ایک آخری امکان اور ہے۔''

......۞......

ڈینور ائیر پورٹ کے چڑچڑے اور بدمزاج منیجر نے بدمزگی سے کیلی اور ڈیانا کو گھورا۔ ''میں آپ سے سیدھی بات کروں گا۔ اگر آپ دونوں بغیر کسی اتھارٹی کے اس حادثے کی تفتیش کررہی ہیں اور چاہتی ہیں کہ میں اس ٹریفک کنٹرولر سے آپ کو پوچھ گچھ کرنے دوں، جو اس حادثے

کے وقت ڈیوٹی پر تھا تو میں......''

ڈیانا اور کیلی نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ ''دیکھیے......ہم یہ امید کر رہی تھیں......''

''کیا امید کر رہی تھیں آپ؟''

''یہی کہ آپ ہمارے ساتھ تعاون کریں گے۔''

''میں آپ سے تعاون کیوں کروں؟''

''مسٹر فاؤلر، ہم صرف یہ جاننا چاہتے ہیں کہ کیا وہ واقعی حادثہ تھا۔''

رے فاؤلر نے ان دونوں کو بہت غور سے دیکھا۔ ''بہت دلچسپ۔'' اس نے کہا۔ اُس کے انداز میں بھی اب دلچسپی ظاہر ہو رہی تھی۔ ''اس پر تو میں بھی سوچتا رہا ہوں۔'' اس نے کہا۔ ''کیوں نہ آپ اس سلسلے میں ہاورڈ ملر سے بات کریں۔ وہ اس وقت ایر کنٹرولر کی حیثیت سے ڈیوٹی پر تھا۔ میں اسے فون کر کے آپ کی آمد کے متعلق بتا دیتا ہوں۔''

''شکریہ......آپ کی بڑی مہربانی۔'' ڈیانا نے کہا۔

''یہ میں صرف اس لیے کر رہا ہوں کہ مجھے ایف اے اے کی رپورٹ بوگس لگتی ہے۔ ہم نے جہاز کے ملبے کو اچھی طرح کھنگالا۔ مگر بلیک باکس موجود نہیں تھا۔ ہے نا دلچسپ بات۔ بلیک باکس ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی غائب ہو چکا تھا۔''

......✿......

ہاورڈ ملر کا مکان ایر پورٹ سے چھ میل دور تھا۔ وہ چھوٹے قد کا تندرست و توانا آدمی تھا۔ عمر چالیس سے کچھ اوپر ہو گی۔ اُس نے دروازہ کھولا اور ان سے کہا۔ ''اندر آ جایئے۔ مجھے رے فاؤلر نے فون کر کے بتایا تھا کہ آپ آ رہی ہیں۔ کہیے میں آپ کے لیے کیا کر سکتا ہوں؟''

''ہمیں آپ سے کچھ پوچھ گچھ کرنی ہے مسٹر ملر۔''

''بیٹھ جایئے۔ کافی لیں گی؟''

''نہیں......شکریہ۔''

''آپ گیری رینالڈ کے پلین کریش کے بارے میں بات کرنا چاہتی ہیں۔''

''جی ہاں۔ کیا وہ حادثہ تھا؟ یا......''

ہاورڈ ملر نے کندھے جھٹک دیے۔ ''سچی بات یہ ہے کہ میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ زندگی میں مجھے کبھی ایسا تجربہ نہیں ہوا۔ سب کچھ معمول کے مطابق تھا۔ گیری رینالڈ نے لینڈ کرنے کی اجازت مانگی۔ ہم نے اسے کلیرنس دے دی۔ وہ صرف دو میل دور تھا کہ اُس نے ریڈیو پر طوفان کی اطلاع دی۔ جبکہ ہمارے موسم کا حال بتانے والے مانیٹر کلیئر تھے۔ میں نے محکمہ موسمیات سے رابطہ کیا۔ مگر اس وقت تو جیسے ہوا تھی ہی نہیں۔ سچ بتاؤں، مجھے لگتا ہے کہ گیری نشے میں تھا۔ بہر حال چند لمحے بعد جہاز پہاڑ سے ٹکرا گیا۔''

''کہتے ہیں کہ ملبے میں بلیک باکس برآمد نہیں ہوا۔'' کیلی نے پوچھا۔

''ہاں، یہ سچ ہے اور ہمیں سب کچھ مل گیا۔ لیکن بلیک باکس کا پتا نہیں چلا۔ ایف اے اے والے سمجھتے ہیں کہ ہم نے بلیک باکس غائب کر دیا۔ ویسے مجھے اس معاملے میں کوئی بڑی گڑبڑ محسوس ہوتی ہے۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔''

ڈیانا اور کیلی اٹھ کھڑی ہوئیں۔ وہ مایوس نظر آ رہی تھیں۔ ''شکریہ مسٹر ملر، ہم نے آپ کا بہت وقت لیا۔''

''ارے نہیں......ایسی کیا بات ہے۔''

''وہ دونوں ملر کے پیچھے دروازے کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ اچانک ملر نے کہا۔ ''مجھے امید ہے کہ گیری کی بہن ٹھیک ٹھاک ہوگی۔''

کیلی ٹھٹھک گئی۔ ''کیا......کیا کہا آپ نے؟''

''تمہیں معلوم ہوگا کہ وہ بے چاری ہاسپٹل میں ہے۔ آدھی رات کو اُس کے گھر میں آگ لگ گئی تھی۔ ابھی یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ وہ بچے گی یا نہیں۔''

''ڈیانا بھی بت بن کر رہ گئی تھی۔ ''ہوا کیا؟''

''فائر ڈیپارٹمنٹ والوں کا خیال ہے کہ شارٹ سرکٹ کی وجہ سے آگ لگی۔ لوئیسا بہر حال گھسٹتی ہوئی کسی طرح گھر سے نکل کر لان میں آ گئی تھی۔ لیکن وہ بری طرح جھلس چکی تھی۔''

ڈیانا نے اپنی آواز پر قابو رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔ ''وہ کس ہاسپٹل میں ہے؟''

''یونیورسٹی آف کولاراڈو کے برن سینٹر میں۔''

......✿......

''سوری۔ مس رینالڈز سے ملنے کی کسی کو اجازت نہیں ہے۔'' نرس نے کہا۔

''یہ تو بتا دو کہ وہ کس کمرے میں ہے؟''

''مجھے افسوس ہے، میں یہ بھی نہیں بتا سکتی۔''

''یہ بہت ضروری معاملہ ہے ہمیں اس سے ملنا ہے......''

''تحریری اجازت کے بغیر کوئی ان سے نہیں مل سکتا۔'' نرس کے لہجے میں قطعیت تھی۔

ڈیانا اور کیلی نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ ''چلیں ٹھیک ہے۔ شکریہ۔''

وہ دونوں واپس چل دیں۔ ''اب کیا کرنا ہے؟'' کیلی نے کہا۔ ''یہ ہمارے لیے آخری امکان ہے۔''

''میرے ذہن میں ایک منصوبہ ہے۔''

......✿......

ایک باوردی قاصد ایک بڑا پارسل لیے استقبالیہ ڈیسک پر آیا۔ ''یہ پیکٹ لوئیسا رینالڈ کے نام ہے۔''

''لاؤ...... میں دستخط کر کے ریسیور کروں گی۔''

''قاصد نے نفی میں سر ہلایا۔ ''سوری۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں یہ پارسل خاتون کے ہاتھ میں دوں۔ یہ بہت قیمتی ہے۔''

نرس چند لمحے ہچکچائی۔ ''تو پھر میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔''

''مجھے کوئی اعتراض نہیں۔''

''نرس اسے ہال کی طرف لے گئی۔ کمرا نمبر 391 کے دروازے پر پہنچ کر نرس دروازہ کھولنے لگی۔ لیکن قاصد نے پارسل اُس کی طرف بڑھا دیا۔ ''لو یہ تم ہی اُسے دے دو۔''

......✲......

قاصد نچلی منزل پر پہنچا۔ وہاں کیلی اور ڈیانا بچ پراُس کی منتظر تھیں۔ ''کمرا نمبر 391۔'' قاصد نے انہیں بتایا۔

''شکریہ۔'' ڈیانا نے شکر گزاری سے کہا اور قاصد کی طرف کچھ نوٹ بڑھائے۔

وہ دونوں تیسری منزل پر گئیں۔ وہاں وہ انتظار کرتی رہیں۔ جب نرس ٹیلی فون پر مصروف ہو گئی تو وہ چپکے سے راہ داری میں داخل ہو گئیں۔ چند لمحوں بعد وہ کمرا نمبر 391 میں تھیں۔

لوئیسا رینالڈ بستر پر دراز تھی۔ اُسکے جسم سے بے شمار تار اور ٹیوبیں منسلک تھیں۔ جسم پٹیوں سے ڈھکا ہوا تھا اور اُسکی آنکھیں بند تھیں۔

ڈیانا نے آہستہ سے کہا۔ ''مس رینالڈ، میں ڈیانا اسٹیونز ہوں اور یہ کیلی ہیرس ہے۔ ہم دونوں کے خاوند کے آئی جی میں کام کرتے تھے......''

''لوئیسا نے آنکھیں کھولیں اور نظر جما کر دیکھنے کی کوشش کی۔ پھر وہ بہ مشکل سرگوشی میں بول پائی۔ ''کیا......؟''

''کیلی نے کہا۔ ''ہم دونوں کے شوہر کے آئی جی میں کام کرتے تھے اور دونوں مر چکے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ تمہارا بھائی بھی مر چکا ہے۔ تم اس سلسلے میں کچھ جانتی ہو؟''

لوئیسا نے نفی میں سر ہلانے کی کوشش کی۔ ''میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتی۔ گیری مر چکا ہے۔'' اُس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

ڈیانا آگے کی طرف جھکی۔ ''حادثے سے قبل تمہارے بھائی نے تمہیں کچھ بتایا تھا؟''

''گیری بہت شاندار آدمی تھا۔ اُس کا جہاز کریش ہو گیا تھا۔''

''اس نے تمہیں کوئی اہم بات بتائی تھی مرنے سے پہلے؟''

''لوئیسا نے آنکھیں بند کر لیں۔

''مس رینالڈ...... پلیز۔ دیکھو، یہ بہت اہم بات ہے۔ تمہارے بھائی نے مرنے سے پہلے تم سے کچھ کہا تھا؟'' ڈیانا اصرار کیے جا رہی تھی

لوئیسا نے آنکھیں کھولیں۔ اُس کی نگاہوں میں الجھن تھی۔ ''تم کون ہو؟''

''ہمارا خیال ہے کہ تمہارے بھائی کو قتل کیا گیا تھا۔''

''یہ تو مجھے معلوم ہے......''لوئیسا بڑبڑائی۔

ڈیانا اور کیلی کے جسم میں سرد لہر سی دوڑ گئی۔

''کیوں؟'' کیلی نے کہا۔

''پرائما کی وجہ سے......''لوئیسا کی آواز محض سرگوشی تھی۔

''پرائما؟'' کیلی اور اُس کی طرف جھک گئی۔

''گیری نے اپنے مرنے سے چند روز قبل...... مجھے بتایا تھا۔ اُس نے بتایا تھا کہ اس مشین کی مدد سے موسم کو کنٹرول کیا جاتا ہے۔ بے چارہ گیری......وہ چاہتا تھا......لیکن واشنگٹن نہیں پہنچ پایا۔''

''ہاں، وہ سب واشنگٹن جا کر کسی سینیٹر کو پرائما کے بارے میں مطلع کرنا چاہتے تھے۔ گیری کہتا تھا کہ پرائما بری چیز......''

''تمہیں اس سینیٹر کا نام معلوم ہے؟'' کیلی نے پوچھا۔

''نہیں۔''

''یاد کرنے کی کوشش کرو۔''

لوئیسا رینالڈ ذہن پر زور دے رہی تھی۔

''پلیز......نام یاد کرو......''

''لیون......نہیں......لوون ہاں، وان لوون۔ وہ عورت ہے۔ وہ واشنگٹن جا کر اُس سے ملنے والے تھے......''

اس وقت دروازہ کھلا اور سفید جیکٹ پہنے، گلے میں اسٹیتھسکوپ ڈالے ایک شخص کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے ڈیانا اور کیلی کو غصے سے گھورا۔ ''تمہیں کسی نے نہیں بتایا کہ یہاں وزیٹرز کو آنے کی اجازت نہیں ہے۔''

کیلی نے کہا۔ ''معاف کیجیے۔ دراصل ہم......''

''پلیز......آپ نکل جائیں یہاں سے۔''

ان دونوں نے لوئیسا کو دیکھا، زیرلب خدا حافظ کہا اور کمرے سے نکل آئیں۔

وہ شخص ان دونوں کو جاتے دیکھتا رہا ان کے قدموں کی آہٹ دور ہوئی تو اس کے چہرے پر درشتی چھا گئی۔ پھر اُس نے تکیہ اٹھایا اور لوئیسا رینالڈ کی طرف جارحانہ انداز میں بڑھنے لگا۔

......✿......

کورن وال کی طویل ڈرائیو کے دوران فرینک بیچنز کی کیفیت ہیجانی تھی۔ وہ سب سے پہلے وہاں پہنچنا چاہتا تھا۔ سب سے پہلے اسے دیکھے، اُس سے ملے، بات کرے اور اُس کے قریب رہے، ممکن ہے، اسے سراہا جائے، کیونکہ اسی کے دم قدم سے تو وہ سب وہاں جمع ہو رہے ہیں۔ وہ اس مشین کا ایک بہت اہم پرزہ تھا۔ اگر ڈیمین تھورن براہ راست اسے سراہتا تو یہ اس کے لیے بڑے اعزاز کی بات ہوتی۔

پچھلے تین گھنٹے اُس نے اندھیرے میں سفر کیا تھا۔ اور جب وہ وہاں پہنچا تو اسے یہ دیکھ کر سکون ہوا کہ وہاں کوئی کار نہیں ہے۔ وہ سب سے پہلے پہنچا تھا۔ اُس نے اپنی کار لاک کی اور کھوہ کی طرف جانے والے راستے پر چل دیا۔ وہ کوئی آدھے میل کا سفر تھا۔ وہ وہاں پہنچا تو موجوں کے ساحل سے ٹکرانے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

وہ وہاں پہنچا۔ سمندر چٹانی چھجے سے سر ٹکرا رہا تھا۔ وہ تاریک رات تھی۔ آسمان پر کوئی ستارہ بھی نہیں تھا۔ دو جگہ تو وہ پھسلتے پھسلتے بچا۔ وہ گھاٹی میں اترا، جو تین طرف سے بلند و بالا چٹانوں میں گھری ہوئی تھی۔ وہ ہر اعتبار سے ایک اچھا شیطانی مقام تھا۔ اُس کے جسم میں سنسنی سی دوڑ گئی۔ دل کی دھڑکن تیز ہو گئی تھی۔ کنپٹیاں تک دھڑکتی محسوس ہو رہی تھی۔ اُس نے پلٹ کر دیکھا تو چند چیلے آتے دکھائی دیے۔ وہ پہلے آنے والوں میں سے تھے۔ ان کی ٹارچوں کی روشنیاں جگنوؤں جیسی لگ رہی تھیں۔

پہلے وہ تین چار تھے۔ پھر ان کے پیچھے ایک اور گروپ اور پھر دوسرا گروپ نمودار ہوا۔ فرینک کو اپنے اوپر فخر محسوس ہونے لگا۔ اب وہ ان کی درجہ بندی کر کے انہیں کھڑا کر رہا تھا ان سے اپنا تعارف کرا رہا تھا۔

اور اب وقت ہو چکا تھا۔ وہ ساحل پر ایک جوان نرس کے ساتھ کھڑا گرد و پیش کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ سب سمندری جانب دیکھ رہے تھے، جہاں سینکڑوں متحرک سفید نقطے دکھائی دے رہے تھے۔ وہ بگلے تھے۔

''وہ رہا۔'' نرس لیمونٹ نے افق کی سمت اشارہ کیا۔ ہیلی کاپٹر کی پہلے آواز سنائی دی تھی۔ پھر اُس کی روشنی نظر آئی۔

فرینک بیچنز کا جسم تن سا گیا۔ ہیلی کاپٹر اسی سمت آ رہا تھا۔ پھر وہ ساحل سے کوئی پچاس گز دور لینڈ کر گیا فرینک آگے بڑھنا چاہتا تھا۔ لیکن حکم کی تعمیل بھی ضروری تھی اور حکم تھا کہ وہ اپنی جگہ کھڑا رہے۔

ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھلا اور وہ نمودار ہوا۔ فرینک بیچنز کی سانسیں رکنے لگیں۔ اسے احساس ہوا کہ نرس لیمونٹ اس کے اور قریب ہو گئی ہے۔ نرس کا ہاتھ اب اس کے ہاتھ کو چھو رہا تھا۔ مگر انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا نہیں۔

ڈیمین نیچے اتر آیا تھا اور ساکت و صامت کھڑا تھا۔ ہیلی کاپٹر اب پھر فضا میں بلند ہو رہا تھا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ چھوٹے سا نقطہ بن گیا اور چند لمحوں بعد نظروں سے پوری طرح اوجھل ہو گیا۔

ہر طرف خاموشی تھی۔ ڈیمین چند لمحے سوچتا رہا۔ پھر اُس نے اپنے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کیے۔ ''شیطان کے چیلو، میں تمہارے سامنے موجود ہوں۔'' اس نے کہا۔ ''ہم ایک ہی طاقت کو مانتے ہیں...... اور وہ ہے شیطنت۔ اور اس طاقت کا منبع ہے شیطان، جسے جنت سے نکال دیا گیا تھا۔ اور میں ہوں اس کا بیٹا۔''

سامعین ساکت وصامت تھے۔انہوں نے سانسیں روکی ہوئی تھیں۔

ڈیمین چند لمحے خاموش رہا۔ پھر اُس نے پکارا۔''تم نے میری بات سنی؟''

''تمام مردوں،عورتوں،اور بچوں نے ایک آواز میں کہا۔''ہم سنتے ہیں اور مانتے ہیں۔''

اچانک ایک چٹانی چھجے پر نصب ایک بہت بڑی لائٹ روشن ہوگئی۔ ہر چہرہ صاف نظر آنے لگا۔فرینک ہچنز نے نرس کے چہرے کو دیکھا۔اس کی آنکھوں میں ہیجان جھلک رہا تھا اور ہونٹ بھیگے ہوئے تھے۔اس لمحے وہ ہوس کی تصویر بنی ہوئی تھی۔

''اب میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ نومولود مسیح کو تلاش کرو اور ختم کردو۔''

نرس فرینک کے اور قریب ہوگئی اور اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''اسے قتل کردو۔تب ابد تک میری حکمرانی ہوگی۔''ڈیمین نے کہا۔''اور تم ناکام ہوئے تو میں ختم ہوجاؤں گا۔''

''نہیں۔''نرس لیمونٹ نے سرگوشی میں کہا۔''میں ناکام نہیں ہوں گی۔''

''نزارین کو قتل کردو۔تب میرے چیلو،تم اس زمین کے مالک ہوگے اور ناکام ہوگئے تو تم اس طرح مٹ جاؤ گے کہ تمہارا نام ونشان بھی باقی نہیں رہے گا۔نزارین کو ختم کردو۔تب تم میرے باپ کی جنت میں ہمیشہ عیش کرو گے۔''

فرینک ہچنز کے ہاتھ پر نرس کی گرفت اور سخت ہوگئی۔اب ان کے جسم بھی جڑ گئے تھے۔

''ناکام ہوگئے تو تمہیں نزارین کے ہاتھوں ذلیل وخوار ہونا پڑے گا۔''ڈیمین نے چیخ کر کہا۔

سب خاموش تھے۔

تم نے میری بات سنی؟''ڈیمین نے چلا کر پوچھا۔

''ہم نے سنا اور ہم نے مان لی۔''

''شیطان کے چیلو،اب کوئی تاخیر نہیں ہونی چاہیے۔نزارین کو قتل کرو۔تب فتح ہماری ہوگی۔سنا تم نے؟''

''ہم نے سنا اور ہم نے مان لیا۔''

ڈیمین ساکت کھڑا تھا۔اب مجمع ایک آواز میں اس کی بات دہرا رہا تھا۔''نزارین کو ختم کردو......نومولود مسیح کو قتل کردو......''

چیختے ہوئے فرینک ہچنز نے نرس لیمونٹ کو گرم جوشی سے لپٹا لیا۔وہ بھی ہوس انگیز انداز میں اس سے لپٹ گئی۔دونوں کے ہاتھ ایک دوسرے کے لباس سے الجھے ہوئے تھے۔یہ حال صرف ان دونوں کا نہیں تھا۔وہاں بے شمار مرد اور عورتیں اور مرد اور بچے یہی سب کر رہے تھے۔ شیطنت ننگی ہوکر ناچ رہی تھی۔

اور ہوس کے گرداب میں پھنسے ہوئے ہر ذی روح کے ہونٹوں پر یہی آواز تھی......ڈیمین آئی لو یو......

......✿......

کیلی اور ڈیانا ہاسپٹل کی لابی میں تھیں۔ ''تو رچرڈ اور مارک اس لیے واشنگٹن جا رہے تھے...... '' ڈیانا نے کہا۔ ''سینٹر وان لوون سے ملنے۔''

''اب ہم اُس سے کیسے ملیں؟''

''سادہ سی بات ہے۔'' ڈیانا نے کہا اور اپنا موبائل فون سنبھالا۔

''ایک منٹ'' کیلی نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔ ''پبلک فون سے بات کرو۔''

انہوں نے انفارمیشن سے سینیٹ آفس بلڈنگ کا نمبر لیا اور فون ملایا۔

''سینٹر وان لوون کا آفس۔'' دوسری طرف سے کہا گیا۔

''مجھے سینٹر سے بات کرنی ہے۔''

''آپ کون؟''

''یہ ایک ذاتی نوعیت کا معاملہ ہے۔'' ڈیانا نے کہا۔

''اپنا نام بتایئے......''

''نام میں نہیں بتا سکتی۔ بس ان سے کہیں کہ یہ اہم معاملہ ہے۔''

''سوری...... تب میں آپ کی کوئی مدد نہیں کرسکتی۔'' دوسری طرف سے کہا گیا اور رابطہ منقطع ہو گیا۔

ڈیانا کیلی کی طرف مڑی۔ ''اب کیا کریں؟''

''ہم اپنا اصل نام تو نہیں دے سکتے۔'' کیلی بولی۔

ڈیانا نے دوبارہ نمبر ملایا......

''سینٹر وان لوون کا آفس۔''

''پلیز میری بات سنیں۔ یہ بہت اہم معاملہ ہے۔ مجھے سینٹر سے بات کرنی ہے۔ لیکن میں اپنا نام نہیں بتا سکتی۔''

''تو پھر میں آپ کی سینٹر سے بات بھی نہیں کرا سکتی۔'' اور رابطہ پھر منقطع ہو گیا۔

ڈیانا نے ایک بار پھر نمبر ملایا۔ ''پلیز...... آپ فون مت رکھیے گا'' رابطہ ملنے پر اُس نے کہا۔ ''میں جانتی ہوں کہ آپ اپنی ذمے داری نبھا رہی ہیں۔ لیکن یہ زندگی اور موت کا معاملہ ہے۔ میں ایک پبلک فون سے بات کر رہی ہوں۔ اب میں آپ کو اُس کا نمبر دے رہی ہوں۔ پلیز سینٹر وان لوون سے کہیں کہ اس نمبر پر مجھ سے بات کرلیں۔'' اس کے بعد اُس نے سکریٹری کو فون نمبر لکھوا دیا۔

رابطہ پھر منقطع ہو گیا۔ ''اب ہم کیا کریں گے؟'' کیلی نے پوچھا۔

''انتظار۔''

''اور انہیں دو گھنٹے انتظار کرنا پڑا۔ آخر میں ڈیانا بھی مایوس ہوگئی۔'' مجھے لگتا ہے کہ بات بنی نہیں۔ اب ہمیں......''

اسی لمحے فون کی گھنٹی بجی۔ ڈیانا نے گہری سانس لی اور لپک کر ریسیور اٹھایا۔ ''ہیلو؟''

''دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز نے چڑچڑے لہجے میں کہا۔'' میں سینٹر وان لوون بول رہی ہوں۔ تم کون ہو؟''

''ڈیانا نے کیلی کو قریب کرلیا تا کہ وہ بھی گفتگو سن سکے۔'' سینیٹر...... میرا نام ڈیانا اسٹیونز ہے۔ ڈیانا نے کہا'' یہاں میرے ساتھ کیلی ہیرس بھی موجود ہے۔ آپ جانتی ہیں کہ ہم کون ہیں؟''

''نہیں......اور نہ ہی میرے نزدیک اس کی......''

''ہمارے شوہر کو اسی وقت قتل کیا گیا، جب وہ آپ سے ملنے کے لیے آرہے تھے۔''

''او مائی گاڈ...... رچرڈ اسٹیونز اور مارک ہیرس۔'' سینیٹر کے لہجے میں اب سنسنی تھی۔

''جی ہاں۔''

''تمہارے شوہر نے مجھ سے ملاقات کا وقت لیا تھا۔ مگر بعد میں دونوں نے میری سیکرٹری کو کال کیا کہ ان کا ارادہ بدل گیا ہے۔ تو...... تو وہ دونوں مر چکے ہیں؟''

''وہ کال انہوں نے نہیں کی ہوگی۔'' ڈیانا نے کہا۔'' انہیں اس لیے قتل کیا گیا تا کہ وہ آپ سے نہ مل سکیں......''

''کیا......کیوں......؟'' سینیٹر کے لہجے میں شاک تھا۔

''جی۔ میں سچ کہہ رہی ہوں۔ اور اب میں اور کیلی واشنگٹن آنا چاہتی ہیں۔ تا کہ آپ کو وہ بات بتائیں جو ہمارے شوہر بتانا چاہتے تھے......''

دوسری طرف ایک لحاتی ہچکچاہٹ محسوس ہوئی۔'' میں تم سے ضرور ملوں گی۔ لیکن اپنے آفس میں نہیں۔ جو کچھ تم نے کہا، اگر وہ سچ ہے تو پھر یہ معاملہ بہت خطرناک ہے۔ لانگ آئی لینڈ، ساؤتھمپٹن میں میرا مکان ہے، میں وہاں تم سے ملوں گی۔ اس وقت تم لوگ کہاں ہو؟''

''ڈینور میں۔''

''ایک منٹ......ہولڈ کرو۔''

''تین منٹ بعد سینیٹر دوبارہ لائن پر آئی۔'' وہاں سے نیویارک کی اگلی فلائٹ نان اسٹاپ ہے...... یونائیٹڈ ایرلائن کی۔ یہ بارہ پچیس پر روانہ ہوگی اور صبح چھ بج کر دس منٹ پر لارگارڈیا ایرپورٹ، نیویارک پہنچے گی۔ اگر اس میں سیٹ نہ ملے تو......''

''ہم اسی فلائٹ سے آئیں گے۔'' ڈیانا نے اُس کی بات کاٹ دی۔

کیلی نے حیرت سے ڈیانا کو دیکھا۔'' ڈیانا، یہ تو سوچو کہ اگر سیٹ نہ ملی......''

''نہیں......ایسا نہیں ہوگا'' ڈیانا نے پورے یقین سے کہا۔

''بہرحال، یہاں ایرپورٹ پر ایک گرے لنکن ٹاؤن کار تمہاری منتظر ہوگی۔ سیدھی اس کار کی طرف جانا۔ اُس کا ڈرائیور ایشیائی ہوگا۔ اس کا نام نیو ہے۔ وہ تمہیں میرے گھر لے آئے گا۔ میں وہاں تمہاری منتظر ہوں گی۔''

''شکریہ سینیٹر۔''

ڈیانا نے ریسیور رکھ دیا اور گہری سانس لیتے ہوئے کیلی کی طرف مڑی۔ ''لو...... سب کچھ طے ہوگیا۔''

''تمہیں اتنا یقین کیوں ہے کہ ہمیں مطلوبہ فلائٹ پر سیٹیں مل جائیں گی۔''

''میرا ایک منصوبہ ہے۔''

٭

ہوٹل کے منتظم نے کرائے کی کار کا بندوبست کر دیا۔ 45 منٹ میں وہ دونوں ایرپورٹ کیلئے روانہ ہوگئیں۔ ''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں خوف زدہ ہوں یا سنسنی کا احساس زیادہ ہے۔''

''اب خوف زدہ ہونے کی کوئی بات نہیں کیلی۔''

''ایسا لگتا ہے کہ جس نے بھی سینیٹر وان لوئن سے ملنے کی کوشش کی، وہ اس سے پہلے ہی مار دیا گیا۔''

''گویا ہم پہلے ہوں گے جو اس سے ملیں گے۔''

''کاش ایسا ہی ہو۔'' کیلی نے کہا۔ ''کاش ہمارے پاس......''

''......کوئی ہتھیار ہوتا۔ یہی نا؟ مگر میں پھر کہوں گی، ہماری ذہانت ہمارا ہتھیار ہے۔''

''پھر بھی، ہتھیار کی بات ہی اور ہوتی ہے۔'' کیلی نے کھڑکی سے باہر دیکھا اور اچانک بولی۔ ''گاڑی روکو۔''

ڈیانا نے گاڑی روک دی۔ ''کیا بات ہے؟''

''مجھے کچھ کرنا ہے۔''

گاڑی ایک ہیرڈریسر کی دکان کے باہر رکی۔ کیلی دروازہ کھول کر اتری۔

''کہاں جا رہی ہو تم؟'' ڈیانا نے پوچھا۔

''بال سیٹ کرانے۔''

''مذاق کر رہی ہو؟''

''نہیں؟ یہ مذاق نہیں۔''

''ہم ایرپورٹ جا رہے ہیں اور تم بال سیٹ کرانے کے لیے اتر رہی ہو دیکھو، وقت کم''

''ڈیانا، ہمیں نہیں معلوم کہ کیا ہونے والا ہے۔ اگر مجھے مرنا ہی ہے تو میں چاہتی ہوں کہ مرنے کے بعد اچھی لگوں۔''

ڈیانا کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ کیلی ہیر ڈریسر کی دکان میں چلی گئی۔

⚙..........

بیس منٹ بعد کیلی باہر آئی تو اس کے سر پر سیاہ بالوں کی وگ تھی۔ ''چلو، اب میں تیار ہوں۔'' اُس نے ڈیانا سے کہا۔

⚙..........

باربرا ڈین کو لندن سے پہلی نظر میں محبت ہوئی تھی۔ ہمپسٹیڈ کا مکان، اس کے چھوٹے کمرے اور اونچی دیواروں والے باغیچے اب بہت اچھے لگے تھے۔ وہ بے تابی سے موسم گرما کا انتظار کر رہی تھی، جب پھول لہلہائیں گے۔ تب وہ دوستوں کو باربی کیو پر مدعو کرے گی۔

یہاں سڑکیں خوب صورت تھیں۔ راستے بارونق تھے۔ نوادرات کی دکانیں اور پب اسے بہت اچھے لگتے تھے۔ لوگ بھی بہت اچھے تھے۔ نئے دوست جو اُس نے بنائے تھے، وہ بہت خوش مزاج تھے۔ اتنے خوش مزاج کہ کبھی تو اسے لگتا تھا کہ وہ اُس کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ لیکن وہ جانتی تھی کہ ایسا نہیں ہے۔

اور اب ماں بننے کے بعد ہمپسٹیڈ اسے اور اچھا لگنے لگا ہے۔ اس ماحول سے بچے کی بہت اچھی پرورش کی جا سکتی تھی۔

اس وقت وہ شاپنگ لسٹ تیار کرتے ہوئے گنگنا رہی تھی۔ مکمل کرنے کے بعد اُس نے لسٹ کو چیک کیا، پرس میں رقم اور کریڈٹ کارڈ رکھے۔ پھر وہ پنگھوڑے کی طرف گئی۔ اُس نے بچے کو اٹھا کر پیار کیا اور گود میں اٹھا کر اسے پرام میں لٹا دیا۔ بچہ قلقاریاں مار رہا تھا۔

اسی لمحے اسے کھڑکی پر دستک سنائی دی۔ اُس نے سر گھما کر دیکھا۔ کھڑکی میں اُس کی ایک ہم عمر انگریز عورت کھڑی تھی۔ ''ہائی کیرول'' باربرا نے ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔ ''میں بس ابھی آئی۔''

اُس نے بچے کو کمبل میں اچھی طرح لپیٹا اور پرام کو دھکیلتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھی۔ وہاں رک کر سیڑھیوں کی طرف رخ کرتے ہوئے اور اُس نے آواز لگائی۔ ''ہاروے؟''

''ہاں۔ کیا بات ہے؟'' اوپر سے ہاروے ڈین نے جواب دیا۔

''میں کیرول کے ساتھ شاپنگ کے لئے جا رہی ہوں۔''

''او کے۔''

''بچے کو ساتھ لے جا رہی ہوں میں۔''

''او کے۔''

باربرا نے گنگناتے ہوئے، پرام کو دھکیلا اور سامنے والے لان میں لے آئی۔ کیرول کا پرام گیٹ کے پاس تھا۔ دونوں عورتوں نے پرام میں لیٹے اپنے اپنے بچے کو محبت سے دیکھا انہیں چمکارا۔ ''جڑواں لگتے ہیں نا؟'' کیرول نے خوش ہو کر کہا۔

''ایک طرح سے جڑواں ہی ہیں۔ باربرا نے کہا۔

''ایک طرح سے۔'' کیرول نے دہرایا اور کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔

باربرا بھی ہنسنے لگی۔ ''اب چلو۔''

''پہلے تم۔''

''نہیں......پہلے تم۔''

وہ دونوں چھوٹی لڑکیوں کی طرح شوخی سے ہنستی ہوئی، پرام دھکیلتی ہوئی سڑک پر چلنے لگیں۔

ہاروے ڈین نے انہیں جاتے ہوئے دیکھا۔ پھر وہ اپنی ڈیسک کی طرف بڑھ گیا۔ وہاں کاغذ بکھرے ہوئے تھے۔ اُس نے انہیں سمیٹ کر مرتب کیا۔ وہ برتھ سرٹیفکٹس کی فوٹو کاپیاں تھیں۔ فرینک ہیچز نے اپنا کام خوش اسلوبی سے مکمل کیا تھا۔ ریکارڈ آفس کے تمام کلرک اسے جانتے تھے۔ اس لیے انہوں نے بلاتعرض اسے فائلیں بھی دکھادی تھیں اور فوٹو کاپیاں بھی دے دی تھیں انہوں نے یہی سمجھا ہوگا کہ وکیل کے کسی کیس کے لیے ضروری ہوں گی۔

ہاروے ڈین ان کاغذات کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر اُس نے اپنے بریف کیس میں سے ایک ریڈیو ٹیلی فون نکالا۔ اُس نے ایک گہری سانس لے کر ایک لمحے کو آنکھیں بند کیں۔ پھر فون پر ایک نمبر ملایا۔ ''پیٹرسن؟'' اُس نے رابطہ ملنے پر کہا۔ ''میں ہاروے ڈین بول رہا ہوں۔''

چند لمحے وہ دوسری طرف کی بات سنتا رہا۔ مگر وہ اس وقت ادھر ادھر کی رسمی باتوں کے موڈ میں نہیں تھا۔ اُس نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔ ''تم اوالیس سیکشن آپریٹ کر رہے ہو۔ ٹی کیو 1423 بتوسط ٹی ایس 2223......ٹھیک ہے نا؟......اوکے......تمہارے لیور پول میں تین ہیں۔'' اُس نے اوپر کی تین فوٹو کاپیاں اٹھائیں اور ان میں سے پتے پڑھ کر سنائے۔

رابطہ منقطع کرنے کے بعد اُس نے دوسرا نمبر ملایا۔ اسے ایسے کئی رابطے کرنے تھے!

......✿......

دونوں عورتوں نے بہت اطمینان سے شاپنگ کی۔ انہیں کوئی جلدی نہیں تھی۔ بہر حال شاپنگ مکمل ہوئی تو دونوں کے پرام کے قریب سامان کے تھیلوں کا ڈھیر لگ گیا۔ اپنے پرام میں باربرا کا بچہ تو سو چکا تھا۔ مگر کیرول کا بچہ ہاتھ پاؤں چلاتے ہوئے قلقاریاں مار رہا تھا۔

ہمپسٹیڈ ہائی اسٹریٹ کی ایک لین میں وہ ایک پب کے سامنے رکیں۔ کیرول اندر گئی اور مشروب کے دو بڑے گلاس لے کر آئی۔ دونوں موسم بہار کی دھوپ میں اپنے مشروف کے چھوٹے چھوٹے پر لطف گھونٹ لے رہی تھیں۔ باربرا لطیفے سنا رہی تھی۔ ''ہمیں اپنے بچوں کے سامنے تو شراب نہیں پینی چاہیے۔'' اُس نے کہا۔ ''یہ تو ابھی سے ہمیں برا سمجھنے لگیں گے۔''

اس پر کیرول نے قہقہہ لگایا۔

باربرا نے مشروب ختم کیا۔ پھر اسے خیال آیا کہ انگریزوں کی روایت ہے کہ جواب میں مشروب پلاتے ہیں۔ ''اور پیو گی؟''

'' کیرول نے نفی میں سر ہلایا۔ اسے واپسی کی جلدی تھی۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کو خدا حافظ کہا اور پرام دھکیلتی ہوئی مخالفت سمت

میں چل دیں۔

کیرول نے ایک لمحے کو پلٹ کر باربرا کو جاتے دیکھا۔ وہ اسے بہت پیاری لگتی تھی۔ بہت پیاری، بہت معصوم۔ لیکن کبھی کبھی اس کے انداز میں شدت ہوتی تھی۔ اور وہ گہرائی میں دیکھنے کی قائل نہیں تھی۔ کچھ بھی ہو، باربرا ڈین بہت اچھی دوست تھی...... ایسی کہ اس پر انحصار کیا جاسکتا تھا۔ لیکن اس کا شوہر نیولے جیسا مکار تھا۔ کیرول کو پہلی ملاقات یاد تھی۔ اس پارٹی میں ہاروے ڈین نے اس پر ڈورے ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ بے چاری باربرا......! کم از کم وہ اتنے بُرے شوہر کی تو مستحق نہیں تھی۔

اپنے گھر کی طرف جاتے ہوئے کیرول کو باربرا سے اپنی پہلی ملاقات یاد آئی۔ وہ دونوں ہاسپٹل میں ملی تھیں۔ اور یہ جان کر وہ دونوں خوب ہنسی تھیں کہ ان کے ہاں ایک ہی دن ولادت ہوئی تھی۔ اسی وقت سے وہ اپنے بچوں کو جڑواں کہنے لگی تھیں۔ اور باربرا کا بیٹا اُس کے بیٹے سے صرف چالیس منٹ بڑا تھا۔

پرام میں لیٹا بچہ اب دودھ کے بلبلے اڑا رہا تھا۔

''سائمن جیمز فریزر، بدتمیزی مت کرو، آداب سیکھو۔'' اس نے پیار سے بچے کو ڈپٹا۔

اس بار بچے نے تھوک اُڑایا۔

وہ پرام دھکیلتی رہی۔ وہ اب بے حد ڈھلواں سڑک پر تھی۔ وہ اچانک رکی۔ اُس کے کندھوں سے ٹکراتی ہوئی کوئی چیز اُس کے سامنے گری تھی۔ وہ اچھل کر ایک طرف ہٹی اور اس چیز کو دیکھا۔ وہ سرمئی رنگ کی ایک گلہری تھی، جس کا گلا کٹا ہوا تھا اور آنکھیں حلقوں سے باہر آرہی تھی۔ اور اُس کے پچھلے پیروں میں ایک ستلی بندھی تھی۔

قدرتی طور پر اُس کا ہاتھ چیخ روکنے کے لیے اُس کے منہ کی طرف لپکا۔ وہ چلائی اور گلہری سے پیچھے ہٹی۔ پرام اُس کی گرفت سے آزاد ہوا اور ڈھلواں سڑک پر دوڑنے لگا۔ بچہ مسکرا رہا تھا۔

کیرول کا ہاتھ پرام کو پکڑنے کے لیے لپکا۔ لیکن پرام آگے نکل چکا تھا۔ وہ اُس کے پیچھے دوڑی۔ مگر اونچی ایڑی کے جوتے رفتار میں مزاحم تھے۔ اُس نے جلدی سے جوتے اتارے۔ مگر اس وقت تک پرام کی رفتار بہت تیز ہو چکی تھی اور درمیانی فاصلہ بھی بہت بڑھ گیا تھا۔ وہ روتی ہوئی اس کے پیچھے بھاگ رہی تھی۔ پھر وہ کسی چیز سے اچھل کر منہ کے بل گری۔ دوبارہ اٹھ کر وہ پھر دوڑی۔ لیکن اس کا ذہن اب اس حقیقت کو تسلیم کر چکا تھا کہ وہ پرام تک نہیں پہنچ سکتی۔

سڑک پر اب موڑ آرہا تھا۔ اسی وقت مخالف سمت سے آنے والی ایک لاری نے موڑ کاٹا۔ ڈرائیور نے آخری لمحے میں پرام کو دیکھا۔ لیکن وہ کچھ کر نہیں سکتا تھا۔ لاری پرام کو روندتی، توڑتی پھوڑتی آگے بڑھ گئی۔

کیرول اپنی آنکھیں بند کرنا چاہتی تھی۔ لیکن یہ اُس کے بس میں نہیں تھا۔ اور وہ اب بھی بھاگ رہی تھی۔ درختوں کے پیچھے چھپے ٹربور گرانٹ نے قہقہہ لگاتے ہوئے ستلی کو کھینچا۔ مری ہوئی گلہری کو اُس نے وہیں پھینک دیا۔ وہ اپنی کامیابی پر بہت خوش تھا۔

وہ ولادت کا آسان کیس نہیں تھا۔ ماں کمزور تھی اور بچہ وقت سے کافی پہلے پیدا ہوا تھا۔ بہر حال زچہ کی صحت بہت تیزی سے بحال ہوئی۔ اُس نے انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں انکیوبیٹر میں لیٹے اپنے بیٹے کو دیکھا۔ وہ صرف پانچ پونڈ کا تھا۔ لیکن ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ وہ پوری طرح صحت مند ہے۔ اسے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ بس تھوڑا وقت انکیوبیٹر میں گزارنا ہوگا بچے کو۔ وہ گھر جاسکتی ہے...... اور جب چاہے، بچے کو دیکھنے آسکتی ہے۔

اسپتال کے اسپیشل بے بی کیئر یونٹ میں اس وقت بارہ ننھے بچے موجود تھے۔ وہ بچہ اس وقت اپنے آکسیجن ٹینٹ میں سویا ہوا تھا۔ نرسوں اور ڈاکٹروں کو اپنے اس بے بی کیئر یونٹ پر فخر تھا۔ جب سے وہ قائم ہوا تھا، نومولود بچوں کی شرح اموات میں ساٹھ فی صد کمی ہوگئی تھی۔

ماسک اور گاؤن پہنے دو نرسوں نے چائے کے وقفے پر جانے سے پہلے سب بچوں کو چیک کیا۔ پھر وہ وارڈ سے نکل گئیں۔ وہ راہ داری سے نکل گئیں تو نرس لیمونٹ راہ داری میں داخل ہوئی۔ ماسک لگا ہونے کی وجہ سے اسے شناخت نہیں کیا جاسکتا تھا۔ وارڈ کا دروازہ کھول کر وہ اندر چلی گئی۔

آکسیجن کی ہلکی سی پھنکار کے سوا وارڈ میں کوئی آواز نہیں تھی۔ وہ پہلے کاٹ کی طرف بڑھی۔ اُس نے چاٹ میں اس بچے کا نام دیکھا۔ پھر وہ دوسرے کاٹ کی طرف بڑھی۔ یوں چیک کرتے کرتے بالآخر مطلوبہ بچے تک پہنچ گئی۔

اُس نے بچے کو تجسس بھری نگاہ سے دیکھا۔ پیدائش کے بعد سے اُس کے وزن میں تین پونڈ کا اضافہ ہوا تھا۔ اب اُس کے چہرے پر نقاہت کی جگہ تازگی تھی۔ نرسیں مطمئن تھیں کہ اس کی سانسیں اب ہموار ہوچکی ہیں۔ نرس لیمونٹ نے بائیں جانب جھکتے ہوئے آکسیجن کا والو بند کر دیا۔ پھر وہ کھڑکی کے پاس کھڑی انتظار کرتی رہی۔

پھر وہ واپس آئی۔ اُس نے اچھی طرح اطمینان کیا کہ بچہ مرچکا ہے۔ مطمئن ہونے کے بعد اُس نے والو کو دوبارہ کھول دیا اور خاموشی سے وارڈ سے نکل آئی۔ اسے کسی نے بھی نہیں دیکھا تھا۔

⁂

عورت نے بچے کو باہوں میں لے کر دیکھا اور دل میں خدا کا شکر ادا کیا۔ دوبار اُس کا حمل ضائع ہوا تھا۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ تیسری بار کوئی گڑبڑ ہوئی تو پھر اُس کے ماں بننے کا کوئی امکان نہیں رہے گا۔ لیکن خدا نے اس پر رحم کیا تھا۔

اور بچہ بے حد خوبصورت اور توانا تھا۔ اس کا وزن نو پونڈ تھا۔ اس کی تھوڑی اور آنکھیں اپنے باپ جیسی تھیں۔ اور اُس کے باپ کا کہنا تھا کہ اس کا بیٹا کرکٹ میں انگلینڈ کی نمائندگی ضرور کرے گا۔ وہ اسے کرکٹ کا عظیم کھلاڑی بنانا چاہتا تھا۔

اسی وقت بپتسمہ دیا جارہا تھا۔ چرچ مناجات کی آواز سے گونج رہا تھا...... دن میں سورج، رات میں چاند۔ خدا شیطان سے محفوظ رکھے تجھ کو۔ ہمیشہ روح تیری...... اُس نے مناجات گانے والوں کو، اور پھر اپنے شوہر کو دیکھا اور پھر اپنے والدین کو۔ وہ سب آواز ملا رہے تھے۔ تیرا آنا بھی اور جانا بھی رب کی رضا سے

اُس نے بچے کے چہرے کو محبت بھری نظروں سے دیکھا اور آمین کہا۔ اس کے پیچھے بچے کے گاڈ فادر اور گاڈ مدر کھڑے تھے۔

پھر پادری گراہم روس نے کہا۔ ''میرے بچو، تم اس بچے کو بپتسمہ دلانے کیلئے لائے ہو۔ میرا مطالبہ ہے کہ اس سے پہلے تم شیطان اور اس کے تمام کاموں پر لعنت بھیجو اور عہد کرو کہ تم کبھی اس کی تقلید نہیں کرو گے۔''

''ہم شیطان پر اور اس کے کاموں پر لعنت کرتے ہیں۔'' گاڈ فادر اور گاڈ مدر نے کہا۔

پادری نے باہیں کھول دیں۔ ماں نے ایک بار پھر بچے کا چہرہ دیکھا اور اسے فادر کی طرف بڑھا دیا۔

فادر گراہم روس نے اس بچے کو اپنے بائیں ہاتھ میں سنبھالا تو بچے کی ماں نے گھبرا کر اپنے شوہر کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا۔''

''میں اس بچے نا کام......'

''الیگزینڈر رڈیوڈ'' بچے کی ماں نے جلدی سے کہا۔

فادر بچے کو مقدس پانی کے برتن کے قریب لے گیا۔ ''میں اس الیگزینڈر رڈیوڈ کو مقدس باپ کے نام پر بپتسمہ دیتا ہوں...... باپ، بیٹا اور مقدس روح۔ آمین۔'' یہ کہہ کر وہ پلٹا۔ اُس نے بچے کے سر کو بائیں ہاتھ میں تھاما اور دائیں ہاتھ کو مقدس پانی کے برتن میں ڈال کر بچے کے چہرے پر پانی کے چھینٹے دیے۔ بچے نے ایک چیخ ماری اور پلکیں جھپکائیں۔ پھر اُس نے اپنی ناک سکیڑی اور رونے لگا۔

ماں اپنے شوہر کو دیکھ کر مسکرائی بشپ کا نمائندہ پلٹا اور اُس نے کہا۔ ''ہم اس بچے کو کرائسٹ کے گلے میں قبول کرتے ہیں...... صلیب کے نشان کے ساتھ......''

گراہم روس کی انگلیاں بچے کی کھوپڑی کو ٹٹول رہی تھیں۔ وہ اس کے تالو کے دھڑکتے ہوئے گڑھ کر تلاش کر رہا تھا، جہاں ابھی ہڈی بند نہیں ہوئی تھی۔ پھر جیسے ہی اُس کی انگلیاں گڑھے پر پہنچیں، اس کی مضبوط انگلیوں نے دباؤ ڈالا اور بچے کا رونا موقوف ہو گیا!

......۞......

کونسل اسٹیٹ ٹاور بلاک کے اپارٹمنٹ میں اُس کی ماں کا ضبط اب جواب دے رہا تھا۔ بلڈنگ کے لفنگے بچوں نے لفٹ پھر خراب کر دی تھی۔ اُس کا شوہر سمندر میں اپنی ڈیوٹی پر تھا اور ایک ماہ سے پہلے واپس نہیں آ سکتا تھا۔ ادھر بچہ تھا کہ روئے جا رہا تھا۔ اب تو اُس کے رونے کی آواز اعصاب توڑ دے رہی تھی۔ ادھر دودھ ابل چکا تھا اور اُسکے ابلنے کی وجہ سے چولہا بجھ گیا تھا۔

اُس نے خود کو پرسکون کرنے کے لیے سو تک گنتی گنی۔ اس نے بچے کو تھپک کر سلانے کی کوشش کی۔ اُس نے بچے کے چپت بھی لگا دیے۔ لیکن بچہ رونے کی مشین بنا ہوا تھا۔ اب تو اس کا جی چاہ رہا تھا کہ کھڑکی کھولے اور نیچے کود کر جان دے دے۔

اُسی وقت گھنٹی بجی۔ اطلاعی گھنٹی کی وہ آواز بھی اسے بہت بری لگتی تھی۔ مگر اس کے شوہر کو بہت پسند تھی۔

وہ کراہتی ہوئی دروازے تک گئی اور دروازہ کھولا۔

دروازے پر دو اسکاؤٹ بچے کھڑے تھے۔ ان کے ہونٹوں پر معصوم شرمیلی مسکراہٹ تھی۔ ''گڈ مارننگ میڈیم۔'' ان میں سے ایک نے

کہا۔ ’’ہمیں دن میں ایک اچھا کام کرنا ہوتا ہے۔ ہم اس سلسلے میں آپ کے پاس آئے ہیں۔‘‘

وہ ایک لمحے تک ان دونوں کو خاموشی سے دیکھتی رہی۔ پھر بولی۔ ’’تم میں کسی کے ہاں چھوٹے بہن بھائی بھی ہیں؟‘‘

’’جی ہاں۔ میرے ہیں۔‘‘ چھوٹے والے نے جلدی سے کہا۔

’’تم جانتے ہو کہ بچوں کو کیسے بہلایا جاتا ہے۔‘‘

’’جی...... میں اپنی چھوٹی بہن کے ساتھ نہر کے کنارے روز کھیلتا ہوں۔‘‘

’’رکو...... میں ابھی آئی۔‘‘ عورت اپنے بچے کی طرف گئی۔ اسے اس وقت بوائے اسکاؤٹس کی تنظیم پر پیار آرہا تھا۔ اُس نے اپنے بچے کو اٹھایا اور لے جا کر اسکاؤٹ بچے کو دے دیا۔ ’’اسے کچھ دیر باہر گھما لاؤ۔ بہل جائے گا۔‘‘

اُس نے سوچا، چلو کچھ دیر تو سکون ملے گا......

کیلی نے کہا۔ ’’ایک سفید کار ہمارا تعاقب کر رہی ہے۔‘‘

’’مجھے معلوم ہے۔ اس میں چھ افراد سوار ہیں۔‘‘ ڈیانا بولی۔

’’تم انہیں جھٹک سکتی ہو...... پیچھا چھڑا سکتی ہو ان سے؟‘‘

’’اس کی ضرورت نہیں۔‘‘

’’کیا؟‘‘ کیلی نے حیرت سے اُسے دیکھا۔

’’دیکھتی رہو۔‘‘

وہ ایئر پورٹ کے ایک گیٹ پر پہنچے، جہاں بورڈ لگا تھا...... ’صرف کارگو کے لئے‘۔ گیٹ پر کھڑے گارڈ نے گیٹ کھولا اور ان کی گاڑی اندر داخل ہوگئی۔ تعاقب کرنے والوں نے کیلی اور ڈیانا کو کار سے اتر کر ایئر پورٹ کی ایک سرکاری کار میں بیٹھتے ہوئے دیکھا۔ پھر سرکاری کار رن وے کی طرف روانہ ہوگئی۔

جب سفید گاڑی اُس گیٹ پر پہنچی تو گارڈ نے کہا۔ ’’یہ گیٹ عام داخلے کیلئے نہیں ہے۔‘‘

’’مگر تم نے اس دوسری کار کو جانے دیا۔‘‘

’’میں کہہ رہا ہوں نا کہ یہ پرائیویٹ گیٹ ہے۔‘‘ گارڈ نے بے رخی سے کہا۔

ادھر سرکاری کار رن وے پر کھڑے جمبو جیٹ کے قریب جا کر رکی۔ ڈیانا اور کیلی اتریں۔ ہارورڈ ملر وہاں ان کا منتظر تھا۔ ’’کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی؟‘‘ اُس نے پوچھا ’’نہیں۔ آپ کا شکریہ کہ آپ نے اتنا اچھا انتظام کیا۔‘‘ ڈیانا بولی۔

’’مجھے خوشی ہوئی کہ آپ لوگوں کے کسی کام آسکا۔‘‘ یہ کہتے کہتے اُس کے چہرے پر گمبھیرتا چھا گئی۔ ’’بس یہ سوچتا ہوں کہ کاش اس کا کچھ

حاصل بھی ہو۔"

"حاصل تو ہو گا۔ مگر اس کے لیے تمہیں لوئیسا رینالڈ کا شکریہ ادا کرنا ہو گا۔ اس سے کہنا......"

ہارو ڈملر کے چہرے کا تاثر ایک دم بدل گیا۔ لوئیسا تو رات ختم ہو گئی۔"

کیلی اور ڈیانا کو یہ سن کر شاک لگا۔ "بہت افسوس ہوا یہ سن کر۔" کیلی نے کہا۔

"ہوا کیا؟" ڈیانا نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے، اُس کا دل جواب دے گیا۔" ملر نے کہا۔ پھر اُس نے جیٹ کی طرف دیکھا۔ "اب یہ جانے کو تیار ہیں۔ میں نے آپ دونوں کے لئے دروازے کے قریب نشستوں کا بندوبست کر دیا ہے۔"

"ایک بار پھر شکریہ۔"

وہ دونوں سیڑھی کی طرف بڑھ گئیں۔ ہاورڈ ملر نے انہیں دیکھتا رہا۔ بالآخر جہاز رن وے پر دوڑنے لگا۔

جہاز میں کیلی نے ڈیانا کو مسکرا کر دیکھا۔ "ہم کامیاب ہو گئے۔ ہم ان سے بچ کر نکل آئے۔ یہ بتاؤ، سینیٹر وان لوون سے بات کرنے کے بعد تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

"ابھی تو اس سلسلے میں کچھ سوچا نہیں ہے۔ تم کیا کرو گی۔...... پیرس واپس جاؤ گی۔"

"دیکھو۔ ویسے تم نیویارک میں ہی رہو گی نا؟"

"سوچا تو یہی ہے۔" ڈیانا نے کہا۔

"تو پھر میں بھی کچھ عرصہ نیویارک میں رکوں گی۔"

"اور پھر ہم دونوں ساتھ ہی پیرس چلیں گے۔"

وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائے جا رہی تھیں۔

"میں سوچتی ہوں کہ اگر ہم نے رچرڈ اور مارک کا نامکمل کام نمٹا دیا تو ان کی روحیں کتنی خوش ہوں گی۔"

سچ کہتی ہو۔"

اب وہ دونوں اپنے اپنے شوہر کے بارے میں سوچ رہی تھیں، جو اُن سے ہمیشہ کے لیے بچھڑ چکے تھے۔

*

ساڑھے تین گھنٹے بعد جہاز نے لاگارڈیا ایئر پورٹ پر لینڈ کیا۔ ڈیانا اور کیلی سب سے پہلے اتریں۔ ڈیانا کو سینیٹر وان لوون کے الفاظ یاد تھے۔ گرے کلر کی لنکن ٹاؤن کار......

اور ٹرمینل کے دروازے پر گرے لنکن ٹاؤن کار واقعی ان کی منتظر تھی۔ گاڑی کے باہر شوفر کی وردی میں ایک بڑی عمر کا جاپانی کھڑا تھا۔ وہ

اُس کی طرف بڑھیں تو وہ سنبھل کر کھڑا ہو گیا۔ ''مسز اسٹیونز...... مسز ہیرس؟'' اُس نے پوچھا۔

''جی ہاں۔'' کیلی نے کہا۔

''میں کونیو ہوں۔'' اُس نے ان کے لیے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

چند لمحے بعد وہ ساؤتھمپٹن کی طرف جا رہے تھے۔ ''یہ دو گھنٹے کا سفر ہے۔'' کونیو نے کہا۔ ''اس دوران آپ کو خوبصورت مناظر دیکھنے کو ملیں گے۔''

انہیں مناظر میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ تو جلد از جلد سینیٹر تک پہنچ کر اسے سب کچھ بتا دینا چاہتی تھیں۔

''تمہارا کیا خیال ہے، ان معلومات کے بعد سینیٹر کی اپنی جان کو خطرہ لاحق نہیں ہوگا؟'' کیلی نے ڈیانا سے کہا۔

''لیکن اپنا تحفظ کر لیں گی۔ وہ کوئی عام عورت تو نہیں ہیں۔''

''ہاں...... یہ تو ہے۔''

......✿......

کار اٹھارویں صدی کی ایک قدیم اور بڑی حویلی کی حدود میں داخل ہوئی۔ ایک طرف سرونٹ کوارٹرز اور گیراج بنے ہوئے تھے۔ کار دروازے پر رکی۔ کونیو نے کہا۔ ''اگر آپ کو ضرورت ہوئی تو میں یہاں موجود ملوں گا۔''

''شکریہ۔''

دروازہ بٹلر نے کھولا۔ صبح بخیر۔ تشریف لائیے۔ سینیٹر آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔''

وہ دونوں ایک شاندار ہال میں داخل ہوئیں۔ دیواروں پر بے حد قدیم نوادرات آویزاں تھے۔ ہال کی آرائش بھی غضب کی تھی۔ فرنیچر بے حد پرشکوہ تھا۔ ایک طرف بہت بڑا آتش دان تھا۔

''اس طرف آئیے پلیز۔''

وہ بٹلر کے پیچھے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئیں۔ وہ بھی بے حد کشادہ تھا سینیٹر وان لون ہلکے نیلے رنگ کے سلک کے سوٹ اور بلاؤز میں ان کا انتظار کر رہی تھی۔ اُس کے بال کھلے ہوئے تھے اور وہ ڈیانا کی توقع سے بڑھ کر دلکش لگ رہی تھی۔

''میں پاؤلین وان لوون ہوں۔'' سینیٹر نے کہا۔

''میں ڈیانا اسٹیونز۔''

''اور میں کیلی ہیرس۔''

''تم دونوں سے مل کر خوشی ہوئی۔ لیکن تمہارے دیدار کے لیے مجھے بہت انتظار کرنا پڑا۔''

کیلی نے الجھن بھری نظروں سے سینیٹر کو دیکھا۔ ''جی...... میں سمجھی نہیں۔''

''ابھی سمجھ جاؤ گی۔''

''اسی وقت عقب سے ٹیز کنکسلے کی آواز سنائی دی۔''ان کا مطلب ہے کہ تم دونوں بہت خوش قسمت ہو۔لیکن بالآخر قسمت تمہارا ساتھ چھوڑ گئی۔''

ڈیانا اور کیلی نے پلٹ کر دیکھا۔ٹیز کنکسلے تنہا نہیں تھا۔اُس کے ساتھ ہیری فلنٹ بھی تھا۔

ٹیز نے کہا۔''ہاں مسٹر فلنٹ ،اب تمہارے لیے موقع ہے۔''

ہیری فلنٹ نے خاموشی سے پستول بلند کیا اور ان کا نشانہ لیتے ہوئے دو فائر کیے۔ وہ دونوں پیچھے کی سمت گریں۔ پاؤلین وان لوون اور ٹیز کنکسلے چند لمحے کھڑے انہیں دیکھتے رہے۔ پھر ٹیز نے آگے بڑھ کر پاؤلین کو لپٹا لیا۔''بالآخر راہ کی ہر رکاوٹ دور ہوگئی شہزادی۔ میں نے تمہیں پالیا۔''

⁂

باربرا ڈین کی موسم بہار کی خوشی برباد ہوگئی تھی۔ پہلے تو جب ٹونی نے فون کر کے اسے وہ خبر سنائی تو اسے یقین ہی نہیں آیا۔اور جب یقین آیا تو وہ صدمے سے بے ہوش ہوگئی۔ ہوش آیا تو ایک گھنٹے تک وہ روتی رہی۔ پھر وہ کیرول کے گھر گئی۔لیکن کیرول مسکن دواؤں کے زیر اثر تھی۔دو دن تک کیرول کو مسکن دوائیں دی جاتی رہیں۔

تیسرے دن باربرا کو بیڈ روم میں جانے کی اجازت ملی۔دونوں عورتیں لپٹ کر خوب روئیں۔ان کے آنسو گھل مل گئے۔

اس روز کے بعد یہ معمول ہوگیا۔ باربرا ہر صبح کیرول کے پاس جاتی۔اُس کے پاس دلی ہمدردی کے سوا کچھ نہیں تھا۔دونوں کے پاس میں کہنے کے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔بس باربرا کو یہ احساس ہوتا تھا کہ وہاں صرف اس کی موجودگی میں کیرول کے لیے دل جوئی کا سامان ہے۔

وہ خبر سنتے ہی باربرا نے سب سے پہلے پرام کو گیراج میں پھینک دیا اور عہد کیا تھا کہ اب کبھی پرام استعمال نہیں کرے گی۔اب وہ اپنے بچے سے ایک پل کے لیے بھی دور نہیں ہوتی تھی۔ وہ ہر وقت بچے کو اپنے پاس رکھتی تھی۔ چنانچہ شاپنگ اس کے لیے مسئلہ بن گئی تھی۔ایک ہاتھ میں بچہ ہوتا اور دوسرے ہاتھ میں وہ شاپنگ ٹرالی دھکیلتی۔لیکن اسے کسی بات کی پروا نہیں تھی۔ وہ بچے کی طرف سے بری طرح عدم تحفظ کا شکار ہوگئی تھی۔ خوف اس کے اندر گہرائی میں بیٹھ گیا تھا۔ ہر وقت اسے ڈر لگا رہتا کہ اس کے بچے کو کچھ ہو نہ جائے۔

جبلی طور پر اسے ہاروے سے مدد درکار تھی۔پہلی رات وہ اس سے لپٹ کر روتی رہی۔ بولنے کی کوشش کرتی تو اس کے منہ سے بے معنی آوازیں نکلتیں۔''غلطی میری تھی۔'' وہ بار بار کہتی۔''مجھے پب کے سامنے رکنا ہی نہیں چاہیے تھا۔میں نہ رکتی تو شاید......''

ہاروے اسے تھپکتا رہا۔اُس نے اُس کے احساس میں جرم دور کرنے کی سر توڑ کوشش کی۔لیکن وہ سوتے میں بھی ڈرتی ...... بڑبڑاتی رہی۔ اسے اپنا بچہ پرام میں نظر آتا اور وہ ایک چیخ مار کر اٹھ جاتی۔

دن میں اس پر نسیان کے دورے پڑنے لگے۔وہ اچانک خود کو بیڈ روم میں پاتی اور حیرت سے سوچتی کہ آخر کیوں وہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر

آئی۔ کھانا پکاتے ہوئے وہ نمک ڈالنا بھول جاتی۔ ہاروے سے اسے کوئی مدد نہیں مل رہی تھی۔ ان دنوں وہ گم صم رہتا۔ قربت کا احساس ہی نہیں ہوتا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ سب کچھ خراب ہو گیا ہے...... بگڑ کر رہ گیا ہے۔ اب تو باربرا کو لندن سے بھی نفرت محسوس ہونے لگی تھی......

اس رات کھانے کے دوران ان کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی۔ وہ بچے کو دودھ پلانے لگی اور ہاروے ٹی وی دیکھنے لگا۔ ٹی وی پر ایک ویسٹرن فلم دکھائی جا رہی تھی۔ ٹائٹل ختم ہوتے ہی ہاروے نے چینل تبدیل کر دیا۔ وہ پھر بڑبڑایا۔ ''...... ورلڈ ان فوکس، پیش کش کیٹ رینالڈ''

باربرا نے سوچا، آخر ہاروے اس عورت کو اتنا ناپسند کیوں کرتا ہے۔ وہ استقبالیہ دعوت میں اس سے ملی تھی اور اچھی لگی تھی۔ اس کے انداز میں کچھ جارحیت تھی لیکن اس کے پیشے کے لحاظ سے وہ ضروری تھی۔ تو ممکن ہے کہ ہاروے اس سے خوف زدہ ہو۔ زیادہ تر مردوں کو جارح عورتیں بری لگتی ہیں۔

''گڈ ایوننگ۔'' کیٹ مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

ہاروے نے ٹی وی بند کرنے کے لئے ریموٹ کنٹرول سنبھالا۔ آج رات کا ہمارا پروگرام اس معمے کے بارے میں ہے، جس نے پولیس والوں اور ڈاکٹروں کو یکساں طور پر الجھا رکھا ہے۔ واضح رہے کہ آج کا پروگرام ایک طویل سلسلے کی پہلی کڑی ہے......''

ہاروے ڈین نے ریموٹ کنٹرول کو ریوالور کی طرح بلند کیا

''...... وہ معمہ ہے درجنوں نوزائیدہ بچوں کی پراسرار اموات کا...... واضح رہے کہ تمام مرنے والے لڑکے ہیں......''

باربرا سنبھل کر بیٹھ گئی۔ ''ہاروے...... ٹی وی بند نہ کرنا۔'' اُس نے کہا۔

ہاروے نے کندھے جھٹکے اور ریموٹ کنٹرول والا ہاتھ جھکا لیا۔

''تفتیش کرنے والوں کا کہنا ہے کہ اموات نارمل نہیں ہیں......'' کیٹ کہہ رہی تھی۔

''ہاروے ذرا سا ہٹ جاؤ۔ میں دیکھ نہیں پا رہی ہوں۔''

ہاروے ایک طرف ہٹ گیا۔

''...... گزشتہ سات دنوں میں صرف لندن میں سترہ بچے ختم ہوئے۔ اس کے علاوہ برمنگھم میں چھ، لیورپول میں تین، مانچسٹر میں چار، لیڈز میں دو گلاسگو میں آٹھ......'

باربرا کی پوری توجہ اب ٹی وی اسکرین پر تھی۔

''بہ ظاہر یہ بڑی تعداد نہیں لگتی۔ لیکن اس کے نتیجے میں نوزائیدہ بچوں کی شرح اموات میں بیس فیصد اضافہ ہوا ہے۔ فی الحال تفصیلات مبہم ہیں۔ کوئی واضح نقشہ سامنے نہیں آتا سوائے ایک بات کے۔'' کیٹ نے ایک لمحہ توقف کیا...... اسکرین پر اس کا کلوز اپ نظر آ رہا تھا۔ ''...... اور وہ یہ ہے کہ مرنے والے تمام لڑکے ہیں ان میں کوئی بچی نہیں ہے۔''

''باربرا کا جسم تن سا گیا۔ سانس جیسے اٹک گئی۔ اُس نے اپنے بچے کو سینے سے بھینچ لیا۔ ڈین نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ اس کے پاس جا کر

اسے دلاسہ دینا چاہتا تھا۔ وہ اسے بتانا چاہتا تھا کہ وہ ایک ذمے دار آدمی ہے اور اس کا بچہ محفوظ ہے...... اور رہے گا۔ لیکن وہ کچھ نہ کہہ سکا۔ وہ پلٹا اور دوبارہ ٹی وی اسکرین کی طرف دیکھنے لگا۔

کیٹ اب وزارت صحت اور سوشل سیکورٹی کے ترجمان کا تعارف کرا رہی تھی۔ ''ڈاکٹر فلمور، آپ پلیز مجھے بتایئے کہ اس مرحلے پر آپ اس سلسلے میں کیا وضاحت کریں گے؟''

ڈاکٹر فلمور نے اپنی کرسی پر پہلو بدلا اور کندھے جھٹک دیے۔ ''اس وقت تو کوئی حتمی بات کہنا قبل از وقت ہی......''

کیٹ نے آگے جھکتے ہوئے اُس کی بات کاٹ دی۔ ''مگر آپ اس حقیقت کا انکار نہیں کر سکتے کہ پچھلے ایک ہفتے میں نومولود لڑکوں کی اموات کی شرح میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے۔''

''جی ہاں، اضافہ تو ہے۔ لیکن اس اضافے کا موازنہ اس اضافے سے ہرگز نہیں کیا جا سکتا ہے جو کسی وبا کے پھیلنے پر ہوتا ہے۔''

کیمرے نے کیٹ کو دکھایا، جس کے چہرے پر بدمزگی کا تاثر تھا۔

''لیکن ڈاکٹر، اس وقت ہمیں کوئی وبائی مرحلہ درپیش نہیں ہے۔'' کیٹ نے تیز لہجے میں کہا۔ ''ہم اس وقت......'' وہ انگلیوں پر گننے لگی۔ ''یہ کہیے کہ غرق ہونے، جل کر مرنے، دم گھٹ کے مرنے، کار کے حادثے میں مرنے، زہر خورانی اور کرنٹ لگ کر مرنے کے واقعات کی بات کر رہے ہیں۔ اور بھی......'' کیٹ توقف کر کے اس فہرست کو یاد کرنے لگی، جسے ابھی دس منٹ پہلے اُس نے ازبر کیا تھا۔

ڈاکٹر فلمور نے موقعے کو غنیمت جان کر اس خاموشی میں چھلانگ لگا دی۔ ''معاف کیجیے، میرا بیان ممکن ہے، آپ کو سخت لگے۔ لیکن جس طرح کی رپورٹنگ آپ کرتی ہیں، جیسے آپ سنسنی پھیلاتی ہیں، وہ میڈیا کے لیے رسوائی کا باعث ہوتا ہے۔ ایک اسٹوری بنانے کے لیے حقائق کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنا بددیانتی ہے۔''

کیمرے نے کیٹ کو دکھایا۔ اُس کا منہ کھلا ہوا تھا اور وہ گنگ بیٹھی تھی۔

ڈین نے اپنی بیوی کی طرف دیکھا۔ وہ اپنے بچے کو یوں لپٹائے بیٹھی تھی، جیسے اُس کے چھن جانے کا ڈر ہو۔ ہاروے ڈین نے سوچا کہ فلمور بہت اچھا رہا۔ اسی لیے تو اسے منتخب کیا گیا۔ اُس نے بہت اچھی کوشش کی تھی۔ اس کے باوجود کچھ لوگ قائل نہیں ہوئے ہوں گے، جیسے باربرا کو دیکھ کر لگتا ہے وہ دعا ہی کر سکتا تھا کہ کاش باقی سب لوگ قائل اور مطمئن ہو گئے ہوں۔

✡

''تو تمہیں ہو کیا گیا تھا'' جوان آدمی کے لہجے میں تندی تھی انداز الزام دینے والا تھا۔

''مجھے افسوس ہے باب۔ لیکن دراصل مجھے یہ توقع نہیں......'' کیٹ نے کہنا چاہا۔

''تم نے اسے ایسے کمزور جوابی حملے کے باوجود صاف بچ نکلنے کا موقع دیا......''

''میں نے کہا نا'' اس بار کیٹ کے لہجے میں بھی تندی آ گئی۔ ''مجھے اس ردعمل کی توقع نہیں تھی۔ میرا یہ خیال نہیں تھا کہ وہ اس قدر مدافعانہ انداز......

''یہ سب بے کار کی باتیں ہیں کیٹ۔'' جوان آدمی چلایا۔ ''تمہیں نشتر کی طرح تیز دھار ہونا چاہیے۔ تمہیں اسے اس طرح بچ کر نکلنے نہیں دینا چاہیے۔'' کہہ کر وہ کمرے سے چلا گیا۔

کیٹ بڑبڑاتی رہی۔ یہ نئے نئے ڈگری لے کر آنے والے خود کو جانے کیا سمجھتے ہیں...... جیسے سب کچھ جانتے ہوں۔ اُس نے سوچا۔ سیٹ پر چندھیا دینے والی روشنی میں بیٹھ کر لائیو گفتگو کریں تو پتا چلے۔ مگر نہیں تو بس باہر بیٹھ کر تنقید کرنا آتا ہے۔ لیکن پھر کیٹ کو احساس ہوا کہ باب کی بات بہر حال غلط نہیں تھی۔ اسے ڈاکٹر فلمور کو جارحیت کا موقع فراہم کرنا ہی نہیں چاہیے تھا۔ اصل میں وہ خود چوکنا نہیں تھی۔ اس کا دھیان ہٹ گیا تھا۔ اصل بات یہ تھی کہ وہ خود ا ٹیک نہیں کر رہی تھی جو کہ اسے کرنا چاہیے تھا۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ جانتی تھی کہ ان بچوں کی موت کا ذمے دار ڈاکٹر فلمور نہیں ہے۔ حالانکہ اسے اس انداز میں سوچنا ہی نہیں چاہیے تھا۔ اس کی ساکھ جارحانہ انداز میں انٹرویو کرنے سے بنی تھی اور وہ انٹرویو ایسے لوگوں سے کرتی رہی تھی، جن سے یا جن کے محکموں سے بھاری بے پروائی اور غیر ذمے داری سرزد ہوئی ہو۔ جو کچھ چھپا رہے ہوں...... خاص طور پر اپنا احساس جرم۔ ڈاکٹر فلمور کے معاملے میں ایسا نہیں تھا۔

اس کے ذہن میں ایک سوال نے سر اٹھایا۔ ڈاکٹر فلمور قصور وار نہیں تھا۔ تو پھر اس کے انداز میں اتنی جارحیت کیوں تھی؟ یہ رویہ تو ان لوگوں کا ہوتا ہے، جو اپنے احساس جرم کو چھپا رہے ہوتے ہیں۔ وہ سوچتی رہی۔ لیکن اسے کوئی معقول جواب نہیں ملا۔ ممکن ہے، اس کی بیوی سرد مزاج ہو۔ ممکن ہے، اس کی داڑھ میں درد ہو ممکن ہے...... ممکن تو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ اس نے جھنجلا کر سوچا۔

پھر اُس نے فیصلہ کیا کہ کلب جائے گی، دو تین ڈرنک لے گی اور سب کچھ بھول جائے گی۔

............✡............

وہ گھر پہنچی تو بہت چڑچڑی ہو رہی تھی۔ اسے افسوس ہو رہا تھا۔ پیٹر اب سو چکا ہوگا۔ وہ اچھی ماں نہیں تھی۔ اپنے کام کے چکر میں وہ اپنے بیٹے کی ذمے داریوں اور اُس کے حقوق کو نظر انداز کر رہی تھی۔

وہ اپنے بیگ میں چابیاں تلاش کر رہی تھی کہ عقب سے کسی نے اسے پکارا۔ ''مس رینالڈ۔''

وہ گہری گمبھیر آواز تھی۔ اُس نے سر گھما کر دیکھا۔ وہ ایک پادری تھا۔

''مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے مس رینالڈ۔''

کیٹ نے گہری سانس لی۔ اب اسے اپنا فون نمبر ڈائریکٹری سے خارج کرانا ہوگا۔ پروگرام کی وجہ سے وہ کچھ زیادہ ہی جانی جانے لگی تھی۔ یوں تو کوئی بھی اجنبی ڈائریکٹری سے اُس کا پتا دیکھ کر اُس تک پہنچ جائے گا......

''میں بچوں کی اموات کے بارے میں آپ کے پروگرام کے متعلق بات کرنا چاہتا ہوں۔''

''یہ ایک فرد کا احتجاجی مارچ ہے۔'' کیٹ نے زہریلے لہجے میں کہا۔ ''افسوس ناک...... مایوس کن۔''

''معاملہ آپکی توقع کے برعکس ہے۔'' فادر ڈی کارلو نے کہا۔ ''میں آپکو مبارک باد دے رہا ہوں۔ آپ بہت ذی فہم اور حساس ہیں۔''

چابی اب کیٹ کے ہاتھ میں تھی۔ وہ دروازے سے ٹیک لگا کر کھڑی ہوگئی۔ پادری نے ادھر ادھر دیکھا۔ کیٹ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا چاہتا ہے۔

''آپ مجھے اندر نہیں بلائیں گی؟'' فادر نے پوچھا۔

کیٹ نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''آئی ایم سوری......''

''میرا نام ڈی کارلو ہے اور میں پادری ہوں۔''

''میں نے بہت تھکا دینے والا دن گزارا ہے فادر'' کیٹ کے لہجے میں بھی تھکن تھی۔ ''آپ اسٹوڈیو میں میری سکریٹری کو فون کر کے ملاقات کا وقت لے لیں......''

''دراصل یہ معاملہ بہت ارجنٹ ہے مس رینالڈ۔''

کیٹ نے اسے تولنے والی نظروں سے دیکھا۔ وہ کوئی مسائل کھڑے کرنے والا آدمی نہیں لگتا تھا۔ چہرے مہرے سے وہ بہت معقول اور پرخلوص آدمی لگتا تھا۔ تو چلو، اس کی بات مان لیں۔ یہ خوش ہو جائے گا۔ اُس نے سوچا۔

اُس نے دروازہ کھولا اور ایک طرف ہٹ کر اسے راستہ دیا۔ ''اپنی آواز دھیمی رکھیے گا۔ میرا بیٹا سو چکا ہے۔''

وہ فادر کو نشست گاہ میں لے آئی۔ وہ ہمیشہ کی طرح کباڑ خانہ بنا ہوا تھا۔ کتابیں اور کاغذات ادھر ادھر بکھرے ہوئے تھے۔ وہ اس پر فادر سے معذرت کرنا چاہتی تھی۔ پھر اُس نے سوچا کہ بن بلائے مہمان کے سامنے صفائی پیش کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

اس نے فادر کو آرام کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ پھر اپنا کوٹ اتارنے لگی۔

وہ اُس سے اُس کا مدعا پوچھنے ہی والی تھی کہ وہ شروع ہو گیا۔ ''عقل مندوں نے اسے مسیح کی پیدائش کا جو وقت بتایا تھا، اُس نے اپنے آدمی بھیج کر ان تمام بچوں کو قتل کرا دیا جو اس وقت پیدا ہوئے تھے۔''

''یہ آپ کہاں کی ہانک......''

فادر ڈی کارلو نے ہاتھ اٹھا کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ ''تم نے اپنے پروگرام میں اس بات کی نشان دہی کی تھی کہ پراسرار طور پر مرنے والے تمام کے تمام بچے نر ہیں۔''

کیٹ نے اثبات میں سر ہلایا اور اُس کے سامنے بیٹھ گئی۔

''لیکن ایک قدر مشترک اور ہے مس رینالڈ'' فادر نے کہا۔ ''وہ تمام بچے 24 مارچ کے پہلے لمحے یعنی رات بارہ سے صبح چھ بجے کے درمیان پیدا ہوئے تھے۔ اور ایسے بچے جو اُس عرصے میں پیدا ہوئے ہوں اور زندہ بھی ہوں، یقین کرو کہ ان کی زندگی بھی خطرے میں ہے۔ انہیں بھی موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔''

موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا! کیسے کلاسیکی الفاظ ہیں۔ کیٹ نے سوچا۔ یہ شخص تو کوئی کریکٹر ہے۔

''آپ گویا یہ کہہ رہے ہیں کہ ان تمام بچوں کو قتل کیا گیا ہے؟'' اس نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔

''یہ میں کہہ رہا ہوں......اور یہی حقیقت بھی ہے۔''

''لیکن کون قتل کرے گا معصوم بچوں کو۔''

فادر ڈی کارلو آگے کی طرف جھکا۔ کیٹ کو اُس کے انداز میں ایک ہیجان سا مچلتا نظر آیا۔ اور وہ اسے دبانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کے نتیجے میں اسکے ہاتھ لرز رہے تھے۔ اور اُس کی آنکھیں متورم تھیں، جیسے وہ کئی راتوں سے سویا نہ ہو۔ پہلی بار کیٹ فکر مند ہوئی۔ یہ بھی تو ممکن ہے کہ یہ شخص پاگل ہو۔

''وہ پھر پیدا ہوگیا ہے مس رینالڈ۔ اور اب تو دجال......اینٹی کرائسٹ......شیطان کا بیٹا بھی زمین پر موجود ہے، جیسا کہ پیش گوئیوں کی کتاب میں بتا دیا گیا تھا۔''

''آئی ایم سوری فادر۔'' کیٹ اٹھ کھڑی ہوئی۔ ''میں آپ کے عقیدے کا احترام کرتی ہوں۔ لیکن میرا یہ عقیدہ نہیں ہے۔'' اسے افسوس تھا کہ اُس نے اُس پاگل پادری کو اپنے گھر میں آنے ہی کیوں دیا۔ بہر حال اب تو اسے جانا ہی ہوگا۔

''تم کرسچن نہیں ہو؟''

''میں جرنلسٹ ہوں اور صحافت کا پہلا اصول ہر چیز پر شک کرنا ہے۔ میں جب تک اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لوں، سورج نکلنے پر بھی یقین نہیں کرتی۔''

پادری اپنا بریف کیس کھولنے لگا۔

کیٹ دل میں خود کو برا بھلا کہنے لگی۔ اب اُس نے اسے ایک اور موقع دے دیا تھا۔

پادری نے بریف کیس سے کاغذات کی ایک گڈی نکالی اور اُس کی طرف بڑھائی۔ ''لو دیکھ لو۔ یہ رہے ثبوت۔''

کیٹ نے ہچکچاتے ہوئے کاغذات لیے اور اپنی ڈیسک پر رکھ دیے۔ پھر اُس نے ان کا جائزہ لیا۔ وہ پیدائشی اسناد کی نقول تھیں۔ ان پر درج نام اس کے لیے جانے پہچانے تھے۔ وہ آنکھیں سکوڑ کر رہ گئی۔

''یہ میں نے سینٹرل رجسٹری آفس سے حاصل کیے ہیں۔'' فادر ڈی کارلو نے وضاحت کی۔

کیٹ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ یہ اُس کے لیے اپنی بات جاری رکھنے کا اشارہ تھا۔

''میں تمہارے ایمان کو نہیں پکار سکتا۔ لیکن تمہارے منطقی ذہن کو پکار سکتا ہوں۔ خود سوچو، اس روز پیدا ہونے والے تمام بچوں کے قتل کا بنیادی مقصد صرف ایک بچے کو قتل کرنا ہی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ اسے پہچانتا نہیں۔''

جبلی طور پر کیٹ کو بات درست لگی۔ لیکن وہ چھان بین کے بغیر کسی اتفاق کو تسلیم نہیں کر سکتی تھی۔ اور پھر یہاں تو شیطان کے بیٹے کی بات ہو رہی تھی۔

''یہ بتائیں کہ دجال کون ہے؟''

''امریکی سفیر ڈیمین تھورن۔'' پادری نے بلا جھجک کہا۔

کیٹ نے فادر کو دیکھا اور پھر کھلکھلا کر ہنس دی۔ ''ڈیمین......'' وہ اپنی ہنسی پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی۔ کسی کا اس طرح اس کے منہ پر مذاق اڑانا بدتمیزی تھی۔ اور پھر یہاں تو معاملہ ایک پادری کا تھا۔ بڑی مشکل سے اُس کی ہنسی تھمی۔ ''لیکن ڈیمین کو تو میں جانتی ہوں۔'' اُس نے کمزور لہجے میں کہا۔

''تم اس شخص کو جانتی ہو، اس کی روح کو نہیں۔'' فادر ڈی کارلو نے کہا۔ پھر نرمی سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ ''مس رینالڈ۔'' وہ اب اسے ننھے بچوں کی طرح سمجھا رہا تھا۔ ''میں مذہبی آدمی ہوں، کوئی جنونی نہیں۔ خدا کا حکم ہے کہ ہم کسی بھی انسان کے خلاف جھوٹی گواہی نہ دیں۔ اگر مجھے ڈیمین تھورن کے ابن شیطان ہونے کے بارے میں رائی برابر بھی شبہ ہوتا تو میں کبھی یہ بات منہ سے نہ نکالتا۔ میں چپ رہتا کہ یہ ایمان کا تقاضہ ہے۔ میں وہ بات کہہ رہا ہوں جو شک وشبے سے بالاتر ہے۔''

کیٹ اُس کے چہرے کو بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔ اب وہ سنجیدہ تھی۔ پادری کے خلوص اور سچائی نے اسے اپنا اسیر بنا لیا تھا۔

وہ ایک دوسرے کی طرف یوں متوجہ تھے کہ انہیں پیٹر کی آمد کا پتا بھی نہیں چلا، جو دبے پاؤں راہ داری میں چلا آیا تھا اور دروازے کی اوٹ میں کھڑا ہو گیا تھا۔

''میں ڈیمین تھورن کو 27 سال سے دیکھ رہا ہوں۔'' فادر ڈی کارلو کہہ رہا تھا۔ ''اس وقت سے جب اس کا باپ اسے ختم کرنے کے سلسلے میں مدد مانگنے ہماری خانقاہ میں آیا تھا۔ میں نے اسے بچپن سے لڑکپن اور لڑکپن سے جوانی تک دیکھا ہے، میں نے اسے ان تمام لوگوں کو مٹاتے دیکھا ہے جو اس کی راہ میں مزاحم ہوئے۔''

پیٹر اور دبک گیا۔ وہ سب کچھ سننا چاہتا تھا۔

''تم ڈیمین تھورن کو انسان کی حیثیت سے جانتی ہو مس رینالڈ۔'' فادر اٹھ کھڑا ہوا۔ اُس نے اپنے بریف کیس سے ایک فائل نکالی۔ ''ہم نے اس پر جو ریسرچ کی ہے، وہ میں تمہارے مطالعہ کے لیے چھوڑے جا رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم پوری طمانیت اور آزادی کے ساتھ رائے قائم کرو۔ اور جب حتمی رائے قائم کر لو تو مجھ سے اس پتے پر رابطہ کرو......'' وہ فائل پر پتا لکھنے لگا۔ ''رابطہ جلد سے جلد کرو۔ وقت کی پروا نہ کرنا......دن ہو یا رات۔''

کیٹ نے فائل لی اور پادری کو غور سے دیکھا۔ ''فادر...... میں آپ سے کوئی وعدہ نہیں کرتی۔ آپ نے کہا کہ میں ڈیمین تھورن کو جانتی ہوں، اس کی روح کو نہیں۔ لیکن روح سے تو میں اپنی بھی واقف نہیں۔ کسی اور کی روح کو کیا جانوں گی۔''

''یہ تو تمہیں خدا ہی دکھا سکتا ہے۔'' فادر ڈی کارلو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ خوش تھا کہ تشکیک کے اندھیرے میں تیقن کی کرن پھوٹتی دکھائی دے رہی ہے۔ پھر اسے یاد آیا کہ وہ ایک اہم بات اسے بتانا بھول گیا......ایسی بات جو ممکنہ طور پر اسے قائل کر سکتی ہے۔ ''غور سے سنو مس

رینالڈ۔ روح کے علاوہ ایک بیرونی نشانی بھی ہے، جس کی مدد سے تم اسے شناخت کر سکتی ہو۔ وہ تمہیں کتاب پیش گوئی میں ملے گی۔ وہ نشانی تمہیں ڈیمین تھورن کے بالوں کے نیچے ملے گی۔ وہ شیطان کا برتھ مارک ہے...... چھ کے تین ہندسے...... 666۔" اُس نے کیٹ سے ہاتھ ملایا اور شب بخیر کہہ کر نکل آیا۔ "خدا تمہاری رہنمائی کرے گا اور تم درست فیصلہ کر لو۔" یہ اُس کے الوداعی الفاظ تھے۔

پیٹر دبے قدموں تیزی سے دوبارہ اپنے کمرے میں چلا گیا تھا

فادر کے جانے کے بعد کیٹ وہ فائل اپنے بیڈروم میں لے گئی۔ اُس کے ذہن میں تجسس اور بے یقینی کی کھچڑی پک رہی تھی۔ بہ ظاہر تو فادر کی بات دیوانے کی بڑ معلوم ہو رہی تھی۔ لیکن اپنے تجسس کی تسکین کے لیے اُس نے فائل کا مطالعہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

بستر پر لیٹ کر وہ فائل کا مطالعہ کرنے لگی۔

فادر نے یوتھ کونسل کے صدر کی حیثیت سے اس کی تقرری کو نشان زدہ کرتے ہوئے اس پر تبصرہ کیا تھا۔ کیٹ کو انٹرویو کے دوران ڈیمین کے کہے ہوئے لفظ یاد آ گئے کہ وہ دنیا کے معاملات میں جوانوں کو زیادہ نمایاں کردار ادا کرتے دیکھنا چاہتا ہے اور اس سلسلے میں ان کی مدد کرنا چاہتا ہے۔ اسے ڈیمین کا جوش یاد آیا۔ اس نے تو لمبی چوڑی تقریر کر ڈالی تھی۔ اسے ایک کہاوت یاد آئی کہ ایک بچے کو چھ سال کی عمر تک مجھے دے دو، وہ ہمیشہ میرا ہی رہے گا۔

کیٹ کو پیٹر کا خیال آیا...... شکار والے دن...... اُس کے چہرے پر خون...... وہ جھرجھری لے کر رہ گئی۔

فادر ڈی کارلو نے تھورن کارپوریشن کا بروشر بھی فائل میں لگایا تھا۔ اس میں ان ملکوں کی فہرست تھی، جنہیں تھورن کارپوریشن نے امداد دی تھی۔ وہاں تبصرہ کرتے ہوئے فادر ڈی کارلو نے لکھا تھا چالیس سال کی عمر تک امریکا کا صدر بن جائے گا۔

کیٹ نے جماہی لیتے ہوئے اپنے ذہن کو صاف کرنے کی کوشش کی۔ یہ پورا معاملہ اسے ایک طرح کا پاگل پن معلوم ہو رہا تھا۔ حالانکہ کبھی کبھی وہ قابلِ یقین لگنے لگتا تھا۔ لیکن شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ پادری نے اس کے تھکے ہوئے ذہن میں شک کا بیج بو دیا تھا۔

ڈیمین تھورن اور شیطان کا بیٹا! کیسی احمقانہ بات ہے۔ وہ سب کچھ سوچتے سوچتے سو گئی۔ اسے پتا ہی نہیں چلا کہ پیٹر اس کے کمرے میں آیا تھا اس نے فائل اٹھائی تھی اور وہ فائل پر لکھے پتے کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہا تھا۔

۞

"یہ بتائیں، ان لاشوں کا کیا کروں؟" فلنٹ نے ٹیبر سے پوچھا۔

"ان کے پیروں میں بھاری وزن باندھو اور انہیں دو سو میل دور لے جا کر اوقیانوس میں غرق کر دو۔" ٹیبر نے بلا جھجک کہا۔

"بہت بہتر۔" فلنٹ نے کہا اور کمرے سے چلا گیا۔

ٹیبر سیلیٹرو اون کی طرف مڑا۔ "لو شہزادی، یہ معاملہ بھی نمٹ گیا۔ اب ہم آزاد ہیں۔"

پاؤلین اُس کی طرف بڑھی اور اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولی۔ "میں نے تمہیں بہت مس کیا ہے جان۔"

''میں نے بھی......''

''مہینے میں ایک بار چھپ کر ملنا بہت برا لگتا ہے...... خاص طور پر اس صورت میں کہ میں جانتی تھی کہ اب جدا ہونا ہے۔''

ٹیئر نے اسے خود سے قریب کر لیا۔ ''مگر اب ہم کبھی جدا نہیں ہوں گے۔ ہمیں بس تین چار مہینے انتظار کرنا ہو گا۔ تمہارے آں جہانی شوہر کا احترام بھی تو ضروری ہے۔ اور پھر اس کے بعد ہم شادی کر لیں گے۔''

وہ مسکرائی۔ ''نہیں، سوگ کے لیے صرف ایک مہینہ کافی ہے۔''

ٹیئر نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''چلو، ٹھیک ہے۔''

''کل میں نے سینٹ کی نشست سے استعفیٰ دے دیا۔ وہاں سب کو احساس ہے کہ شوہر کی موت نے مجھے کتنا دل شکستہ کر دیا ہے۔''

''بہت خوب۔ تو اب ہم دونوں کھل کر مل سکتے ہیں۔ اب میں تمہیں کے آئی جی میں ایک ایسی چیز دکھاؤں گا، جو پہلے نہیں دکھا سکا۔''

ٹیئر اور پاؤلین سرخ اینٹوں میں بنی عمارت میں تھے۔ وہ اسٹیل کے اس ٹھوس دروازے کی طرف بڑھی۔ اس کے عین وسط میں ایک خلا تھا۔ ٹیئر ایک بھاری انگوٹھی پہنے ہوئے تھا، جس میں ایک یونانی جنگ جو کے چہرے کی شبیہہ ابھاری گئی تھی۔

پاؤلین دیکھتی رہی۔ ٹیئر نے انگوٹھی کو اس دروازے کے خلا میں داخل کیا...... اور اچانک دروازہ کھلنے لگا۔ وہ ایک بہت بڑا کمرا تھا، جہاں بڑے بڑے کمپیوٹر اور ٹیلی وژن اسکرین تھے۔ سامنے والی دیوار پر جنریٹر اور الیکٹرونکس تھے۔ وہ سب درمیان میں ایک کنٹرول پینل سے منسلک تھے۔

''یہ گراؤنڈ زیرو ہے۔'' ٹیئر نے کہا۔ ''یہ ہمارے پاس وہ چیز ہے جو زندگی کو ہمیشہ کے لیے بدل دے گی۔ یہ کمرہ دراصل ایک سیٹلائٹ سسٹم کا کمانڈ سینٹر ہے یہاں سے دنیا کے کسی بھی حصے میں موسم کو کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔ ہم کہیں بھی طوفان لا سکتے ہیں۔ ہم بارش روک کر کسی بھی علاقے کو خشک سالی اور قحط میں مبتلا کر سکتے ہیں۔ ہم کسی بھی ایئر پورٹ پر دھند طاری کر کے اسے معطل کر سکتے ہیں۔ ہم بڑے بڑے طوفان اور سائیکلون تخلیق کر سکتے ہیں، جس کے نتیجے میں دنیا کی معیشت رک جائے۔'' وہ مسکرایا۔ تم جانتی ہو۔ کئی موقعوں پر میں اپنی طاقت کا عملی مظاہرہ کر چکا ہوں۔ موسم پر کنٹرول حاصل کرنے کے لئے کئی ممالک کام کر رہے ہیں۔ لیکن ابھی تک کامیاب نہیں ہو سکے ہیں۔''

ٹیئر نے ایک بٹن دبایا۔ ایک بڑا ٹی وی اسکرین روشن ہو گیا۔ ''یہ جو کچھ تم دیکھ رہی ہو۔ یہ ہماری فوج کے ایک خواب کی ترقی یافتہ تعبیر ہے۔'' اس نے سر گھما کر پاؤلین کو دیکھا اور مسکرایا۔ ''پرابلم میں بس گرین ہاؤس ایفیکٹ کی کمی تھی، جو میرے مکمل کنٹرول کی راہ میں رکاوٹ تھی۔ اس مسئلے کو تم نے بے حد خوبصورتی سے حل کر دیا۔ جانتی ہو، اس پروجیکٹ کا خالق کون ہے؟'' اس نے ایک آہ بھرتے ہوئے کہا۔ ''میرا بھائی اینڈریو۔ بلا شبہ وہ جینئس تھا۔''

پاؤلا تمام آلات کو بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔ ''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس مشین سے موسم کو کیسے کنٹرول کیا جا سکتا ہے؟''

''سادہ سی بات ہے کہ گرم ہوا اوپر کی جانب اٹھتی ہے...... سرد ہوا کی طرف اور اگر فضا میں نمی ہو......''

''اب تم استاد بننے کی کوشش کر رہے ہو جان۔''

''سوری۔ لیکن تفصیل سے بتاؤں تو یہ بہت پیچیدہ معاملہ ہے۔''

''میں سن رہی ہوں۔''

''یہ ذرا ٹیکنیکل معاملہ ہے۔ میرے بھائی ایڈریو نے نانو ٹیکنالوجی تخلیق کی۔ اُس سے مائیکرو ویو بنی۔ جب اسے زمین کی موسمیاتی فضا میں فائر کیا جاتا ہے تو فری فورمنگ آکسیجن بنتی ہے۔ وہ ہائیڈرجن کے ساتھ مل کر اوزون اور پانی بناتی ہے۔ آزاد آکسیجن جب فضا میں شامل ہوتی ہے تو...... اسی لیے اسے 02 کہا جاتا ہے۔ میرے بھائی نے دریافت کیا کہ اگر خلا میں موسمیاتی فضا میں لیزر کو فائر کیا جائے تو آزاد آکسیجن ہائیڈروجن کے دو ایٹموں کے ساتھ مل کر اوزون بناتی ہے...... 03 اور پانی H20۔''

''میں اب بھی نہیں سمجھ پائی کہ کیسے......''

''موسم کو تحرک دینے والی چیز پانی ہے۔ اینڈریو نے بڑے پیمانے پر تجربات کیے۔ ان کے نتیجے میں ضمنی طور پر اتنی بڑی مقدار میں پانی پیدا ہوا کہ ہوا کا رخ بدل گیا۔ مزید لیزر، مزید ہوا، پانی اور ہوا پر کنٹرول حاصل کر لو تو موسم کا جن خود بہ بخود قابو میں آجاتا ہے۔'' وہ چند لمحے کچھ سوچتا رہا۔ پھر اُس نے سلسلہ کلام جوڑا۔ ''جب مجھے پتا چلا کہ ٹوکیو میں اکیرا آئسو اور زیورخ میں میڈیلین اسمتھ اس مسئلے کو حل کرنے کے قریب ہیں تو میں انہیں پرکشش آفرز کیں۔ لیکن انہوں نے میری پیش کش ٹھکرا دی۔ میں نے تمہیں بتایا تھا نا کہ چارٹاپ کے ماہر موسمیات میرے ساتھ کام کر رہے تھے۔''

''ہاں۔''

''وہ بھی اپنے کام کے ماہر تھے۔ برلن میں فرانز وربرگ، پیرس میں مارک ہیرس، وینکوور میں گیری رینالڈ اور نیویارک میں رچرڈ اسٹیونز میں نے ان میں سے ہر ایک کو موسمیاتی کنٹرول کے متعلق الگ الگ مسائل کے حل پر مامور کیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ کیونکہ وہ مختلف ممالک میں ہیں، اس لیے وہ کڑیاں نہیں ملا سکیں گے...... یہ نہیں سمجھ سکیں گے کہ اصل میں پروجیکٹ کا بنیادی مقصد کیا ہے۔ لیکن نجانے کیسے انہوں نے سمجھ لیا۔ وہ مجھ سے ملنے آئے اور مجھ سے پوچھا کہ اس سلسلے میں میرا کیا منصوبہ ہے۔ میں نے انہیں کہہ دیا کہ میں یہ پروجیکٹ اپنی حکومت کو ہرگز نہیں دوں گا۔ اس پر انہوں نے اعتراض کیا اور خود ہی واشنگٹن جانے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ وہاں کس مقتدر شخصیت سے مل کر اسے پرائما کے بارے میں بتانا چاہتے تھے۔ وہ کس سے ملتے، مجھے اس سے غرض نہیں تھی۔ کیونکہ میں انہیں راہ سے ہٹانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ خوش قسمتی سے انہوں نے تمہیں منتخب کیا۔ کیونکہ تم سینیٹ کی ماحولیاتی کمیٹی کی سربراہ تھیں۔ یہ ہے پورا معاملہ۔ خیر اب ذرا اسکرین پر دیکھو......''

''ایک کمپیوٹر اسکرین پر دنیا کا نقشہ نمودار ہو گیا تھا۔ اس میں نقطے، خطوط اور دیگر علامات بھی تھیں۔ ٹینر ایک سوئچ کو گھمانے لگا۔ نقشے کا فوکس بدلنے لگا۔ مختلف ممالک...... اور پھر پرتگال نمایاں ہو گیا۔

''پرتگال کی زرعی وادیوں کو پانی اسپین سے اوقیانوس کی طرف بہنے والے دریا فراہم کرتے ہیں۔ ذرا تصور کرو کہ اگر مسلسل بارش ہونے

لگے تو پرتگال کی ان زرعی وادیوں کا کیا حشر ہوگا۔ وہ غرق ہو جائیں گی نا۔''

ٹیمز نے ایک بٹن دبایا اور ایک بہت بڑے اسکرین پر گلابی رنگ کا ایک بہت بڑا محل ابھرا۔ محل کے ہرے ہرے باغیچوں میں دھوپ اٹکھیلیاں کر رہی تھی۔ محل کے باہر چمکیلی وردیاں پہنے پہرے دار ڈیوٹی دے رہے تھے۔

''یہ وہاں کا صدارتی محل ہے۔'' ٹیمز نے کہا۔

اب اسکرین پر محل کے اندر طعام گاہ کا منظر نظر آ رہا تھا۔ وہاں ایک فیملی ناشتے میں مصروف تھی۔

''یہ پرتگال کا صدر، اس کی بیوی اور دو بچے ہیں۔ یہ جب بات کریں گے تو وہ پرتگیزی زبان میں ہوگی۔ لیکن تمہیں انگریزی سنائی دے گی۔ اس محل میں ہمارے درجنوں نانو کیمرے اور مائیکروفون نصب ہیں۔ صدر کو اس سلسلے کچھ علم نہیں۔ لیکن اس کا ہیڈ سیکورٹی گارڈ میرا تنخواہ دار ملازم ہے۔''

ایک ملازم صدر سے کہہ رہا تھا۔ ''صبح گیارہ بجے آپ کی ایک ایمبیسی میں میٹنگ ہے۔ پھر آپ کو لیبر یونین کے اجلاس سے خطاب کرنا ہے۔ ایک بجے میوزیم میں لنچ ہے۔ اور آج شام اسٹیٹ ڈنر ہے۔''

کھانے کی میز پر رکھے فون کی گھنٹی بجی۔ صدر نے ریسیور اٹھایا۔ ''ہیلو؟''

ٹیمز نے کہا۔ ''جناب صدر......'' دوسری طرف اس کی آواز پرتگیزی زبان بول رہی تھی۔

صدر بری طرح چونکا۔ ''کون......کون بول رہا ہے؟''

''ایک دوست۔''

''تمہیں میرا پرائیویٹ نمبر کیسے ملا؟''

''اس کی کوئی اہمیت نہیں۔ تم میری بات دھیان سے سنو۔ مجھے تمہارے ملک سے بہت محبت ہے اور میں اسے تباہ ہوتے نہیں دیکھنا چاہتا۔ اگر تم ان خوف ناک طوفانوں سے بچنا چاہتے ہو، جو تمہارے ملک کو دنیا کے نقشے سے مٹانے والے ہیں تو مجھے دو بلین ڈالر مالیت کا سونا بھجوا دو۔ اگر تم اس وقت جواب دینے کے موڈ میں نہیں ہو تو میں تمہیں تین دن بعد فون کروں گا۔''

انہوں نے اسکرین پر دیکھا۔ صدر نے ریسیور پٹخ دیا تھا۔ پھر اُس نے اپنی بیوی سے کہا۔ ''کسی پاگل کو میرا پرائیویٹ نمبر مل گیا ہے۔ پاگل خانے سے بھاگا ہوا لگتا ہے۔''

ٹیمز نے پاؤلین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''یہ تین دن پرانی ریکارڈنگ ہے۔ اب میں تمہیں کل کی گفتگو سنواتا ہوں۔''

اسکرین پر پھر گلابی محل کی تصویر ابھری......اور پھر باغات۔ لیکن اب وہاں طوفانی بارش ہو رہی تھی۔ ساتھ میں زبردست گرج چمک ہو رہی تھی۔

ٹیمز نے ایک بٹن دبایا اور اسکرین پر صدر کے آفس کا منظر ابھر آیا۔ وہ کانفرنس ٹیبل پر تھا۔ اُس کے چھ ساتھ معاونین سب کے سب ایک

ساتھ بول رہے تھے۔ صدر کے چہرے پر گمبھیرتا تھی۔

اسی وقت میز پر رکھے فون کی گھنٹی بجی۔

''اب دیکھو۔'' ٹیزر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

صدر نے ریسیور اٹھایا۔ ''ہیلو......؟''

''گڈ مارننگ جناب صدر۔ کیا حال......؟''

''تم میرے ملک کو تباہ کر رہے ہو۔ کھیت زیر آب آ گئے۔ ساری فصلیں تباہ ہو گئیں۔ ہمارے گاؤں......'' وہ کہتے کہتے رکا اور اُس نے ایک گہری سانس لی۔ ''یہ سب کچھ کب تک ہوتا رہے گا۔'' اُس کی آواز میں ہسٹریائی کیفیت تھی۔

''جب تک مجھے دو بلین ڈالر نہیں مل جاتے۔'' ٹیزر کی آواز ابھری۔

صدر دانت پیسنے لگا۔ ایک پل کو اُس نے آنکھیں بند کر لیں۔ پھر بولا۔ ''اور تب تم اس طوفان کو روک دو گے؟''

''جی ہاں۔''

''رقم آپ کو کس طرح پہنچائی جائے؟''

''ٹیزر نے ٹی وی کو آف کر دیا۔ ''دیکھا شہزادی، یہ کام کتنا آسان ہے۔ رقم ہمیں مل چکی ہے۔ اب میں تمہیں دکھاتا ہوں کہ پرائما اور کیا کچھ کر سکتی ہے۔ یہ ہمارے ابتدائی تجربات ہیں......دیکھو۔''

اُس نے ایک بٹن دبایا۔ اسکرین پر ایک چنگھاڑتے ہوئے طوفان کا منظر نظر آیا۔ ''یہ جاپان میں ہو رہا ہے۔'' اُس نے کہا۔ ''اور یاد رہے کہ اس مہینے میں وہاں ہمیشہ موسم پرسکون ہوتا ہے۔''

اُس نے ایک اور بٹن دبایا۔ ایک اور طوفان کا منظر...... ''یہ فلوریڈا ہے۔ اس وقت جون کا مہینے میں وہاں درجہ حرارت نقطہ انجماد کے قریب ہے۔ تمام فصلوں کا صفایا ہو چکا ہے۔''

اُس نے ایک بٹن دبایا۔ اس بار وہ ہوا اور گرد کا بگولا تھا جو عمارت سے ٹکرا رہا تھا۔ ''برازیل ہے۔ دیکھ لیا تم نے پرائما کچھ بھی کر سکتی ہے۔''

پاؤلین نے اُس کا ہاتھ تھام لیا۔ ''تمہاری طرح۔ تم بھی تو کچھ بھی کر سکتے ہو۔''

ٹیزر نے ٹی وی کو آف کر دیا۔ پھر اُس نے ڈی وی ڈی کے تین پیس پاؤلین کو دکھائے۔ ''یہ تین اور دلچسپ تر گفتگوئیں ہیں......ایک پیرو سے، دوسری میکسیکو اور تیسری اٹلی سے۔ تمہیں معلوم ہے، سونا کیسے وصول کیا جاتا ہے۔ ہم ان کے بینکوں پر ٹرک بھیجتے ہیں اور وہ ان پر سونا لاد دیتے ہیں۔ میں نے انہیں خبردار کر دیا ہے کہ اگر انہوں نے یہ پتا چلانے کی کوشش کی کہ سونا کہاں جا رہا ہے تو انہیں بدتر طوفان کا سامنا کرنا ہوگا اور وہ طوفان رکے گا بھی نہیں۔''

پاؤلین نے اُسے تشویش نظروں سے دیکھا۔ ''ٹیزر......وہ کسی طرح تمہاری کال بھی تو ٹریس کر سکتے ہیں۔''

''ضرور'' ٹیز نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''پہلی کوشش میں وہ ایک چرچ تک پہنچیں گے۔ دوسری میں ایک اسکول اور تیسری کوشش کے نتیجے میں وہ ایک طوفان بھگتیں گے۔''

پاؤلین بھی ہنسنے لگی۔

اسی وقت دروازہ کھلا اور اینڈریو اندر آیا۔ ''یہ میرا بھائی اینڈریو کنکسلے۔'' ٹیز نے پاؤلین کو بتایا۔

اینڈریو پاؤلین کو گھور رہا تھا۔ اُس کے چہرے پر الجھن تھی۔ ''تم مجھے جانی پہچانی لگتی ہو۔'' اُس نے کہا اور اُس کے چہرے پر گہرے ارتکاز کا تاثر ابھرا۔ پھر اچانک اُس کا چہرہ جیسے کھل اٹھا۔ ''ہاں...... یاد آیا۔ تم اور ٹیز تو شادی کرنے والے تھے۔ اور میں ٹیز کا شہ بالا تھا۔ میں پہچان گیا۔ تم شہزادی ہو۔''

''بہت خوب اینڈریو۔'' پاؤلین نے کہا۔

''لیکن پھر تم چلی گئی تھیں۔ تمہیں ٹیز سے محبت نہیں تھی۔''

ٹیز نے جلدی سے مداخلت کی۔ ''میں تمہیں بتاتا ہوں۔ یہ اس لیے چلی گئی تھی۔ کیونکہ یہ مجھ سے محبت کرتی تھی۔'' اُس نے پاؤلین کا ہاتھ تھام لیا۔ ''اُس نے اپنی شادی کے اگلے روز مجھے فون کیا تھا۔ اُس نے ایک دولت منٹ اور بااثر شخص سے شادی کی تھی۔ تاکہ کے آئی جی کی مدد کر سکے۔ یہی تو ہماری ترقی کا راز ہے۔ مہینے میں ایک بار ہم سب سے چھپ کر ملتے تھے۔'' ٹیز کے لہجے میں دل چسپی ہوگئی اور یہ سینیٹر بن گئی۔''

''لیکن...... لیکن وہ...... وہ سباستینا......'' اینڈریو ذہن پر زور دے رہا تھا۔

''سباستینا کورٹیز۔'' ٹیز نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''وہ تو ایک چال تھی۔ تاکہ اصلیت چھپی رہے۔ میں نے آفس میں سب کو یقین دلا دیا تھا کہ اُس کے ساتھ میرا چکر چل رہا ہے۔ دراصل میں نہیں چاہتا تھا کہ میرے اور شہزادی کے بارے میں کسی کو شک بھی ہو۔''

''اوہ...... اب میں سمجھا۔'' اینڈریو نے کہا۔

''یہاں آؤ اینڈریو۔'' ٹیز نے کہا۔ اور اُس کا ہاتھ تھام کر اسے پرائما کے سامنے کھڑا کر دیا۔ ''یہ تمہیں یاد ہے؟ اس کی تخلیق میں تمہارا بڑا ہاتھ ہے۔ اب یہ مکمل ہو چکی ہے......''

''پرائما!'' اینڈریو نے کہا اور اُس کی آنکھیں پھیل گئیں۔

ٹیز نے ایک بٹن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ موسم کنٹرول کرنے کا بٹن ہے۔'' اُس نے دوسرے بٹن کی طرف اشارہ کیا۔ ''اور یہ لوکیشن کا۔ دیکھا تم نے، ہم نے اسے کتنا سادہ اور آسان بنا دیا۔''

''ہاں...... مجھے یاد ہے......'' اینڈریو نے زیرلب کہا۔

ٹیز پاؤلین کی طرف مڑا۔ ''یہ تو محض آغاز ہے شہزادی۔'' اس نے اسے باہوں میں بھر لیا۔ ''میں مزید تین ملکوں پر ریسرچ کر رہا ہوں۔ تم نے جو چاہا تھا، وہ سب مل گیا تمہیں۔ دولت بھی اور طاقت بھی......''

''یہ کمپیوٹر تو بہت قیمتی......''

''دو کمپیوٹر کہو۔ میرے پاس ایک سرپرائز ہے تمہارے لیے۔ تم نے جنوبی بحرالکاہل میں ٹاموآ جزیرے کا نام سنا ہے......؟''

''نہیں تو۔''

''وہ ہم نے خرید لیا ہے۔ اس کا رقبہ 60 مربع میل ہے۔ اور وہ خوابوں سے بڑھ کر خوب صورت ہے۔ وہاں بجرے کے لیے بندرگاہ بھی ہے اور جہاز کے لینڈ کرنے کے لیے رن وے بھی ہے۔ اور وہاں پر ائما 2 بھی ہے......''

پاؤلین نے کہا۔ ''یعنی بالکل ایسی ہی ایک اور مشین......؟''

''ہاں۔ اور وہ زیرِ زمین ہے۔ اسے کوئی تلاش نہیں کر سکتا۔''

اچانک پاؤلین کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ ''لیکن جب ڈیمین تھورن کو اندازہ ہو گا کہ تم کیا کر رہے ہو تو وہ...... وہ بہت خطرناک اور طاقت ور آدمی ہے جان۔''

''اب ہمیں اُس کی ضرورت نہیں رہی۔ اور ابھی تو اسے معلوم بھی نہیں کہ ہم کیا کر چکے ہیں۔ اور جب اسے پتا چلے گا تو ہم اپنے جزیرے پر ہوں گے۔'' اور وہ ہمیں ڈھونڈ بھی نہیں سکے گا۔''

''مجھے اُس سے ڈر لگتا......''

''مت ڈرو اس سے۔ ہم اسے جس حد تک استعمال کر سکتے تھے، کر چکے، اب اس کی ضرورت نہیں ہے ہمیں۔ ہم اُس کے لیے کیوں کچھ کریں۔ بھول جاؤ اسے......''

......✿......

ہاروے ڈین وہ علامات خوب پہچانتا تھا۔ اسے کسی پہلو قرار نہیں تھا۔ اپنے خوابوں میں وہ خوف زدہ تھا۔ لیکن اس جاگنے سے بھی ڈرلگتا تھا۔ وہ کام پر جانے سے بھی ڈرتا تھا۔ ڈیمین تھورن کی موجودگی میں وہ اعصاب زدہ رہتا تھا۔ اس نے ان مسائل کا حل تلاش کرنے کی کوشش کی۔ لیکن کوئی حل سوجھ بھی نہیں رہا تھا۔ وہ کہیں بھاگ بھی نہیں سکتا تھا۔ اسے تو اپنی جگہ جم کر بیٹھنا اور بہتری کی امید رکھنا تھا۔ اس کا مستقبل اُس کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ اُس کی خوشیاں اس کے نہیں، کسی اور کے اختیار میں تھیں۔

مسئلہ یہ تھا کہ اُس نے جان لیا تھا کہ وہ اپنے نومولود بیٹے کو دیوانہ وار چاہتا ہے۔ وہ سر سے پاؤں تک......اس کے گھونگھریالے بالوں سے لے کر کھلونے جیسے پیروں کے ننھے منے ناخنوں تک اُس کے عشق میں مبتلا تھا۔ وہ اپنے بیٹے کو بار بار اسے کہیں بڑھ کر چاہتا تھا جتنی محبت اسے ڈیمین سے تھی، اس سے کہیں زیادہ محبت اپنے نومولود بیٹے سے تھی۔ لیکن اگر وہ اپنے بیٹے کو لے کر بھاگا تو دنیا میں کہیں بھی نہیں چھپ سکتا۔ وہ ہر قیمت پر اسے ڈھونڈ لیں گے۔ وہ پاتال میں بھی اسے ڈھونڈ نکالیں گے۔ اور اُسکا بھاگنا اس کی بے وفائی کا ثبوت ہوگا۔ اور ڈیمین تھورن کے نزدیک بے وفائی بدترین جرم تھی۔

دیگر مسائل اُس کے علاوہ تھے۔ اسرائیل آپریشن میں بھی گڑ بڑ ہوگئی تھی۔ دوسری طرف پرتگال میں بے موسم کی خوف ناک بارشیں تین دن تک جاری رہی تھیں۔ اور جب ایسا لگ رہا تھا کہ وہ ملک ہی غرق ہو جائے گا تو وہ بارش اچانک ہی تھم گئی تھی۔ اٹلی، برازیل اور میکسیکو سے بھی موسم سے متعلق غیر معمولی خطرناک خبریں آرہی تھیں۔ رابطے پر کہیں سے کوئی یقینی خبر نہیں ملی تھی۔ لیکن صاف اندازہ ہوتا تھا کہ یہ ٹیز کنکسلے کا کیا دھرا ہے۔ لگتا تھا کہ اس نے اپنی مشین کا فائدہ اٹھا کر ساری دنیا کو لوٹنے کا ارادہ کرلیا ہے۔ انسان دولت کی ہوس میں مبتلا ہو جائے تو اس کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ ٹیز ڈیمین جیسے آقا سے باغی ہو گیا تھا۔ مگر ڈیمین کو اُن دنوں 24 مارچ کو پیدا ہونے والے بچوں کے خاتمے کے علاوہ کسی اور بات کی پروا نہیں تھی۔ اُس نے ٹیز کو نظرانداز کر دیا تھا۔ اسے اس بات کی بھی کوئی پروا نہیں تھی کہ پرائما نامی وہ کمپیوٹر اس کے مقاصد کے لیے کتنا اہم تھا۔ وہ تو اس وقت جان ہے تو جہان ہے والے محاورے پر عمل کر رہا تھا۔ لیکن مستقبل میں کسی بھی وقت وہ ہاروے ڈین سے اس سلسلے میں جواب طلبی کر سکتا تھا کہ ٹیز کے خلاف کارروائی کیوں نہیں کی گئی۔

اُس نے ریسیور رکھا اور ڈیمین سے کہا۔ ”اسرائیلی اب شریڈر کی تلاش میں ہیں۔ اس سے پہلے کہ وہ اسے پکڑ کر اس سے حقیقت اگلوائیں، ہمیں شریڈر کو خود ہی ٹھکانے لگانا ہوگا۔“

ڈیمین نے کاغذات سے نظر اٹھائے بغیر بے پروائی سے کہا۔ ”جو کرنا ہے، کر گزرو۔“

”لیکن ہم اس تک پہنچ نہیں پا رہے ہیں۔“ ہاروے ڈین کے لہجے میں جھنجلاہٹ تھی۔ ”وہ تل ابیب میں پھنسا ہوا ہے۔ ڈیمین، صرف تم ہی اس سلسلے میں کچھ کر سکتے ہو۔“

”تم خود بھی نمٹا سکتے ہو اس معاملے کو۔“

”لیکن میں نے بتایا نا کہ وہ......“

''میں نے بھی تو تمہیں کچھ بتایا ہے نا'' بالآخر ڈیمین نے نظریں اٹھائیں اور ہاروے ڈین کو گھورنے لگا۔ اُس کی آنکھیں جیسے اُس کے وجود کو ٹٹول رہی تھیں۔ ''میں نے تمہیں بتایا ہے نا کہ جب تک نزارین زندہ ہے، میری طاقت روز بروز کم ہوتی رہے گی۔''

ہاروے ڈین کے حلق میں گولا سا پھنس گیا۔ وہ دل میں خود کو برا کہنے لگا۔ آخر اسے کچھ بولنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ بات پھر اسی موضوع پر پہنچ گئی نا۔ بس اس کی سنتے رہو۔ کچھ بولو مت۔ اُس نے خود کو سمجھایا۔

''کتنے بچے ابھی تک زندہ ہیں؟'' ڈیمین نے پوچھا۔

''صرف ایک یا دو'' بس اب یہ موضوع ختم کرو...... وہ دل ہی دل میں التجا کر رہا تھا۔

''ان میں تمہارا بیٹا بھی ہے؟''

''میرا بیٹا؟'' اس نے جلدی سے کہا۔ ''بات سنو۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ وہ 23 مارچ کے آخری گھنٹے میں پیدا ہوا تھا۔ میری بات کا یقین کرو ڈیمین۔

''نزارین کو ختم کردو۔ مجھے خود بہ خود تمہاری بات کا یقین آجائے گا۔''

فون کی گھنٹی بجی۔ ہاروے ڈین نے جلدی سے ریسیور اٹھالیا۔ اس کے انداز میں شکر گزاری تھی۔ وہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا تھا۔

دوسری طرف سے بلیپ کی آوازیں سنائی دے رہی تھی۔ یہ کون ہے، جو سکہ ڈال کر کسی فون بوتھ سے کال کر رہا ہے۔ ہاروے ڈین کا ذہن الجھنے لگا ایسے کسی شخص کو یہ نمبر کیسے مل گیا؟

''ہاں؟ کون......؟'' اس کے چہرے پر بھی الجھن تھی۔

دوسری طرف کی بات سننے کے بعد وہ ڈیمین کی طرف مڑا۔ ''کیٹ رینالڈ کے بیٹے کا فون ہے۔ کسی فون بوتھ سے کال کر رہا ہے وہ۔''

ڈیمین اٹھ کر اُس کی طرف بڑھا۔

''اسے یہ نمبر کیسے ملا؟'' ہاروے ڈین نے پوچھا۔

''میں نے دیا تھا۔'' ڈیمین نے نخوت سے کہا۔

ڈیمن نے کندھے جھٹکے اور دل ہی دل میں اپنے تجسس کو کوسنے لگا۔ یہ تجسس کسی دن اسے مروا دے گا۔

اب وہ یہ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ فون پر ہونے والی گفتگو نہیں سن رہا ہے۔

''تم اُس کا پیچھا کرو۔'' ڈیمین فون پر کہہ رہا تھا۔ ''اور خیال رکھنا کہ اسے تعاقب کا پتا نہ چلے......''

''ڈیمین لڑکے سے کسی کا تعاقب کرنے کو کہہ رہا تھا؟ اور وہ بھی اتنی احتیاط سے! کیوں؟ پھر ہاروے ڈین نے سوچا، جہنم میں جائے۔ مجھے کیا۔

ڈیمین نے فون رکھا تو ہاروے ڈین فوراً ہی ایک مختلف موضوع پر شروع ہوگیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ بات پھر اسی طرف جائے۔

''ڈیمین......ذرا محتاط رہو۔'' اُس نے کہا۔ ''صبح اُس کی ماں نے فون کیا تھا۔تم سے ملنا چاہتی تھی۔ میں نے اسے ٹال تو دیا۔لیکن......''

''تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں۔'' ڈیمین نے سخت لہجے میں پوچھا۔ ''میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔''

''وہ عورت خطرناک ہے ڈیمین۔'' ہاروے بولا۔ ''اس کے پروگرام کی وجہ سے پہلے ہی مسائل سر اٹھا رہے ہیں۔اُس نے بچوں کی اموات کے سلسلے میں......''

''فیصلہ مجھے کرنا ہے کہ کون خطرناک ہے اور کون نہیں۔'' ڈیمین کا چہرہ غصے سے تمتما رہا تھا۔ ''اب اسے فون کرو اور کہو کہ شام کو مجھ سے گھر پر ملے۔مگر ہاں......اسے پیٹر کے فون کے بارے میں کچھ نہ بتانا۔''

ہاروے نے کندھے جھٹک دیے۔ ''جو تمہاری مرضی باس۔''

ڈیمین کمرے سے نکلا تو ہاروے ڈین قدرے پرسکون ہو گیا......

........✡........

ہاروے ڈین اس رات آفس سے جلدی نکل آیا۔اس کا دماغ خوف اور پریشانی سے دھندلا رہا تھا۔وہ بے دھیانی سے ڈرائیو کرتا رہا۔ پہاڑی پر پہنچا تو تازہ ہوا نے دماغ کی دھندلاہٹ کو کچھ کم کر دیا۔

اسے خوشی تھی کہ وہ گھر جا رہا ہے۔بس کاش وہاں ٹیلی فون نہ ہوتا......ڈیمین تھورن سے کوئی رابطہ نہ ہوتا۔بس وہ گھر میں داخل ہوتا، دروازہ بند کرتا اور باہر کی دنیا سے پوری طرح کٹ جاتا۔وہ اور باربرا ڈنر کرتے اور جلدی سو جاتے۔باربرا ذہین ہے،قدامت پسند ہے۔لیکن کوئی بات نہیں۔وہ اسے بے حد محبوب بھی تو ہے۔اور وہ کھلی عورت ہے......کوئی پیچیدہ بند گلی نہیں۔یہ بہت بڑی خوبی ہے۔

اُس نے کار گیراج میں پارک کی،گھر میں داخل ہوا اور سیڑھیوں کے نیچے کھڑے ہو کر آواز لگائی۔

کوئی جواب نہیں ملا۔

وہ کچن میں گیا۔ڈرائنگ روم میں دیکھا۔مگر وہاں کوئی نہیں تھا۔ممکن ہے،باربرا کہیں گئی ہوئی ہو۔لیکن عام پر وہ جاتی تو کوئی اطلاعی نوٹ چھوڑ کر جاتی تھی۔

اُس نے اپنے لئے ڈرنک بنایا اور سیڑھیاں چڑھ کر اپنی سٹڈی میں گیا۔اُس نے دروازہ کھولا اور اندر کی افراتفری دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا۔

باربرا کرسی پر بیٹھی تھی اور بچہ اُس کی گود میں تھا۔فرش پر کاغذات ہی کاغذات بکھرے ہوئے تھے۔اُس کی فائلنگ کیبنٹس کھلی تھی۔دراز یں باہر نکلی پڑی تھی۔

''یہ......یہ سب کیا ہے؟'' اُس نے کراہتے ہوئے کہا اور آگے بڑھا۔

باربرا نے کرسی گھما کر اُس کا سامنا کیا اور بچے کو سینے سے لپٹاتے ہوئے اُس پر چلائی۔اُس کے چہرے پر دہکتی ہوئی نفرت تھی اور متورم آنکھوں میں آنسو تھے۔ ''میرے قریب مت آنا......قاتل!'' وہ چلائی۔اور اُس کے لہجے میں بے پناہ نفرت تھی۔

ہاروے ڈین گنگ ہو کر رہ گیا۔ اُس نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ اُس کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آ رہا تھا۔

''پاگل ہو گئی ہو؟'' ہاروے ڈین نے کہا اور آگے بڑھا۔

مگر باربرا نے ہاتھ بڑھا کر کاغذ کاٹنے والا چاقو اٹھایا اور تان لیا۔

ڈین گھبرا کر رک گیا۔ وہ شاک میں تھا۔ اس کا چہرہ سپید پڑ گیا تھا۔

''تم بچے کو انگلی بھی لگاؤ گے تو میں تمہارے ٹکڑے کر ڈالوں گی۔'' باربرا نے کہا۔ ''ویسے ہی جیسے تم نے ان معصوم بچوں کے ٹکڑے کیے ہیں۔''

ہاروے نے منہ کھولا۔ لیکن کوئی آواز نہیں نکلی۔

''سہ پہر کے وقت ایک پادری آیا تھا۔'' باربرا نے کہا۔ ''وہ مجھے ڈیمین تھورن کی طرف سے خبردار کرنے کے لیے آیا تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ درحقیقت ڈیمین تھورن کون ہے اُس نے مجھے بتایا کہ ڈیمین نے 24 مارچ کو پیدا ہونے والے تمام بچوں کو قتل کرایا ہے...... اور یہ کہ میرا بچہ بھی خطرے میں ہے۔''

انکار کر دو...... تردید کر دو...... ڈین کا دماغ اسے تلقین کر رہا تھا۔ ہر بات کی تردید کر دو۔ پھر وہ بولا تو اُس کی آواز بھرائی ہوئی، مکروہ آواز تھی۔ تم مجھے یہ بتا رہی ہو کہ تم نے کسی مذہبی جنونی کی بات پر یقین......''

''نہیں۔'' باربرا چاقو لہراتے ہوئے چلائی۔ ''مجھے ثبوت بھی مل گیا۔'' یہ کہہ کر اُس نے مقتول بچوں کی پیدائشی اسناد کی نقول کا پلندہ لہرایا۔

اب اس کے جواب میں کیا کہا جا سکتا تھا۔ ہاروے ڈین نے سر جھکا اور یوں پلکیں جھپکائیں جیسے کسی نے اُس کے جبڑے پر پوری طاقت سے گھونسہ دے مارا ہے۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کہے اور کیا کرے۔

باربرا اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کا غصہ معدوم ہو گیا تھا۔ مگر اب اُس کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔

''خدا کے لیے ہاروے...... تمہیں ڈیمین کو ختم کرنے میں اس پادری کی مدد کرنی چاہیے۔

ہاروے نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور سر کو تفہیمی جنبش دی۔

اُس کے اس ردِعمل پر باربرا کا حوصلہ بڑھا۔ وہ اُس کی طرف لپکی۔ ''پادری کا کہنا ہے کہ تم یہ کام کر سکتے ہو۔ کیونکہ ڈیمین تم پر بھروسہ کرتا ہے۔ پلیز ہاروے، اس پادری سے رابطہ کرو۔ خدا کے لیے ہاروے...... اور خدا کے لیے نہیں تو اپنے بیٹے کے لیے...... کچھ کرو ہاروے......''

ہاروے نے کھینچ کر اسے خود سے لپٹا لیا۔ بچہ مسکراتے ہوئے، ہاروے ڈین کے بال کھینچ رہا تھا۔

⁂

پہلے کیلی کی آنکھ کھلی۔ تہ خانے کے فرش پر وہ برہنہ پشت کے بل لیٹی ہوئی تھی۔ اُس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں، جو آٹھ انچ کی زنجیر کی مدد سے دیوار سے لگے ہک سے منسلک تھیں۔ کمرے کی افتادہ تر دیوار میں ایک کھڑکی تھی۔ جو بند تھی۔ ایک بھاری دروازہ تھا۔ وہ بھی بند تھا۔

اُس نے سر گھما کر دیکھا۔ ڈیانا اُس کے برابر ہی پڑی تھی اور وہ بھی اسی حال میں تھی۔ ایک کونے میں ان دونوں کے لباس پڑے تھے۔

پھر ڈیانا کو ہوش آنے لگا۔ ''ہم کہاں ہیں؟'' اُس نے غنودہ آواز میں کہا۔

''ہم شاید جہنم میں ہیں پارٹنر۔'' کیلی نے جواب دیا۔

کیلی نے زور لگا کر دیکھا۔ مگر ہتھ کڑیاں مضبوط تھیں۔ بس اتنی گنجائش تھی کہ وہ اپنے ہاتھ چار پانچ انچ تک اٹھا سکتی تھی۔ ''ہم نہایت اطمینان سے خود چل کر ان کے بچھائے ہوئے جال میں آ گئے۔'' اُس کے لہجے میں تلخی تھی۔

''تم جانتی ہو، مجھے اس میں زیادہ بری بات کیا لگی؟''

''کیلی نے کمرے کا جائزہ لیا اور سر ہلاتے ہوئے بولی۔ ''کیا کہہ سکتی ہوں۔''

بدترین بات یہ ہے کہ وہ جیت گئے۔'' ڈیانا نے کہا۔ ''ہمیں معلوم ہے کہ انہوں نے ہمارے شوہروں کو کیوں قتل کیا اور ہمیں بھی اسی وجہ سے قتل کرنے والے ہیں۔ لیکن ہم یہ راز دنیا کو نہیں بتا سکتے۔ وہ صاف بچ نکلیں گے۔ ٹینر نے ٹھیک کہا تھا۔ قسمت ہمارا ساتھ چھوڑ گئی ہے۔''

''نہیں......ایسا نہیں ہے۔''

''انہوں نے چونک کر دیکھا۔ دروازہ کھل گیا تھا۔ اور ہیری فلنٹ اندر آ رہا تھا۔ اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ اُس نے پلٹ کر دروازہ لاک کیا اور چابی اپنی جیب میں ڈالی۔ ''حکم تھا تمہیں قتل کرنے کا مگر میں تفریح کے بغیر تمہیں ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے میں نے گولی کے بجائے ڈارٹ استعمال کی......اور وہ بھی محض بے ہوش کرنے والی۔'' وہ ان کے قریب آ رہا تھا۔

دونوں عورتوں نے پریشانی سے ایک دوسری کو دیکھا۔ ادھر فلنٹ مسکراتے ہوئے اپنے کپڑے اتار رہا تھا۔

پھر وہ ڈیانا کی طرف بڑھا۔ ''کیوں نہ تم سے اسٹارٹ لیا جائے......''

''ایک منٹ۔ پہلے مجھے نوازو ہینڈسم......''

ڈیانا نے وحشت سے کیلی کو دیکھا۔ ''کیلی......؟''

مگر کیلی اب فلنٹ کو اکسا رہی تھی...... مشتعل کر رہی تھی۔ پھر بہت نازک لمحوں میں کیلی کا داہنا ہاتھ اوپر اٹھا اور اپنے چھجے جیسے بالوں کو ٹٹولنے لگی......؟''

ڈیانا نے آنکھیں بند کر لی تھی۔ وہ یہ سب کچھ دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔

کیلی نے اپنے بالوں میں سے وہ کنگھے جیسا کلپ نکال لیا۔ جس کے اسٹیل کے بے حد نکیلے اور تیز دھار والے بے شمار دندانے تھے۔ وہ اپنا ہاتھ آخری حد تک اوپر لے گئی اور پھر پوری قوت سے اس کلپ کو ہیری فلنٹ کی گردن میں اتار دیا۔

فلنٹ نے چیخنا چاہا۔ لیکن اس کے منہ سے غرغراہٹ کے سوا کوئی آواز نہیں نکلی۔ اس کی گردن میں پندرہ بیس سوراخ ہو گئے تھے اور ان میں سے خون پتلے پتلے فواروں کی شکل میں نکل رہا تھا۔ پھر وہ الٹ کر ایک طرف گرا۔

ڈیانا نے آنکھیں کھولی تو وہ نقشہ دیکھ کر حیران رہ گئی۔

گھبراؤ نہیں۔ یہ مر چکا ہے۔'' کیلی نے تسلی دی۔

''یہ......سب کچھ کیسے......؟''

کیلی مسکرائی۔''یہ سب میرے اس نئے ہیئر اسٹائل کے دم سے ہے۔ میں ہتھیار رکھنا چاہتی تھی۔ سو میں نے یہ قاتل کلپ بالوں میں لگائی اور اوپر سے بالوں کا چھجا بنوالیا۔ وہی اس وقت کام آ گیا۔

''مگر ہم یہاں سے نکلیں کیسے۔''

''دیکھتی رہو۔''

کیلی نے اپنی ٹانگ پھیلائی اور اسے فلنٹ کی پینٹ کی طرف بڑھایا۔ دو انچ کا فرق تھا۔ لیکن دس منٹ کی کوشش کے بعد اُس نے اپنے سینڈل کی مدد سے فلنٹ کی پینٹ کو اپنے پاس کھینچ لیا۔

پینٹ کی جیب میں نہ صرف دروازے کی، بلکہ ان کڑیوں کی چابیاں بھی تھیں۔

ایک منٹ بعد وہ دونوں آزاد تھیں۔ پانچ منٹ انہیں کپڑے پہننے میں لگے۔ پھر انہوں نے دروازہ کھولا اور چند لمحے باہر کی سن گن لینے کے بعد تہ خانے سے نکل آئیں۔

وہ ایک سنسان طویل راہ داری تھی۔''کوئی راستہ بیک سائیڈ پر بھی تو نکلتا ہوگا۔'' کیلی نے کہا۔

ڈیانا نے سر کو اثباتی جنبش دی۔

تم اس طرف کو جاؤ۔ میں ادھر جاتی ہوں۔''

''نہیں اب ہمیں جدا نہیں ہونا ہے۔'' ڈیانا نے جلدی سے کہا۔

کیلی نے تسلی دینے والے انداز میں اُس کا ہاتھ تھام لیا۔''ٹھیک ہے پارٹنر۔ ہم ساتھ ہی رہیں گے۔''

آگے جا کر انہیں ایک پھسلواں راستہ نظر آیا۔ اس سے چڑھ کر وہ ایک گیراج میں پہنچیں۔ وہاں دو گاڑیاں موجود تھیں......ایک جیگوار اور دوسری ٹویوٹا۔''انتخاب تمہیں کرنا ہے۔'' کیلی نے ڈیانا سے کہا۔

جیگوار بہت نمایاں رہے گی۔ ٹویوٹا بہتر ہے۔''

''دعا کرو کہ چابی گاڑی میں لگی ہو۔''

چابی اگنیشن میں لگی تھی۔ ڈیانا نے گاڑی اسٹارٹ کی۔

''جانا کہاں ہے۔'' کیلی نے پوچھا

''مین ہٹن۔ کیونکہ ابھی میرے پاس کوئی منصوبہ نہیں ہے۔''

''یہ تو بہت اچھی خبر ہے۔'' کیلی نے گہری سانس لے کر کہا۔

''ہمیں سر چھپانے کے لیے کوئی ٹھکانہ ڈھونڈنا ہوگا۔ کنگسلے کو جب پتا چلے گا کہ ہم بچ نکلی ہیں تو وہ پاگل ہو جائے گا۔ پھر شاید ہم کہیں بھی محفوظ نہیں ہوں گے۔''

کیلی کچھ سوچ رہی تھی۔ ''جی نہیں......ہم محفوظ رہیں گے۔''

ڈیانا نے سر گھما کر اسے دیکھا۔ ''کیا مطلب؟''

''مطلب یہ کہ میرے ذہن میں ایک منصوبہ ہے۔''

......✵......

کیٹ بچپن ہی سے بے حد پر اعتماد تھی۔ اسے لوگوں سے کام لینا، اپنی بات منوانا آتا تھا۔ وہ بڑی ہوئی، تب بھی یہ ہنر اس کے پاس تھا۔ اور وہ بہت آزاد خیال تھی۔ وہ پیرس اور لندن میں رہی۔ اُس نے متعدد مردوں سے دوستی کی۔ فرینک کو بھی اُس نے خود ہی لبھایا تھا۔ یہ الگ بات کہ فرینک اس کے گھر والوں کو بہت اچھا لگا تھا۔

فرینک کی موت کے بعد اُس کے گھر والوں اور رشتے داروں کا خیال تھا کہ وہ ٹوٹ پھوٹ جائے گی۔ لیکن اُس کی آنکھیں تک نہیں بھیگیں۔ اس کے بعد بھی اُس کی زندگی میں تین مرد آئے......اور تینوں اس کا انتخاب تھے۔ اُس نے انہیں منتخب کیا، ان کی قربت سے لطف اٹھایا اور پھر انہیں چھوڑ دیا۔ اُس نے انہیں فرینک کے بارے میں بتایا ضرور تھا۔ لیکن اپنے دکھ تک ان کی رسائی نہیں ہونے دی تھی۔

تعلقات ختم ہونے کے بعد بھی ان تینوں سے اُس کی دوستی برقرار رہی۔ وہ کہتی تھی......پختگی کا یہی تقاضا ہے کہ تعلقات مکمل طور پر منقطع نہیں ہونے چاہئیں۔ اب کبھی کبھی اسے کسی ایسے تعلق کی ضرورت محسوس ہوتی تھی، جس میں جذبات کی حدت ہی نہیں، شدت بھی ہو۔ مگر وہ صرف ضرورت کے تحت کسی سے بھی تعلق قائم کر لینے کی قائل نہیں تھی۔

وہ خود پر قابو رکھنے والی، پر اعتماد اور پروفیشنل عورت تھی......یہاں تک کہ اس کی ملاقات ڈیمین تھورن سے ہو گئی۔

وہ اُس صبح سو کر اٹھی تو اسے ایک خواب کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے یاد تھے......بے ربط سے......دھندلے دھندلے سے۔ ایک لمحے کو تو اُس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کہاں ہے۔ پھر اسے وہ پاگل پادری یاد آیا اور اُس کے دیوانے نظریات......ناشتے کی میز پر وہ اپنا دھیان اخبار پر مرکوز کرنے کی کوشش کرتی رہی۔ لیکن اُس کی سماعت میں فادر ڈی کارلو کے الفاظ گونجتے رہے۔

اپنی میز پر پہنچتے ہی اُس نے امریکی سفارت خانے فون کیا۔ اس نے یہ نہیں سوچا تھا کہ رابطہ ملنے پر وہ کیا کہے گی۔ لیکن اسے احساس تھا کہ احتیاط اور رازداری سے کام لینا ہوگا۔

لیکن اس کا مسئلہ اپنے آپ ہی حل ہو گیا۔ ڈیمین تھورن موجود ہی نہیں تھا۔ اُس نے ڈیمین کے لیے پیغام چھوڑا اور پھر اس کے خیال کو ذہن سے جھٹکنے کی کوشش کی۔ اُس نے اپنی ڈاک دیکھی اور پھر اپنی ڈائری کو چیک کرنے لگی۔ لیکن اُس کی توجہ میں ارتکاز نہیں تھا۔ اُس کا دماغ ایک

ایسی صورت حال کا شکار ہو رہا تھا، جس کے دو تار بہت کسے ہوئے ہوں اور دو بہت ڈھیلے۔ آدھے گھنٹے کے بعد اُس نے ہار مان لی۔ کوشش کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ وہ تجسس سے بے حال ہو رہی تھی۔ لیکن اُس کی تشفی کی کوئی صورت نہیں تھی۔

اُس نے اپنی ڈائری بند کی، میز سے اٹھی اور دو منزل اوپر واقع تراشوں کی لائبریری کی طرف چل دی۔ وہاں پہنچ کر اُس نے ڈیمین تھورن کی فائل طلب کی۔

لائبریرین نے برا سامنہ بنا کر کہا۔ ''تمہیں اس کے سوا کوئی اور نظر نہیں آتا؟''

وہ مسکرا دی۔

''اب اگر وہ تمہارے پروگرام میں آیا تو تمہارے لیے حفاظتی سوٹ کا بندوبست کرنا پڑے گا۔''

وہ مسکراتی رہی۔ لوگ مذاق کرتے ہیں...... کرنے دو۔ اس کے بدلے میں ان کا تعاون ملتا ہے۔ یہی دنیا کا دستور ہے۔

اُس نے فائل کو ابتدا سے چیک کیا۔ بالکل ابتدا میں ایک چھوٹی سی کہانی چیسا نامی عورت کی تھی۔ وہ ڈیمین کی آیا تھی۔ پیری فورڈ میں ایک پارٹی کے دوران وہ اپنے گلے میں پھندا ڈال کر جھول گئی تھی۔ اس نے خودکشی کی تھی۔ اس وقت ڈیمین تین سال کا تھا۔ جس تراشے میں وہ خبر تھی، وہ پیلا ہو گیا تھا اور اس کے ہاتھوں میں چٹخا جا رہا تھا، جیسے ابھی بکھر جائے گا۔

کیٹ کے جسم میں تھرتھراہٹ سی دوڑ گئی۔ اس نے ورق الٹا۔ اگلا کردار مسز کیتھی تھورن کا تھا۔ وہ برطانیہ میں امریکی سفیر رابرٹ تھورن کی بیوی تھی۔ وہ اپنی دیہی حویلی میں اوپری منزل سے گر کر شدید زخمی ہوئی تھی۔ اس وقت وہ حاملہ تھی اور اس حادثے میں اس کا حمل ضائع ہو گیا تھا۔

کیٹ نے پھر ورق الٹا۔ ایک پراسرار حادثے میں کیتھی تھورن مر گئی۔ وہ ایک اسپتال کی کھڑکی سے، کافی بلندی سے نیچے گری تھی اور فوراً ہی ختم ہو گئی تھی۔

''مائی گاڈ'' کیٹ نے گہری سانس لے کر کہا۔

پھر رابرٹ تھورن! اس کے متعلق تو کیٹ سب جانتی تھی۔ وہ تھورن فیملی کے المیے کی اہم ترین کڑی تھی۔ اس کے بعد تھورن انڈسٹریز کے پھیلاؤ اور وسعت کی کہانیاں تھیں۔ ان کی کاروباری سلطنت کس طرح وسیع تر اور مستحکم ہوتی گئی تھی۔

پھر بوسٹن کی ایک خبر......! ارچرڈ تھورن کا سب سے معتمد دوست اور تھورن انڈسٹریز کا چیف ایگزیکٹیو لیم ایتھرٹن تھورن کی حویلی کے باہر منجمد جھیل پر آئس ہاکی کھیلتے ہوئے برف چٹخ جانے کے نتیجے میں یخ بستہ پانی میں ڈوب کر مر گیا تھا۔

پھر ڈیوڈ پساریان تھا...... تھورن انڈسٹریز کا زرعی ریسرچ کا چیف...... وہ بھی ایک حادثے میں ختم ہو گیا تھا۔ یہ حادثہ اس وقت پیش آیا تھا، جب ڈیمین کی کلاس کے لڑکے ریسرچ پلانٹ کا دورہ کر رہے تھے۔ دوسری خبروں کی نسبت وہ مختصر خبر تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ اس وقت کے رپورٹر نے اس خبر کو زیادہ اہمیت نہیں دی تھی۔

کیٹ نے پلکیں جھپکائیں اور حیرت سے اپنی انگلی کے بالائی سرے پر چمکتے ہوئے خون کے ننھے سے قطرے کو دیکھا۔ ارے...... اسے

پتا بھی نہیں اور وہ دانتوں سے ناخن کاٹ رہی ہے۔ بچپن میں ممکن ہے، کبھی ایسا ہوا ہو۔ لیکن اسے یاد تو نہیں آتا۔ یہ اُس کی عادت تو نہیں ہے۔

اُس نے پھر ورق الٹا......

ڈیمین کا کزن مارک تھورن موت کا اگلا شکار تھا۔ تیرہ سال کی عمر میں وہ گرا اور ختم ہو گیا...... پراسرار طور پر! پوسٹ مارٹم رپورٹ کہتی تھی کہ اُس کے دماغ کی ایک شریان پھٹ گئی تھی۔

''تیرہ سال۔'' کیٹ بڑبڑائی۔ ''وہ ڈیمین سے تقریباً ایک سال بڑا تھا۔''

اب اس کی مزید کچھ پڑھنے کی ہمت نہیں تھی۔ بہت پڑھ لیا تھا اُس نے۔

اس نے واش روم جا کر اچھی طرح ہاتھ دھوئے۔ موت اور تباہی، المیہ اور اسرار، حادثات اور اموات جن کی ظاہری طور پر کوئی توجیہہ ممکن نہیں تھی یہ عنوان تھے اس کہانی کے، جس کا ہیرو ڈیمین تھورن تھا۔ اور پھر اسٹوڈیو میں وہ جلی ہوئی لاش، جس کی شناخت نہیں ہو سکی۔ وہ ایک اور معما تھا...... لائیجل!

''کیٹ!'' کسی نے پکارا۔

اس نے پلٹ کر دیکھا۔ دروازے پر اس کا اسسٹنٹ کھڑا تھا۔

''ابھی امریکی سفارت خانے سے کسی ہاروے ڈین کا فون آیا ہے۔ وہ کہتا ہے سفیر صاحب سہ پہر کو تمہیں اپنے گھر پر ملیں گے۔''

کیٹ نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اپنے ہاتھ خشک کرنے لگی۔ اسے اپنے اندر ایک عجیب سا ہیجان مچلتا محسوس ہو رہا تھا۔ عجیب سی بات تھی اس کا یہ ردِعمل کسی اسکول گرل کا سا تھا۔ اس نے آئینے میں اپنے عکس کو دیکھ کر زبان چڑائی۔ پھر وہ سیٹی بجانے لگی۔

اپنی میز پر پہنچ کر اُس نے پھر ڈائری کا جائزہ لیا۔ اگر وہ پیری فورڈ جاتی ہے تو اس کے لیے اسے اپنی دو ملاقاتیں کینسل کرنی پڑیں گی لیکن یہ کہا جا سکتا ہے۔ وہ ملاقاتیں بعد میں بھی ہو سکتی ہیں۔ بس اسے اپنے پروڈیوسر کو قائل کرنا ہوگا۔ وہ کہے گی کہ اضافی ریسرچ کی خاطر ڈیمین سے ملنا ضروری تھا۔

اس نے سوچا کہ وہ پروڈیوسر کو تو قائل کر سکتی ہے۔ لیکن خود کو نہیں۔ ڈیمین تھورن سے ملنا پروفیشنل اعتبار سے بالکل ضروری نہیں تھا۔ وہ صرف اس لیے جا رہی تھی کہ ڈیمین اُس سے ملنا چاہتا تھا۔ بس یہ سادہ سی بات تھی۔

مغربی لندن کے مضافاتی علاقے میں موٹروے کی طرف ڈرائیو کرتے ہوئے وہ گنگنا رہی تھی۔ لیکن موٹروے پر پہنچ کر اُس نے ریڈیو بند کر دیا۔ اُس کا گنگنانا بھی موقوف ہو گیا تھا۔ اب وہ یہ سوچ رہی تھی کہ ڈیمین سے کیا گفتگو کرے گی۔

رات ایک پادری مجھ سے ملنے آیا تھا۔ اس نے تصور میں ڈیمین سے کہا۔

''اوہ؟''

''ہاں۔ اور وہ کہہ رہا تھا کہ تم شیطان کے بیٹے ہو؟

'کون شیطان؟'

اس نے قہقہہ لگایا۔'اچھا' تمہیں بچوں کی اموات کے کیس کے بارے میں معلوم ہے؟

'ہاں'۔

''تمہیں معلوم ہے کہ تمام مرنے والے نر بچے 24 مارچ کے پہلے لمحے میں اور صبح چھ بجے کے درمیان پیدا ہوئے تھے؟''

''اچھا......! یہ تو بڑی عجیب سی بات ہے۔''

''تمہارے ساتھ کوئی چکر ہے ڈیمین۔''

''کیسا چکر؟''

''دیکھو نا، تمہارے اردگرد لوگ مرتے رہتے ہیں......''

وہ ہنس دی۔ لیکن ایک بے رحم سفاک حقیقت نمایاں ہو چکی تھی۔ ایک لمحے کو اُس نے سوچا کہ وہ پلٹ جائے۔ سمجھ داری کا تقاضا یہی تھا کہ وہ اب ڈیمین سے کبھی نہ ملے۔ لیکن یہ خیال اس کے ذہن کو چھو کر فوراً ہی معدوم ہو گیا۔ وہ بدستور ڈرائیو کرتی رہی۔ وہ سوچوں میں گم تھی۔ مگر راستے کا اسے پوری طرح ہوش تھا۔ ایگزٹ نائن سے اس نے ٹرن لیا اور گاؤں کی طرف جانے والے بی روڈ پر گاڑی ڈال دی۔

جاگیر کے گیٹ پر سیکورٹی گارڈ نے اسے دیکھ کر ہاتھ ہلایا اور کہا کہ اندر اُس کا انتظار کیا جا رہا ہے۔ اندر اُس نے پورچ میں اپنی گاڑی روکی۔ بٹلر جارج وہاں اُس کا منتظر تھا۔ اُس نے احتراماً سر خم کیا اور اُسے اندر لے گیا۔ کیٹ کے جسم میں تھرتھراہٹ سی تھی۔ شاید یہاں نسبتاً زیادہ سردی تھی۔

''سفیر صاحب اپنی اسٹڈی میں ہیں۔ بٹلر نے کہا۔

''شکریہ۔'' کیٹ نے کہا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ بڑے لوگوں کے کتنے ملازم ہوتے ہیں اور اتنے ملازموں کا ہونا کتنا اچھا لگتا ہے۔ بٹلر، باورچی، ذاتی خدمت گار، شوفر......

''کیٹ......تمہاری آمد کا شکریہ۔'' ڈیمین اٹھا اور اپنی ڈیسک کے گرد سے گھوم کر آیا۔ اس نے کیٹ کے رخسار پر بوسہ دیا۔ ''میں تمہارے لیے کوئی ڈرنک بناؤں۔''

''نہیں شکریہ۔ اس وقت کار کی ہیٹنگ کی وجہ سے دماغ سن ہو رہا تھا۔''

''تو باہر کھلی ہوا میں چہل قدمی کے بارے میں کیا خیال ہے؟''

''ضرور۔ کیوں نہیں۔''

ڈیمین نے سوئیڈ کی ایک جیکٹ اٹھائی اور پہننے لگا۔ کیٹ اسے بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔ وہ بہت خوب رو آدمی تھا۔ وہ سوچتی تھی کہ کالج کے زمانے میں بھی اور اُس کے بعد بھی کتنی لڑکیاں اس پر ملتفت ہوئی ہوں گی۔ لیکن کبھی کوئی اسکینڈل نہیں بنا۔ کسی لڑکی کا نام اس سے منسوب نہیں کیا

گیا۔

ڈیمین نے جیکٹ کی زپ لگائی اور ایک بے ساختہ جماہی کا گلا گھونٹا۔ غور سے دیکھنے پر وہ تھکا تھکا اور نڈھال نظر آیا۔ ایسا کیوں ہے؟ کیٹ نے سوچا۔ وہ اُس سے وجہ پوچھنا چاہتی تھی۔ مگر اُس نے خود کو روک لیا۔ ذاتی معاملے میں کیوں دخل دیا جائے۔ مگر پھر بھی اُس نے سوچا کہ کم از کم ڈیمین کو نچوڑتے ہوئے گنے جیسا تو نہیں لگنا چاہیے۔ کیونکہ سفیر کا کام اتنا سخت اور اعصاب شکن تو ہرگز نہیں ہوتا۔ لیکن شاید یہ اس لیے ہے کہ وہ بیک وقت دو کام کر رہا ہے۔ اسے یاد تھا، اس نے انٹرویو میں اُس سے یہ بات پوچھی تھی۔ مگر وہ پہلو بچا گیا تھا۔ اُس نے کہا تھا کہ دونوں کاموں کی نوعیت میں کوئی تصادم نہیں ہے۔ اور اگر کبھی ایک کام کی وجہ سے دوسرا متاثر ہونے لگا تو وہ کسی ایک پوسٹ سے استعفا دے دے گا۔

لیکن ایسی نوبت آنے پر وہ کون سی پوسٹ چھوڑے گا؟ کیٹ نے پوچھا تھا۔

اس پر وہ صرف مسکرا دیا تھا۔ جیسے اُس کے نزدیک یہ سوال غیر اہم اور بچکانہ ہو۔

وہ دونوں دروازہ کھول کر ٹیرس پر آئے۔ وہاں سے وہ لان میں چلے آئے۔ ڈیمین اسے وہ جگہیں دکھاتا رہا، جہاں وہ بچپن میں کھیلتا رہا۔ وہاں سے کیٹ نے پلٹ کر حویلی کی طرف دیکھا۔ وہ کون سی جگہ ہوگی، جہاں سے آیا چیسا نے کود کر خودکشی کی تھی۔

ڈیمین اسے روز گارڈن میں لے گیا۔ گارڈن کے اُس سرے پر ایک جنگلا تھا۔ وہاں سے ایک ڈھلوانی راستہ دریا کی طرف جاتا تھا۔ ڈیمین ادھر ادھر کی بات کرتا رہا۔ کیٹ سوچتی رہی کہ آخر وہ بات یہ کب کرے گا، جس کے لیے اس نے مجھے یہاں بلایا ہے۔ مگر اس وقت تو وہ بس ایک میزبان اور گائیڈ کا کردار انجام دے رہا جنگلے کے پاس پہنچ کر انہوں نے پلٹ کر حویلی کو دیکھا۔

''پتا ہے، میں امریکا کا صدر بن گیا تو سب سے پہلے کیا کروں گا ڈیمین نے کہا میں اس پوری جاگیر کو یہاں کی ہر چیز اور تمام یادوں سمیت اٹھوا کر امریکا لے جاؤں گا۔''

کیٹ نے ظاہری بدمزگی سے اسے دیکھا۔ لیکن سب سے پہلے اس ادارے کی مزاحمت کروں گی'' اُس نے کہا۔ تم لوگ پہلے ہی لندن برج کو یہاں سے لے جا چکے ہو۔'' اب وہ انگلیوں پر گن رہی تھی۔ ''تم کوئین میری کو بھی لے جا چکے۔ اور...... ''اب وہ ذہن پر زور دینے کی اداکاری کر رہی تھی۔'' اور اسی طرح یہاں سے مقامات اٹھا کر لے جاتے رہے تو ہمارے پاس دھند کے سوا کچھ بھی نہیں بچے گا۔ آج کل تو دھند کی حالت بھی پتلی ہے۔''

ڈیمین ہنسنے لگا۔

''خیر چھوڑو۔ یہ بتاؤ تمہیں انگلینڈ سے ایسی محبت کیوں ہے؟''

''میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔ شاید یوں ہے کہ آدمی نے جہاں بچپن گزارا ہوتا ہے، اس جگہ سے اسے قدرتی طور پر بہت محبت ہوتی ہے۔ اور میرا تو بچپن یہاں دفن ہے۔ مجھے اس جگہ سے بہت محبت ہے۔''

کیٹ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا کہ کہیں وہ دکھاوا تو نہیں کر رہا ہے۔ مگر وہ کوئی فیصلہ نہیں کر سکی۔ ڈیمین حویلی کی دیواروں کو بڑی محبت سے

دیکھ رہا تھا۔

''میرا خیال ہے، میرے والد گرین لینڈ کے سفیر ہوتے تو میں بھی گرین لینڈ کا سفیر بننے کو ترجیح دیتا۔'' ڈیمین نے کہا اور مسکرا کر کیٹ کو دیکھا۔'' کیا پتا کہ اس صورت میں میں کسی اگلو میں رہ رہا ہوتا۔'' ڈیمین نے کیٹ کا ہاتھ تھاما اور لان میں چہل قدمی کرنے لگا۔ یہاں میں نے اپنی زندگی کے خوش گوار ترین دن گزارے ہیں۔ یہاں میں نے بہت خوشیاں پائیں۔ وہ میرا معصومیت کا عرصہ تھا۔ پھر اس کے بعد......'' وہ کہتے کہتے رک گیا۔ اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ مگر اُس کا موڈ تبدیل ہو گیا تھا۔'' آؤ...... میں تمہیں دریا دکھاؤں، جہاں بوڑھا نک رہتا ہے......''

''کون بوڑھا نک؟''

''لیکن ڈیمین پہلے ہی جنگلا پھلانگ کر دوسری طرف اتر چکا تھا۔ پھر وہ دریا کی طرف جانے والے ڈھلوانی راستے پر اترنے لگا۔

اوپر خدا اور نیچے بوڑھا نک اور شیطان کا بیٹا۔ کیٹ نے سوچا۔ دیکھیں، آگے کیا ہو۔ اُس نے جنگلا پھلانگا اور لڑکھڑاتی لڑکھڑاتی ڈیمین کے پیچھے چل دی۔ اسے خیال آیا ڈیمین نے پیٹر کے بارے میں پوچھا بھی نہیں۔ یہ تو غیر معمولی بات ہے اور دوسری طرف صبح سے اب تک اسے ایک بار بھی پیٹر کا خیال نہیں آیا۔ اسے احساس جرم ہونے لگا۔

ڈیمین دریا کے کنارے لکڑی کے بنے اس محرابی پل پر کھڑا تھا، جو دریا میں کچھ دور تک چلا گیا تھا۔ وہ نیچے گہرے پانی کو دیکھ رہا تھا۔ کیٹ وہاں پہنچتے پہنچتے ہانپ گئی۔ اُس نے سہارے کے لیے ریلنگ کا پول تھام لیا۔

''وہ یہیں کہیں ہے...... نیچے، پانی میں۔'' ڈیمین نے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

کیٹ کی سمجھ میں نہیں آیا کہ ڈیمین کس کی بات کر رہا ہے...... کوئی سینگوں والا بھوت، کوئی عجوبہ؟ کیا کہہ رہے ہو؟''

''میں بوڑھے نک کی بات کر رہا ہوں۔''

''وہ ہے کون؟''

''دنیا کی سب سے بڑی پائیک۔''

''اوہ...... مچھلی؟'' کیٹ کو بے وقوف بننے کا احساس ہونے لگا۔

''اب تک تو وہ چالیس سال کا ہو چکا ہوگا۔ میں نے جب پہلی بار اسے دیکھا تو میں چار سال کا تھا۔ اُس وقت سے میری اور اُس کی گہری دوستی ہے۔''

''تمہیں معلوم ہے کہ یہاں بوڑھا نک شیطان کو کہا جاتا ہے۔'' کیٹ نے بے ساختہ کہا۔ الفاظ جیسے بے اختیار اُس کی زبان سے پھسل گئے تھے۔

''ہاں، میں جانتا ہوں۔ سینگا مچھلی کے لیے یہ زبردست نام ہے نا۔''

کیٹ ردعمل پر نظر رکھنے کے لیے اسے بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔ تم خدا پر یقین رکھتے ہو؟''

اس بار الفاظ اس کی زبان سے پھسلے تھے۔ لیکن ایسا لگتا تھا کہ ڈیمین نے سنا ہی نہیں۔ اور سنا تو اہمیت نہیں دی۔ وہ مسکرایا اور دوبارہ جھک کر پانی دیکھنے لگا۔ ''وہ......وہ دیکھو۔ وہ رہا بوڑھا نک۔'' وہ چلایا۔

''کہاں؟'' کیٹ بھی آگے کی طرف جھکی۔ وہ اُس کی انگلی کے اشارے کی سمت دیکھ رہی تھی۔

''وہ......وہ دیکھو''

کیٹ اور آگے جھکی۔ اسی لمحے اسے لکڑی ٹوٹنے کی آواز سنائی دی اور اگلے ہی لمحے وہ سر کے بل گرنے لگی۔ پانی میں گرنے سے پہلے اسے چیخنے کا موقع بہرحال مل گیا تھا۔ پھر وہ پانی میں گری اور ہاتھ پاؤں چلانے لگی۔ اسے لگا کہ وہ سیدھی سنگھا مچھلی کے کھلے ہوئے جبڑے میں گرے گی۔ مگر سرد پانی میں ایسا شاک لگا کہ وہ سانس لینا بھی بھول گئی۔ اُس کے نتیجے میں کافی مقدار میں پانی اُس کے پیٹ میں چلا گیا۔ وہ سطح پر ابھری تو اُس کے منہ سے وہیل مچھلی کی طرح پانی کا فوارہ نکلا۔ اُس نے سر اٹھا کر دھندلائی ہوئی نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھا۔ پچاس گز دور سے پانی کا بھاری ریلہ اسے اپنی طرف آتا دکھائی دیا۔ اُس نے پھر غوطہ لگایا۔ اسے لگا کہ اُس کے پیروں نے زمین کو چھولیا ہے۔ پھر آبی جھاڑیاں اس کی پنڈلیوں سے لپٹنے لگیں۔ اُس نے گھبرا کر ہاتھ پاؤں مارنے شروع کیے اور دوبارہ ابھرنے لگی۔

وہ دوبارہ سطح آب پر ابھری تو ڈیمین اسے گھور رہا تھا۔ اُسے لگا کہ وہ مسکرا رہا ہے۔ لیکن وہ جانتی تھی کہ پانی میں رہنے کی وجہ سے اُس کی نگاہ دھندلا رہی ہے۔ ممکن ہے یہ فریب نظر ہو۔ وہ تھوڑا سا آگے بڑھی اور اُس نے جنگلے کے ٹوٹے ہوئے پول کے نچلے حصے کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ پانی کا بہاؤ بہت تیز تھا۔ وہ اس پول سے بُری طرح چمٹ گئی۔ صرف اسی صورت میں وہ محفوظ تھی۔ وہ ڈوبتے ڈوبتے بچی تھی۔ اور سرد پانی نے اسے ٹھٹھرا کر رکھ دیا تھا۔

ڈیمین گھٹنوں کے بل بیٹھ کر آگے کی طرف جھکا اور اُس کی کلائی تھام لی۔ کیٹ نے ٹوٹے ہوئے پول کو چھوڑ دیا۔ ڈیمین نے اسے اوپر کھینچ لیا۔ وہ برج پر بے سدھ لیٹ گئی۔ اس کے کانوں میں جو پانی بھر گیا تھا، اُسی کی وجہ سے اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ اٹھی اور اُس نے جھرجھری سی لی۔ چاروں طرف پانی کی پھواریں سی برس گئیں۔

''تمہارے کپڑے تر ہو گئے ہیں۔ تمہیں خشک کپڑوں کی ضرورت ہے۔'' ڈیمین نے اُس کے کان میں سرگوشی کی۔ پھر اُس نے اپنی باہوں میں لپٹایا اور سہارا دے کر اسے اوپر جنگلے کی طرف لے چلا......

⁂

وہ آتش دان کے سامنے بیٹھی آتش دان میں بھڑکتے ہوئے شعلوں کو دیکھتی رہی۔ ساتھ ہی وہ بالوں میں کنگھا بھی لہرا رہی تھی۔ اب جبکہ وہ صدمے سے سنبھل چکی تھی تو اسے سب کچھ بہت اچھا لگ رہا تھا۔ سامنے برانڈی کا جام رکھا تھا۔ اُس نے جام اٹھا کر چند چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیے۔ پانی نے اُس کی جلد کو ایسا نرم کر دیا تھا کہ غسل کے بعد کے لبادے سے بھی اسے اپنی جلد چھلتی محسوس ہو رہی تھی۔ دوسری طرف آتش دان کی حدت سے اپنی پنڈلیوں اور پیروں کی جلد تڑختی محسوس ہو رہی تھی۔

اُس کی تصور میں ڈیمین کا چہرہ ابھر آیا۔ وہ جیسے اسے چیلنج کر رہا تھا...... مجھے سے بچ سکتی ہو تو بچ کر دکھاؤ۔ ویسے اسے کبھی پتا نہیں چلتا تھا کہ وہ کیا سوچ رہا ہے۔ دراصل ڈیمین تھورن کی ہر بات میں اسرار تھا۔ وہ بس اتنا سمجھ سکتی تھی کہ یہ وہ شخص ہے، جس کے سامنے اُس کی مفالیت مکمل طور پر ختم ہو جاتی ہے۔ وہ دنیا میں واحد مرد تھا، جس کے پاس یہ طاقت موجود تھی، جو اسے فاعلیت سے مفلولیت تک لے آتی تھی۔ اگر وہ یہ بات اپنی ان سہیلیوں سے کہہ دیتی جو خود پسند اور خود مختار مزاج رکھتی تھیں، تو ان بے چاریوں کے دل بگڑ جاتے۔ ویسے تو یہ بات خود اسے بھی اچھی نہیں لگی تھی۔

لیکن کیٹ کبھی اپنے شعور اور وجود کے درمیان پردے حائل رکھنے کی قائل نہیں رہی تھی۔ اور اندر کی بات یہ تھی کہ یہ خیال کہ ڈیمین کو اپنی پوری ذمے داری سونپ سکتی ہے۔ وہ اپنا کنٹرول اسے سونپ دے، ڈیمین ڈوریاں ہلاتا...... کٹھ پتلی کی طرح اسے نچاتا رہے، یہ اسے ایک بڑی عیاشی لگتی تھی، اس میں اُسے خوشی کا احساس ہوتا تھا۔ اس سے پہلے اُس نے کبھی کسی مرد کے بارے میں اس انداز میں نہیں سوچا تھا۔ حد یہ کہ فرینک کے بارے میں بھی یہ اسے گوارا نہیں رہا تھا۔ ڈیمین پہلا مرد تھا، جیسے وہ یہ حیثیت دے رہی تھی۔

اس نے کمرے میں ڈیمین کے داخل ہونے کی آواز سنی، لیکن سر گھما کر اسے نہیں دیکھا۔

''یہاں کوئی ایسا کپڑا ملنا تو مشکل ہے۔، جو تمہارے فٹ آئے۔'' ڈیمین نے کہا۔ وہ اب اُس کے پہلو کے بہت قریب تھا۔ مگر وہ بدستور آتش دان کے شعلوں کو دیکھتی رہی پھر اُس نے پلٹ کر دیکھا، شعلوں کی روشنی میں اُس کا چہرہ گلابی لگ رہا تھا۔ ڈیمین کے ہاتھ میں ایک گرین شرٹ تھی۔ ''کام چل جائے گا۔'' وہ بولی۔

''گرین چاہیے یا گرے، اس کا انحصار تمہارے موڈ پر ہے۔'' ڈیمین کے لہجے میں معنویت تھی۔

کیٹ نے شرٹ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ لیکن شرٹ کو ایک طرف ہٹاتے ہوئے ڈیمین کے ہاتھ کو چھو لیا۔ شرٹ نیچے فرش پر گر گئی۔ اُس وقت تو میں خود اُس پروانے کی طرح محسوس کر رہی ہوں جو خطرناک حد تک شمع کے لو کے قریب آ گیا ہے۔'' اُس نے کہا۔

ڈیمین اسے دیکھ کر مسکرایا۔ پھر اُس نے اپنی انگلی سے اُس کی ہتھیلی پر ایک غیر مرئی دائرہ بنایا۔ ''سوال یہ ہے کہ پروانہ کون ہے؟'' اس نے کہا۔

٭

وہ اس ممنوعہ شجر کے بہت قریب پہنچ گئی تھی...... ڈیمین کے ساتھ۔ مگر پھر ڈیمین اچانک ہی کھنچ سا گیا...... دور ہو گیا۔ ''کیا ہو گیا تمہیں؟ آؤ نا......'' اُس نے اُس کے کندھے تھام کر اسے اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کی۔

لیکن ڈیمین جیسے پتھر کا ہو گیا تھا۔ اُس کی آنکھیں بند تھیں۔ چہرے پر اذیت کا تاثر تھا۔

''کیا بات ہے ڈیمین؟'' اس نے اسے جھنجھوڑ ڈالا۔

مگر ڈیمین اور پیچھے ہٹ گیا۔ وہ نفی میں سر ہلا رہا تھا۔

''پلیز ڈیمین......'' اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ آگ کے شعلوں پر یہ برف کیسی آ گری؟ سب کچھ کتنا اچھا لگ رہا تھا اب وہ رک کیوں گیا ہے......؟ اب تو کوئی گنجائش نہیں ہے رکنے کی......

''کچھ فائدہ نہیں۔'' ڈیمین نے کراہتے ہوئے کہا۔ ''میں محبت نہیں کر سکتا...... نہیں کروں گا۔''

''ڈیمین پلیز...... مجھ سے محبت کرو۔'' وہ گڑگڑائی۔ شدت کے ان لمحوں میں مایوسی میں گھرا اُس کا ذہن بہت تیزی سے سوچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ڈیمین اسے اس مقام تک لا کر پیچھے ہٹ رہا تھا، جہاں سے واپسی ناممکن ہوتی ہے۔ وہ ایسا کیوں کر رہا تھا...... اور اسے خود کیا کرنا چاہیے۔ لوگوں میں اور معاملات میں عجیب عجیب سی کمی ہوتی ہے۔ کہیں ڈیمین میرے منہ سے خراب...... گندی زبان تو نہیں سننا چاہتا۔ کچھ لوگوں کو اس میں لذت ملتی ہے۔ لیکن وہ چاہنے کے باوجود بھی زبان سے ایسے الفاظ ادا نہیں کر سکی تھی۔ لفظ جیسے اُس کے حلق میں پھنس جاتے تھے۔

اب ڈیمین اُس کے اوپر جھکا اسے گھور رہا تھا۔ اُس کے دانت نمایاں ہو رہے تھے۔ اپنے تصور میں اسے ڈیمین کی آنکھیں زرد لگ رہی تھیں۔ ''جو مجھے نظر آتا ہے، وہ دیکھنا چاہتی ہو تم؟'' وہ اُس سے پوچھ رہا تھا۔

کیٹ نے نفی میں سر ہلایا۔ اس وقت اسے بس ایک غرض تھی، اور کچھ بھی نہیں۔ ''میں...... میں بس تمہیں چاہتی ہوں......'' اس کے لہجے میں التجا تھی...... پکار تھی مگر وہ پیچھے ہٹ گیا۔ جیسے کہیں دور چلا گیا ہو۔ وہ اُس کی نسوانی انا کو مجروح کر رہا تھا...... وہ اُس کی پکار کو نظر انداز کر رہا تھا۔

اسی لمحے ڈیمین نے بالکل اچانک اور بے حد سختی کے ساتھ پکڑ کر الٹا لٹا دیا۔ اب اُس کا چہرہ تکیے میں دھنسا جا رہا تھا اور پھر اُس پر ڈیمین کا پورا بوجھ آ پڑا۔ پہلے تو چند لمحے وہ کچھ بھی نہ سمجھ پائی اور جب اُس کی سمجھ میں آیا تو وہ تھرا کر رہ گئی۔

''نہیں ڈیمین...... نہیں...... یہ غلط ہے...... بے راہ روی ہے......'' اُس نے فریاد کی۔

''یہ سب بے وقوف بنانے والی باتیں ہیں۔'' ڈیمین غرایا۔ ''میں خواہش دینے والے کو پابندی لگانے والے سے برا مانتا ہوں۔''

کیٹ نے سر اٹھایا اور بیڈ کا سرہانا تھام کر اُسے جھٹکنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ اُس کے بس کا نہیں تھا۔ اور شرم ناک بات یہ تھی کہ اب اُس کے اندر مزاحمت بھی نہیں رہی تھی۔ اُس نے سپر ڈال دی تھی۔

''اذیت بڑی چیز ہے۔'' ڈیمین نے اُس کے کان میں سرگوشی کی۔ ''پیدائش اذیت، موت بھی اذیت۔ اذیت میں ہی تو حسن ہے......''

''ڈیمین، میں تم سے محبت کی بھیک مانگتی ہوں۔ یہ محبت نہیں، بے راہ روی ہے۔'' وہ پھر گڑگڑائی۔

''کس دور میں جی رہی ہو تم۔ یہ میرے نظریات کا عہد ہے۔ انسان نے مرد سے مرد کی شادی کے حق میں قانون بنا لیا ہے......''

''یہ تباہی کا سامان ہے......''

''تباہی میں بھی اذیت ہے۔ محبت میں بھی اذیت ہے۔ اور اذیت میں حسن ہے۔''

''تم خدا سے نفرت کرتے ہو؟''

''نہیں۔ میں تو اس سے محبت کرتا ہوں۔'' اُس کی ہنسی بے حد مکروہ تھی۔ ''اس لیے تو میں اسے اذیت دیتا ہوں۔ وہ اپنی مخلوق کو اس عالم

میں دیکھتا ہے تو اُس کے غضب کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ اور غصے میں بھی اذیت ہے۔ جو میں کر رہا ہوں...... ہر جگہ انسان کر رہے ہیں، اس میں زمین کے لیے بھی اذیت ہے، آسمان کے لیے بھی، کائنات کی ہر شے کے لیے اس میں اذیت ہے۔ اُس کی ہر تخلیق اذیت میں ہے تو وہ خود بھی اذیت میں ہے۔ اور جب اس کا غضب پہاڑوں کو گرا دے گا، زمین کو پھاڑ دے گا، سمندر کو اچھال دے گا، اپنی ہر تخلیق کو خود ہی فنا کر دے گا تو اسے کیسی اذیت ہو گی۔ یہی تو میں چاہتا ہوں۔ میں اسے شکست دینا چاہتا ہوں۔ اُس نے میرے باپ کو ملعون بنا دیا جس کے لیے بنایا، اب وہ اسے دیکھے تو وہ کتنا گرا ہوا ہے۔ اُس کا کتنا نافرمان ہے۔ میں اُس کا فرماں بردار تھا، اطاعت شعار تھا، اُس کی وحدانیت سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ میں نے اُس کی عبادت کی۔ اُس نے زبردستی مجھے نافرمان بنایا...... اس کی خاطر! اب خود دیکھ لے......

لیکن کیٹ کے ہوش و حواس اس کا ساتھ چھوڑ چکے تھے......

کیٹ کی آنکھ کھلی تو کمرے میں اندھیرا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ٹٹولا۔ مگر بستر خالی اور سرد تھا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس نے ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں اپنے جسم کے کھرونچے دیکھے۔ اُس کے جسم میں تھرتھری دوڑ گئی۔ وہ کمرے سے نکل آئی۔

راہ داری میں وہ ڈیمین کو پکارتی رہی۔ مگر وہاں خالی پن اور سناٹے کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ دبے پاؤں گیلری میں گئی اور نیچے ہال میں جھانکا باہر رات کی تاریکی کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔

پانچ منٹ کی تلاش کے بعد اسے حویلی کے چیپل میں ملا۔ اُس نے معبد کا دروازہ کھولا تو پہلے تو اندھیرے میں اسے کچھ بھی نظر نہیں آیا۔ بس صلیب پر کیلوں سے گاڑا ہوا مسیح کا سفید وجود اسے نظر آ رہا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر لرز گئی۔ وہ چرچ میں نظر آنے والی عام شبیہہ نہیں تھی۔ اس میں تو بڑی تضحیک تھی۔

پھر اُس کی نظریں اندھیرے میں ہم آہنگ ہوئیں تو وہ اسے نظر آیا۔ وہ صلیب کے عین نیچے بالکل برہنہ لیٹا سو رہا تھا۔ اُس کے گھٹنے اپنے سینے سے جا لگے تھے۔

''ڈیمین؟'' اُس نے سرگوشی سے اسے پکارا۔ لیکن وہ ہلا بھی نہیں۔

وہ دبے قدموں آگے بڑھی۔ اُس کے پاس پہنچ کر وہ جھکی۔ اُس نے اسے چھوا۔ اُس کا جسم سرد ہو رہا تھا۔ اُس نے ہاتھ بڑھا کر اس کے بالوں میں انگلیاں لہرائیں۔ پھر اُس نے سر اٹھا کر صلیب پر مغلوب شبیہہ کو دیکھا۔ پھر اُس نے سر جھکایا تو اس کی انگلیاں ڈیمین کے بالوں کو ہٹا چکی تھی اور اُس کے بالوں کے نیچے چھپا درندے کا نشان صاف دکھائی دے رہا تھا۔

666! تین چھکے!!

وہ ایک لمحہ آنکھیں بند کیے بیٹھی رہی۔ پھر وہ اُٹھی، پلٹی اور واپس چل دی۔ اُس نے ایک بار بھی پلٹ کر نہیں دیکھا۔ اب وہ بری طرح سسک رہی تھی۔ آنسو بڑی روانی سے اُس کے رخساروں پر پھسل رہے تھے۔

اندر اندھیرے میں ڈیمین نے آنکھیں کھول دیں۔ آنکھیں کیا، وہ دہکتے ہوئے زرد انگارے تھے!

⁂

وہ مین ہٹن سے 25 میل دور ایک چھوٹے سے پرسکون امریکی قصبے وہائٹ پلینز کی طرف جا رہی تھیں۔ کار اب قصبے میں داخل ہو رہی تھی۔

''جگہ تو یہ اچھی ہے۔ لیکن ہم یہاں آئے کیوں ہیں؟'' ڈیانا نے پوچھا۔

''یہاں میری ایک دوست ہے۔ وہ ہمیں پناہ دے گی۔''

''مجھے اُس کے بارے میں بتاؤ۔''

''میری ماں نے ایک شرابی سے شادی کی تھی، جس کی سب سے بڑی خوشی میری ماں کی مرمت کرنا تھا۔'' کیلی نے گہری سانس لے کر

کہا۔ ”جب میں ماں کو سہارا دینے کے قابل ہوگئی تو میں نے ماں کو اُس شخص سے نجات حاصل کرنے پر رضامند کرلیا۔ میری ایک ماڈل دوست نے مجھے اس جگہ کے بارے میں بتایا۔ یہاں ایک گیسٹ ہاؤس ہے۔ گریس سیڈل نامی ایک بہت پیاری خاتون کا ہے وہ۔ میں اپنی ماں کو سوتیلے باپ سے بچا کر یہاں لے آئی۔ ماں کے لیے اپارٹمنٹ ملنے تک میں نے اسے گیسٹ ہاؤس میں رکھا۔ یہاں میں ماں سے ملنے ہر روز آتی تھی۔ میری ماں یہاں بہت خوش تھی۔ کچھ مہمان اس کے دوست بھی بن گئے تھے۔ پھر جب مجھے اپارٹمنٹ مل گیا تو میں ماں کو واپس لے جانے کے لیے آئی......“ کیلی اچانک خاموش ہوگئی۔

ڈیانا چند لمحے اس کے بولنے کا انتظار کرتی رہی۔ پھر اُس نے پوچھا۔ ”پھر کیا ہوا؟“

”ماں مجھے نہیں ملی۔ وہ اپنے اسی شوہر کے پاس واپس چلی گئی تھی۔ لو...... یہ آ گیا گیسٹ ہاؤس۔“

......✿......

گریس سیڈل کی عمر پچاس کے لگ بھگ ہوگی۔ وہ بے حد تندرست توانا اور محبت کرنے والی عورت تھی۔ اس نے دروازہ کھولا۔ کیلی کو دیکھتے ہی اس کے چہرے پر روشنی پھیل گئی۔ ”کیلی...... آج میرے لیے بہت مبارک دن ہے۔“ اُس نے کیلی کو لپٹاتے ہوئے کہا۔

”یہ میری دوست ڈیانا ہے...... ڈیانا اسٹیونز۔“ کیلی نے ڈیانا کا تعارف کرایا۔

”چلو...... تمہارا کمرا تیار ہے۔“ گریس نے ڈیانا سے ہاتھ ملانے کے بعد کہا۔ ”وہی تمہاری ماں والا کمرا۔ میں نے اس میں اضافی بیڈ ڈلوا دیا ہے۔“

کمرے کی طرف جاتے ہوئے وہ لوگ ڈرائنگ روم کے پاس سے گزریں۔ وہاں دس بارہ عورتیں موجود تھیں۔ کچھ تاش کھیل رہی تھیں اور کچھ آپس میں باتیں کر رہی تھی۔

”کتنے دن ٹھہرو گی تم؟“ گریس نے پوچھا۔

کیلی اور ڈیانا نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ ”کچھ کہہ نہیں سکتی۔“ کیلی نے جواب دیا۔

گریس مسکرائی۔ ”کمرا تمہارا ہے۔ جب تک دل چاہے رہو۔“

اور کمرا خوب صورت اور صاف ستھرا تھا۔

گریس کے جانے کے بعد کیلی نے ڈیانا سے کہا۔ ”یہاں ہم محفوظ رہیں گے۔ مگر یہ تو سوچو کہ انہوں نے ہمیں قتل کرنے کی کتنی بار کوشش کی......“

”ناکام کوشش کہو۔ مجھے تو اب گنتی بھی یاد نہیں“

......✿......

اینڈریو اپنی میز پر اونگھ رہا تھا۔ وہ خواب دیکھ رہا تھا۔ خواب میں وہ اسپتال کے بستر پر سویا ہوا تھا۔ پھر کسی آواز کی وجہ سے وہ جاگ گیا......

''......اتفاق سے میں نے حفاظتی ڈریس کو چیک کیا تو یہ نظر آیا۔ میں نے سوچا، آپ کو دکھا دوں۔'' کوئی کہہ رہا تھا۔

''آرمی والوں نے مجھے یقین دلایا تھا کہ اس تجربے میں کوئی خطرہ نہیں۔'' ٹینر نے دہاڑ کر کہا۔

وہ شخص اب ٹینر کو تجربے میں استعمال ہونے والا ڈریس اور گیس ماسک دکھا رہا تھا۔ ''یہ دیکھیں ماسک کے نچلے حصے میں ننھا سا ایک سوراخ ہے۔ لگتا ہے، کسی نے جان بوجھ کر کیا ہے۔ آپ کے بھائی کو اسی سے نقصان پہنچا ہے۔''

ٹینر نے ماسک کا جائزہ لیا اور چنگھاڑ کر بولا۔ ''اس کا جو بھی ذمے دار ہے، اسے نتیجہ بھی بھگتنا ہوگا۔ تمہارا شکریہ۔ اب تم اسے بھول جاؤ۔ میں خود اس معاملے کو پوری طرح چیک کروں گا۔''

اینڈریو اپنے بستر پر لیٹا یہ سب دیکھ رہا تھا۔ لیکن اسے بری طرح چکر آرہے تھے۔ اُس نے دوسرے آدمی کو کمرے سے جاتے دیکھا۔ ٹینر کمرے میں اکیلا رہ گیا۔ ایک لمحے کو اُس نے ماسک کا جائزہ لیا۔ پھر وہ ایک کونے میں رکھے ڈسٹ بن کی طرف بڑھا۔ اس نے گیس ماسک کو ڈسٹ بن میں کوڑے کے خاصا نیچے دبا دیا۔

اینڈریو اپنے بھائی سے پوچھنا چاہتا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے لیکن وہ بڑی تھکن محسوس کر رہا تھا۔ بالآخر وہ سو گیا۔

......٭......

ٹینر، اینڈریو اور پاؤلین ٹینر کے آفس میں داخل ہوئے۔ ٹینر نے اپنی سیکرٹری سے صبح کے اخبارات منگوائے اور ان کے پہلے صفحے چیک کرنے لگا۔ ''یہ دیکھیں گوئٹے مالا، پیرو، میکسیکو اور اٹلی میں خلاف معمول اور بے موسموں کی طوفان، سائنس داں حیران ہیں.....'' اُس نے کہا اور فاتحانہ نظروں سے پاؤلین کو دیکھا۔ ''یہ تو محض آغاز ہے۔ آگے بے شمار حسرتیں ان کی منتظر ہیں......''

ونس کاربالو دوڑتا ہوا کمرے میں آیا۔ ''مسٹر کنگسلے......''

''کیا بات ہے؟ دیکھتے نہیں، میں مصروف ہوں۔''

''فلنٹ مر چکا ہے جناب۔''

ٹینر حیران رہ گیا۔ ''کیا......؟ کہاں کی ہانک رہے ہو؟ ہوا کیا ہے؟''

''ڈیانا اور کیلی نے اسے مار ڈالا۔''

''یہ ناممکن ہے۔''

''یہ سچ ہے جناب۔ فلنٹ مر چکا ہے۔ اور وہ دونوں سینیٹر صاحبہ کی کار میں فرار ہو چکی ہیں۔ ہم نے کار چوری کی رپورٹ درج کرا دی ہے۔ پولیس کو مسروقہ گاڑی وھائٹ پلینز میں ملی ہے۔''

''اب سنو کہ میں تم سے کیا چاہتا ہوں۔'' ٹینر نے گمبھیر لہجے میں کہا۔ ''تم اپنے ساتھ ایک درجن آدمی لے کر وھائٹ پلینز جاؤ۔ ہر ہوٹل، ہر بورڈنگ ہاؤس اور ہر گیسٹ ہاؤس کو چیک کرو۔ ان کا پتا بتانے والے کو میں پانچ لاکھ ڈالر کا انعام دوں گا۔ جاؤ۔''

''یس سر۔'' کاربالو نے کہا اور کمرے سے نکل گیا۔

....

وہ دونوں گیسٹ ہاؤس میں اپنے کمرے میں تھیں اور ایک دوسرے کو اپنا احوال سنا چکی تھیں۔

''پیرس میں تم پر جو گزری، مجھے اُس کا افسوس ہے۔'' ڈیانا نے کہا۔ ''کیا ان لوگوں نے بلڈنگ کے منتظم کو مار ڈالا؟''

''کچھ پتا نہیں۔ بس وہ اپنی فیملی سمیت غائب ہے۔''

''اور تمہارا کتا انجلو؟''

''میں اس کے متعلق بات نہیں کرنا چاہتی۔'' کیلی نے کشیدہ لہجے میں کہا۔

''سوری۔ ویسے کیلی اس معاملے کا افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ ہم کامیابی کے بہت قریب پہنچ گئے تھے، اب جبکہ ہم حقیقت سے واقف ہو چکے ہیں تو کوئی ایسا شخص نہیں، جسے ہم بتا سکیں اور کون یقین کرے گا ہماری بات پر، ہم فرد ہیں اور کے آئی جی ایک بڑا اور معتبر ادارہ۔ ہمیں تو شاید پاگل خانے ہی بھجوا دیا جائے گا۔''

''تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔'' کیلی نے تائید کی۔

ایک لمحے کی خاموشی کے بعد ڈیانا نے کہا۔ ''نہیں...... میرے خیال میں ایک صورت ہے......''

....

ونس کاربالو کے آدمی پورے قصبے میں پھیل گئے تھے۔ وہ ہر اس جگہ کو چیک کر رہے تھے۔ جہاں ان عورتوں کی موجودگی کا امکان تھا۔ اور وہ جہاں جاتے، وہاں ڈیانا اور کیلی کی تصویریں بھی دکھاتے۔

ایسے ہی ایک آدمی نے اسپلانیڈ ہوٹل کے استقبالیہ کلرک کو دونوں تصویریں دکھاتے ہوئے کہا۔ ''آپ نے ان میں سے کسی کو کہیں دیکھا ہے۔ ایک بات بتا دوں۔ ان کے متعلق کچھ بتانے والے کے لیے پانچ لاکھ ڈالر کا انعام ہے۔''

''کاش...... میں نے انہیں کہیں دیکھا ہوتا۔'' استقبالیہ کلرک نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔

ہر ہوٹل میں انہیں اسی طرح کے جواب ملے۔ ونچسٹر ہوٹل کے میزبان نے کہا۔ ''کاش...... یہ پانچ لاکھ ڈالر مجھے مل جاتے۔''

کراؤن پلازا کی استقبالیہ کلرک نے کہا۔ ''یہ مجھے کہیں نظر آئیں تو میں فوری طور پر تمہیں اطلاع دوں گی مسٹر......''

گریس سیڈل کے گیسٹ ہاؤس ونس کاربالو پہنچا تھا۔ ''گڈ مارننگ۔'' گریس نے کہا۔

''گڈ مارننگ۔ میرا نام ونس کاربالو ہے۔'' اس نے اسے ڈیانا اور کیلی کی تصویریں دکھائیں۔ ''آپ نے ان میں سے کسی کو دیکھا ہے؟ ان میں سے ہر ایک پر پانچ لاکھ ڈالر کا انعام ہے۔''

گریس سیڈل کا چہرہ چمک اٹھا۔ ''اوہ...... کیلی!''

....

ٹینر کے آفس میں اُس کی سیکرٹری کیتھی کے ہاتھ پاؤں پھولے ہوئے تھے۔ فیکس جس رفتار سے آ رہے تھے، ان سے نمٹنا ناممکن تھا۔ دوسری طرف ای میل کا ان باکس بھر چکا تھا۔ اُس نے کاغذوں کا ایک پلندہ اٹھایا اور ٹینر کے کمرے میں داخل ہوگئی۔

ٹینر اور پاؤلین صوفے پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ ٹینر نے سر اٹھا کر کیتھی کو دیکھا اور درشت لہجے میں کہا۔ ''کیا بات ہے؟''

کیتھی مسکرائی۔ ''مبارک ہو سر۔ آپ کی یہ ڈنر پارٹی اب تک کی کامیاب ترین پارٹی ہوگی۔''

''کیا بات کر رہی ہو؟'' ٹینر نے حیرت سے کہا۔

کیتھی نے کاغذات کا پلندہ اسے دکھاتے ہوئے کہا۔ ''یہ سب دعوت کے جواب میں آئے ہیں...... قبولیت کے خطوط۔ سب لوگ آئیں گے۔''

ٹینر اٹھ کھڑا ہوا۔ ''کہاں آئیں گے؟ کون آئیں گے؟ ذرا دکھاؤ تو۔''

کیتھی نے کاغذات کا پلندہ اسے تھمایا اور کمرے سے نکل گئی۔

ٹینر نے پہلی ای میل کو بلند آواز میں پڑھا۔ ''جمعے کی شام کے آئی جی ہیڈ کوارٹرز میں پرائما کی تقریب رونمائی میں شرکت ہمارے لیے باعث افتخار ہوگی۔ ہمیں آپ کی موسم کنٹرول کرنے والی مشین پرائما کو دیکھنے کا اشتیاق ہے......''

''ٹینر کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا...... اُس نے دوسری ای میل پڑھی۔ ''موسم کنٹرول کرنے والی مشین پرائما کی نقاب کشائی کے موقع پر یاد کرنے کا شکریہ۔ ہم ضرور شریک ہوں گے۔''

''پہلی ای میل ٹائم میگزین اور دوسری نیوز ویک کے ایڈیٹر کی طرف سے تھی۔ ٹینر ای میل چیک کرنے لگا۔ سی بی ایس، سی این این، وال اسٹریٹ جرنل، شکاگو ٹریبیون، لندن ٹائمز...... ہر قابل ذکر جریدے، روزنامے اور چینل کی ای میل موجود تھی۔ اور سب نے پرائما کے افتتاح کی دعوت قبول کر لی تھی۔

پاؤلین سناٹے کے عالم میں اپنی جگہ بیٹھی رہ گئی تھی۔

ٹینر کے غصے کی کا یہ عالم تھا کہ بولنا اس کے لیے مشکل ہوگیا تھا۔ ''یہ...... یہ کیا...... اوہ...... یہ ان منحوس عورتوں کا کیا دھرا ہے!''

......✿......

انٹرنیٹ کیفے میں ڈیانا کمپیوٹر آپریٹ کر رہی تھی۔ ''کوئی اہم اخبار، کوئی چینل رہ تو نہیں گیا؟''

''نہیں...... میرے خیال میں تو غیر اہم اخبارات کو بھی ہم نے مدعو کر لیا ہے۔'' کیلی نے جواب دیا۔

''واہ...... کیا زبردست پارٹی ہوگی۔'' ڈیانا نے چہک کر کہا۔

......✿......

ونس کاربالو کے جسم میں سنسنی دوڑ گئی۔ ''تم، کیلی کو جانتی ہو؟''

''کیوں نہیں۔ آخر وہ دنیا کی مقبول ترین ماڈل گرل ہے۔''

ونس کاربالو کا چہرہ جگمگا اٹھا۔

''تو بتاؤ، کہاں ہے وہ؟''

گریس نے حیرت سے اسے دیکھا۔ ''مجھے کیا معلوم۔ میں اس سے کبھی ملی تھوڑا ہی ہوں۔''

ونس کا چہرہ تمتما اٹھا۔ ''تم نے تو کہا تھا کہ تم اسے جانتی ہو۔''

''میں ہی کیا، ساری دنیا اسے جانتی ہے۔ جاننے کے لیے ملنا ضروری تو نہیں۔''

''تو تمہیں نہیں معلوم کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔''

''مجھے کچھ لگتا تو ہے۔ گریس نے پرخیال لہجے میں۔ ''ممکن ہے کہ وہ کیلی ہی ہو۔ مگر ہے عجیب سی بات ہے۔''

''بتاؤ تو۔''

''میں نے اس سے ملتی جلتی ایک عورت کو صبح بس میں سوار ہوتے دیکھا تھا۔ مگر میرے خیال میں وہ کیلی نہیں ہوسکتی۔ کیلی بس میں کیوں سفر کرے گی۔ اس کے پاس تو اپنی لیموزین ہوگی۔ اور ہاں، وہ اکیلی نہیں تھی۔ اُس کے ساتھ ایک عورت بھی......''

''وہ بس کہاں کی تھی؟''

''ورمونٹ جانے والی بس تھی وہ۔ اچھا آپ کے خیال میں وہ کیلی ہی تھی کیا......؟''

''نہیں، شکریہ۔'' کاربالو نے کہا اور باہر کی طرف لپکا۔ اسے لگ رہا تھا کہ یہ دس لاکھ ڈالر اس کے ہی ہوں گے......

......☼......

ٹینر نے ای میل فیکس کا وہ پلندہ زمین پر پٹخ دیا۔ پھر وہ پاؤلین کی طرف مڑا۔ ''جانتی ہو، اُن خبیث عورتوں نے کیا کیا ہے؟''

''ہاں...... میری سمجھ میں آگیا ہے۔ اب ہمیں پرائما کا افتتاح باضابطہ طور پر کرنا ہوگا۔ یہ اعلان تو ہو ہی چکا ہے۔'' پاؤلین نے کہا۔

''لیکن ہم پرائما کی جھلک بھی کسی کو نہیں دکھا سکتے۔ میرا خیال ہے، تقریب سے ایک دن پہلے پرائما کو حادثہ پیش آئے گا اور وہ تباہ ہو جائے گی۔''

پاؤلین مسکرائی۔ ''جبکہ پرائما 2 موجود ہوگی۔''

ٹینر نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''ہاں۔ ہم دنیا کی سیاحت کے لیے نکلیں گے۔ اور جب جی چاہے گا، تاموآ چلے جائیں گے اور پرائما ٹو کا آپریشن شروع۔''

اسی وقت کیتھی کی گھبرائی ہوئی آواز انٹرکوم پر ابھری۔ ''مسٹر کنگسلے، میں تو پاگل ہوئی جا رہی ہوں۔ پوری دنیا کا میڈیا آپ سے بات کرنے کی کوشش میں ہے۔ میں کیا کروں......؟''

''ان سے کہہ دو کہ میں ایک میٹنگ میں ہوں۔'' ٹیٹز نے کہا۔ پھر وہ پاؤلین کی طرف مڑا۔ ''ہمیں فوراً نکلنا ہے یہاں سے۔'' اُس نے اینڈریو کے کندھے کو تھپتھپایا۔

''چل رہے ہو ہمارے ساتھ؟''

''ہاں ٹیٹز۔''

''وہ تینوں سرخ اینٹوں کی بنی عمارت کی طرف جا رہے تھے۔'' مجھے تم سے ایک بے حد اہم کام کرانا ہے اینڈریو۔''

''جو تم کہو گے، میں کروں گا۔''

وہ عمارت میں داخل ہوئے۔ ٹیٹز آگے آگے تھا۔ پرائما کے پاس پہنچ کر ٹیٹز اینڈریو کی طرف مڑا۔ ''مجھے اور شہزادی کو جانا ہے۔ تم اتنا کرو کہ شام چھ بجے اس کمپیوٹر کو آف کر دینا۔ آسان سا طریقہ ہے اس کا۔'' اُس نے انگلی سے اشارہ کیا۔ ''یہ بڑا سرخ بٹن دیکھ رہے ہو نا؟''

''اینڈریو نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔

''بس شام کے چھ بجیں تو تم اس بٹن کو تین بار دبا دینا۔ تین بار۔ یاد رہے گا نا تمہیں؟''

''ہاں ٹیٹز۔ شام چھ بجے...... تین بار بٹن دبانا ہے۔''

''بس ٹھیک ہے۔ پھر ملیں گے۔'' ٹیٹز اور پاؤلین باہر نکلنے لگے۔

اینڈریو نے عقب سے پکار کر پوچھا۔ ''تم مجھے ساتھ نہیں لے جا رہے ہو؟''

''نہیں...... تمہیں یہیں رکنا ہے۔ بس یاد رکھنا...... شام چھ بجے...... تین بار۔''

''مجھے یاد رہے گا۔''

''وہ دونوں باہر نکلے تو پاؤلین نے کہا۔ ''اور اگر وہ بھول گیا تو؟''

ٹیٹز ہنس دیا۔ ''اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں نے اسے سیٹ کر دیا ہے۔ چھ بجے پرائما خود ہی دھماکے سے پھٹ جائے گی۔ میں تو صرف اس امر کو یقینی بنا رہا تھا کہ جب دھماکہ ہو تو اینڈریو وہیں موجود ہو۔''

''اور مر جائے!'' پاؤلین نے حیرت سے کہا۔

''ہاں۔'' ٹیٹز نے مسکراتے ہوئے کہا۔

☼

معاملات ویسے ہی کچھ کم خراب نہیں تھے۔ اس پر ستم یہ ہوا کہ اگلی صبح ہاروے ڈین سفارت خانے پہنچا تو وہاں صحافیوں کی فوج اُس کی منتظر تھی۔ اُس نے سیکورٹی گارڈ کو منہ بنا کر دیکھا۔ اُس نے بے چارگی سے کندھے جھٹک دیے۔ بہر حال یہ سوچنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا کہ صحافی اندر کیسے آئے۔ اور نہ ہی اس کے پاس اس پر سوچنے کا وقت تھا۔

اور صحافیوں کا انداز رسمی نہیں تھا۔ وہ بھوکے بھیڑیوں کی طرح اس پر ٹوٹ پڑے تھے۔ ''کیا شریڈر تھورن کارپوریشن کا تنخواہ دار ہے؟'' کسی نے پوچھا۔

''سوری جینٹل مین۔'' ہاروے نے آگے بڑھ کر لفٹ کا بٹن دبایا۔ ''نو کمنٹس۔''

''تو ہمیں جناب سفیر سے بات کرنے کا موقع دیا جائے۔''

''کیونکہ وہ اس وقت موجود نہیں ہیں۔'' ہاروے لفٹ کے دروازے کو یوں گھور رہا تھا، جیسے وہ اُس کے گھورنے سے کھل جائے گا۔

''وہ ہیں کہاں؟''

خوش قسمتی سے اسی وقت لفٹ کا دروازہ کھلا اور ہاروے جلدی سے اس میں داخل ہو گیا۔ صحافیوں کو سیکورٹی والوں نے روک لیا تھا۔

ہاروے ڈین نے لفٹ کا دروازہ بند ہونے سے پہلے صحافیوں سے کہا۔ ''جب سفیر صاحب بیان جاری کرنا چاہیں گے تو آپ لوگوں کو مطلع کر دیا جائے گا۔''

وہ بھوکے بھیڑیوں کی طرح دانت نکوس رہے تھے۔ لفٹ کا دروازہ بند ہوا تو ہاروے نے چہرے سے پسینہ پونچھا۔

اوپر پہنچ کر وہ سیکرٹریوں کو نظر انداز کرتا تیز قدموں سے آفس کی طرف بڑھا۔ لیکن دروازہ کھلتے ہی وہ جیسے پتھر کا بت بن کر رہ گیا سامنے ڈیسک پر ڈیمین بیٹھا نظر آ رہا تھا۔ جبکہ ہاروے اُسکا سامنا کرنا ہی نہیں چاہتا تھا۔

''میں تو سمجھا تھا کہ تم گھر پر ہو گے۔'' ہاروے نے کہا۔

ڈیمین نے جواب نہیں دیا۔

''پریس والے شریڈر کے بارے میں جاننے کے لئے پاگل ہو رہے ہیں۔'' ہاروے ڈین نے کہا۔ ''میں انہیں جیسے تیسے اُس وقت تک روک لوں گا، جب تک پال بوہر سے تمہاری بات نہیں ہو جاتی۔ لیکن اس سے زیادہ انہیں ٹالا نہیں......''

''ڈی کارلو کل تمہارے گھر میں کیا کر رہا تھا؟'' ڈیمین کا چہرہ بے تاثر تھا۔

''کون؟'' ہاروے ڈیمین کی سمجھ میں سچ مچ کچھ بھی نہیں آیا تھا۔ وہ واقعی نہیں جانتا تھا کہ یہ ڈی کارلو کیا بلا ہے۔

ڈیمین اٹھ کھڑا ہوا۔ اُس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ ''بنو مت۔ مجھ سے سیدھی صاف بات کرو۔''

ہاروے نے کندھے جھٹک دیے۔ وہ سمجھ گیا تھا۔ اور کہنے کو اُس کے پاس کچھ تھا بھی نہیں۔

ڈیمین نے بڑی بدمزگی سے اسے دیکھا اور چلایا۔ ''پیٹر...... یہاں آؤ۔''

بغلی دروازہ کھلا اور کیٹ رینالڈ کا بیٹا اندر آیا۔

''ہاں پیٹر، اب رپورٹ دو۔'' ڈیمین نے نرم لہجے میں کہا۔

پیٹر نے جیب سے ایک نوٹ بک نکالی اور اسے کھولا۔ پھر وہ بولا تو اُس کا انداز کسی پولیس والے کا سا تھا، جو عدالت میں بیان دے رہا

ہو۔''کل سہ پہر ساڑھے تین بجے میں نے فادر ڈی کارلو کو 114، اپے کریسنٹ میں جاتے دیکھا۔ وہاں وہ ایک گھنٹا بائیس منٹ تک موجود رہا اور مسٹر ڈین کی بیوی سے باتیں کرتا رہا''

ہاروے ڈین کا ضبط جواب دے گیا۔ اُس نے پیٹر کو نظر انداز کرتے ہوئے ڈیمین سے کہا۔''میری بات سنو۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ کون تھا۔ میرا مطلب ہے کہ باربرا نے مجھے نہیں بتایا کہ......''

''تم اپنے بچے کو ختم کر دو۔''

ڈین نے سر جھٹکا اور ایک قدم پیچھے ہٹا۔ اسے کچھ بجھائی نہیں دے رہا تھا۔ اُس کا منہ کھلا۔ ہونٹ ہلے۔ لیکن آواز نہیں نکلی۔

''اب صرف ایک بچہ زندہ رہ گیا ہے اور وہ تمہارا بچہ ہے۔''ڈیمین کا لہجہ پرسکون تھا۔''اسے ختم کر دو۔ یا پھر خود ختم ہو جاؤ۔''

ڈین الٹے قدموں دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔''ن......نہیں......نہیں......''وہ ہکلایا۔ اُس کا سر اب بھی نفی میں ہل رہا تھا۔''خدا کے لیے ڈیمین......''

ڈیمین نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لیے''خدا نے ابراہیمؑ سے کہا......اپنے سب سے محبوب بیٹے کو میری راہ میں قربان کرو......''

''ہاروے پیچھے ہٹتے ہٹتے دیوار سے ٹکرایا۔ وہاں سے وہ دروازے کی طرف گھوما۔ دروازے کے ہینڈل کو وہ ایسے تلاش کر رہا تھا، جیسے اسے کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا ہو۔ وہ بری طرح گھبرایا ہوا تھا۔

''ابراہیمؑ خدا کے کہنے پر اپنے بیٹے کو قربان کر سکتے ہیں تو تم شیطان کے بیٹے کی خاطر اپنے بچے کو قربان نہیں کر سکتے۔''ڈیمین نے اُس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

ہاروے ڈین کے پاس لفظ نہیں رہے تھے۔ اس کی زبان اُس کے دہن میں ٹھٹھر گئی تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ اس کی جان سمٹ کر ٹانگوں میں آ گئی ہے۔ اس نے دروازہ کھولا اور اندھا دھند بھاگا۔ سیکریٹریوں کی حیران نگاہوں کی اور اپنے وقار کی پروا کیے بغیر وہ لفٹ کی طرف بھاگا۔

پیٹر اسے جاتے دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے سر گھما کر ڈیمین کو دیکھا۔''آپ اسے روکیں گے نہیں؟''

ڈیمین نے نفی میں سر ہلایا۔''اس کی کوئی ضرورت نہیں۔''

....

ازدواجی زندگی میں وہ پہلا موقع تھا کہ ایک چھت کے نیچے ہوتے ہوئے بھی باربرا اکیلی سوئی تھی۔ وہ اپنے لیے کاؤچ گھسیٹ کر بچے کے کمرے میں لے آئی تھی اور اس پر اس طرح سوئی تھی کہ بچہ اس کی پہنچ سے دور نہیں تھا۔ رات میں تین بار اُس نے اٹھ کر بچے کو چیک کیا کہ وہ خیریت سے ہے۔

ناشتے کے دوران ان کے درمیان زیادہ بات نہیں ہوئی۔ اُس نے ہاروے سے صاف کہہ دیا کہ شام تک فیصلہ کر لے۔ کیونکہ شام کو وہ یہاں سے چلی جائے گی۔ چاہے وہ اُس کے ساتھ ہو یا نہیں۔

باربرا نے ریسیور رکھا اور طمانیت سے سر ہلایا۔ سسیکس میں رہنے والی کیرول کی دوست اسے کچھ عرصہ اپنے ساتھ رکھنے پر آمادہ ہو گئی تھی۔ وہ وہاں اکیلی رہتی تھی۔ اب وہ یہی سوچے گی کہ میاں بیوی کے درمیان جھگڑا ہو گیا ہے۔ اس لیے وہ علیحدہ ہو رہی ہے۔

اب اسے روانگی کے انتظامات کرنے تھے۔ پہلے استری اور پھر پیکنگ۔ اُس نے استری اسٹینڈ کھڑا کیا اور استری لگائی۔ بچے کا کوٹ کھڑکی کے پاس رکھا تھا۔ دھوپ اُسکے چہرے پر پڑ رہی تھی اور وہ قلقاریاں مار رہا تھا۔ وہ ہاتھ یوں چلا رہا تھا، جیسے دھوپ کو پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔

کام کرنے کے دوران باربرا بار بار سر گھما کر اسے دیکھتی رہی۔ دو بار تو اُس نے اسے قریب سے جا کر بھی دیکھا۔ دوسری بار وہ گئی تو بچہ سو رہا تھا۔ اُس نے دھوپ سے بچانے کے لیے اپنے چہرے پر ہاتھ رکھ لیے تھے۔ اُس نے بچے کا ہاتھ باہر نکالا اور اسے کمبل میں اڑس دیا۔ پھر وہ دوبارہ کپڑے استری کرنے لگی۔ وہ سوچ رہی تھی، اب وہ یہاں سے چلی جائے گی...... اپنے بچے کو لے کر! اور ممکن ہے، ہاروے بھی اس کے ساتھ ہو۔

.......✿.......

کتا بڑے محتاط انداز میں گھاس پر آگے بڑھ رہا تھا۔ خودرو گھاس کا سلسلہ ختم ہوا تو وہ رک گیا۔ اُس نے تھوتھنی اوپر اٹھا کر فضا کو جیسے سونگھا۔ پھر وہ ایونیو پر چلنے لگا۔ کوئی اُس کے قریب نہیں آرہا تھا...... نہ کتے، نہ بچے۔ دو مقامات پر وہ مڑا۔ پھر ایک ڈرائیو وے کے پاس وہ رک گیا۔ اُس کی کمر اور گردن کے بال کھڑے ہو گئے تھے۔ دانت نمایاں ہو گئے تھے اور اُس کے حلق سے دھیمی دھیمی غراہٹیں ابھر رہی تھیں۔

وہ گھر کی دیوار کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ اُس کے نتھنے پھڑک رہے تھے۔ وہ ایک مخصوص بو کی طرف بڑھ رہا تھا۔ کچن کی کھڑکی کے پاس پہنچ کر اُس نے پچھلی ٹانگوں پر خود کو کھڑا کیا۔ اس کے اگلے پیر کھڑکی کی چوکھٹ پر تھے اور وہ کھلی کھڑکی سے بچے کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ اُس کی زرد آنکھیں ٹکٹکی باندھے ہوئے تھیں اور اس کی گندی رال بچے کے کمبل پر گر رہی تھی۔

باربرا چلائی تو اُس نے ایک لمحے کو اُس کی طرف دیکھا۔ پھر وہ نیچے اترا اور ڈرائیو وے کی طرف چل دیا۔ وہ اپنا کام کر چکا تھا۔

باربرا نے جلدی سے کھڑکی بند کی اور اُس کے شیشے سے چہرہ ٹکا کر باہر دیکھنے لگی۔ اُس کا دل سینے میں دھڑ دھڑ کر رہا تھا۔ اس کتے کو دیکھ کر اسے شاک لگا تھا۔ کیسے وہ اچانک آیا تھا...... اور کیسے بچے کو دیکھ رہا تھا۔ زیر لب بڑبڑاتے ہوئے اُس نے سر گھما کر بچے کو دیکھا۔ بچے نے سوتے میں کروٹ لی تھی اور اُس کے پاؤں یوں چل رہے تھے، جیسے وہ خواب میں دوڑ رہا ہو۔ اور وہ منہ کے بل پڑا تھا۔

''سب ٹھیک ہے میری جان۔'' باربرا نے کہا۔ ''میں نے اس کتے کو بھگا دیا ہے۔''

اس نے بچے کو سیدھا کیا...... اور اسے شدید جھٹکا لگا۔ وہ بچے کا چہرہ تو نہیں تھا۔ وہ تو ایک بڈھے کا جھریوں سے بھرا چہرا تھا۔ دھندلائی ہوئی آنکھیں حلقوں میں دھنس گئی تھیں۔ چہرے کی رنگت کالی تھی۔ ہاتھ پنجوں کی طرح کے تھے اور ناخن بڑے ہوئے تھے۔ اُس نے اپنا پنجہ باربرا کی طرف بڑھایا۔ باربرا گھبرا کر پیچھے ہٹی۔ اس کے حلق سے ڈراؤنی چیخ نکلی۔ اُس نے بے سوچے سمجھے ہاتھ بڑھایا۔ استری اُس کے ہاتھ میں

آ گئی۔اُس نے استری اٹھا کر اُس چہرے پر پھیر دی......

ننھا سا بچہ موت کی آغوش میں جاتے ہوئے اپنی بے نور ہوتی آنکھوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔باربرا کو ایسا لگا کہ ان آنکھوں میں شکایت ہے۔وہ حیرت سے سوچ رہی تھی کہ وہ منحوس بڈھا کہاں گیا......!

 ......✲......

ہاروے ڈین موٹر سائیکل سوار پولیس والے سے پانچ گز پیچھے تھا۔گھر پہنچنے کی جلدی میں اُس نے سگنل توڑا تو اس پولیس والے نے اسے روک لیا۔اُس نے اُسے اپنے سفارتی کاغذات دکھائے اور پولیس والے سے معذرت کرتے ہوئے وضاحت کی کہ وہ اس وقت ایک ہنگامی صورت حال سے دوچار ہے۔......اور اسے جلد از جلد گھر پہنچنا ہے۔پولیس والے نے اس کی معذرت اور وضاحت قبول کی اور کہا کہ وہ اسے گھر پہنچائے گا۔

اور اب پولیس والا آگے آگے تھا۔

ہاروے ڈین نے گاڑی اپنے ڈرائیو وے میں روکی۔پولیس والے نے الوداعی انداز میں ہاتھ ہلایا۔لیکن ہاروے کو اُس کی موجودگی کا بھی احساس نہیں تھا۔وہ تیزی سے گھر کی طرف لپکا،دروازہ کھولا اور ہال میں داخل ہو گیا۔اُس کا خیال تھا کہ باربرا اسے دیکھ کر خوش ہو گی۔اب جبکہ اس نے باربرا کے حق میں فیصلہ کر لیا تھا......اُس کی بات مان لی تھی،تو اسے طمانیت کا احساس ہو رہا تھا۔اُس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اپنی فیملی کے ساتھ بھاگے گا۔انجام خدا جانے......

''باربرا۔''اُس نے پکارا۔

گھر میں سناٹا تھا۔نہ کوئی آواز ریڈیو کی،ٹی وی کی،نہ کوئی تحرک کا احساس۔وہ کچھ پریشان ہو گیا۔

اُس نے ڈرائنگ روم میں جھانکتے ہوئے آواز دی۔''باربرا؟''

''اس نے کچن کا دروازہ کھولا تو دیکھا کہ باربرا استری اسٹینڈ کے پاس کھڑی ہے۔اُس کی طرف اُس کی پیٹھ تھی۔کھڑکی کے پاس پنگھوڑا تھا۔اس میں لیٹے ہوئے بچے کا ہاتھ اسے نظر آ رہا تھا۔ننھی منی انگلیاں اوپر اٹھی ہوئی تھیں۔مگر ان میں اکڑن تھی۔

''کیا بات ہے باربرا؟تمہیں میری آواز نہیں آئی تھی؟''اس نے پوچھا۔

لیکن باربرا اب بھی نہیں پلٹی۔وہ آگے بڑھا۔''تم پیکنگ کر لو جلدی سے۔ہم یہاں سے جا رہے......''

باربرا نے پلٹ کر اسے دیکھا......وہ جیسے پتھر کا ہو گیا۔لفظ گھٹ کر رہ گئے اور اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔باربرا کی آنکھیں مسلسل رونے سے سرخ ہو رہی تھیں۔اُس کا چہرہ کسی متشدانہ جذبے سے بیچ......بگڑ رہا تھا۔

وہ گھبرا کر پیچھے ہٹا۔لیکن باربرا اُس پر جھپٹی۔باربرا کا ہاتھ اٹھائے ہوئے اس کی طرف لپکا۔اس ثانیے میں اس کے سوا وہ کچھ بھی نہ دیکھ

سکا۔ استری کا نوکیلا حصہ سیدھا اس کی آنکھ میں گھس گیا۔

اُس کی اذیت ناک چیخ میں گرم استری کی پھنکار گھل مل گئی۔ اس کی آنکھ غلیظ مائع میں تبدیل ہوگئی۔ خالی ڈھیلے سے بھیجے جیسا مواد بہنے لگا۔ اگلے ہی لمحے اس کا بے جان جسم فرش پر گرا۔ پگھلی ہوئی آنکھ کا مواد بہتا ہوا اُس کے رخسار پر آرہا تھا۔

باربرا نے بڑی احتیاط سے استری کو اسٹینڈ پر رکھ دیا۔ پھر اس نے جھک کر مردہ شوہر کے کندھے کو چھوا۔ آنکھ کے خلا سے اسے ہاروے کے دماغ کا مرکزی حصہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ وہ اٹھی، سنک کے پاس گئی اور وہاں سے ایک کپڑا اٹھا کر لائی۔ پھر ہاروے کے پاس بیٹھتے ہوئے اُس نے بڑی نرمی اور محبت سے اُس کے بے جان رخسار پر بہہ کر آنے والے غلیظ مواد کو صاف کر دیا۔ پھر وہ اُٹھ کر بچے کے پاس گئی۔ اس کی ننھی منی گلابی انگلیوں کو سہلاتے ہوئے اس نے اُس کے بری طرح ٹوٹے پھوٹے چہرے کو دیکھا۔ پھر وہ وہاں سے ہٹی اور میز کے پاس رکھی کرسی پر جا بیٹھی۔ وہ آپ ہی آپ مسکرا رہی تھی۔ وہ پاگل ہوگئی تھی ہمیشہ کے لیے۔ اور یہ پاگل پن لاعلاج تھا۔

⁂

پرواز کے لیے وہ مناسب ترین دن تھا۔ کے آئی جی کا بوئنگ 757 بحرالکاہل پر پرواز کر رہا تھا۔ اوپر روشن نیلا آسمان تھا۔ مطلع بالکل صاف تھا۔ جہاز کے مرکزی کیبن میں پاؤلا اور ٹیز ایک صوفے پر ساتھ بیٹھے تھے۔

''ڈارلنگ، مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ دنیا کو تمہاری ذہانت کا کبھی علم نہیں ہو سکے گا۔'' پاؤلین کہہ رہی تھی۔

''اگر کبھی انہیں پتا بھی چل جائے تو میں تو مصیبت میں پھنس جاؤں گا۔''

پاؤلین نے غور سے اسے دیکھا۔ ''کوئی بات نہیں۔ ہم ایک ملک خرید سکتے ہیں۔ اور پھر ہم ہی اُس کے حکمراں ہوں گے۔ تب تو ہمیں کوئی چھو بھی نہیں سکے گا۔''

ٹیز ہنسنے لگا۔

پاؤلین نے اس کا ہاتھ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ ''جانتے ہو، تم نے پہلی ہی نظر میں مجھے دیوانہ بنا دیا تھا۔''

''نہیں شہزادی۔ مجھے تو یہ یاد ہے کہ تم نے مجھے بہت ستایا تھا۔ میری توہین کرتی رہی تھیں تم۔''

''وہی تو ایک ترکیب تھی تمہارا دل جیتنے کی۔ اور دیکھو، کارگر بھی رہی۔ بدلہ لینے کا خیال نہ ہوتا تو تم دوبارہ کبھی مجھ سے نہ ملتے۔''

''ہاں یہ تو ہے۔'' ٹیز نے کہا اور اسے لپٹا لیا۔

دور کہیں بجلی لہرائی آسمانی بجلی!

''تمہیں ٹاموا بہت اچھا لگے گا۔ ہم وہاں سکون سے دو ہفتے گزاریں گے اور پھر دنیا کی سیاحت پر نکلیں گے۔ ہمیں جدائی کے ان برسوں کے ایک ایک پل کا ازالہ کرنا ہے وہ پل جو ہم ساتھ نہیں گزار سکے۔''

پاؤلین مسکرائی۔ ''ہاں...... اور ہم بہترین ازالہ کریں گے۔''

اور ہر ماہ ہم ٹاموآ واپس آیا کریں گے...... پرائماٹو سے کام لینے کے لیے۔ ہم دونوں مل کر ہدف کا انتخاب کیا کریں گے۔"

پاؤلین نے کہا۔ "انگلینڈ میں طوفان تخلیق کریں تو انہیں پتا بھی نہیں چلے گا۔"

ٹیز ہنسنے لگا۔ "دنیا بہت بڑی ہے شہزادی۔ سو سے زیادہ ملک ہیں وہاں۔

اسی وقت اسٹیوارڈان کے پاس چلا آیا۔ "کسی چیز کی ضرورت ہو تو حکم کریں۔"

"نہیں ہمارے پاس سب کچھ موجود ہے۔" ٹیز نے کہا اور وہ جانتا تھا کہ یہ سچ ہے۔

دور کہیں آسمان پر پھر بجلی کے کئی کوڑے لہرائے۔

"بس طوفان نہ آئے۔" پاؤلین کی آواز کپکپا رہی تھی۔ "مجھے خراب موسم میں پرواز بہت بری لگتی ہے۔

"فکر نہ کرو ڈارلنگ۔ دیکھو آسمان بالکل صاف ہے۔ ایک بادل بھی تو نظر نہیں آرہا ہے۔ ٹیز نے اُسے تسلی دی۔ پھر وہ کچھ سوچ کر مسکرا دیا۔ "ہمیں موسم کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ اسے تو ہم نے پہلے ہی قابو میں کر لیا ہے۔" اس نے کلائی پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھا۔ "اور پرائما ون ایک گھنٹا پہلے تباہ ہو چکی"

اسی وقت جہاز پر بارش کے موٹے موٹے قطرے کنکروں کی طرح برسنے لگے۔

ٹیز نے پاؤلین کو اور قریب کر لیا۔ "پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ یہ معمولی بات ہے۔"

مگر اسی وقت آسمان پر تیزی سے اندھیرا چھانے لگا اور بجلی اس زور سے کڑکی کہ فضا لرز اٹھی۔ اگلے ہی لمحے جہاز بری طرح اوپر نیچے ہونے لگا۔ ٹیز نے کھڑکی سے باہر دیکھا تو اُس کی آنکھوں میں الجھن جھانکنے لگی۔ بارش تیزی سے طوفان کا روپ دھار رہی تھی۔

"ارے دیکھو تو" ٹیز کہتے کہتے رک گیا۔ "یہ تو پرائما......"

اس لمحے طوفان پوری قوت سے جہاز سے ٹکرایا۔ اب جہاز کی حیثیت ایک کھلونے سے زیادہ نہیں تھی۔ وہ بری طرح ہچکولے کھا رہا تھا۔ پاؤلین پاگلوں کی طرح چیخنے لگی......

......❁......

کے آئی جی کی سرخ اینٹوں سے بنی عمارت میں اینڈریو پرائما کو آپریٹ کر رہا تھا۔ کوئی پرانی یاد اُس کے دماغ میں متحرک ہو گئی تھی۔ اس کے زیر اثر اُس کی انگلیاں خودکار انداز میں پرائما کے بٹنوں پر حرکت کر رہی تھی۔ اسکرین پر اسے متحرک ہدف نظر آرہا تھا۔ اس کے بھائی کا جہاز 300 میل فی گھنٹا کی رفتار سے چلنے والی ہواؤں کی لپیٹ میں آگیا تھا۔

اُس نے ایک اور بٹن دبایا......

......❁......

محکمہ موسمیات کی درجنوں شاخوں میں ماہرین موسمیات اپنے اپنے کمپیوٹر اسکرین پر نظر آنے والے منظر کو حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ جو ہو رہا تھا، بہ ظاہر وہ ناممکن تھا۔ لیکن ہو رہا تھا اور اُس کی کوئی سائنسی توجیہہ بھی نہیں تھی۔ سمندر پر طوفان گرد باد......! اور وہ بھی اوپر کی طرف جاتا ہوا!!

......✡......

سرخ اینٹوں والی عمارت میں تنہا اینڈریو دل میں خدا کا شکر ادا کر رہا تھا۔ وہ دنیا کو انسانوں کے لیے ایک بہتر مقام بنانے کے لیے کم از کم ایک کوشش تو اب بھی کر سکتا تھا۔

اُس نے F6 طوفان گرد باد تخلیق کیا تھا اور اب اسے پرائما کی مدد سے اوپر...... اور اوپر...... اور اوپر لے جا رہا تھا......

......✡......

جہاز بری طرح ڈول رہا تھا۔ ٹیمز کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔ پھر طوفان کا زور ٹوٹنے لگا۔ لیکن ساتھ ہی اسے ایسی آواز سنائی دینے لگی، جیسے کوئی مال گاڑی چل رہی ہو۔ مگر مال گاڑیاں اڑتی نہیں ہیں۔ اور پھر وہ یہ آواز خوب پہچانتا تھا۔ یہ طوفان گرد باد کا شور تھا۔ جو قریب آ رہا تھا۔ پھر اسے فضا میں گھومتا ہوا وہ بہت بڑا بگولا نظر آیا۔ وہ فاتحانہ لہجے میں چلایا۔ ''دیکھو...... دیکھو...... اتنی بلندی پر طوفان گرد باد آ ہی نہیں سکتا۔ یہ میری تخلیق ہے۔ یہ میں نے مہیا کیا ہے۔ یہ...... یہ تو معجزہ ہے۔ صرف میں اور خدا ہی ایسا کرنے کی طاقت......

......✡......

سرخ اینٹوں والی عمارت میں اینڈریو نے ایک سوئچ دبایا۔ اسکرین پر طوفان گرد باد جہاز سے ٹکراتا نظر آیا اور جہاز کے پرخچے اڑ گئے۔ جہا کا ملبہ اور اُس کے مسافروں کی لاشیں فضا میں بکھر گئیں۔

اُس کے بعد اینڈریو نے بڑے سکون سے سرخ بٹن کو تین بار دبا دیا......

......✡......

کیلی اور ڈیانا تیار ہو رہی تھیں کہ گریس نے دروازے پر دستک دی۔ ''ناشتہ تیار ہے۔''

''ہم آ رہے ہیں۔'' کیلی نے پکارا۔

''میں اخبار پڑھنے کو بے تاب ہو رہی ہوں۔'' ڈیانا نے کیلی سے کہا۔ ''دیکھنا ہے کہ میری اسکیم کس حد تک کامیاب رہی۔''

وہ کمرے سے نکلیں اور ڈرائنگ روم کی طرف چل دی۔ وہ گیمز روم بھی تھا، وہاں جو لوگ بھی موجود تھے، وہ ٹی وی کے گرد جمع تھے۔ خبریں ٹیلی کاسٹ ہو رہی تھیں......

''رپورٹس کے مطابق حادثے میں کوئی مسافر بھی نہیں بچا۔ ٹیمز کنکسلے کے ساتھ جہاز میں سینیٹر پاؤلین وان لوئن بھی سوار تھیں اس کے علاوہ دو پائلٹ اور ایک اسٹیوارڈ بھی جہاز میں موجود تھے۔''

وہ دونوں بت بن کر رہ گئیں انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر ٹی وی کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ اسکرین پر اب کے آئی جی کی عمارت

نظر آ رہی تھی۔

''کے آئی جی دنیا کا سب سے بڑا تھنک ٹینک ہے۔ دنیا کے تیس ممالک میں اُس کے دفاتر قائم ہیں۔ محکمہ موسمیات کا کہنا ہے کہ جس وقت وہ غیر متوقع برقیاتی طوفان ٹیز کنکسلے کے جہاز سے ٹکرایا، اس وقت جہاز جنوبی بحرالکاہل کے علاقے میں پرواز کر رہا تھا......

وہ دونوں سحر زدہ سی لگ رہی تھیں......

''اُس کے علاوہ اس معاملے میں وابستہ ایک اور اسرار بھی ہے، جسے پولیس سمجھنے کی کوشش کر رہی ہے۔ وہ یہ کہ کے آئی جی نے پریس کو پرائما کی رونمائی کے ڈنر پر مدعو کیا تھا۔ واضح رہے کہ پرائما موسم کو کنٹرول کرنے والے اس کمپیوٹر کا نام ہے، جو کے آئی جی نے ایجاد کیا ہے۔ لیکن کل شام ایک دھماکے کے نتیجے میں پرائما مکمل طور پر تباہ ہوگئی۔ آگ بجھانے والوں کو وہاں ملبے میں صرف اینڈریو کنکسلے کی لاش ملی۔

......✿......

ڈیانا نے کہا۔ ''لو، ٹیز کنکسلے مر چکا ہے۔''

''اور ایک بار پھر کہو۔ مگر ذرا آہستہ آہستہ...... ٹھہر ٹھہر کر۔''

''ٹیز...... کنکسلے...... مر...... چکا...... ہے......'' ڈیانا ٹھہر ٹھہر کر دہرایا۔

کیلی نے گہری سانس لی طمانیت بھری سانس! پھر وہ ڈیانا کو دیکھ کر مسکرائی۔ ''اب بھلا زندگی میں ہیجان اور سنسنی خیزی کہاں!''

''امید تو یہی ہے۔'' ڈیانا بولی۔ ''آج رات والڈورف۔ آسٹوریا ٹاورز میں گزارنے کے بارے میں کیا کہتی ہو؟''

کیلی کے دانت نکل پڑے۔ ''کیوں نہیں۔''

انہوں نے گریس سیڈل سے رخصت چاہی۔ کیلی نے گریس کا شکریہ ادا کیا تو اُس نے کیلی کو لپٹا لیا۔ ''اس کی ضرورت نہیں۔ میں تمہارے لیے ہمیشہ حاضر ہوں۔'' اس نے کہا اور اُس نے کیلی کو نہیں بتایا کہ اُس کا پتا بتانے کے لیے اسے کتنی بڑی رقم کی پیشکش کی گئی تھی۔

......✿......

والڈورف۔ آسٹوریا ٹاورز کے صدارتی سوئٹ میں ایک ویٹر ان کے ڈنر کے لیے میز سجا رہا تھا۔ اُس نے پلٹ کر ڈیانا کو دیکھا۔ آپ نے چار افراد کے لیے ٹیبل سیٹ کرنے کو کہا نا؟''

''ہاں۔''

کیلی نے چونک کر ڈیانا کو دیکھا۔ لیکن کہا کچھ نہیں۔

ڈیانا جانتی تھی کہ وہ اس وقت دل ہی دل میں اُسے اُس کی ضعیف الاعتقادی پر برا بھلا کہہ رہی ہوگی۔

پھر جب وہ کھانے کی میز پر بیٹھیں تو ڈیانا نے کہا۔ ''کیلی، میں نہیں سمجھتی کہ ہم دونوں نے یہ سب بغیر کسی کی مدد کے...... اکیلے کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہماری مدد کی گئی ہے...... روحانی مدد۔'' اس نے شمپین کا جام اٹھایا اور اپنے برابر رکھی خالی کرسی کی طرف مڑی۔ ''تھینک یو رچرڈ

ڈارلنگ۔ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔''

ڈیانا نے اپنا جام ہونٹوں کی طرف لے جا رہی تھی کہ کیلی نے اچانک کہا۔ ''ذرا رکو......''

ڈیانا نے سر گھما کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

کیلی نے اپنا جام اٹھایا اور اپنے برابر والی خالی کرسی کی طرف مڑی۔ ''مارک، میں تم سے بہت محبت کرتی ہوں۔'' اس نے جام بلند کرتے ہوئے کہا۔ ''شکریہ۔''

ان دونوں نے مشروب کا گھونٹ لیا......

کیلی مسکرائی۔ ''یقین کرو ڈیانا، یہ مجھے بہت اچھا لگا۔ اب یہ بتاؤ، آگے کیا ارادہ ہے؟''

''میں واشنگٹن جاؤں گی اور ایف بی آئی والوں کو سب کچھ بتاؤں گی۔''

''یہ کام تو ہم دونوں کو ایک ساتھ کرنا ہے۔''

''ٹھیک کہتی ہو پارٹنر۔''

......✿......

ڈنر کے بعد وہ ٹی وی دیکھتی رہی۔ ہر چینل پر ایک ہی گرم خبر تھی...... ٹینر کنگسلے کی موت کی خبر!

کیلی دیکھتی رہی۔ پھر پر خیال لہجے میں بولی۔ ''کہتے ہیں کہ سانپ کا سر کاٹ دیا جائے تو باقی سانپ خود بہ خود مر جاتا ہے۔ اس کا مطلب؟''

''ابھی چیک کرتے ہیں۔'' کیلی نے کہا اور فون کی طرف بڑھی۔ ''مجھے پیرس فون کرنا ہے۔'' اُس نے ریسیور اٹھا کر آپریٹر سے کہا۔

پانچ منٹ بعد اسے فون پر نکولا کی ہیجانی آواز سنائی دی۔ ''کیلی! کیلی! مجھے خوشی ہے کہ تم نے فون کیا۔''

''کیلی کا دل ڈوبنے لگا۔ وہ جانتی تھی کہ اب وہ کیا سنے گی...... یہی کہ انہوں نے فلپ کی فیملی اور اینجلو کو ختم کر دیا......

''میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ تم سے کیسے رابطہ کروں؟'' نکولا کہہ رہی تھی۔

''تم نے وہ خبر سنی؟''

''ساری دنیا نے سن لی۔ جیروم مالو اور الفانسے جیروڈ نے جلدی جلدی اپنا سامان پیک کیا اور یوں بھاگے جیسے ان کے پیچھے کتے لگ گئے ہوں۔''

کیلی کی پوچھنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ ''اور فلپ......اور میرا اینجلو......؟''

''فلپ اور اُس کی فیملی محفوظ ہے۔ اور اینجلو میرے اپارٹمنٹ میں ہے...... میرے پاس۔ وہ بدمعاش تمہیں مجبور کرنے کے لیے اینجلو کو چارے کے طور پر استعمال کرنا چاہتے تھے۔''

کیلی ایک دم خوش ہوگئی۔ ''واہ...... بہت اچھی خبر سنائی تم نے۔''

''اب آپ بتائیں، میں اینجلو کا کیا کروں؟''

اسے ایئر فرانس کی اگلی فلائٹ سے نیویارک روانہ کردو اور مجھے فون کردو۔ تاکہ میں وقت پر جا کر اسے ریسیور کرلوں۔ مجھے تم یہاں والڈ ورف۔ آسٹوریا ٹاورز میں فون کرسکتی ہو۔''

''جی...... ٹھیک ہے۔''

''شکریہ۔'' کیلی نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

ڈیانا سب کچھ غور سے سن رہی تھی۔ ''تو تمہارا اینجلو خیر سے ہے؟''

''ہاں، وہ بھی...... اور فلپ اور اُس کی فیملی بھی۔''

''زبردست۔''

''پہلی بار میں خوش ہوئی ہوں۔ اچھا یہ بتاؤ، تم اپنے حصے کی آدھی رقم کا کیا کروگی؟'' کیلی نے اچانک پوچھا۔

ڈیانا نے حیرت سے اسے دیکھا۔ ''کون سی رقم؟''

''کے آئی جی نے اپنے ملازمین کے قتل کے معمے کو حل کرنے والے کے لیے پچاس لاکھ ڈالر کا انعام مقرر کیا تھا۔ وہ ہمیں ہی ملے گا نا۔''

''لیکن ٹینر اور اینڈرو کنگسلے...... دونوں مرچکے ہیں۔''

''مگر کے آئی جی تو قائم ہے نا۔ ادارے تو نہیں مرتے۔''

''ہاں...... یہ تو ہے۔'' ڈیانا نے کہا اور وہ دونوں ہنسنے لگیں۔

''اچھا...... واشنگٹن کے بعد تمہارا کیا ارادہ ہے۔ تم پھر پینٹنگ شروع کروگی؟'' کیلی نے پوچھا۔

ڈیانا چند لمحے سوچتی رہی۔ ''میرا خیال ہے، نہیں۔'' پھر چند لمحے کے توقف کے بعد وہ بولی۔ ''لیکن ایک تصویر میں بنانا چاہتی ہوں سینٹرل پارک میں پکنک کا ایک منظر......'' اس کی آواز بکھرنے لگی۔ ''دو محبت کرنے والے بارش میں پکنک مناتے ہوئے! اور کون جانے، اس تصویر کے بعد میں باقاعدہ پھر سے...... اچھا، یہ بتاؤ، تم دوبارہ ماڈلنگ کروگی؟''

''مجھے نہیں لگتا کہ میں......''

''ڈیانا اسے بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔

''لیکن ممکن بھی ہے۔ کیونکہ جب میں رن وے پر ہوتی ہوں تو مجھے ہمیشہ ایسا لگتا کہ مارک مجھے دیکھ رہا ہے...... ہاتھ سے میری طرف بوسے اچھال رہا ہے۔ اور مجھے لگتا ہے کہ مارک چاہتا ہے کہ میں دوبارہ کام کروں۔''

''گڈ۔'' ڈیانا مسکرائی۔

انہوں نے مزید کچھ وقت ٹی وی دیکھتے ہوئے گزارا۔ پھر ڈیانا نے کہا۔ ''بھئی اب تو نیند آ رہی ہے۔''

پندرہ منٹ بعد وہ دونوں اپنے اپنے بیڈ میں تھیں۔ خطرات میں اتنا عرصہ گزارنے کے بعد وہ پہلا موقع تھا کہ وہ سکون سے لیٹی تھیں۔

''اب نیند برداشت نہیں ہوتی۔ لائٹ آف کر دو۔'' کیلی نے جماہی لیتے ہوئے کہا۔

ڈیانا نے حیرت سے اسے دیکھا۔ ''لیکن تمہیں تو اندھیرے سے ڈر لگتا ہے۔''

''اب نہیں۔ اب تو میرے سارے ڈر نکل گئے۔ اب میں کبھی اندھیرے سے نہیں ڈروں گی۔''

ڈیانا نے مسکراتے ہوئے لائٹ آف کر دی!

☼

پچھلے ایک ہفتے کے دوران فادر ڈی کارلو اس انداز میں جیتا رہا تھا کہ کوئی نارمل انسان نہیں جی سکتا۔ وہ برائے نام کھاتا اور سوتا رہا تھا۔ بس خدا اور ایمان کی قوتیں تھیں، جن کے زور پر وہ چل رہا تھا۔ اُس کا جسم آرام کا مطالبہ کرتا تھا۔ مگر دماغ اجازت نہیں دیتا تھا۔ اُس نے اپنے اوپر آرام کو حرام کر لیا تھا، جب تک کہ اس کا کام نہ نمٹ جائے۔

اس وقت وہ ٹیکسی میں بیٹھا ویسٹ اینڈ کی طرف جا رہا تھا۔ باہر رونق تھی، چہل پہل تھی۔ لوگ اپنے کاموں میں مصروف آ اور جا رہے تھے۔ فٹ پاتھ پر چلتے ایک شخص کو دیکھ کر اسے انٹونیو یاد آیا۔ اس نے سر جھکایا اور اپنے چھ ساتھیوں کے لیے ابدی سکون کی دعا کرنے لگا۔ ہر روز سینکڑوں بار ایسا ہوتا تھا۔ وہ اسے یاد آتے اور وہ ان کے لیے دعا کرتا۔

اُس نے سر اٹھایا تو اُس کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔ اُس نے ہاتھ کی پشت سے آنسوؤں کو پونچھ لیا۔ کبھی کبھی اسے ایسا لگتا کہ اداسی اور مایوسی اس کے وجود کو پوری طرح شل کر دے گی۔ لیکن ہر بار وہ سوچ کر تازہ دم ہو جاتا کہ اینٹی کرائسٹ ابھی زندہ ہے اور بچہ مسیح غیر محفوظ!

اُس نے اپنی نوٹ بک کو چیک کیا۔ پچھلے ایک ہفتے میں اپنی چالاکی نے خود اسے بھی حیران کیا تھا۔ تن تنہا اس نے نومولود مسیح کو چھپانے کا اہتمام بھی کیا تھا اور ساتھ ہی ڈیمین تھورن، کیٹ رینالڈ اور اُس کے بیٹے پر نظر بھی رکھی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ وہ تو بہت اچھا سراغ رساں بن سکتا تھا۔

''یہ بی بی سی آ گیا سر۔'' ٹیکسی ڈرائیور نے اسے چونکا دیا۔

فادر ڈی کارلو نے شکریہ اور کرایہ ادا کیا اور ٹیکسی سے اتر آیا۔ عمارت اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ لیکن فادر کا تجربہ بتاتا تھا کہ کیٹ رات گئے ہی باہر آتی ہے خوش قسمتی سے دروازے پر کوئی نہیں تھا۔ ورنہ اسے باہر انتظار کرنا پڑتا۔

☼

اسٹوڈیو سنسان تھا۔ کیٹ نے اپنے نوٹس مکمل کر کے فائل میں رکھے اور فائل کو برابر والی کرسی پر رکھ دیا۔ اسی وقت دو ٹیکنیشین گزرے اور انہوں نے گڈ نائٹ کہا۔ وہ مسکرائی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

اسی وقت اسٹوڈیو میں ایک آواز گونجی۔ ''ہم پانچ منٹ میں لاک کرنے والے ہیں مس رینالڈ۔''

''میں آرہی ہوں۔'' کیٹ نے پکار کر کہا۔ عام طور پر یہاں سے جان چھوٹنے پر وہ خوش ہوتی تھی۔ لیکن آج وہ اس لمحے سے خوف زدہ تھی۔

''مس رینالڈ'' ایک آواز نے اسے چونکا دیا۔ اس نے سر گھمایا اور غصے سے پادری کو دیکھا۔ یہ شخص یہاں اندر کیسے آگیا؟ یہ آدمی ہمیشہ کسی اندھیرے گوشے سے برآمد ہوتا ہے اور اسے ڈرا دیتا ہے۔

''تم یہاں کیا کر رہے ہو؟''

''تم نے اسے دیکھ لیا...... ہے نا مس رینالڈ؟''

وہ بیمار نظر آرہا تھا۔ اس کی آنکھوں کے نیچے گہرے سیاہ حلقے تھے۔ آنکھوں میں تھکن تھی اور کندھے جھکے ہوئے تھے۔

''اب تو تم جان گئیں نا کہ تھورن اینٹی کرائسٹ ہے۔'' فادر نے آگے بڑھ کر اس کے بازو کو چھوا۔ ''تو اب تم کیوں اسے تحفظ دے رہی ہو؟''

کیٹ نے جھٹکے سے اپنا بازو ہٹا لیا۔ ''تم یہاں سے چلے جاؤ۔ ورنہ میں سیکیورٹی والوں کو بلا لوں گی۔'' اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ غصہ اُس کے اندر ابل رہا تھا۔ کوئی سیکورٹی والا نظر آتا تو وہ یقیناً اس پادری کو دھکے دلوا کر نکلوا دیتی۔

''تمہارا بیٹا کہاں ہے مس رینالڈ؟''

''وہ اس وقت یقیناً سو رہا ہوگا۔'' کیٹ نے چڑچڑے پن سے کہا۔

فادر ڈی کارلو نے نفی میں سر ہلایا۔ ''جی نہیں۔ تمہارا بیٹا اس وقت ڈیمین تھورن کے ساتھ ہے۔''

کیٹ حیرت سے اسے گھورتی رہی۔

''ہاں، وہ اس کے ساتھ ہے مس رینالڈ۔'' فادر نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔ ''اپنے جسم اور روح، دل اور دماغ سمیت۔ وہ اینٹی کرائسٹ کا چیلا بن چکا ہے۔''

کیٹ بڑے بے رحمانہ انداز میں ہنسی۔ وہ اس خرافات سے اکتا چکی تھی۔ اب بس وہ اس پادری سے نجات چاہتی تھی۔

''تم سمجھتی ہو کہ پیٹر باقاعدگی سے اسکول جاتا ہے۔ ہے نا؟'' فادر کے لہجے میں چیلنج تھا۔

کیٹ نے تمسخرانہ انداز میں سر ہلایا۔

''میری بات کا یقین نہیں تو فون کر کے چیک کر لو۔'' فادر ڈی کارلو نے چیلنج کیا۔

کیٹ کا تمسخر ہوا ہو گیا۔ دماغ میں شک، خوف اور غصے کے کن کھجورے سرسرانے لگے۔

فادر ڈی کارلو نے یہ تبدیلی بھانپ لی۔ ''پیٹر ڈیمین تھورن کے لیے کام کر رہا ہے۔'' اُس نے کہا۔ ''وہ اب شیطان کا چیلا ہے۔ وہ تو مولود مسیح کے قتل کی سازش کر رہا ہے۔ لیکن وہ کامیاب نہیں ہوں گے۔ بچہ مسیح محفوظ ہے۔ لیکن مس رینالڈ تمہارا بیٹا محفوظ نہیں۔''

کیٹ بار بار نفی میں سر ہلا رہی تھی۔

''پیٹر کو بچانے کی ایک ہی صورت ہے مس رینالڈ۔ اور وہ یہ ہے دجال کو ختم کردو.....تباہ کردو'' فادر نے جیکٹ کی جیب سے خنجر نکالا۔

کیٹ نے خنجر کو دیکھا تو اُس کی آنکھیں فرطِ دہشت سے پھیل گئیں۔ ''تم مجھ سے یہ چاہتے ہو کہ......'' وہ جملہ پورا نہ کرسکی۔ وہ خنجر کی تیز دھار کو دیکھے جارہی تھی۔

''نہیں مس رینالڈ، یہ تو میری مقدس ذمے داری ہے۔ تم اگر اپنے بیٹے کی روح کو اہمیت دیتی ہو اور اسے بچانا چاہتی ہو تو اس مقدس ذمے داری کو پورا کرنے میں میری مدد کرو۔ میرے ساتھ تعاون کرو۔''

کیٹ کبھی اندھیری راہ داری کی طرف دیکھتی اور کبھی خنجر کی دھار کو۔ اور فادر ڈی کارلو مکمل ارتکاز کے ساتھ کیٹ کو دیکھ رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ کیٹ کے تعاون کو بہت اہمیت ہے۔ اس کے تعاون کے بغیر اس کی کامیابی کی امید نہ ہونے کے برابر تھی۔

''جلدی کریں مس رینالڈ۔'' راہ داری میں گارڈ کی آواز گونجی۔

وہ آواز کیٹ کو حقیقت کی دنیا میں کھینچ لائی۔ ''آرہی ہوں۔'' اُس نے چیخ کر کہا۔ پھر اُس نے سر گھما کر فادر ڈی کارلو کو دیکھا تو وہ پوری طرح اپنے قابو میں تھی۔ ''میں اپنے بیٹے کے پاس جارہی ہوں۔''

''میری التجا ہے کہ مجھے بھی ساتھ لے چلو'' فادر ڈی کارلو نے کہا۔ ''جب وہ گھر پر نہیں ملے گا تو تمہارے پاس زیادہ وقت نہیں ہوگا۔''

کیٹ نے کندھے جھٹکے اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ فادر ڈی کارلو اُس کے پیچھے چل رہا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اسے روکنے کا کوئی فائدہ نہیں اور جب فلیٹ میں موجود پیٹر کو اُسے دکھائے گی تو بات خود بہ خود ختم ہوجائے گی۔ پھر یہ شخص اُس کا پیچھا چھوڑ دے گا۔

........✡........

''پیٹر!''

لیکن فلیٹ میں گہری تاریکی تھی۔ کیٹ نے سوچا، پیٹر اتنی جلدی تو نہیں سوتا۔ اپنے برتھ ڈے کے بعد وہ دیر تک جاگنے لگا تھا۔ کبھی مطالعہ کرتا، کبھی موسیقی سنتا۔ مگر اس وقت فلیٹ میں تاریکی اور سناٹا تھا۔

فادر ڈی کارلو ڈرائنگ روم میں رک گیا تھا۔ کیٹ پیٹر کے بیڈروم میں گئی۔ وہ واپس آئی تو اُس کے چہرے کے تاثر کو دیکھ کر فادر ڈی کارلو کو اُس پر ترس آنے لگا۔

''آپ نے ٹھیک کہا تھا۔'' وہ دل گرفتگی سے بولی۔

فادر نے ریسیور اٹھایا اور اُس کی طرف بڑھایا۔ کیٹ نے نمبر ملایا اور رابطہ ملنے کا انتظار کرتی رہی۔

''مسز گرانٹ، اتنی رات کو فون کرنے پر معذرت میں کیٹ رینالڈ بول رہی''

فادر کھڑکی سے باہر سڑک کو دیکھتا رہا۔ اسے اس کال میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

''آپ کی یہ بات بھی درست نکلی۔'' کیٹ نے ریسیور رکھتے ہوئے کہا۔ پھر اُس کے ذہن میں ایک خیال آیا۔ ''کیا آپ یہ کہہ رہے ہیں

کہ گذشتہ رات وہ پیری فورڈ میں تھا؟''

''ہاں...... مجھے افسوس ہے۔لیکن یہی حقیقت ہے۔''

''اومائی گاڈ'' کیٹ نے کہا اور اُس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔اُس کے چہرے پر زردی کھنڈ گئی تھی۔

''اب تم میری مدد کرو گی نا؟'' فادرڈی کارلو کے لہجے میں التجا تھی۔

''جی ہاں۔''

....

اب وہ پورا راستہ کیٹ کے لیے جانا پہچانا تھا۔اسے نہ نشانیاں دیکھنے کی ضرورت تھی نہ نقشہ دیکھنے کی۔ڈرائیو کرتے ہوئے وہ فادرڈی کارلو کے الفاظ پر توجہ مرکوز رکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

''میرا خیال ہے، تم نے تھورن فیملی کے المیوں کے بارے میں پڑھا ہے۔لیکن جو کچھ پڑھا ہے، وہ آدھا بھی نہیں۔''

کیٹ نے پرتجسس نگاہوں سے اسے دیکھا۔

''ایک پادری تھا...... فادر ٹیسوں۔اُس نے ڈیمین کی پیدائش میں شیطان کی مدد کی تھی۔بعد میں وہ تائب ہوا اور اُس نے رابرٹ تھورن کو خبردار کرنے کی کوشش کی۔وہ بھی ختم کر دیا گیا۔ایک مسلمان فوٹو گرافر تھا...... حنیف ارشد۔وہ واحد آدمی ہے، جس نے بہت کچھ کیا۔لیکن شیطان اسے ختم نہ کر سکا۔اس کے علاوہ......'' اب وہ انگلیوں پر گنوا رہا تھا۔''بیوگن بیگن، ماہر آثار قدیمہ زندہ زمین میں دفن ہو گیا۔پھر بل ایتھرٹن......''

''ہاں، اس کے متعلق میں نے پڑھا ہے۔'' کیٹ نے جلدی سے کہا۔

''جوآن ہارٹ تمہاری طرح صحافی تھی۔ماردی گئی۔ڈاکٹر چارلس وارن، تھورن میوزیم کا نگران اعلیٰ مار دیا گیا......''

''بس...... بس کرو۔'' کیٹ چلائی۔''میں کچھ سننا نہیں چاہتی۔'' اس کا چہرہ سپید پڑ گیا تھا۔اور آواز لرز رہی تھی۔

''ٹھیک ہے۔میں تمہیں ایک زبردست کہانی سناتا ہوں۔'' فادرڈی کارلو نے آنکھیں موندتے ہوئے کہا۔''ہم نے آسمان تین روشن ستاروں کا قران دیکھا تھا۔وہ اب تک میری زندگی کا خوب صورت ترین تجربہ ہے۔دو ہزار سال بعد مسیح کی دوبارہ ولادت بہت مبارک ہے۔''

کیٹ نے سکون کی سانس لیا۔کم از کم اب موت کے بجائے پیدائش کا تذکرہ ہو رہا تھا۔

''پھر ہم نومولود مسیح کو ڈھونڈنے نکلے۔اور ہمیں کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ماہر فلکیات نے ہمیں حتمی لوکیشن بتا دی تھی۔سو وہ ہمیں وہاں مل گئے...... خانہ بدوشوں کے درمیان!''

کیٹ نے سر گھما کر اسے دیکھا۔وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا۔

''اتنا خوبصورت، اتنا باوقار ننھا بچہ میں نے کبھی نہیں دیکھا۔'' فادرڈی کارلو مسکرایا۔''اب تم سمجھیں خدا کی منصوبہ بندی؟ ذرا سوچو، برتھ سرٹیفکیٹ کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔خانہ بدوش اس تکلیف میں کہاں پڑتے ہیں...... اور کون ان کا ریکارڈ رکھتا ہے۔تو ہے نا ستم، وہ سب بچے بلاوجہ

مارے گئے۔ اور ڈیمین تھورن کو کیا ملا؟ کچھ بھی نہیں! وہی بے سکونی، وہی بے یقینی۔''

''اور وہ تمہارا دوست راہب، وہ بھی تو بلاوجہ مارا گیا۔''

''ایک وہی تو نہیں تھا۔'' فادر نے نرم لہجے میں کہا۔

''اور بھی تھے؟''

''ہاں......''

''بس اب مجھے ان کی تعداد کے بارے میں نہ بتانا۔ میں پہلے ہی بہت سن چکی ہوں۔''

''میں سمجھتا ہوں۔'' فادر ڈی کارلو نے سر ہلا کر کہا۔ ''بس ایک بات اور......'' پھر کیٹ کے احتجاج کے باوجود اس نے اسے ڈیمین کی پیدائش، رابرٹ تھورن کے اصل بچے کا سر پتھر سے کچلے جانے کے بارے میں تفصیل سے بتایا۔

''یہ کیسی باتیں کر رہے ہو تم؟'' کیٹ گڑ بڑا گئی۔ کار لہرا گئی۔ کیٹ کو اپنے جسم کے کھرونچے، وحشت کے نشان یاد آئے۔ اور ایک سب سے بڑی اذیت اور توہین تو ایسی تھی کہ جس نے اپنا نشان بھی نہیں چھوڑا تھا۔ وہ صرف اس کی اذیت اور توہین نہیں تھی۔ وہ تو نسوانیت کی، انسانیت کی اور خود خدا کی توہین تھی۔ اُس کا جسم لرزنے لگا۔ اُس کی غلاظت کا احساس جسم رگڑ رگڑ کر نہانے کے باوجود دور نہیں ہوا تھا۔

''یہ لو...... ہم پہنچ گئے۔'' فادر ڈی کارلو نے کہا۔

کیٹ نے گاڑی روک دی اور اُسے اترتے دیکھتی رہی۔ پھر اُس نے کار موڑی اور پیٹر کے بارے میں سوچنے لگی۔ اس معاملے سے نمٹ کر وہ چھٹی لے گی اور پیٹر کو تفریح کے لیے کہیں لے جائے گی۔ ایک ماہ تک وہ اسے اپنی باہوں میں چھپا کر رکھے گی...... ایک لمحے کو بھی اپنی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونے دے گی۔ یہاں تک کہ دونوں کی روحوں پر سے زخموں کے نشانات مندمل ہو جائیں گے۔

گیٹ پر سیکورٹی گارڈ اسے دیکھ کر مسکرایا۔ ''سفیر صاحب آپ کے منتظر ہیں۔''

اسے یہ سن کر کوئی حیرت نہیں ہوئی۔ اب شاید اس میں حیران ہونے کی صلاحیت ہی نہیں رہی تھی۔

............✿............

معبد میں اندھیرا تھا۔ لیکن جو کچھ دیکھنا ضروری تھا، وہ پیٹر کو نظر آ رہا تھا۔ وہ ڈیمین کو دیکھ رہا تھا، جو بے ہنگم صلیب کے پاس کھڑا تھا۔

''تو تم سمجھتے ہو کہ تم جیت گئے۔ ہے نا؟'' ڈیمین صلیب پر گڑے کرائسٹ سے کہہ رہا تھا۔ ''تم نے مجھے سو سے زیادہ بچوں کو قتل کرتے دیکھا...... صرف تمہارے چکر میں اور تم نے انہیں بچانے کے لیے کچھ بھی نہیں کیا......'' وہ آگے بڑھا اور کرائسٹ کے چہرے کو گھورنے لگا۔ ''لیکن یہی تو تمہارا کھیل ہے...... صدیوں کے بیچ آنکھ مچولی، چھپم چھپائی...... لیکن سنو، اب یہ کھیل ختم۔''

ڈیمین نے پلٹ کر ایک نظر پیٹر پر ڈالی اور پھر دوبارہ صلیب کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ''مجھ پر فتح حاصل کرنے کے لیے معصوم بچوں کی قربانی

ہنہہ۔''

اُس نے پیٹر کا ہاتھ تھاما اور چھت کی طرف سر اٹھا کر دیکھا۔ ''شیطان...... اے مرے محبوب باپ، فتح تیری ہی ہے۔ تیری کیا تعریف کروں کہ تو نے مجھے یہ کنوارا لڑکا عطا کیا تا کہ میں نزارین کا سامنا جم کر کر سکوں......''

وہ ایک لمحے کے لیے پلٹا اور گھٹنوں کے بل گر گیا۔ اُس نے پیٹر کے دونوں ہاتھ تھامے ہوئے تھے اور وہ اُس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ ''پیٹر میری بات سنو...... اور دھیان سے سنو۔ تمہاری ماں یہاں آ رہی ہے...... تمہیں مجھ سے چھین کر لے جانے کے لیے......''

''پیٹر نے نفی میں سر ہلایا اور دور ہٹنے کی کوشش کی۔ ''نہیں ڈیمین، مجھے مت بھیجنا، میں اُس کے ساتھ جانا نہیں چاہتا۔''

ڈیمین مسکرایا، تم فکر نہ کرو۔ اس لمحے سے تم میرے ہو...... صرف میرے۔'' اُس نے لڑکے کے چہرے کو اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھر لیا۔ ''عیسائی عقیدے میں دس احکامات ربانی ہیں۔ جبکہ میرا صرف ایک حکم ہے۔''

پیٹر نے اثبات میں سر ہلایا۔ راہ داری میں ڈیمین کو قدموں کی چاپ سنائی دی۔ لیکن اُس نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ وہ پیٹر کے چہرے کو گھورے جا رہا تھا۔ ''اب تم کہو۔ پھر ہم دونوں ایک ہو جائیں گے۔''

''میں تم سے محبت کرتا ہوں۔'' پیٹر نے کہا۔

''سب لوگوں سے...... دنیا کی ہر چیز، ہر شخص سے زیادہ۔''

''سب سے بڑھ کر۔'' پیٹر نے کہا۔

''زندگی سے بھی بڑھ کر۔''

''زندگی سے بھی بڑھ کر۔''

ڈیمین نے ایک گہری سانس لے کر سر کو جھکا لیا۔ اسی لمحے عقب سے کیٹ نے دروازہ کھولا۔ ''میں یہاں سودا کرنے آئی ہوں ڈیمین۔''

''وہ کہاں ہے؟'' ڈیمین نے پوچھا۔ وہ اب بھی پیٹر کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

''مجھے میرا بیٹا واپس دے دو۔ پھر میں تمہیں اُس تک پہنچا دوں گی۔'' کیٹ نے کہا۔

پیٹر نے نفی میں سر ہلایا اور ڈیمین کی گرفت سے آزاد ہونے کی کوشش کرنے لگا۔ ''نہیں ڈیمین، میں اس کا بیٹا نہیں۔ میں تو تمہارا ہوں۔''

ڈیمین نے کیٹ کی افسردہ کراہ سنی اور مسکرا دیا۔ پھر اُس نے پلٹ کر پہلی بار کیٹ کو دیکھا۔ وہ دروازے میں تن کر کھڑی تھی...... اتنا تن کر جیسے خود کو لرزنے سے روک رہی ہو۔ ''تم مجھے نزارین تک پہنچا دو۔ تمہیں پیٹر واپس مل جائے گا۔''

پیٹر نے خود کو چھڑانے کے لیے زور لگایا۔ ''نہیں ڈیمین...... یہ ایک چال ہے...... دھوکہ ہے۔''

''اگر اسے اپنا بیٹا چاہیے تو یہ ایسا کچھ نہیں کرے گی۔'' ڈیمین کبھی پیٹر کو دیکھ رہا تھا اور کبھی کیٹ کو۔

کیٹ نے اثبات میں سر ہلایا اور دروازے کے پٹ سے لگ کر کھڑی ہو گئی۔ پیٹر ڈیمین سے لپٹا ہوا اُس کے سامنے سے گزرا تو اُس نے پیٹر کی آنکھوں میں دیکھا۔ لیکن پیٹر کے انداز میں معاندانہ بے مہری تھی۔

کیٹ نے سر جھکا اور آنکھیں موند لیں۔ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کی زہریلی بے مہری نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ وہ یہ کیسے قبول کر سکتی تھی۔ وہ تو یہ کبھی قبول نہیں کرے گی۔

''آؤ چلیں۔'' ڈیمین نے کہا۔

کیٹ نے سر اٹھا کر صلیب کو دیکھا۔ سب کچھ بکھر کر رہ گیا تھا۔ یہ سب کچھ ایسے تو نہیں ہونا تھا۔ مگر اب اُس کے سامنے اپنے بیٹے کو خود جال کی طرف لے جانے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ یہ بچہ وہ تھا، جس کے تحفظ کے لیے وہ اپنی جان بھی قربان کر سکتی تھی۔ مگر وہ بڑی بے بسی سے اسے خطرے کی طرف لے جا رہی تھی۔ ''اگر تم کسی کی مدد کر سکتی ہو'' اُس نے مصلوب شبیہہ سے سرگوشی میں کہا۔ ''......تو اس وقت میری مدد کرو۔''

✿

وہ اب بھی صورتحال کی سنگینی کو پوری طرح سمجھنے سے قاصر تھی۔ بچپن ہی سے وہ ایمان سے محروم تھی۔ نہ اسے خدا پر یقین تھا نہ شیطان پر۔ وہ تو یہ سوچ رہی تھی کہ یہ محض ایک ڈراؤنا خواب ہے۔ ابھی اُس کی آنکھ کھلے گی تو پیٹر اُس کے بیڈ کے پاس کھڑا ہو گا۔ اُس کے ہاتھ میں جوس کا گلاس ہو گا اور لبوں پر کوئی شریر تبصرہ......

اُس نے عقب نما میں دیکھا۔ دو جوڑی آنکھیں اُسے دیکھ رہی تھیں۔ چاروں آنکھوں میں زردی نمایاں تھی۔ وہ تھرا کر رہ گئی۔ اسٹیئرنگ پر سے اُس کے ہاتھ پھسل گئے۔ وہ دونوں پچھلی سیٹ پر جڑے بیٹھے سازشی درباریوں کے سے انداز میں سرگوشیاں کر رہے تھے۔ کیٹ کے سینے میں رقابت کا الاؤ دہک اٹھا۔ اسے فرینک کا خیال آیا اور اُس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ اُس نے آنسو پونچھ لیے۔ خدا کا شکر کہ فرینک یہ دن دیکھنے کے لیے زندہ نہیں۔ جب وہ مر رہا تھا تو اُس نے اُس کا ہاتھ تھام کر التجا کی تھی...... میرے بچے کو ایک باپ دے دینا پلیز، اسے محروم نہ رکھنا...... اور اُس نے اس بات کا

وعدہ کیا تھا......اور اب یہ......

اُس نے سوچنے کی کوشش کی۔ لیکن اس کا ذہن کچھ سوچنے کے قابل نہیں تھا۔ خیالات کی یلغار تھی اور سب کچھ گڈمڈ ہو رہا تھا۔ کیوں نہ وہ کار ٹکرا دے......کسی گڑھے میں پھنسا دے۔ پیٹر کے زخمی ہونے کا خطرہ مول لے......لیکن نہیں۔ ایسا ہوا تو وہ بھی خود کو معاف نہیں کر سکے گی۔ وہ کسی پولیس والے کو روکے۔ لیکن پولیس والا بھلا اُس کی بات پر یقین کرے گا؟ وہ گاڑی چلاتی رہے، یہاں تک کہ پٹرول ختم ہو جائے۔ اور جب ڈیمین بونٹ کھول کر انجن کا جائزہ لے رہا ہو تو وہ......

''کیا ہم پہنچنے والے ہیں؟'' پیٹر نے پوچھا۔

''دو میل کا سفر اور ہے۔'' ڈیمین نے کہا۔

وہ دونوں ایسے باتیں کر رہے تھے، جیسے اُس کے وجود کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہے۔ کیٹ کو رونا آنے لگا۔ اسے خیال آیا کہ ڈیمین کو معلوم ہے۔ وہ اُس کا ذہن پڑھ سکتا ہے......پڑھ لیتا ہے۔ وہ اُس کے باطن میں بھی جھانک لیتا ہے۔

اُس نے ذہن کو خالی کیا اور ڈرائیونگ پر متوجہ مرکوز کی۔ سڑک تنگ تھی۔ اُس کے اطراف میں جھاڑیاں تھیں۔ لیکن سڑک بالکل سنسان تھی۔ آسمان پر ستارے ٹمٹا رہے تھے۔

وہ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچی تو سامنے ایک بہت بڑے چرچ کا کھنڈر نظر آیا۔ اس کے ٹاورز کوئی سو فٹ بلند تو ہوں گے۔ پیٹر نے یوں گہری سانس لی جیسے وہ منظر اُس کے لیے تکلیف دہ ہو۔ لیکن ڈیمین چرچ کو گھور رہا تھا۔ اُس کی نگاہوں میں سنسنی تھی۔

کیٹ نے گیئر تبدیل کیے۔ ٹائر رگڑنے کی آواز سے درختوں پر بسیرا کرنے والے کوے کائیں کائیں کرتے اُڑے۔ ڈیمین نے بڑبڑا کر اس بے پروائی پر اُس کو برا بھلا کہا۔ اُس نے عقب نما میں دیکھا۔ ڈیمین نے پیٹر کو قریب کر کے خود سے لپٹا لیا۔

اسی لمحے کیٹ کے دل میں ڈیمین کے لیے ایسی تند و تیز نفرت امنڈی کہ وہ خود بھی حیران رہ گئی۔ شاید یہ مقدر تھا۔ اسے یاد تھا کہ ڈیمین اپنے گھر والی دعوت میں پیٹر کو کیسے دیکھتا رہا تھا......اُس کے بارے میں پوچھتا رہا تھا۔

کیٹ نے سوچا، یہ شخص جہنم کا مستحق ہے اور اسے وہیں جانا چاہیے اور وہ اس وقت یہ سوچ کر بھی خوش تھی کہ وہ گناہ گار سہی، لیکن کم از کم ڈیمین کے ہاتھوں ہونے والی نسوانیت کی توہین کسی کام تو آئی۔ اُس کا رحم ڈیمین کے نطفے سے تو محفوظ رہ گیا۔ خدا کا شکر ہے۔ ورنہ یہ تو وہ گوارا ہی نہیں کر سکتی تھی کہ ڈیمین کے بچے کو جنم دے۔

چرچ سے 50 گز پیچھے اُس نے بریک لگایا اور اگنیشن کا سوئچ آف کر دیا۔ اب فضا پر سکوت طاری تھا۔ کہیں کوئی آواز نہیں تھی۔ اور وہ سوچ رہی تھی کہ اب شاید اس سکوت میں اُس کا دماغ پوری طرح سے کام کرنا شروع کر دے گا۔

''میں آگے چلوں گی۔'' اُس نے کہا۔ اور خاموشی کی زبان میں وہ ڈیمین سے گویا التجا کر رہی تھی کہ بس وہ دونوں چلیں......وہ اور ڈیمین۔ پیٹر کو کار ہی میں چھوڑ دیا جائے۔

''ہم سب ساتھ جائیں گے۔'' ڈیمین نے کہا۔

اُس نے پلٹ کر ڈیمین کو گھورا۔ ''مجھ پر بھروسہ کرو ڈیمین۔'' اُس نے کہا۔ ''میں صرف اس امر کو یقینی بنانا چاہتی ہوں......

''نہیں ڈیمین، نہیں...... '' پیٹر نفی میں سر ہلا رہا تھا۔ ''اس پر بھروسہ مت کرو ڈیمین۔'' اور پھر پیٹر کار سے اتر گیا۔ ڈیمین اُس کے پیچھے تھا۔ وہ دونوں مرد اور لڑکا ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے کھڑے تھے۔ کیٹ نے ایک پل انہیں دیکھا۔ پھر وہ کار سے اتر آئی۔ میرے اختیار میں کچھ بھی نہیں۔ اس نے دل میں خود سے کہا۔ معاملات میرے ہاتھ سے نکل چکے ہیں۔

''تم آگے آگے چلو گی۔'' ڈیمین نے اُس سے کہا۔

کیٹ نے سر اٹھا کر چرچ کو دیکھا وہ سنسان اور اجڑا ہوا تھا...... ایک ایسی گرتی ہوئی عمارت جسے خدا نے بھی نظر انداز کر رکھا تھا، دروازے کے پاس بڑے بڑے ستون گرے پڑے تھے۔ وہ اندھیرے کو ٹٹولتی رہی۔ لیکن کہیں کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھی۔ اُس کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔ اُسے ڈر تھا کہ وہ کہیں گر نہ جائے۔ فادر ڈی کارلو نے کہا تھا کہ نو مولود مسیح نے خانہ بدوشوں کے درمیان جنم لیا ہے۔ مگر اسے یقین نہیں تھا۔ اسے پروا بھی نہیں تھی۔ اسے تو بس خنجر کی پروا تھی......

دروازے سے دس گز کے فاصلے پر وہ رک گئی۔ اسے احساس تھا کہ اس سے صرف ایک قدم پیچھے ڈیمین موجود ہے۔ وہ اُس کے جسم کے تناؤ تک کو محسوس کر رہی تھی۔

''وہ...... وہاں، اندر۔''

''دروازہ کھولو۔'' ڈیمین نے سرگوشی میں کہا۔

کیٹ آگے بڑھی اور دروازے کے ہینڈل کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ کن انکھیوں سے اُس نے ایک ستون کے پیچھے سے فادر ڈی کارلو کو برآمد ہوتے دیکھا۔ وہ ہاتھ میں خنجر لیے دبے پاؤں بڑھ رہا تھا۔ جبلی طور پر کیٹ کے حلق سے چیخ نکلی۔ ''نہیں فادر'' وہ چلائی۔

فادر ڈی کارلو صرف ایک لمحے کو ہچکچایا۔ مگر اس ایک لمحے میں ڈیمین کو پلٹنے کا موقع مل گیا۔ اور جیسے ہی فادر ڈی کارلو اس پر جھپٹا، اس نے بڑی پھرتی سے پیٹر کو کھینچ کر اپنے سامنے کر لیا۔ فادر ڈی کارلو رک نہیں سکتا تھا۔ وہ اپنی جھونک میں آگے بڑھتا آیا۔ خنجر ڈیمین کے بجائے پیٹر کی پیٹھ میں اتر گیا۔

''پیٹر۔'' کیٹ چلائی۔

ڈیمین نے پیٹر کو ایک طرف دھکیلا اور پادری پر جھپٹا۔ اُس کے ہاتھ پادری کے گلے پر جم گئے۔ اُس نے پادری کو دیوار سے لگا دیا۔

کیٹ پیٹر کی طرف لپکی، جو سینے کے بل گرا ہوا تھا اور چاروں ہاتھ پیروں کی مدد سے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ خنجر اُس کی پشت میں پیوست تھا۔

''میرے بچے، یہ کیا ہو گیا؟'' کیٹ اب اس پر پچھتا رہی تھی کہ وہ چیخی کیوں۔ کیوں اُس نے ڈیمین کو خبردار کیا۔ اُس نے پیٹر کا چہرہ اپنے

ہاتھوں میں تھاما اور اُس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔ ''پیٹر، میرے بیٹے...... مجھے چھوڑ کر نہ جانا......''

لیکن پیٹر کی آنکھوں میں دھند لائٹ اتر رہی تھی۔ اس کی ٹوٹتی سانس کھڑکھڑاہٹ سے مشابہ تھی۔

''مرنا مت پیٹر...... پلیز پیٹر......''

''میں تم سے محبت کرتا ہوں......'' پیٹر نے ٹوٹتی ہوئی سانسوں کے درمیان کہا۔

''پیٹر......''

''میں تم سے محبت کرتا ہوں ڈیمین...... زندگی سے بھی بڑھ کر......'' وہ مسکرایا، اس کی آنکھیں بند ہوگئیں اور اچانک ہی اُس کا جسم ایک جھٹکا لے کر ساکت ہوگیا۔

''نہیں پیٹر نہیں......'' ایک لمحے کو کیٹ اپنی باہوں میں مرنے والے بیٹے کو دیکھتی رہی۔ پھر اُس نے ایک گہری سانس لے کر پیٹر کو اوندھا لٹایا اور اُس کی پیٹھ سے خنجر نکال لیا۔ پھر اُس نے سر اٹھا کر دیکھا......

ادھر ڈیمین نے فادر کارلو کو گھٹنوں کے بل جھکا دیا تھا اور پوری قوت سے اُس کا گلا گھونٹ رہا تھا۔ اُس نے کیٹ کو اپنی طرف آتے ہوئے نہیں دیکھا۔ کیٹ نے خنجر اُس کی ریڑھ کی ہڈی میں اتار دیا۔ ڈیمین کی چیخ میں بے پناہ غصہ تھا......

خنجر ڈیمین کی ریڑھ کی ہڈی کو توڑ چکا تھا۔ کیٹ نے مزید زور لگایا۔ یہاں تک کہ خنجر کا صرف دستہ باہر رہ گیا۔ وہ پیچھے ہٹی تو ڈیمین کی چیخوں سے کھنڈر گونج رہا تھا۔

ڈیمین سیدھا کھڑا ہوا وہ خنجر نکالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن اُس کا ہاتھ پہنچ نہیں پا رہا تھا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا جیسے تیسے اسے کھول دیا۔

چند لمحے ساکت کھڑا وہ زرد آنکھوں سے اندھیرے میں دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ''نزارین......'' وہ چلایا۔ ''تم کہاں ہو نزارین؟''

وہ جھولتا رہا۔ قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ وہ کھڑے رہنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ''بولو نزارین، جواب دو، وہ پھر چنگھاڑا۔

اور اُس کے جواب میں عمارت کے افتادہ ترین گوشے میں ایک کڑاکا ہوا اور ایک ہالہ سا روشن ہوگیا۔

ڈیمین ہالے کی سمت بڑھنے لگا۔ اس کے لڑکھڑاتے ہوئے قدموں میں تیزی تھی۔ اُس کا ہاتھ آگے کی سمت پھیلا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ اب وہ اپنے قابو میں نہیں ہے۔ اُس کی پیٹھ خم کھا گئی تھی۔ چہرہ اذیت سے چیخ رہا تھا اور آنکھیں شکستہ چھت پر مرکوز تھی۔ ''شیطان، تم نے میرا ساتھ کیوں چھوڑ دیا؟'' اُس نے فریاد کی۔

لیکن اپنی آواز کی بازگشت کے سوا اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ ادھر روشن ہالے کی روشنی اور بڑھ گئی۔

وہ گھٹنوں کے بل گرا اور رینگنے لگا۔ ''سب کچھ ختم ہوگیا فادر'' اُس نے سرگوشی میں کہا۔ ''اب مجھے اپنے پاس واپس بلا لو۔''

وہ چاروں ہاتھ پیروں سے چلتا آگے بڑھتا رہا۔ پھر اُس کی طاقت جواب دے گئی اور وہ ساکت ہوگیا۔

روشنی اب آنکھوں کو چندھیانے والی تھی۔ لیکن فادر کارلو پلکیں جھپکائے بغیر اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے کیٹ کو دیکھا جو اپنے بیٹے کی لاش پر جھکی ہوئی تھی۔ فادر نے نرمی سے اُس کے کندھے کو چھوا۔ پھر مردہ پیٹر کی آنکھوں کے سامنے انگلی سے صلیب کا نشان بنایا۔

کیٹ پیٹر کی لاش کو باہوں میں لیے کھڑی ہوگئی۔ اب وہ دونوں ساتھ کھڑے روشن ہالے کو دیکھ رہے تھے دونوں کو رخساروں پر آنسو بہہ رہے تھے۔

پھر انہوں نے شکستہ چھت سے جھانکتے آسمان کو دیکھا۔ وہاں سپیدہ سحر نمایاں ہونے لگا تھا۔ ایک نئے عہد کا آغاز ہو رہا تھا!

٭

قارئین کرام:

دجال کا دوسرا حصہ اختتام کو پہنچا۔ لیکن یہ سنسنی خیز کہانی ابھی مکمل نہیں ہوئی ہے۔ محض چند روز کے انتظار کے بعد آپ انہی صفحات پر دجال کا تیسرا حصہ پڑھ سکیں گے۔